باسمہ تعالیٰ

محدث کبیر حضرۃ

شاہ محمد غوث

رحمۃ اللہ علیہ

پشاوری ثم لاہوری

کی

دینی و علمی خدمات

از

ڈاکٹر اُمِ سلمیٰ گیلانی

ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات پشاور یونیورسٹی

پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی

باسمہٖ تعالیٰ

محدث کبیر حضرت

شاہ محمد غوث

رحمۃ اللہ علیہ

پشاوری ثم لاہوری

کی

دینی و علمی خدمات

از

ڈاکٹر اُمِّ سلمیٰ گیلانی

ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات پشاور یونیورسٹی

پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

C-163-A

MUHAMMAD YAQUB
M.A. (PUB. ADMN.), LL.B.
CONTROLLER OF EXAMINATIONS
UNIVERSITY OF THE PUNJAB
LAHORE - PAKISTAN

TELEPHONE NOS. OFF. : 52143
RES. : XXXXXX 863989

LAHORE

DATED 8-5-1990

No. 615-Ph.D/90

Dr. Mrs. Umi Salma,
House No.3841,
Sharif Hussain Street,
Bazar Kalan,
Peshawar.

Sub: PERMISSION TO PUBLISH PH.D. THESIS

Madam,

Please refer to your application dated 29.8.1988 on the subject cited above.

I am to inform you that the Advanced Studies and Research Board of the Punjab University at its meeting held on 19.4.1990 has allowed you to get your Ph.D. Thesis entitled "محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات" published.

Yours faithfully,

(MUHAMMAD YAQUB) 4/5/90

نمبر ۹۰/پی-ایچ-ڈی ۶۱۵ مورخہ ۱۹۹۰-۵-۸

ڈاکٹر ام سلمیٰ

عنوان :- اجازت نامہ برائے اشاعت مقالہ پی-ایچ-ڈی

محترمہ!

بحوالہ آپ کی درخواست مورخہ ۱۹۸۸-۸-۲۹ بعنوان بالا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جامعہ پنجاب کے ادارہ اعلیٰ تعلیم و تحقیق نے اپنی نشست منعقدہ مورخہ ۱۹۹۰-۴-۱۹ میں آپ کو اس امر کی اجازت دیدی ہے کہ آپ اپنے پی-ایچ-ڈی کے مقالہ بعنوان "محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی و علمی خدمات" کی اشاعت کروائیں۔

محمد یعقوب
کنٹرولر امتحانات جامعہ پنجاب

باسمہٖ تعالیٰ

محدثِ کبیر حضرۃ

شاہ محمد غوث

رحمۃ اللہ علیہ

پشاوری ثم لاہوری

کی

دینی و علمی خدمات

از

ڈاکٹر اُمِّ سلمیٰ گیلانی

ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات پشاور یونیورسٹی

پی۔ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی

نام کتاب :۔ محدّث کبیر حضرت شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
پشاوری ثم لاہوری کی دینی و علمی خدمات

مصنّفہ :۔ ڈاکٹر اُمّ سلمیٰ ایم اے عربی ایم اے اسلامیات پشاور یونیورسٹی
پی ایچ ڈی - پنجاب یونیورسٹی

کتابت :۔ محمّد عبد الرحمٰن قادری پشاور

سائز :۔ ۲۰x۳۰/۸

تاریخِ اشاعت :۔ جنوری ۱۹۹۰ء

مطبوعہ :۔ طبع فی المطبعۃ العربیۃ
۳۰- ایک روڈ، [illegible]

ملنے کا پتہ :۔ "مکتبۃ المحسن"
کوچہ آقا پیر جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ محلہ یکہ توت پشاور شہر
و "عظیم پبلشنگ ہاؤس" سوئیکارنو چوک خیبر بازار
پشاور شہر

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاسن راوزیرا کا سرع بہت بسوی بیدار شدن وسیوم انکہ خاتمہ عمل اودا
اسعا شد واللہ اعلم بالصواب تم الجزء الاول من تعلیق الجزء من الصحیح للامام البخاری المسمی بتحفۃ
من ید العبد الضعیف محمد غوث عفی اللہ تعالی عنہ فی سنۃ الف ومائۃ وثلثین وثمان من الہجرۃ النبویۃ الشریفۃ
فی بلدۃ پشاور من مضافات کابل صانہا اللہ تعالی عن الآفات

مندرجہ بالا تحریر محدّث کبیر حضرت سیّدنا شاہ **محمّد غوث** رحمۃ اللہ علیہ بن ابو البرکات حضرت سیّد **حسین** قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح **غوثیہ** (بخاری **شریف**) کے پہلے پارہ کی آخری سطور ہیں جو آپ کے دستخط پر ختم ہوتا ہے۔ (مملوکہ سیّد محمّد اللہ امین شاہ قادری گیلانی)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ

عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ

بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ

النمل ۱۹

ترجمہ: میرے مالک! مجھے توفیق دے تاکہ میں شکر ادا کروں تیری نعمتِ (عظمیٰ) کا جو تو نے مجھ پر فرمائی اور میرے والدین پر نیز (مجھے توفیق دے) کہ میں وہ نیک کام کروں جسے تو پسند فرمائے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

آمین ثم آمین

باسمہٖ تعالےٰ

ھدیۂ تشکّر

پیغمبرِ اسلام جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

"مَنْ لَّمْ یَشْکُرُ النَّاس لَمْ یَشْکُرُ اللّٰہ" ترمذی ۳۵

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا ، وہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہیں کرتا

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مَیں بھی اس گرامی قدر شخصیت کا تہِ دل سے شکریہ ادا کروں جنہوں سے اس تحقیقی مقالے کی تیاری میں ہر ممکن رہنمائی فرمائی۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا انتہائی احسان اور فضل وکرم تھا جس کی توفیق وعنایت سے یہ اہم کام انجام پذیر ہوا اس تحقیقی مقالے کے لکھنے کے سلسلے میں میری رہنمائی استادِ گرامی قدر ورفیع منزلت ڈاکٹر **ذوالفقار علی** ملک وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ بہاولپور نے کمال شفقت ، محبت اور مہربانی سے کی۔

میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ مَیں ان کی محبت اور شفقت سے بھرپور عنایتوں کا شکریہ ادا کرسکوں نیز یہ کہ اگر ان کی ماہرانہ رہنمائی شاملِ حال نہ ہوتی تو یہ تحقیقی مقالہ پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا۔

اُمِّ سلمٰی گیلانی

مزار فیض آثار جناب حضرت ابو البرکات سیّد حسن شاہ رح (پشاور شہر)

موضع سلطان پور قصبہ بگرام (پشاور شہر) میں الحال مزار ابوالبرکات سید حسنؒ کوہاٹ روڈ محدّث کبیر کی جائے پیدائش

موضع سلطان پور قصبہ بگرام (پشاور شہر) میں محدّثِ کبیر حضرت سیّد شاہ محمد غوث رح کی درس گاہ

اڑھائی سو سال قبل محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوثؒ کی عبادت کی جگہ (چلّہ خانہ) جو آج بھی محفوظ ہے

مزارِ پُرانوار حضرت محدث کبیر سیّد شاہ محمد غوث رح قادری گیلانی - لاہور

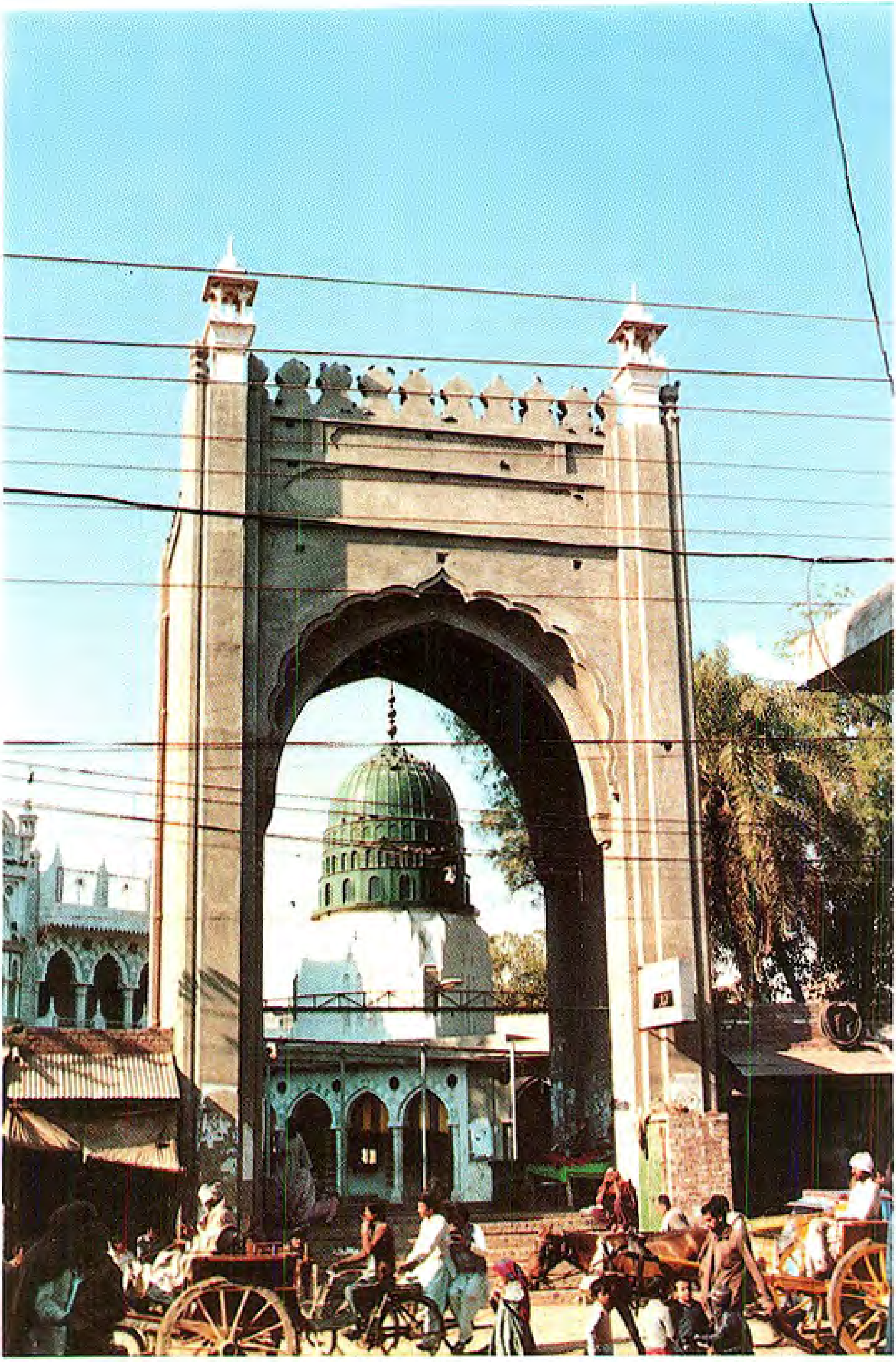

محدثِ کبیر کے مزارِ مقدس کا بیرونی دروازہ

محدثِ کبیرؒ کے مزارِ مبارک کا گنبد

فہرستِ عناوین

عنوان	صفحہ
ھدیہ تشکر	
پیش لفظ از گرامی مرتبت پروفیسر محمد اسماعیل صاحب سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی	
مقدمہ	۵
جدولیہ	۲۴
سوانح	
شجرۂ نسب	۴۱
شیخ المشائخ حضرت شاہ عبداللہ المعروف صحابیؒ	۴۵
عراق سے ٹھٹھہ (سندھ) میں تشریف آوری	۴۸
ٹھٹھہ روحانی انوار و تجلیات کا مرکز	۴۹
سلسلۂ بیعت	۵۱
صحابی ہونے کی وجہ تسمیہ	۵۲
تاریخ وصال	۵۳
حضرت شاہ عبداللہ صحابیؒ کی سندھ میں تشریف آوری پر مختلف آراء حقیقت کے آئینہ میں	۵۴
ابو البرکات حضرت سید حسن قادری ٹھٹھوی ثم پشاوری	۵۸
تعلیم و تربیت	〃
سلوک و معرفت و مجاہدات	۵۹
سفرِ ہندوستان	۶۰
آمد شاہجہان آباد	۶۴
سفرِ پشاور کی بشارت	〃
لاہور میں آمد (حضرت میاں میرؒ سے ملاقات)	۶۵
پشاور میں آمد و سکونت	۶۶
ازدواج	۶۷
نسب نامہ والدۂ ماجدہ	۶۹
سفرِ کشمیر	۶۹
کشمیر سے واپسی اور سفرِ کابل	۷۳
اخلاقِ کریمانہ	۷۵
حضرت سید حسنؒ کا انتقال	〃
حضرت محدث کبیر سیدنا شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوریؒ	۷۶
سن پیدائش کی تحقیق	〃
اکتسابِ علومِ دینیہ	۷۸
حصولِ علم کے لئے سفرِ کابل	۷۹
مدینۃ الاولیاء لاہور میں دینی علوم کا حصول	۸۰
اذنِ حدیث	۸۱
حصول سلوک و معرفت	۸۲
حصول منشور خلافت (مع ترجمہ (فوٹو سٹیٹ کاپی لف ہے)	۸۴
فقر کی حقیقت	〃
سلسلۂ طریقت	۸۵
برصغیر میں ہم عصر علماء مشائخ و مجاذیب سے ملاقاتیں	۹۴
تاریخ وفات کی تحقیق	۹۹
تالیفات	۱۰۵
جوازِ ذکر جہر (قلمی)	۱۰۷
تعارف	〃
جوازِ ذکر جہر	۱۰۹
اقسام ذکر جہر	۱۱۱
ذکر جہر مفسرین کی نظر میں	۱۱۲

عنوان	صفحہ
ذکرِ جہر محدثین کی نظر میں	۱۱۷
ذکرِ جہر کے متعلق فقہاء کی آراء	۱۱۸
مشائخ سلاسل کی نظر میں ذکرِ جہر	۱۲۰
رسالہ اسرار التوحید (قلمی)	۱۲۲
نظریہ توحید تاریخی ادوار کی روشنی میں	//
علمِ تصوف، تصنیف وتالیف کے آئینہ میں	۱۲۴
شیخ معروف کرخیؒ	۱۲۶
شیخ ذوالنون مصریؒ	//
شیخ سری سقطیؒ	۱۲۷
شیخ جنید بُغدادیؒ	۱۲۸
شیخ بایزید بسطامیؒ	۱۲۹
شیخ حمدون قصارؒ	//
شیخ سہل تستریؒ	۱۳۰
شیخ ابوسعید الخرازؒ	۱۳۱
شیخ ابوعمرو بن عثمان مکیؒ	۱۳۲
شیخ ابوعلی ثقفیؒ	۱۳۳
شیخ ابوبکر شبلیؒ	//
شیخ ابونصر سراجؒ	۱۳۴
شیخ ابوبکر الکلاباذیؒ	۱۳۵
شیخ ابوطالب مکیؒ	۱۳۶
شیخ عبد الرحمٰن السلمیؒ	۱۳۷
حافظ ابونعیم اصفہانیؒ	۱۳۸
امام قشیریؒ	۱۳۹
شیخ علی بن عثمان بن علی ھجویری المعروف داتا گنج بخشؒ	۱۴۱
امام ابوحامد الغزالیؒ	//
غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	۱۴۳

عنوان	صفحہ
شیخ شہاب الدّین سہروردیؒ	۱۴۴
شیخ فرید الدّین عطّارؒ	۱۴۵
شیخ محیّ الدین ابن العربیؒ	۱۴۶
شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد یعنی حضرت مجدّد الف ثانیؒ	۱۴۹
شیخ الہند عبدالحق محدّث دہلویؒ	۱۵۰
مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ	۱۵۱
حضرت امام شاہ ولیّ اللہؒ	۱۵۲
شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	//
وحدت الوجود کی تعریف وتوضیح	۱۵۵
توحید شہودی	۱۶۰
رسالہ اسرار التوحید کا ترجمہ وحواشی	۱۶۳
رسالہ اصول حدیث	۱۷۲
علم اصول حدیث کی تعریف وتوضیح	//
اقسام اصول حدیث	۱۷۳
علم اصول حدیث کی ابتدا	۱۷۴
رسالہ اصول حدیث پر تبصرہ	۱۷۸
فصل فی تقسیم الحدیث بحسب کمیۃ الرجال	۱۷۹
فصل فی تقسیم الحدیث باعتبار الکیفیۃ	۱۸۰
فصل فی اسباب القادحۃ الصحۃ وکون الحدیث مطعونًا	//
فصل رواۃ	۱۸۱
فصل فی بعض ما یتعلق بھٰذا العلم	//
فصل فی بیان تاریخ وفاۃ المجتھدین والمحدّثین	۱۸۲
شرح صحیح بخاری	۱۸۵
علم حدیث کے فروغ میں محدّث کبیر کی خدمات جلیلہ	۲۰۱

عنوان	صفحہ
لاہور میں تحصیل علم حدیث واذن حدیث	۲۰۲
سند حدیث	〃
شرح الصحیح البخاری (قلمی) کا نمونہ	۲۰۳
شرح الصحیح البخاری کی خصوصیات	۲۰۷
مناجات (قلمی) کا نمونہ	
تعریف وغرض مناجات	۲۱۵
ترجمہ مع حواشی	۲۲۱
قصیدہ غوثیہ (قلمی)	۲۳۱
قصیدہ غوثیہ (منظوم اردو)	۲۳۳
درکسب سلوک وبیان حقیقت ومعرفت (قلمی)	۲۳۷
فصل در متابعت نبوی علیہ السلام	〃
فصل دربیان ذوق وشوق	۲۳۸
فصل در مراقبات	۲۳۹
فصل دربیان حقیقت ومعرفت	〃
فصل دربیان مراتب وجود وظہور	〃
فصل نسبت ذات بحت	〃
فصل دربیان طریقت	۲۴۰
محدث کبیر اور عربی ادب	۲۴۳
عربی ادب کی نمو اور ارتقاء کے سلسلے میں آپ کی گرانقدر مساعی جمیلہ	۲۵۵
حضرت محدث کبیر کی دینی وعلمی خدمات	۲۶۱
تحریک روشنائی	۲۶۳
تحریک ایرانی شیعیت	۲۶۶
تحریک سید علی ترمذیؒ	۲۶۷
محدث کبیرؒ کی تبلیغی مساعی جمیلہ	۲۷۱
علم فلسفہ وتوحید	۲۷۲
علم حدیث	۲۷۵

عنوان	صفحہ
مسلمانوں میں اتفاق واتحاد کی علمی خدمات	۲۷۷
متابعت سُنت نبویؐ کی روشنی میں دعوت تصوف	۲۷۸
ہم عصر علمائے کرام ومشائخ عظام	
جناب حافظ عبد الغفور پشاوریؒ	۲۸۶
حضرت شیخ اخوند محمد نعیمؒ	۲۸۹
حضرت شیخ فرخ شاہؒ	۲۹۱
حضرت شاہ لطیف المعروف بری امامؒ	۲۹۳
حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہؒ	۲۹۴
حضرت شیخ عبد الاحد المعروف میاں گلؒ	۲۹۶
حضرت سر الاعظم شیخ یحیی المعروف حضرتجیؒ (اٹک)	۲۹۸
حضرت محمد سعید المعروف میراں بھیک چشتیؒ	۳۰۰
حضرت میاں عصمت اللہؒ	۳۰۱
حضرت پیر زہدی نقشبندیؒ	۳۰۳
حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادیؒ	۳۰۴
حضرت عبد النبی شام چوراسیؒ	۳۰۷
حضرت حاجی محمد سعید نقشبندیؒ	۳۱۰
حضرت شیخ حامد قادریؒ	۳۱۱
علامہ نور محمد مدققؒ	۳۱۳
محدث جلیل مولانا محمد جان لاہوریؒ	۳۱۵
ماخذ	
مخطوطات	۳۱۷
اشاریہ	
مطبوعات	
کتب	۳۲۹
رجال	۳۴۷
اماکن	۳۶۱

ضروری نوٹ

برصغیر کے محدثین کرام کے اسماء کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

اسماء محدثین برصغیر	صفحہ	اسماء محدثین برصغیر	صفحہ
شیخ المحدثین محمد اسماعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	۱۸۶	شیخ یعقوب حسن صرفی کشمیریؒ	۱۹۲
رضی الدین حسن بن محمد بن حسن الصغانیؒ	۱۸۷	مولانا عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم صدیقی حنفی سندھیؒ	〃
ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الهندیؒ	〃	شیخ احمد سرہندیؒ	〃
بدر الدین محمد بن ابو بکر المعروف بہ ابن دمامینیؒ	۱۸۸	شیخ الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ	۱۹۳
نور الدین احمد بن عبداللہ شیرازی الطاؤسی	〃	شیخ منصور بن عبدالمجید بن عبدالشکور لاہوریؒ	۱۹۵
یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی الخیری ہاشمی شافعیؒ	۱۸۹	محی الدین عبدالقادر بن شیخ عبداللہ العیدروسیؒ	۱۹۶
ابو الفتح بن رضی المکیؒ	〃	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	〃
عمر بن محمد دمشقیؒ	〃	شیخ محمد اسماعیل المعروف وڈے میاںؒ	۱۹۸
عبد المعطی الحضرمیؒ	۱۹۰	حضرت نور محمد مدقق رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۹
شیخ عبداللہ العیدروسیؒ	〃	مولانا تیمور سہروردیؒ	〃
وجیہہ الدین محمد المالکیؒ	〃	محدث جلیل جان محمد صاحب سہروردیؒ	〃
جمال الدین محمد بن عمر حمزمیؒ المعروف بحرق	〃	محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوثؒ	۲۰۰
رفیع الدین صفویؒ	۱۹۱		
میر کلاں محدث اکبر آبادی	۱۹۱		

پیش لفظ

(عزت مآب) پروفیسر محمدّ اسماعیل صاحب سیٹھی سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی پشاور

مخلوق کی ہدایت کے لئے خالق کائنات نے ہر دور میں مصلح افراد کو ان کی ہدایت کے لئے مامور کیا ہے۔ خصوصاً جبکہ گمراہی اور بے راہ روی عام ہو۔ اور خدا کی مخلوق جہالت اور ظلم کی زنجیروں میں پابستہ ہو۔ ایسے افراد جو اس مشن کے لئے بھیجے گئے اُن کو اللہ تعالیٰ جسمانی، ذہنی اور باطنی صلاحیتوں سے نوازتا ہے تاکہ وُہ ہر قسم کے مصائب کو برداشت کر سکیں۔ اُن کو بھی اپنی خداداد صلاحیتوں سے استفادہ کرتے ہُوئے محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے اور ایک ڈسپلن کے تحت رُوحانی منازل طے کرنے پڑتے ہیں۔ پیغمبرانِ عظام کی توصیف قرآنِ پاک میں بیان کی گئی ہے۔ بسطتاً فی العلم والجسم
عِلم کے حصول کی اہمیت کا اندازہ حضرت غوثِ اعظم کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ

درست العلم حتیٰ سرت قطباً

اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے مقربین بندوں کو صلاحیتیں عطاء کرتے ہیں تاکہ وُہ اس کی مخلوق کی کما حقہٗ رہبری کر سکیں اُن کی مشکلات کا مداوا کر سکیں اور اس ضمن میں ہر قسم کی مشکلات کا پامردی سے مقابلہ کر سکیں۔

حضرت شاہ محمد غوث رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ایسی شخصیت کے مالک تھے جنہیں نہ صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ہونے کا شرفِ عظمیٰ حاصل تھی بلکہ علومِ ظاہری و باطنی میں حدِ کمال تک رسائی حاصل تھی۔ ان کی سیرت اور سوانح کا مُطالعہ کرنے سے یہ بات صاف عیاں ہو جاتی ہے۔ ۲۴ برس کی عمر میں علومِ ظاہری اور باطنی کی تحصیل کرنے کے بعد اپنے والد بزرگوار حضرت ابو البرکات سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت حاصل کی، اور اس کے بعد لوگوں کی خدمت اور رہنمائی کا کام سرانجام دینا شروع کر دیا۔ اس ضمن میں تحصیل علوم کے لئے افغانستان کا سفر کرتے رہے اور نامور علماء سے استفادہ کرتے رہے۔

اُن کے لنگر سے سینکڑوں افراد کی پرورش ہوتی رہی اور ہزاروں تشنہ کام اُن کے رُوحانی اور باطنی فیض سے سیراب ہوتے رہے۔ غریبوں، محتاجوں، بیماروں کا مداوا کرتے رہے۔

فاضل ڈاکٹر گیلانی نے اپنے پی۔ ایچ۔ ڈگری کے تحقیقی مقالے میں تفصیل سے ان تمام باتوں کا

مستند تاریخی حوالوں اور قلمی کتب سے گرانقدر جائزہ لیا ہے۔ اور یہ قابلِ صد تحسین ہے۔ تشنگانِ راہ معرفت وسلوک کے لئے اور تاریخ اور معاشرتی علوم کے طلباء کے لئے اس میں بڑا قیمتی مواد جمع کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ میں کون کون سے سیاسی اور معاشرتی مسائل تھے۔ لوگوں کے معاشرتی حالات کیسے تھے اس کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات اور ان کے والد بزرگوار حضرت سید حسن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرانقدر افکار اور نصائح سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ سلسلۂ قادریہ کے بزرگان کس قدر ذات باری تعالیٰ سے محبت تھی اور توحید کا درس زندگی بھر دیتے رہے۔ جو حضرات ان بزرگانِ دین کے کارناموں سے بخوبی واقف نہیں ہیں ان کے لئے یہ کتاب مشعلِ راہ ثابت ہوگی اور توحید کے مسئلے پر اُن کو خصوصی طور پر رہبری ملے گی۔ اور ان کے شکوک کا بخوبی ازالہ ہو جائے گا۔

عہدِ غوثیت میں معاشرہ کی حالت

بغداد میں اموی خلافت کا خلافت عباسیہ پر گہرا اثر پڑ گیا تھا۔ مادہ پرستی کا دور تھا۔ موروثی اور شخصی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ حکمران عیش و نشاط کی زندگی گذار رہے تھے۔ معتزلہ اور مبتدعین کے فتنے کامیاب ہو رہے تھے۔ شریعت اور تصوف کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی کوششیں ہو رہی تھیں۔

عالم اسلام کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان حالات میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے توحید کی تعلیمات کو فروغ بخشا۔ تصوف کو غیر اسلامی عقائد سے جدا کیا اور اُسے احکامِ شریعت کے تحت کیا۔ اور آپ کی احیائے دین کی کوششیں کامیاب ثابت ہوئیں۔ ان کے بعد حضرت غوث اعظم کی نسل پاک کے ہر فرد نے اپنے زمانے میں اسلام کی ترویج کے لئے جد و جہد کی۔ اسی طرح حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنے جدّ امجد کے نقش قدم پر چل کر احیائے دین کے لئے بہت کوشش کی۔ اس زمانے میں اسلام کے لئے ہر جانب سے خطرات تھے۔ علمائے کرام بھی باہمی نزاع میں اُلجھے ہوئے تھے۔ اسلام کے مقابلے کے لئے الحاد و زندقہ کی قوتیں برسر پیکار تھیں۔

ہندوازم

ہندومت نے تصوف میں بہت سی اپنی رسومات شامل کر دی تھیں۔ اور توحید کی تعلیمات سے لوگ غافل ہو رہے تھے۔ اسلام کے ساتھ وابستگی کم ہوتی جا رہی تھی۔ خود غرضی اور قوم فروشی گروہ ہر طرف دیکھنے میں آ رہے تھے۔ اخلاقی بے راہ روی عام تھی۔ ان ناگفتہ بہ معاشرتی حالات میں حضرت

شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام غیر اسلامی عناصر کے اثرات کو ختم کرنے کی پوری جدوجہد کی، درس و تدریس کے ذریعے، تربیتی مراکز قائم کرکے، اپنی تصانیف کے ذریعے۔ تبلیغی پروگرام کی توسیع کرکے۔ انہوں نے ۱۶۵۸ء سے ۱۷۵۴ء کے بعد تک ۱۲ مغلیہ بادشاہوں کے ادوار دیکھے تھے۔ اسی طرح حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد حضرت سید ابوالبرکات اور اُن کے والد معظم حضرت سید شاہ عبداللہ صحابی ٹھٹھوی نے احیاء دین کے لئے بڑے عظیم کارنامے سرانجام دئے تھے۔ جن کا تفصیلی ذکر اس کتاب میں فاضل مصنفہ نے بڑی تحقیق سے پیش کیا ہے دراصل اولیائے کرام ہی پُرفتن دور میں شمع ہدایت جلائے رکھتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کو صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔ وہی بحر ظلمات میں روشنی کے مینار ہیں۔ علامہ اقبال نے حضرت مولانائے رومی کے متعلق کہا تھا۔

برِاعظم ہند میں مسلمان سلاطین کے دور میں دینی اور رُوحانی آزاد تربیتی اسلامی مراکز بزرگانِ عظام نے مخلوقِ خدا کی رہنمائی کے لئے قائم کئے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو صحیح دینی عقائد کی تعلیمات دیتے تھے اور انہی بزرگان دین نے اسلامی اقدار کی حفاظت اور فروغ کے لئے تحریکِ پاکستان میں عظیم خدمات سرانجام دیں اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

آپ نے اورنگ زیب عالمگیر سے لیکر ۱۲ بادشاہوں کا زمانہ دیکھا تھا۔ آخری مغلیہ دور کے بادشاہوں اور اُن حکمرانوں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں گے۔ معاشرتی اور معاشی مسائل سے باخبر ہوں گے۔ مسلمانوں کے زوال کا زمانہ اور یاس و قنوطیت کا دور تھا۔ ان حالات میں مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔

سیاسی و فکری انتشار و کشمکش کا دور

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح انہوں نے بھی تصوّف کی غلط تاویلوں کی تطہیر کی شریعت کی اتباع لازم قرار دیا۔ احیاءِ دین کے لئے عظیم کارنامہ سرانجام دیا، اُن کی گرانقدر تالیفات سے ہر ایک کو استفادہ کرنا چاہیئے۔

اُن کے چند عظیم اقوال سے اُن کی تعلیمات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کی آمد کے عنوان کے تحت انہوں نے کافی تحقیقی کام کیا ہے، جس سے تاریخ تصوّف کے ریسرچ سکالرز کافی استفادہ کرسکتے ہیں۔

(۲) فاضل نویسندہ نے حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ابوالبرکات حضرت سیّد حسن قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اُن کے والد حضرت سیّد شاہ عبداللہ ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

حالاتِ زندگی پر سیر حاصل بحث کی ہے۔
انہوں نے تحصیلِ علوم، دینِ اسلام کی تبلیغ، زبانِ فارسی میں قرآن حکیم کا ترجمہ و تفسیر، شرح صحیح بخاری توحید، فقہ پر کتابیں لکھیں۔ عربی میں جوازِ ذکرِ جہر اسرار التوحید، مناجات وغیرہ۔
ذکرِ جہر کے مخالفین کو دلائل سے رد کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ اگر ذکرِ جہر حرام ہوتا تو ذکرِ خفی واجب ہو جاتا اور مستحب نہ رہتا کیونکہ حرام کی ضد واجب ہے۔
ذکرِ خفی کی اسی طرح دو قسمیں ہیں، قلبی اور لسانی۔ اسی میں کوئی شک نہیں کہ خفی اور جہری میں، بالاتفاق خفی افضل ہے لیکن جہری تو کرِ بھی بلاشک وشبہ جائز ہے۔
برصغیر ہندوستان میں صوفیائے کرام ہی کی مساعی جمیلہ سے اسلام کی ترویج ہوئی۔ حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دینِ اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے لئے عبدِ اعظم کا کام سرانجام دیا۔ محترمہ اُمّ سلمٰی گیلانی نے اسلامی تاریخ۔ الٰہیات۔ اسلامی فلسفہ پر ایک بیش بہا تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ اُن کی گرانقدر خدمات کے لئے انہیں تہِ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ریسرچ سکالرز کے لئے بہت وسیع تحقیقی مواد پیش کیا ہے۔
وحدت الشہود کے مسئلے پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوب بنام میر صالح نیشاپوری سے اقتباس لکھا ہے۔ عالم صغیر ہو یا خواہ کبیر ہو ہر دو اللہ تعالیٰ کے اوصاف اور اور اس کے ذاتی کمالات کے لئے آئینہ ہیں۔

وحدتُ الشّہود

انسان صفاتِ امکانیہ اور وجودیہ کا جامع مظہر ہے اور باقی کائنات صفاتِ حق کی تجلیّٰ کی بدولت ظہور میں آئی ہیں اور صفاتِ الٰہیّہ جو اس میں مضمر تھیں ظاہر ہوتی گئیں۔
جب سالک کی نظر میں غیر حق معدوم ہو جائے اور حق تعالیٰ بندے کو اپنی ذات میں محو کر دے تو اس وقت سالک کی نظر میں سوائے حق تعالیٰ کے سب کچھ محو ہو جاتا ہے اور وہ سوائے واحد حقیقی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھ پاتا۔
فاضل مصنفہ نے آخر میں مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ قول تحریر کیا ہے۔
"قرآن کی متعدد تصریحات ہیں جنہیں اگر وحدت الوجودی تصوّر کی طرف لے جایا جائے تو بلا تکلف دور تک جا سکتی ہیں۔ . . . اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر میں مسئلۂ وحدتُ الوجود کو ثابت کرنا چاہوں تو قرآن و حدیث کے تمام نصوص و ظواہر سے اثبات کر سکتا ہوں۔"

لیکن صاف بات جو اس بارے میں معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ ان تصریحات کو ان کے قریبی محاصل سے دور نہیں لے جانا چاہیئے۔

وحدتُ الوجود

موجودِ حقیقی ایک ذات ہے اور تمام موجودات وجود نہیں ہیں۔ اور ان کا وجود ظلّی و اعتباری ہے اس نظریہ وحدت الوجود میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ فناء مطلق اور ہستی میں ظہور تجلی کا قائل ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک موجودِ حقیقی اور باقی ذاتِ واحد خداوند تعالیٰ ہے اور وہی ہر چیز ہے یعنی ہر چیز وجود الٰہی کا منبع ہے اور فنا کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہر چیز اسی سے ہے یا وہ ہر شے ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر ابوالعلای عفیفی کے نظریات بیان کئے گئے ہیں۔

وحدت الوجود کو عالمانہ توجیہات سے بیان فرمایا۔ طرزِ استدلال مجتہدانہ اور ٹھوس دلائل۔ دین اسلام اور اشاعتِ اسلام کے لئے دار العلوم قائم کئے۔ متعدد کتب لکھیں۔ تبلیغی مراکز قائم کئے۔ بادشاہ گردی تھی۔ ۹ بادشاہتیں تبدیل ہوئیں۔ تحریک روشنائی۔ تحریک ایرانی شیعیت۔ زنادقہ کے اثر کی وجہ سے انتشار عام تھا۔

گیارھویں صدی میں حضرت شیخ علی الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بارھویں صدی میں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعتدال سے کام لیتے ہوئے باطل نظریات کی مخالفت کی۔ فلسفۂ توحید (عربی)، توحید کلاں (عربی)، دو مقالے بر مراتب سلوک (فارسی) فصوص الحکم کی فص آدمیہ کی شرح فارسی میں لکھی۔ نظریات وحدتُ الوجود کو حقیقی معنوں میں بیان فرمایا۔

غیر شرعی مراسم جو تصوف میں داخل ہو چکے تھے انہیں مسترد کر کے عین شریعت کے مطابق عبادات، ریاضات، سلوک وصفاتِ خداوندی پر بحث کی۔

حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قصیدۂ غوثیہ کے اشعار کی توضیح جامع انداز سے کی۔ مثال کے طور پر واطلعنی علیٰ سرّ قدیم کی تشریح یوں بیان فرمائی۔ یعنی صفاتِ قدیمہ کی تجلیات ان کی صفات بشریہ پر اثر انداز ہوئیں۔ اور انسان کامل فوق کل ذی کا مصداق بن گئے۔

رسالہ "در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" میں فرماتے ہیں کہ مبتدی کے لئے ضروری باتیں ہیں۔ ایک ذکرِ دوام یعنی دائمی ذکر اور دوسری مکمل سوچ (فکر یعنی فکرِ تام) جس سے ذوق وشوق کے علاوہ عرفان حاصل ہوتا ہے۔

لیکن اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی راہبر یعنی مرشد سے بیعت کرے تاکہ ولایت کے مقام

تک پہنچ سکے۔ اور قلت طعام۔ قلت منام۔ قلت کلام۔ عزلت از خلق کے علاوہ صدق و توکل و یقین وصبر و عزم سے کام لے۔

اسی رسالے میں ذاتِ بحت، توحید شہودی، توحید وجودی، مرتبۂ احدیت، حقیقت محمدی، وغیرہ کے متعلق بحث فرمائی ہے۔

مُناجات

اُنہوں نے دُعا کی اہمیت نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ شرطِ ایمان یہی ہے کہ رب العالمین کو اپنا مالک سمجھے اور اُس سے امداد و نصرت، عجز و انکساری سے درخواست پیش کرے۔ اُن کی مناجات کا خلاصہ یہی ہے۔ اولیاء کرام پر شرک کا الزام لگانے والوں کے لئے یہ مناجات حقیقتِ حال کو واضح کر دیتی ہے۔ اولیاء کرام سے بڑھ کر توحید کا مفہوم کس نے سمجھا اور کس نے عملی زندگی میں اس پر عمل کیا۔ اس ضمن میں فاضل مصنّف نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لکھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں التجاء پیش کرتا ہے تو رب العالمین کی صفت حیاء اس سے التجاء کرتی ہے کہ مانگنے والے کی جھولی بھر دے اور یہی تیری شانِ کریمی کا تقاضا ہے"۔

مُناجات کے ابتدائی کلمات میں انہوں نے دو ضروری باتوں کی جانب اشارہ کر دیا ہے۔ اُے میرے اللہ تو نے مجھے اپنی معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کیا لیکن میری عمر غفلت اور گناہوں میں گذر گئی۔ تیری مدد کے بغیر میں گناہوں سے رُک نہیں سکتا۔ تیری رحمت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے تیری رحمت بحرِ محیط اور یہ ایک قطرہ کی مانند ہے۔

بخاری شریف کا ترجمہ اور شرح فارسی زبان میں کیا اور بڑی چھان بین اور تحقیق کے بعد تمام راویات کے اسماء الرجال کو تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ نے دو ہزار دو سو دس احادیث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف دو سو اٹھائیس احادیث آپ سے اپنی کتاب میں روایت کی ہیں۔ عوام کے لئے فارسی زبان میں شرح حدیث لکھنے سے اشاعتِ اسلام کا عظیم کام سر انجام دیا ہے۔

مُقدّمه

حضرت محدث کبیر سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کا گنبد اور مینار

برصغیر مذہبی تاریخ کے آئینہ میں

برصغیر پاک و ہند کی سرزمین مذہبی اعتبار سے مفکرین، مذہبی رہنماؤں، مصلحین اور رُوحانی پیشواؤں کے لئے توجہ کا باعث رہی ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ برصغیر کے باشندوں کی ضعیف الاعتقادی، اوہام پرستی خداوند بزرگ و برتر کی وحدانیت سے لاتعلقی اور احکاماتِ خداوندی کی بجا آوری سے گریز و فرار ہی وہ خصوصیات تھیں جو اہلِ فکر و نظر کے لئے باعثِ کشش تھیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ جغرافیائی لحاظ سے اس سرزمین کی زرخیزی اہلِ ہند کے لئے باعثِ عزت و افتخار تھی، اقوامِ عالم کشاں کشاں خوراک کی تلاش میں یہاں آتی رہیں اور اپنی بھوک و پیاس کو مٹاتی رہیں۔ لیکن رُوحانی اعتبار سے یہاں کے باشندوں کے دل و دماغ بنجر اور بے آب و گیاہ صحراؤں کی مانند تھے ... رُوحانی ناآسودگی کو مٹانے، دل و دماغ اور فکر و نظر کی کشتِ ویراں کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے صاحبانِ علم و فضل، مسترشدین اور رُوحانی پیشوا یکے بعد دیگرے آتے رہے۔

اس سرزمین پر ان شخصیتوں نے نہ صرف علمی اور روحانی خدمات سرانجام دیں۔ بلکہ ان کی تبلیغی جدوجہد نے اس وطن کی معاشرتی، تہذیبی اور تمدنی زندگی کو بھی متاثر کیا جس نے منگولیا، وسطِ ایشیا، ترکستان، افغانستان سے لیکر مشرقِ وسطیٰ اور براعظم یورپ کے اکثر ممالک کی تاریخ پر گہرے نقوش چھوڑے۔ مشہور فرانسیسی مؤرخ گستاؤلی بان لکھتا ہے۔

ہند بوجہ اپنی متضاد اور مختلف آب و ہوا کے تمام عالم کا ملخص ہے۔ یہاں تاریخ بنی نوع انسانی کا ہر طبقہ موجود ہے۔ لہٰذا یہ سرزمین بجا طور پر مجموعۂ اقوام اور گہوارۂ ملل ہے۔[۱] ۱۵۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ برصغیر میں ان قوموں کا دَور دورہ رہا۔ اسی زمانے میں وسطی ایشیا سے آریا اقوام خوراک کی تلاش میں نقل مکانی کرکے واردِ ہندوستان ہوئیں۔ جو مقامی لوگوں کی نسبت مہذب اور متمدن تھے۔ انہوں نے تورانیوں کو شکست دے کر برصغیر میں مستقل رہائش اختیار کی اور ایک ہزار سال تک ہندوستان کی قسمت کے مالک بنے رہے۔[۲]

۹۷۵ قبل مسیح سے ۱۰۱۵ قبل مسیح تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں مشرقِ وسطیٰ کے تاجر وسطی ہند کی منڈیوں میں تجارت کیا کرتے تھے۔[۳]

۱؎ تمدنِ ہند۔ گستاؤلی بان۔ مترجم شمس العلماء سید علی بلگرامی مطبوعہ مقبول اکیڈمی شاہ عالم گیٹ لاہور ص۱۱۱

۲؎ ایضاً ص۱۲۱ و ص۲۰۹ ۔ ۳؎ تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات ڈاکٹر تاراچند مترجم محمد مسعود احمد مطبوعہ مجلس ترقی ادب ۲ کلب روڈ لاہور ص۵۲، ص۵۳ سلسلۂ ارضِ فلسطین عبد القدیر ص۲۷۹

۵۱۶ قبل مسیح میں دارا شہنشاہ ایران برصغیر پر حملہ آور ہُوا اور وادی سندھ کو فتح کر کے اسے مملکت ایران کا صوبہ بنا دیا[1]۔ ۳۲۶/۲۷ قبل مسیح یونان کے عظیم فاتح سکندر اعظم ایران اور افغانستان کو زیر نگیں کرتا ہُوا ہندوستان وارد ہُوا۔ دریائے سندھ کی زرخیز وادی کو بغیر کسی خاص دشواری کے فتح کر کے اپنی قلمرو میں شامل کر لیا، اور مختصر عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس چلا گیا[2]۔ سکندر اعظم کے بعد مغربی چین کی اقوام نے ہندوستان کی زرخیز سرزمین میں دلچسپی لینی شروع کی۔ چنانچہ ۴۰ عیسوی سے ۴۸ عیسوی تک مغربی چین کا ایک طاقتور قبیلہ کُشن حملہ آور ہُوا۔ انہوں نے شمالی ہندوستان کو فتح کر کے تقریباً چار سو سال تک برصغیر پر حکومت کی[3]۔ ۵۰۰ء کے قریب وسطی ایشیا کی خانہ بدوش قوم ہُن نقل مکانی کر کے ہندوستان آئی۔ گپتا خاندان کے آخری تاجدار سکندر گپتا کو شکست دے کر سوڈیڑھ سو سال شمالی ہندوستان پر حکومت کرتے رہے۔ آخر ترک قبیلے کے ہاتھوں ان کی حکومت کا خاتمہ ہُوا[4]۔

اسلامی عرب اور خطہ ہندو پاکستان کا پہلا واسطہ جس کا تواریخ میں ذکر ہے کہ آغاز اسلام کے تھوڑے ہی عرصے بعد حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہدِ خلافت میں ظہور پذیر ہُوا۔ پرانی تاریخی کتب کے مطالعے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ محمد بن قاسم سے پہلے ہی ہندوستان کے مشرقی اور مغربی ساحلوں پر مسلمانوں کی کئی بستیاں قائم ہو چکی تھیں۔ مثلاً نوائط، مغربی ساحل پر کونکن کے کنارے مشرقی ساحل مالابار پر کدنگالور کی بستی ہندوستان نہایت قدیم زمانے سے قائم ہیں[5]۔

آٹھویں صدی عیسوی کی ابتداء میں برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ باضابطہ طور پر شروع ہُوا۔ ۷۱۲-۱۳ء اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں تاریخ انسانیت کے کم سن سپہ سالار محمد بن قاسم نے سندھ کے ہندو راجہ داہر کے خلاف عَلمِ جہاد بلند کیا۔ اُسے شکستِ فاش دے کر اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی۔ کچھ عرصے بعد اُنھیں واپس بُلا یا گیا[6] جس سے مستقل اسلامی حکومت کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اُن کے بعد وقفے

---

[1] The oxford History of India, Vincent A. Smith, published by oxford clarendon press London p. 84-88.

[2] ایضاً

[3] ایضاً ص۱۴۷، ص۱۵۶، ص۱۶۶، ص۱۷۸

[4] ایضاً

[5] آبِ کوثر۔ شیخ محمد اکرام ص۲۰، ط۲۱۔ ص۲۴ تا ص۵۵

[6] ہندوستان کا پہلا مسلمان فاتح مترجم مولانا عبدالمجید سالکؔ مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ص۸۴

وقفے سے مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ ۱۰۰۰ء سے ۱۰۲۶ء تک محمود غزنوی نے ہندو راجاؤں کے خلاف جہاد کر کے ہندوستان پر کئی حملے کئے۔ ہر مرتبہ ہندوؤں کو اس باعزم اور بہادر جرنیل کے ہاتھوں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن محمود غزنوی نے کبھی بھی سنجیدگی سے مستقل مسلم حکومت کے قیام کی طرف توجہ نہ کی۔ ۱۱۷۵ء تا ۱۲۰۶ء میں محمد غوری نے ہندوستان پر متواتر کئی حملے کئے۔ ہندو راجاؤں کو شکست دے کر بنگال سے پنجاب تک کا علاقہ فتح کر لیا۔[۱] ۱۲۲۱ء سے ۱۳۲۵ء تک وسط ایشیا کے سفاک اور وحشی منگول برصغیر پر وقفے وقفے سے حملہ آور ہوئے محمود تغلق کو شکست فاش ہوئی۔ لوٹ مار اور تاخت و تاراج کے بعد وہ فوراً واپس چلا گیا۔ جبکہ.. ہندوستان میں ایک پائیدار مغلیہ حکومت کی بنیاد رکھنے کا شرف ظہیر الدین بابر کو نصیب ہوا۔ ۱۵۲۴ء میں ظہیر الدین بابر نے لاہور فتح کیا اور ۱۵۲۶ء میں ہندوستان کے بادشاہ ابراہیم لودھی کو شکست دے کر سریر آرائے مملکت بنا۔ شاہان مغلیہ نے تقریباً ساڑھے تین سو سال تک نہایت شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ مغلیہ دور کے آخری ایام میں ۳۹-۱۷۳۸ء میں نادر شاہ افشار نے اور ۱۷۴۸ء تا ۱۷۶۰ء احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر متواتر کئی حملے کئے۔ ان کے حملوں نے مغلیہ حکومت کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا۔ بالآخر ۱۸۵۷ء میں مغلیہ خاندان کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کو انگریزوں نے شکست دے کر برصغیر پر قبضہ کر لیا۔ ان کے ساتھ ہی ساتھ دیگر یورپی اقوام مثلاً ولندیزی، پرتگالیوں اور فرانسیسیوں نے بھی ہندوستان میں پاؤں جمانے کی سرتوڑ کوششیں کیں لیکن برطانوی حکمت عملی کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

ہندوستان کی تاریخ کا طویل سیاسی مدوجزر جس نے جغرافیائی حقائق کی گود میں پرورش پائی اور زمانہ قبل از تاریخ کی ان گنت صدیوں سے گذرتا ہوا تاریخ کے تقریباً ساڑھے تین ہزار برس کی مسافت طے کی جو آخر کار ہند و پاکستان کی تقسیم پر منتج ہوا۔

برصغیر کی قدیم الایام مذہبی تاریخ کا اجمالی خاکہ جو ہزارہا صدیوں پر محیط ہے۔ ان میں بے شمار ابتدائی صدیاں تو تاریخ نویسی کی ابتداء سے بھی پہلے کی ہیں۔ جن کی معلومات کی بنیاد واضح اور معین حقائق کی بجائے مفروضات اور قیاس پر مبنی ہیں۔ اس دور میں کسی مذہب کے تفصیلی حقائق کا سراغ نہیں ملتا کہ جنہیں محققین حتمی کلیتہً درست اور بلاخوف تردید قابل قبول کہہ سکیں۔

۱۵۰۰ قبل مسیح میں آریہ اقوام کی آمد کے ساتھ ہی غالباً تاریخ نویسی کی باقاعدہ ابتداء ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی ہندو مت کی مذہبی سرگرمیوں کا سراغ بھی ملتا ہے۔ آریاؤں کی عبادات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہندو مت (برہمن مت) کے پیروکار رہے۔ ہزار ہا سال تک برصغیر میں ہندو مت کا طوطی بولتا رہا۔

۱۔ تاریخ پاک و ہند صاحبزادہ عبدالرسول مطبوعہ ایم-آر برادرز لاہور ص۳۶

مقدمہ حیات شیخ عبدالحق، پروفیسر خلیق احمد نظامی۔ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ص۸

آخر ۵۶۳ قبل مسیح کپل وسطو (نیپال) کے راجہ شدھودھن کا بیٹا سدھارتھ "گوتم بدھ" عالمگیر انسانی محبت کا علمبردار تھا۔
ہندو مت، جین مت اور بدھ مت کے پیروکار پتھر کی بنی ہوئی مورتیوں کی پرستش کرتے تھے۔ برصغیر کی کروڑہا مخلوق اپنے خالقِ حقیقی کی عظمت وکبریائی کے تصوّر سے نابلد تھی۔ ایک رحیم وکریم خدا کے آگے سربسجود ہونے کی بجائے ہزاروں مورتیوں۔ دیوؤں اور دیوتاؤں کے پرستار تھے۔ کفر وشرک کی تاریک اور بت پرستی کی ذلت آفرین اور مکدّر فضا میں خدائے واحد کی عظمت اور برتری کے متلاشی قدیم ہندوؤں میں پائے جاتے ہیں۔
ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتے ہیں۔

"دُنیا کی تمام اقوام میں ہندو کے لئے پرستش میں ظاہری صُورت کا ہونا لازمی ہے اگرچہ مختلف ازمنہ میں مذہبی اصلاح کرنے والوں نے ہندو مذہب میں توحید کو ثابت کرنا چاہا ہے۔ لیکن یہ کوشش بالکل بے فائدہ ہے۔ ہندو کے نزدیک کیا ویدی زمانے میں اور کیا اس وقت ہر چیز خدا ہے۔ جو کوئی چیز اس کی سمجھ میں نہ آئے یا جس سے وہ مقابلہ نہ کرسکے اس کے نزدیک پرستش کے لائق ہے۔ برہمنوں اور فلسفیوں کی نہ صرف کل کوششیں جو انھوں نے توحید قائم کرنے کے لئے کیں بلکہ وُہ کوششیں بھی جو وہ دیوتاؤں کی تعداد گھٹا کر تین پر لائے محض بیکار اور رائیگاں گئیں۔ عوام الناس نے اُن کی تعلیم کو سُنا اور قبول کیا لیکن عملاً یہ تین خدا تعداد میں بڑھتے گئے اور ہر ایک چیز میں، ہر ایک رنگ وبُو میں اُن کے اوتار نظر آنے لگے"۔ [1]

غرض یہ سرسبز اور شاداب ملک جو فطرت کے خزانوں سے مالامال تھا سچے آسمانی مذہب کی تعلیمات سے عرصہ سے محروم ہونے اور مذہب کے مستند ماخذوں کے گم ہو جانے کی وجہ سے قیاسات وتحریفات کا شکار اور رسوم وروایات کا پرستار ہُوا تھا۔ اور اس وقت کی دُنیا میں جہالت وتوہم پرستی، پست درجے کی بُت پرستی، نفسانی خواہشات اور طبقہ داری ناانصافی میں پیش پیش تھا۔ دُنیا کی اخلاقی اور رُوحانی رہبری کی بجائے خود اندرونی انتشار اور اخلاقی بدنظمی میں مبتلا تھا۔ [2]
اُس زمانے میں جنوبی ہند میں مذاہب کے باہمی تصادم سے بہت ہیجان پھیلا ہُوا تھا کیونکہ متشدد ہندو مت برتری حاصل کرنے کے لئے بدھ مت اور جین مت سے برسرِپیکار تھا۔ سیاسی اعتبار سے بھی یہ ایک بے سکونی کا دور تھا۔ [3]

---

[1] تمدّنِ ہند۔ ڈاکٹر گستاؤلی بان ص۴۴۰، ص۴۴۱
[2] "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" سید ابوالحسن علی ندوی۔ مطبوعہ الاتحاد الاسلامی العالمی للمنظمات الطلابیۃ ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷ء۔ [3] "تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات"۔ ڈاکٹر تاراچند ص۶

چیرا اپنی طاقت کھو رہے تھے اور نئے خاندان اُبھر کر قوت پکڑتے جارہے تھے۔ قدرتاً لوگوں کے ذہن پریشان تھے اور وہ کسی بھی طرف سے آنے والے نئے تصورات قبول کرنے پر مائل تھے ایسے موقع پر اسلام ایک سیدھے سادے ضابطہ ایمان، واضح اور معیّن عقائد و عبادات اور معاشرتی تنظیم کے جمہوری نظریات کے ساتھ جلوہ گر ہُوا، اس کا زبردست اثر دکھائی دیا۔ ابھی نویں صدی عیسوی کا پہلا رُبع ختم نہیں ہُوا تھا کہ چیرومن پیرومال خاندان کے آخری بادشاہ نے جو کوڈنگلور پر حکمران رہ چکا تھا یہ نیا دین قبول کیا۔[1]

پس آٹھویں صدی عیسوی میں مذہب اور سیاست میں انقلابی سرگرمیوں، امراء و عوام کی مسلسل چپقلش، حکمران خاندانوں کے عروج و زوال، مکتبوں میں فلسفیانہ مناظروں اور معبدوں میں فرقہ وارانہ مناقشوں کا دور تھا۔ ایسی فضا میں افکار و احساسات کا گہرا اثر پڑا۔ لوگوں کے دماغ عارضی طور پر پرانے روایات کے استبداد سے آزاد ہوگئے اور وہ غیر معروف جہتوں سے آنے والے تصورات کو اپنانے کے لئے بالکل تیار ہوگئے[2] یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے ان علاقوں میں جو اپنا اثر ڈالا لنگایت مت اسی کا نتیجہ ہے۔ اسی مذہب کے معتقدات اور رسومات کی انقلاب انگیز خصوصیات کی توجیہ کے لئے اس کے علاوہ کوئی اور مفروضہ نظر نہیں آتا۔ تناسخ ارواح جیسے راسخ ہندو عقیدے، ارتھی جلانے اور میّت کی تطہیر جیسی رسموں کا ترک کرنا، ذات پات، جنسی ناہمواریوں کو مٹانا۔ بہادر مجاہدوں کی جماعت کا تصور اور وہ جس کا نام علام ہے غالباً باعتبار اصلیت مسلم لفظ ہے۔ یہ تمام باتیں یقینی طور پر اپنے منبع تحریک کی نشاندہی کرتی ہیں جو اسلام ہے[3] وہ تمام ممالک جن پر مسلمانوں کا مذہبی، معاشرتی اور تمدنی اثر و رسوخ غالب تھا وہاں ایسے متقی اور نیک افراد بھی پیدا ہوئے جو توحید اور معرفت الٰہی کے علمبردار تھے جن کی خدمت میں ان گنت لوگ مذہبی، علمی اور رُوحانی استفادہ کرنے کے لئے حاضر ہوتے اور ان کی صحبت میں رہ کر مکارم اخلاق سے آشنا ہو کر انسانِ کامل بن جاتے جبکہ آسودہ حال، سرمایہ دار اُمراءِ حکومت، علماءِ سوء اور اسی قسم لوگ حُبِّ جاہ، حُبِّ دُنیا، آرام و آسائش، خواہشاتِ نفسانی، مادہ پرستی اور لہو لعب میں مستغرق تھے۔ ایسے ماحول میں صرف یہی برگزیدہ صاحبان، اخلاقِ حمیدہ کے مالک اور عُلومِ الٰہی کی معرفت رکھنے والے علماء مسترشدین کی بابرکت شخصیات اور درسگاہیں ہی علم و فضل کا مرکز تھیں جنہوں نے ضلالت و گمراہی کے طوفان کے مقابلے میں نہایت عزم و استقلال کے ساتھ احیائے معرفتِ الٰہی کے علوم کو فروغ دیا۔ اور عقلی استدلال کی تنگنائے سے نکال کر روحانی دُنیا کی وسعت سے روشناس کرایا۔

---

[1] "تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات" ڈاکٹر تاراچند صفحہ ۱۴۸

[2] ایضاً صفحہ ۲ Logan: Matabar. P.45 Vol.1

[3] ایضاً - Halkothi - India Antiquary vol(1) 1922.

اسی مذہبی اور روحانی تشنگی کو سیراب کرنے کے لئے چودھویں صدی عیسوی میں ایران و عراق سے صوفیاء کے مشہور سلسلے چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، نقشبندیہ وغیرہ ہند و پاکستان آئے۔ ان تمام سلاسل کے بزرگوں نے دینِ اسلام کی حقانیت، صداقت، روحانی تقدس اور توحید کی عظمت کی تعلیم ذات پات سے قطعاً پاک بھائی چارے کے انداز میں دی۔ جیسے ذات پات کی چکی میں پسے ہوئے ہندو عوام، ہندوازم کی بے شمار شاخوں بدھ مت اور جین مت کی باہمی آویزش اور سر پھٹول سے بیزار لوگوں نے ذات پات کے گھٹیا اور کربناک مظالم سے پاک صاف معاشرہ اور دینِ حق کی سادہ، قابلِ فہم روحانی تعلیم کی عظمت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

علامہ سید ابوالحسن علی الحسینی الندوی تحریر فرماتے ہیں۔

"ہزاروں لاکھوں اشخاص دین کی طلب اور مردانِ خدا کی تلاش میں دُنیا کے ایک گوشہ سے دُوسرے گوشہ میں پہنچتے تھے۔ دُنیا داری اور مادیت کے پھیل جانے کے بعد دینی رجحان اور خدا طلبی کا مرکز ان حضرات کی ذات اور ان کے مقامات تھے۔ جنہوں نے غفلت اور مادیت کے سمندر میں انسانی زندگی کے چھوٹے چھوٹے جزیرے قائم کر رکھے تھے جہاں وہ لوگوں کو مادیت کے اس بھنور سے نکال کر ان کی دینی تربیت کرتے تھے اور اُن میں طوفان کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت و قوت پیدا کرتے تھے۔ بعد کی صدیوں میں اُن کو صوفیاء اور مشائخ کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ان حضرات کی طرف رجوع ان آخری صدیوں میں دینی رجحان اور عام مسلمانوں کے ذوقِ خدا طلبی کا ایک حد تک پیمانہ ہے۔ جسے ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ لوگوں میں اس زمانے میں مادیت اور دنیا داری سے کس حد تک گریز اور دین کی کہاں تک طلب پائی جاتی تھی۔ عالمِ اسلامی کے مرکزی شہروں میں تقریباً ہر جگہ ایسے شخص موجود تھے جن کی ذات بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار تھی۔ لوگ پروانوں کی طرح اِس پر گرتے تھے۔ دُنیا کے دُور دراز گوشوں سے طالبینِ خُدا وہاں جمع رہتے تھے وہ مسلمانوں کی ایک بڑی بین الاقوامی آبادی ہوتی تھی۔ جہاں ایک وقت میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے مسلمان پائے جاتے تھے اور اسلام کی وسیع دنیا وہاں سمٹی ہوئی نظر آتی تھی۔

ہمارا ملک ہندوستان جو اسلامی دنیا کے ایک سرے پر واقع ہے دینی ذوق و شوق اور خدا طلبی کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ یہاں ہر دور میں مسلمان سلاطین کی سلطنت کے پہلو بہ پہلو دینی اور روحانی حکومت کے آزاد مرکز قائم رہے جہاں سینکڑوں ہزاروں اشخاص اپنے زمانہ کی تمام مادی ترغیبات سے آزاد اور حکومت و سیاست کے انقلابات سے بے نیاز ہو کر اپنا کام کرتے تھے۔"[1]

[1] "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" سید ابوالحسن علی ندوی ص ۳۴۲

برصغیر میں علمائے کرام اور صلحائے عظام کی آمد کے زمانے کا تعین تو شاید حتمی اور قطعی انداز میں نہ کیا جاسکے۔ مگر جو تحریری شواہد ہمیں ملتے ہیں اور جن قدیم ترین بزرگوں کے حالات کا سراغ ملتا ہے ان کے بارے میں جناب قاضی عبدالکریم سمعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۵۶۲ھ)[۱] "کتاب الانساب" میں جس قدیم ترین بزرگ کا تذکرہ کرتے ہیں وہ الربیع بن صبیح السعدی البصری (م ۱۶۰ھ)[۲] تھے[۳]۔ ربیع بن صبیح محدث اور احادیث کے قدیم مرتبین میں سے تھے[۴]۔ ابن صبیح کی کنیت ابوبکر[۵] اور ابن سعد کے بیان کے مطابق ابو حفص تھی[۶]۔ طبقات ابن سعد کے مطابق آپ نے ۱۶۰ھ / ۷۷۶ء-۷۷۷ء میں وفات پائی اور جزیرہ سندھ میں مدفون ہوئے[۷]۔

ایمان و ایقان کا ایک سیل نور تھا کہ جس کی رخشندہ کرنیں اہل ہند کے نہاں خانۂ قلب کی تاریکیوں کو توحید کی روشنی سے منور کرنے کے لئے تواتر سے آتی رہیں۔ پاکیزگی و تقدس اور تقویٰ و ورع کے سوتے پھوٹتے رہے۔ دل و دماغ کی بنجر و ویران کشت زار کو سرسبز و شاداب کرتے رہے وہ صاحبان شریعت و طریقت جنہوں نے سرزمین ہند میں کفر و شرک کی تاریکیوں میں توحید الٰہی اور دین مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شمعیں فروزاں کیں۔ اپنی دینی فہم و فراست، زہد و تقویٰ، فقر و استغناء، عفو و کرم، صفائے قلب اور کشف و کرامات کی بدولت ان گنت صاحبان کفر و شرک کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ ان کی فہرست بڑی طویل ہے اور یہ صفحات ان کے تعارف کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ یہ بزرگان گرامی مرتبت خواہ جس کسی سلسلۂ طریقت سے متعلق تھے اپنی اپنی جگہ مینارۂ نور تھے۔ گوہر نایاب تھے۔ منبع رشد و ہدایت تھے، زہد و تقویٰ سے معمور تھے۔ یہی وہ شخصیتیں تھیں جو مرکز ذکر و فکر، محور شریعت و طریقت، مبداء اخلاق حسنہ اور حمیدہ کی مالک تھیں جن کے آنے سے ہندوستان کے باسیوں کی قسمت جاگ اٹھی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ مرضی اور منشاء تھی کہ ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی دھڑکن میں کلمۂ توحید موجزن ہو ان کے خون کا قطرہ قطرہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خوشبو سے مہک اٹھے۔ اسی منشائے خداوندی کی تکمیل

۱؎ "کشف الظنون" (حاجی خلیفہ) مصطفےٰ بن عبداللہ مطبوعہ دار العلوم الحدیثیہ بیروت لبنان ج ۱ ص ۱۷۹

۲؎ "ھدیۃ العارفین" اسماعیل پاشا بغدادی مطبوعہ دار العلوم الحدیثیہ بیروت لبنان ج ۶ ص ۳۶۵۔ ۳؎ ربیع بن صبیح السعدی البصری من اتباع التابعین توفی ۱۶۰ھ "ھدیۃ العارفین" اسماعیل پاشا بغدادی ج ۶ ص ۳۶۵۔ ۴؎ آپ سے مروی احادیث التعلیقات البخاری سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ میں درج ہیں۔ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۳۲۵ھ ج ۳ ص ۲۴۸، ص ۲۴۷۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۵ھ، تذکرہ ربیع بن صبیح۔

۵؎ ربیع کے والد کا نام مختلف طریقوں سے لکھا گیا ہے۔ فتوح البلدان البلاذری مرتبہ ڈی گوئے، لائیڈن ۱۸۶۶ء ص ۳۶۹ معجم البلدان یاقوت حموی مرتبہ وسٹن فلڈ۔ لائپزگ ۱۸۶۶ء ج ۳ ص ۳۹۷-۳۹۵، تاریخ ابن خلدون مطبوعہ مصر ج ۳ ص ۲ میں ابراہیم لکھا ہے۔ آپ کا صحیح اسم گرامی تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے ص ۲۴۷۔ (حاشیہ جاری ہے)

کے لئے مختلف اوقات میں مختلف سلاسل سے تعلق رکھنے والے مشائخ عظام اور علمائے کرام مطلع ہند پر جلوہ افروز ہوئے اور تا دم آخرین رُشد و ہدایت کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے حضور نذر کرتے گئے۔

شیخ المحدثین حضرت العلّامہ سیّدنا شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی مذہبی بصیرت اور ژرف نگاہی و رُوحانی انوار و تجلّیات کی عظمت و رفعت کو سمجھنے سے پہلے برِّصغیر میں قادریہ سلسلے کے قدیم بزرگانِ کرام کے حالات سے آگاہی ضروری ہے جن کی مساعی جمیلہ کی بدولت، برِّصغیر کی سرزمین کے باشندے اس سلسلے کے فیوض و برکات سے مستفیض و متمتع ہوئے۔

دورِ سیاسی انتشار، اجتماعی بدنظمی اور انحطاط کے باوجود یہ دَور انفرادی طور پر علمی کمالات تدریسی و تصنیفی انہماک، رُوحانی یکسُوئی، باطنی ترقی اور نفوس کے تزکیہ و اصلاح کا دَور تھا جس میں متعدد ایسی باکمال اور ممتاز شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کو اس دورِ انحطاط سے کوئی مناسبت اور جن پر حالات سے یاس و ہراس کا کوئی اثر نہیں معلوم ہوتا کہتے ہیں کہ بہت سے علمی و ادبی شاہکار ان افراد کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہیں، جو کسی مرض مزمن میں مبتلا یا کسی معذوری اور اندرونی صدمہ کا شکار تھے۔ علمائے نفسیات اس کی یہ توجیہہ کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں تو قوّتِ مقابلہ اور اس مجبوری کی تلافی کا عزم اُبھر آتا ہے۔ اور آدمی سے ایسے کام کرا لیتا ہے جو معتدل حالات میں نہیں ہوتا۔ ہندوستان کے اس دور کا علمی اور روحانی پہلو اور اس دَورِ انحطاط میں ایسی قدآور شخصیتوں کا ظہور ایک مریض اور بر سرِ انحطاط معاشرہ کی اندرونی قوّتِ مقابلہ کا ثبوت اور اسلام کی مرد آفرینی اور آدم سازی کی صلاحیت کی دلیل ہے۔ دفورِ علم، ذہانت، قوّتِ تدریس اور حسنِ تصنیف کے لحاظ سے ہمیں اس دَور میں مولانا احمد بن ابوسعید عُرف مُلّا جیون امیٹھوی (۱۰۴۷ھ تا ۱۱۳۰ھ) صاحب نورالانوار و التفاسیرات الاحمدیہ مُلّا حمداللہ سندیلوی (م ۱۱۶۰ھ) صاحب "شرح مسلم" مشہور بحمداللہ، مولانا محمد حسن معروف بہ ملا حسن فرنگی محلی صاحب شرحِ سلّم، مشہور بہ ملا حسن (م ۱۱۹۹ھ) مولانا رستم علی قنوجی (م ۱۱۰۸ھ) شیخ صفت اللہ خیر آبادی (م ۱۱۵۷ھ) شیخ علی اصغر قنوجی (م ۱۱۴۰ھ)

(بقیہ حاشیہ صلا) المغنی فی ضبط الرجال حاشیہ علی التقریب التہذیب، طاہر پٹنی مطبوعہ دہلی ۱۲۹۰ھ ص ۳۳

۴۔ طبقات ابنِ سعد۔ مرتبہ ایڈورڈ سخاؤ لیڈن ۱۹۳۳ء ج ۷، ح ۱۔ ص ۳۶

۵۔ ایضاً۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۱۷۹۔ شیخ محمد اکرام آبِ کوثر ص ۳۵

مولانا علی آزاد بلگرامی (۱۱۱۶ھ تا ۱۲۰۰ھ) مولانا غلام نقشبند لکھنوی (م ۱۱۲۶ھ) قاضی محب اللہ بہاری (م ۱۱۱۹ھ) مصنف "سلم العلوم و مسلم الثبوت" (جنہوں نے تقریباً ایک صدی تک ہندوستان کے علماء و مدرسین کو ان دونوں کتابوں کی شرح و تحشیہ میں مشغول رکھا اور ان کی کتابیں مصر تک کے علماء کبار اور اساتذہ ازہر کی مرکز توجہ رہیں) سلوک و طریقت کے لحاظ سے دیکھئے تو اس صدی میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں (۱۱۱۱ھ تا ۱۱۹۵ھ) سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی ہستی موجود تھی جن کے متعلق خود حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شہادت ہے کہ "ہر زمانے میں ایسے بزرگ زیادہ تعداد میں پائے نہیں جاتے چہ جائیکہ ایسے زمانہ میں جو فتنہ و فساد سے پُر ہے" سلسلۂ قادریہ کے مشہور بزرگ اور مُلّا نظام الدین بانی درسِ نظامی کے مرشد حضرت سید عبدالرزاق بانسوی (م ۱۱۳۶ھ) سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے مجدد شاہ کلیم اللہ جہان آبادی (م ۱۱۴۰ھ) اور اسی سلسلے کے ناشر و امام شاہ فخرالدین (شاہ فخر دہلوی) (م ۱۱۹۹ھ) سلسلۂ قادریہ کے مشہور شیخ **شاہ محمد غوث قادری لاہوری** (م ۱۱۵۲ھ) سلسلۂ نقشبندیہ کے شیوخ کاملین شیخ محمد عابد سنامی (م ۱۱۶۰ھ) خواجہ محمد ناصر عندلیب (والد خواجہ میر درد) (م ۱۱۷۲ھ) شاہ منیب اللہ بالاپوری اور حضرت شاہ نور محمد بدایونی (م ۱۱۳۵ھ) اس عہد میں مسند آراء اور فیض رساں نظر آتے ہیں"۔[۲]

برصغیر میں سلسلۂ قادریہ کی آمد

برصغیر میں قادریہ سلسلۂ طریقت کے قدیم ترین بزرگ کی آمد کے ضمن میں مختلف روایات ہیں، پاکستان میں سلسلۂ قادریہ کے جو قدیم ترین بزرگ تشریف لائے وہ حضرت **غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (بانیٔ سلسلہ ھٰذا) کے خلیفہ حضرت سید عون قطب شاہ علوی عباسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ آپ کی ولادت ۴۱۹ھ / ۱۰۲۶ء اور وفات ۵۵۶ھ / ۱۱۵۹ء ہے۔ آپ نے پنجاب میں کوہستان نمک کے علاقے میں قیام فرمایا۔ بہت سے اہلِ ہند مشرف بہ بیعت ہوئے۔ آپ وفات سے پہلے بغداد واپس چلے گئے جبکہ آپ کی اولاد یہیں رہی۔[۳]

---

[۱] تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ ص ۱۰۲ تا ۱۰۶۔ [۲] "تاریخ دعوت و عزیمت" سید ابوالحسن علی ندوی مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۴۰۴ھ / ۱۹۸۴ء حصہ ۵ ص ۵۹، ۶۰۔ [۳] زاد الاعوان مولوی نورالدین بن نور محمد باب الاعوان ص ۵۲۔ مرأۃ سکندری شیخ سکندر مطبوعہ بمبئی ۱۸۹۰ء ص ۲۹۷ "انوار نوشاہیہ" سید شریف احمد شرافت نوشاہی مطبوعہ انجمن سادات نوشاہیہ گجرات (پنجاب)، ۱۳۷۴ھ ص ۱۰

جناب محمد دین کلیمؔ قادری نے جس قدیم بزرگ کا ذکر کیا وہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے حضرت سید جمال حیات المیر قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ آپ ۵۲۲ھ/۱۱۲۸ء میں بمقام بغداد متولد ہوئے۔ بغداد سے لاہور تشریف لائے اور اپنی روحانی انوار و تجلیات سے تشنگان علم و معرفت کے قلوب کو منور کیا[۱]۔ شیخ محمد اکرام نے جس قدیم قادری بزرگ کا ذکر کیا وہ حضرت سید احمد المعروف سخی سرور سلطان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء) ہیں[۲]۔

مذکورہ روایات کے پیش نظر یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہ ہوگا کہ قادری سلسلۂ طریقت کے صوفیاء اور مشائخ میں سے جس پہلی شخصیت نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے برصغیر کی سرزمین کو مشرف کیا وہ حضرت شیخ سید عون قطب شاہ علوی عباسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ آئندہ صفحات میں قادریہ مشائخ عظام کا ایک جدولیہ تحریر کیا گیا ہے جس کے مطالعے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ برصغیر کے انتہائی شمالی علاقے یعنی کشمیر کی سرزمین سے لے کر انتہائی مغربی حد تک کوئی ایسا علاقہ، قریہ شہر اور دیہہ نہ تھا کہ جہاں اس سلسلۂ طریقت کے بزرگوں نے قال اللہ اور قال الرسول کی آواز پہنچا کر رشد و ھدایت کا سلسلہ جاری نہ کیا ہو۔ ان عاشقان پاک طینت نے صدیوں سے کفر و شرک کی گود میں پلے ہوئے انسانوں کو منصب رسالت کی اہمیت، الوہیت اور وحدانیت کے تصور، خدائے واحد کی پرستش اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمان برداری کی عظمت و اہمیت کا درس دے کر جادۂ صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ جدولیہ کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے کہ برصغیر میں مشائخ قادریہ کی آمد کا سلسلہ اس سلسلۂ طریقت کے عالم وجود میں آنے کے فوراً بعد شروع ہوا۔ تاریخی اعتبار سے سرزمین ہند میں ان بزرگان کرام کی آمد غزنوی عہد حکومت سے شروع ہوتی ہے۔ نزول برکات کا یہ سلسلہ اس زمانے سے لے کر تا دم تحریر جاری و ساری ہے۔

قادریہ مشائخ عظام اگر ایک طرف روحانی اور مذہبی پیشوا تھے تو دوسری طرف غازیان صف شکن کے سالار بھی تھے۔ امام المجاہدین حضرت شیخ عبد الغفور المعروف اخون صاحبؒ سوات (م ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۷ء) فخر المجاہدین حضرت فضل واحد المعروف حاجی صاحب ترنگزئیؒ (م ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء) حضرت شیخ نجم الدین اخون زادہ المعروف ھڈہ ملا صاحبؒ (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) اور قائد المجاھدین حضرت شیخ عبد الوہاب المعروف پیر صاحب مانکی شریف (متوفی ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) جیسے بزرگان کرام تھے[۳] جنہوں نے اپنی

۱۔ تذکرہ مشائخ قادریہ" محمد دین کلیمؔ قادری مطبوعہ کبائن پریس لاہور، مکتبہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۲۳

۲۔ "آب کوثر" شیخ محمد اکرام ص ۸

۳۔ ملخص از "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" سید امیر شاہ قادری، ناشر عظیم پبلشنگ ہاؤس ۱۹۶۴ء جلد ۱
"تذکرہ صوفیائے سرحد" اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ لاہور۔

دینی بصیرت اور روحانی عظمت کی بدولت نہ صرف تشنگانِ علم و معرفت کی پیاس بجھائی بلکہ غیر ملکی غاصبین (انگریزوں) کے خلاف علمِ جہاد بلند کرکے مجاہدینِ اسلام کی قیادت کے فرائض بھی انتہائی دلیری اور جی داری کے ساتھ سر انجام دیئے۔ ان مجاہدین کرام نے انیسویں صدی عیسوی کے اوائل سے لے کر بیسویں صدی عیسوی کے اوائل تک یعنی کم و بیش ایک سو سال حکومت برطانیہ کی فوجوں کے خلاف جہاد کیا۔ کئی اہم معرکوں میں انگریزوں کو شکستِ فاش دی۔ آخر کار انگریزوں کی دسیسہ کاریوں اور ابنائے وطن کی غداریوں کی وجہ سے وہ اسلامی مملکت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہ کرسکے۔

حضرت شیخ المشائخ سیّد شاہ محمّد غوثؒ کے عہدِ حیات کا سیاسی پس منظر

حضرت محدّث کبیر شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۰۹۱ھ میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ یہ شہنشاہ ہند اورنگ زیب عالمگیر کے سنِ جلوس کا چوبیسواں سال تھا جب حضرت شاہ صاحب واصل الی الحق ہوئے تو اس وقت سلطنت مغلیہ رو بہ زوال ہو چکی تھی۔ پیدائش سے لے کر تادم آخرین آپ نے جن مغلیہ بادشاہوں کا دَور دیکھا وُہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اسماء	سن جلوس	سن وفات
(۱) اورنگ زیب عالمگیر	سنہ ۱۶۵۸ء	سنہ ۱۷۹۷ء
(۲) شاہ عالم بہادر شاہ اوّل	سنہ ۱۷۰۷ء	سنہ ۱۷۱۲ء
(۳) جہاندار شاہ	سنہ ۱۷۱۲ء	سنہ ۱۷۱۳ء
(۴) فرخ سیر	سنہ ۱۷۱۳ء	سنہ ۱۷۱۹ء
(۵) نیکو سیر	سنہ ۱۷۱۹ء	(مختصر سے عرصے کے بعد برطرف کردیا گیا)
(۶) رفیع الدرجات	سنہ ۱۷۱۹ء	سنہ ۱۷۱۹ء
(۷) رفیع الدولہ	سنہ ۱۷۱۹ء	(عرصہ تین ماہ۔ وفات)
(۸) محمد شاہ بادشاہ	سنہ ۱۷۱۹ء	سنہ ۱۷۴۸ء
(۹) احمد شاہ بن محمد شاہ	سنہ ۱۷۴۸ء	سنہ ۱۷۵۴ء
(۱۰) عزیز الدین عالمگیر		
(۱۱) محی السنہ بن کام بخش بن عالمگیر		
(۱۲) شاہ عالم ابن عزیز الدین		

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کی آخری رُبع صدی اگر ایک طرف ان تاریخ ساز حالات و واقعات پر محیط ہے جنہوں نے برصغیر کے اس دور کی تاریخ پر گہرے نقوش ثبت کئے ہیں تو دوسری طرف یہ دور شریعت مطاہرہ کے احیاء اور ترویج کے سلسلے میں اورنگ زیب کی مذہبی جدوجہد کا نقطۂ ارتقاء تھا۔ اورنگ زیب کی زندگی کی یہ آخری رُبع صدی حضرت شیخ طریقت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی حیات طیبہ کی پہلی رُبع صدی تھی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری تیس چالیس برس جس عہد میں گزارے وہ مغلیہ خاندان کی حکومت کا دورِ انحطاط تھا۔ بدقسمتی سے اورنگ زیب کے جانشین اپنے پیشرو کی ضد ثابت ہوئے۔ دراصل ساڑھے تین سو برس کا طویل دورِ حکومت برصغیر کی گرم مرطوب آب و ہوا، مقامی باشندوں بالخصوص غیر مسلموں کے ساتھ نسلی اختلاط نے دلیر، جنگجو اور باعزم و ہمت مغلوں کی صلاحیتوں کو دیمک کی طرح چاٹ ڈالا۔ اورنگ زیب کے بیٹے بہادر شاہ اوّل نے کسی حد تک شاہی وقار کو برقرار رکھا مگر اس کے بعد جہاندار شاہ سے لے کر محمد شاہ تک تمام بادشاہ بالکل نااہل ثابت ہوئے۔ وہ امراء کے ہاتھ کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔ جناب مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں:۔

> "عالمگیر کے مرنے کے بعد سلطنت کے کاموں میں انقلابات عظیم ہو گئے تھے اور تمام تعلقات کی صورت بدل گئی تھی مرہٹوں سے جو سلطنت تیموریہ کے تعلقات تھے وہ بھی بالکل کایا پلٹ ہو گئے تھے۔ سلطنتِ مغلیہ کمزور ہو کر قریب المرگ تھی مگر مرتے دم تک اپنی نخوت و تکبر سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔" [1]

الغرض امورِ مملکت میں دلچسپی لینے کی بجائے انہوں نے عیش و نشاط کی بزم آرائیوں کو اپنا شعار ٹھہرایا اور تمام تر وقت حرم کی چہار دیواری میں شاہد و شراب کی محفلوں میں بسر ہونے لگا۔

مسلم معاشرہ بڑی سُرعت کے ساتھ رو بہ تنزل ہونے لگا۔ اس میں جرأت و پامردی، ایثار و قربانی جاں نثاری، سخت کوشی، غیرتِ قومی بالخصوص اسلام کے ساتھ والہانہ شغف اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی اطاعت کے پاکیزہ جذبات سرد پڑ چکے تھے۔ مسلمانوں میں کوئی فاتح، مدبّر، منتظم اور سرفروش سپوت منظرِ عام پر نہ آسکا۔ ہر جگہ خود غرض، قوم فروش، سازشی، بے ضمیر اور معصیت اور گمراہی میں بدمست لوگوں کا دور دورہ تھا۔ سیاسی، معاشرتی، ثقافتی، مذہبی اور اخلاقی پس منظر میں حضرت محدث کبیر سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنی عزم دینی اور روحانی زندگی کے شب و روز بسر کر کے لوگوں کو رُشد و ہدایت اور سلوک و معرفت کی تعلیم دی۔

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اپنے آباؤ اجداد کی روش کے مطابق

---

[1] "تاریخ ہندوستان" مولوی ذکاء اللہ دہلوی مطبوعہ علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ ۱۹۱۷ء جلد ۹ صـ ۳۲۔

کسی وقت بھی بادشاہان، ارباب حکومت اور امراء کے ساتھ کسی قسم کا تعلق قائم نہیں رکھا۔ اور نہ ہی آپ اس تعلق کو پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے۔ ان ارباب دُوَل کی محفلوں اور مجلسوں میں گندم نما جَو فروش علماء خوشامد، چاپلوسی اور جاہ طلبی کے لئے اُن امراء کی ناجائز آؤ بھگت کر کے دین فروشی کرتے ہیں جس سے دین اور علم کی ان درباروں میں تذلیل ہوتی ہے۔ آپ چونکہ علماء حق کی شان تھے اور ہر وقت خلافِ شرع اُمور کرنے والے امراء پر کھلے بندوں تنقید و ملامت کرتے تھے۔ اسی لئے آپ نے ان صاحبانِ ثروت کے ساتھ کوئی رابطہ قائم نہ رکھا بلکہ ہمیشہ کے لئے ان لوگوں سے کنارہ کش اور یک سُو رہے۔ بوقتِ ضرورت ان کو تنبیہہ نصیحت اور راہِ راست کی دعوت دیتے رہے۔

حضرت محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کبھی بھی ارباب حکومت کی دی ہوئی بخشش و عطاء کو قبول نہیں فرمایا۔ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کے والد گرامی ابوالبرکات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (م ۱۱۱۵ھ)[1] کی وفات پر قصبہ بگرام[2] پشاور شہر میں چالیس جریب زمین کی سند[3] خانقاہ کے اخراجات کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے وہ سند ان الفاظ کے ساتھ واپس کر دی کہ:

"جائے خدا تنگ نیست و پائے گدا لنگ نیست

مولانا حکیم احمد علی خان تحریر کرتے ہیں:۔[4]

"حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا پشاور میں ایک مرید تھا اس کا نام بھی محمد غوث[5]

---

[1] تفصیل ملاحظہ کیجئے ص۶۵ تا ص۷۶۔ [2] تفصیل ملاحظہ کیجئے ص۸۴۔

[3] یہ سند میرے والد گرامی مرتبت سید محمد امیر شاہ قادری نے پشاور میوزیم کے ڈائریکٹر جناب عبدالشکور کو تحفۃً دی، جنہوں نے سندِ مذکور کو کراچی میوزیم میں محفوظ کر دی۔ [4] ایضاً۔ [5] قاضی محمد غوث بن اخوند ترکمان بن تاج خان جنوب مشرقی قندھار غوڑہ مرغا سے اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں وادیٔ پشاور کے شمال میں آئے۔ آپ اپنے زمانے میں علم و معرفت میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ علم معقول و منقول کے استاد تھے عرفان و تصوف میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ نے منطق کی معروف کتاب میر زاہد کلاں پر حاشیہ لکھا۔ "بقول عبدالحئی حسنی حبیبی افغانی رح آپ نے تین سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب بنام شرح الشرح احمد شاہ ابدالی کے نام اسی کے حکم سے فارسی میں لکھی"۔ کتاب مذکور عبدالحئی حبیبی صاحب نے ۱۳۱۰ھ ہجری میں بمقام چاری کابل میں نجم الدین مجددی مرحوم کے پاس دیکھی جو ملا بقا معظم کی قلم کا نسخہ ہے ۱۱۶۰ھ ہجری میں احمد شاہ ابدالی کی طرف سے آپ قاضی مقرر ہوئے۔ نوائے معارک منشی عطاء محمد شکارپوری "بتصحیح تحشیہ و تحقیق عبدالحئی حبیبی افغانی مطبوعہ سندھ ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء، ص۸۳۵، ص۸۳۶ تعلیق ۱۴۷ (حاشیہ جاری ہے)

تھا جو بھی ایک مردِ بزرگ تھا۔ جن دنوں نادر شاہ بادشاہ نے کابل پر تسلط کر کے تسخیرِ ہندوستان کا ارادہ کیا تو پہلے پشاور میں آکر مردانِ کامل کا متلاشی ہُوا تاکہ ان سے فتح کے لئے دُعا و ہمت کی درخواست کرے۔ سردارانِ پشاور نے کہا کہ اس وقت مردِ کامل شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور میں ہے۔ اس سے کارکشائی ہو سکے گی۔ بادشاہ نے شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں خط لکھ کر ان کو اپنے دربار میں بُلانا چاہا۔ آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا۔ "اما طریق پیر ما نیست کہ نزد بادشاہان بروند و از ایشاں استمداد طلب کنند۔" جان لو کہ میرے پیر کا یہ طریقہ نہیں کہ بادشاہوں کے پاس جائیں اور استمداد طلب کریں۔" بلکہ آپ نے اسے تنبیہہً لکھا "کہ برائے ہر یک استمداد حق وجل و علیٰ کافی است"۔ ہر ایک کے لئے (چاہے وہ بادشاہ ہو یا فقیر) اللہ تبارک و تعالیٰ سے مدد طلب کرنا کافی ہے۔ بادشاہ اس انکار سے نہایت برافروختہ ہُوا اور غصے میں آکر کہنے لگا کہ لاہور جا کر سب سے پہلے اس گستاخ و مغرور فقیر کو عدول حکمی کی سزا دوں گا پھر دہلی کا عزم کروں گا۔ نادر شاہ پشاور سے کوچ کر کے دریائے اٹک کے کنارے پر پہنچا[1]۔ دریا نہایت طغیانی پر تھا اور اسے عبور کرنا بہت دشوار تھا لہٰذا اسے کئی روز کنارے پر توقف کرنا پڑا[2]۔ مگر دریا کا چڑھاؤ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ اور عبور کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ناچار ہو کر نادر شاہ نے اپنا ایک معتمد محمد غوث کے پاس بھیجا اور امداد کی درخواست کی۔ اس نے جواب دیا "ایں ہمہ توقف از شامت ارادۂ بد بادشاہ است کہ بہ نسبت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اندیشیدہ است اگر از آں ارادہ بادشاہ باز آید ممکن است کہ از آب دریا عبور نماید۔" میرے پیر شاہ محمد غوث رح کی نسبت

(بقیہ حاشیہ صفحہ) پشاور شہر میں آج تک آپ کی اولاد میں بڑے بڑے علماء و فضلاء گذرے ہیں جن میں خصوصاً جناب قاضی طلا محمد م ۱۲۹۷/۹۸ھ عربی کے بہترین شاعر تھے اور صاحب دیوان بھی تھے۔ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ قاضی محمد غوث بن اخوند ترکمان ہی آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔ جبکہ بارہویں صدی ہجری میں پشاور میں عالم و فاضل، مفسر و محدث اور فقیہہ مسمی محمد غوث علوی پشاوری ابن محمد فائق بھی گذرے ہیں۔ آپ کابل سے اپنے والد کے ہمراہ پشاور تشریف لائے آپ کی اپنی قلم سے قرآن مجید لکھا ہُوا ہے جس میں مختلف تفاسیر کے حوالہ جات سے حاشیہ بھی تحریر ہے۔ آپ نہایت خوشنویس تھے ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ مولانا منظور الحق علوی، شائع کنندہ مہتمم و ناظم دار العلوم عثمانیہ لاہور ۱۹۸۲ء مقدمہ بر قرآن حکیم ص۔

[1] تاریخ نادری مرزا محمد مہدی مطبوعہ ۱۸۴۹ء ص ۳۴۳

[2] He left Peshawar on 25th Ramdan (6th January 1739) and had reached the further bank of the Indus with all his forces by the 4th Shawal 15th January) L. Lockhart, Nadir Shah. p-129 published (حاشیہ جاری ہے)

بادشاہ کی نیت بدہوگئی ہے۔ اگر وہ اپنے بد ارادہ سے درگزر ے تو ممکن ہے کہ دریا قابل العبور ہو جائے۔ بادشاہ نے اپنے ارادہ فاسد سے توبہ کی اور لاہور میں آکر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مخلصانہ ملاقات کی اور اُن کی توجہ سے بہت جلد دہلی فتح کر لی۔“ ؎۱

نیز جناب مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں :۔

” پھر خود طلب دعا کے لئے ایک فقیر کی خدمت میں بادشاہ حاضر ہُوا۔ اور آپ کی خدمت میں اشرفیاں پیش کیں۔ آپ نہایت ہی اخلاق کریمانہ سے پیش آئے اور اشرفیاں واپس کرتے ہُوئے فرمایا ”حاجت ایں ندارم باید کہ بحاجت منداں و مستمنداں بدہی کہ قوت لایموت شان شود و ترا سعادت گردد“؎۲

” مجھے اس کی ضرورت نہیں تمہیں چاہیئے کہ یہ ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کو دیدو تاکہ ان کی ضروریات زندگی پوری ہوں اور تیری سعادت کا باعث بنیں۔“

علمائے حق کی یہی شانِ عظمت و رفعت ہوتی ہے کہ وہ درباری علماء نہیں بنتے بلکہ ان کے کردار و اعمال کو انتہائی ناپسندیدگی اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اللہ جل جلالہ کے ساتھ اپنا سچا تعلق قائم رکھ کر ان ارباب حکومت اہل ثروت اور اہل جاہ کو ہمیشہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ نصیحت اور پند و موعظت کر کے راہِ راست کی تلقین و تبلیغ کرتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۸) by Al-Irfan, Historical Reprints, Urdu Bazar Lahore

Bayan-i-waqi edited by Dr. K.B. Nasim published by Research society of Punjab, Lahore

”نادر شاہ ان انڈیا“ جادو ناتھ سرکار مطبوعہ پٹنہ ۱۹۲۵ء ص۲۶۔

؎۵ نادر شاہ بہ سبب نبودن پایاب بر دریا اٹک مقام کردہ بود در ”حدیقۃ الہند“ قلمی پنجاب یونیورسٹی لائبریری مخطوطہ نمبر ۱۵۷/۲۲۶۲ رضی الدین احمد ورق ۲۳۸۔ الف، ب

Peshawar University review. Nadir Shah Afshar in N.W.F.P. by Dr. K.B. Nasim.

”پنجاب مغلوں کے عہد زوال میں“ عزیز احمد چوہدری۔ پنجاب ریسرچ فونڈیشن ۱۹۸۰ء مطبع حیدری پریس ریلوے روڈ لاہور ص۶۳

؎۱ ”اسرار التصوف“ مولانا حکیم احمد علی خان۔ مطبع فیض منبع منشی فخر الدین واقع لاہور ۱۳۱۱ھ ص۱۱۴، ۱۱۵

؎۲ مفتی غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۳ء جلد ۱ ص۱۸۵

محدّث کبیر حضرت سیّد شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاندان نبوّت کے بارہویں صدی ہجری میں ایک نامور برگزیدہ عالم و فاضل اور مرشدِ کامل گزرے ہیں۔ آپ کا خاندان سبطِ رسول اللہ حضرت امام حسن بن امام الاولیاء حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بواسطۂ غوث اعظم سیّد شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے[1] نیز آپ کا سلسلۂ نسب والدۂ ماجدہ کی طرف بواسطۂ شیخ الاسلام والمسلمین سیّد علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سیّد الشہداء امام حسین علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے[2] آپ سلسلۂ طریقت میں اپنے والدِ ماجد ابوالبرکات سیّد حسن سے لے کر غوث الصمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک سب کے سب اپنے والد ہی کے مرید ہیں۔ اسی لئے آپ کے سلسلۂ بیعت کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔ یعنی اس سلسلے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔ آپ نے اپنے والدِ گرامی مرتبت سے تربیت اور حصولِ فیض کے بعد اپنے اس سلسلہ مبارکہ کو کما حقہٗ پھیلانے اور اشاعت و ترویج میں کوئی کسر نہیں چھوڑی کیونکہ آپ کو برصغیر کے علمائے کرام سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ علمِ توحید حدیث، فقہ تصوّف، صرف و نحو، منطق الٰہیات، فصاحت و بلاغت اور دیگر علومِ متداولہ میں کمال دسترس رکھتے تھے جس سے آپ نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ نیز علم سلوک و معرفت کے ذریعے دینی علمی، اخلاقی اور تزکیہ نفوس کی خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنے زمانۂ حیات میں کئی بادشاہوں کو بدلتے ہوئے دیکھا۔ یہ دور افراتفری اور انحطاط علم و اخلاق کا دور تھا۔ آپ نے نہایت استقامت، عزم راسخ اور بلند حوصلہ کے ساتھ اس تاریک اور خستہ حالت میں دینِ اسلام شریعتِ محمدیہ اور تصوّف و سلوک کے چراغ کو برصغیر میں روشن رکھا۔ کابل، پشاور، پنجاب، کشمیر اور ہزارہ کے دور دراز علاقوں میں سفر کے ذریعے خلاف شریعت تحریکوں کا مقابلہ کیا۔ اور ان علاقوں میں اپنے نائب یعنی خلفاء مقرر کئے۔ کابل میں حافظ اخوند محمد عظیم کاکڑ۔ قاضی محمد غوث پشاوری، پیر زھدی لاہوری۔ مولانا عبدالسلام گجرات۔ آپ کے صاحبزادے سید محمد عابد کشمیر۔ محی الدین المعروف شاہ میر صاحب مظفر آباد۔ حضرت سید شاکر شاہ جہلم۔ محی الدین المعروف شاہ غلام بن سید محمد عابد سرینگر کشمیر۔ یہ تمام حضرات اپنے اپنے مقام پر صاحب درس و تدریس اور صاحب سلوک و معرفت ہوئے۔ اور انہوں نے آپ کے ارشادات کے مطابق دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی تمام تر زندگیاں بسر کر دیں۔ آپ کے فیوض و برکات کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت تک آپ کے سلسلے کے مشائخ کرام تبلیغ

---

[1] ملاحظہ کیجئے۔ شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی قلمی کتاب "در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" ص ۶۴
[2] ایضاً ص ۶۵

اسلام اور تہذیبِ نفوس کرنے میں کمربستہ ہیں۔ خصوصاً پنجاب میں الحاج آقا سید سکندر شاہ کشمیر میں میر مقبول شاہ۔ الحاج آقا پیر جان۔ حضرت علامہ آغا مقبول شاہ بن سید آغا فقیر شاہ اور سید شاہ غلام المعروف سید میرجی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے آپ کے سلسلۂ طریقت کو نہایت ہی محنت صبر اور استقامت کے ساتھ پھیلایا۔ موجودہ وقت میں بھی بدعات و رسوم سے بچنے کے لئے ان صاحبان کی رہنمائی کی اشد ضرورت ہے تاکہ پھر اسی سرچشمۂ ہدایت سے سیراب ہونے کا موقع ملے۔ جس ہدایت کا مدعا یہی تھا کہ انسان جاہلی تاریکیوں سے نکل کر قرآن و سُنّت کی روشنی کی طرف آئے اور ان غیر شرعی عقائد و اعمال سے نجات حاصل کر کے علم و معرفت سے مالا مال ہو۔ ان کی تعلیمات سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ان میں کس قدر ہمہ گیر ہدایت موجود ہے۔ جسے کھو کر انسان کتنے بڑے نقصان اور خسارے میں گھِر جاتا ہے۔ اور قرآن و سنت کو ترک کر کے وہ ایسا عظیم نقصان اٹھاتا ہے جو ماضی حال اور مستقبل قریب و بعید پر حاوی ہے۔ آپ کے ارشاداتِ اسلام کی اصل رُوح کے مطابق ہیں جو نہ صرف دینی و اجتماعی تحقیقِ علمی کا نمونہ ہیں بلکہ اسلامی زاویہ نگاہ سے ایک مکمل و اکمل تحریک اسلام کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

مغلیہ دَورِ حکومت میں وادیٔ پشاور ایک دُور افتادہ علاقہ تھا۔ جس میں وادیٔ پشاور مضافۂ کابل تھا۔ محدّثِ کبیر حضرت سیدنا شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے ایسے دُور افتادہ علاقے میں قرآن، حدیث، فقہ، علوم تصوّف اور دیگر علوم عربی کی انتہائی خدمت کی۔ یہ آپ کی سعی و تبلیغ کا ہی نتیجہ ہے کہ اس علاقے میں دینِ اسلام اور علوم اسلامیہ کو اور خصوصًا علم حدیث نشو وسعت نصیب ہوئی۔ اس علاقے کے علماء اور صلحاء نے جو عظیم المرتبت شخصیتیں پیدا کیں اُن شخصیتوں کی کاوشوں کی بدولت بڑے بڑے مذہبی اور سیاسی انقلابات رونما ہوئے۔ مگر افسوس کہ کوئی ایسے ارباب قلم پیدا نہ ہوئے جو اُن کی علمی، قلمی اور مجاہدانہ زندگی کو تصنیف و تالیف کی صورت میں اہلِ علم کے سامنے پیش کرتے، جس کے نتیجے میں شخصیتیں تو اپنا فریضہ ادا کر گئیں۔ مگر ان کے کارنامے اور خدمات دینِ اسلام ہمارے پاس موجود نہیں۔ ان کی زندگیاں محفوظ نہیں لہٰذا جہاں، جس جگہ سے اور جس مناسب طریقے پر سیدنا حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے بارے میں جو کچھ دستیاب ہُوا۔ بطور "آبِ حیات" سپردِ قلم کر دیا گیا ہے۔ تغافل کا وقت گزر چکا ہے۔ قوم کے نشاۃِ ثانیہ کا دور دَورہ ہے۔ اس لئے تحقیق و تفحص کی اشد ضرورت ہے۔ اسی سلسلے میں مختلف لائبریریوں، نجی کتب خانوں اور خانقاہی کتب خانوں سے حتی الوسع استفادہ کیا اور حسبِ ضرورت بعض علماء اور مؤرخین کی طرف بھی رجوع کیا۔ تاکہ آپ کی دینی و علمی خدمات کو مفصل بیان کیا جائے۔ اُس دور میں ملحدین نے فلسفہ تصوّف کو اپنی خواہشات کے مطابق

نہایت مسخ کر کے عوام الناس میں رواج دے رکھا تھا۔ اور مختلف ناموں کے تحت نام نہاد خانقاہیں قائم کر رکھی تھیں۔ محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظریۂ توحید کو اپنی کتب میں قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کیا۔ ان ملحدین اور زنادقہ کے خود ساختہ دین کو کلیتہً رد کیا۔ اور نظریہ توحید کو عین اسلامی تصوّف کی اصل روح کے مطابق بیان کیا۔ جس کی تفصیل رسالہ اسرار التوحید کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔ محدّثِ کبیر رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیاتِ طیّبہ جو کہ متابعت سُنتِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مکمل اور اکمل نمونہ تھی۔ آپ کے اپنے ارشاد کے مطابق یہ زندگی اس وقت تک نمونہ نہیں بن سکتی جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اقوال اور افعال سے کماحقہٗ واقفیت نہ ہو۔ اور ایسی متابعت کا حصول اسی وقت ہی ممکن ہے کہ علمِ حدیث پر عبور حاصل ہو۔ لہٰذا آپ نے اپنی تمام تر توجہ فلسفۂ توحید کے ساتھ ساتھ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر مرکوز رکھی۔ چنانچہ آپ نے مفصل بخاری شریف کی شرح تحریر فرمائی۔ جس میں علمِ حدیث کے تمام متعلقہ علوم موجود ہیں۔ اسی طرح آپ نے فقیہانہ مسائل کو نہایت فقیہانہ انداز میں حل فرمایا۔ کہ اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی علمِ فقہ پر غائر نظر تھی، اور دقیق سے دقیق مسئلہ انتہائی آسانی سے حل فرما دیتے تھے۔ آپ کی اس عمیق نظر کی کو مجتہدِ منتسب سے نسبت دی جائے تو اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تصوّف کو ہر قسم کے غیر اسلامی رنگ سے پاک و صاف کر کے سُنتِ نبوی کے مطابق اور مشائخ کرام کے ارشادات کی روشنی میں اپنی تالیفات درکسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت، مناجات شرح قصیدۂ غوثیہ اور مقالات کے ضمن میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا۔ مسائل شرعیہ کی تحقیق کے ضمن میں یہ امر انتہائی قابلِ غور ہے کہ اس وقت عہدِ جدید کی وہ تمام اشاعتی سہولتیں میسر نہ تھیں۔ ایسے ماحول میں آپ کا مجتہدانہ اندازِ تحریر اور طریقِ استدلال میں تحقیق و تفحص ایک عظیم فکر و نظر کا حامل ہے۔ مفسر و محدث ہونے کے باوجود آپ نے اپنی تالیفات میں جو فارسی اور عربی زبان استعمال کی ہے۔ وہ نہایت ہی سادہ، آسان اور سلیس ہے آپ کی طرزِ تحریر پختہ اور ہر قسم کے گنجلک اور مشکل الفاظ سے مبرا ہے۔ یہ آپ کی کمال صفتِ تدریس ہے کہ طالب علم بھی آپ کی کتب کا مطالعہ کریں تو کسی قسم کی گرانی یا دقت محسوس نہیں کرتے اور نہایت آسانی کے ساتھ مشکل سے مشکل مسئلے کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ الغرض آپ کی عہد آفریں دینی علمی اور تصنیفی خدمات آنے والی نسلوں کے لئے ایک قیمتی ورثہ ہیں۔ جس میں جس قدر تحقیق و تفحص کیا جائے گا کمی واقع نہیں ہوگی بلکہ روشنی کی اور راہیں کھلیں گی۔

جدولیہ مشائخ عظّام و بزرگانِ کرام سلسلۂ عالیہ قادریہ

برصغیر میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کے جو مشائخ عظّام اور بزرگانِ کرام تشریف لائے۔ ان کی آمد کے ضمن میں ایک جدولیہ تیار کیا گیا ہے تاکہ اُن بزرگوں نے جس جانفشانی اور تندہی سے اشاعتِ اسلام و تبلیغِ دین کی خدمات سرانجام دیں۔ انہیں جغرافیائی اور تاریخی ادوار کی ترتیب سے پیش کیا جائے۔ جدولیہ کی ترتیب میں مشائخ عظام کے اسمائے گرامی کو حروفِ تہجی کے اعتبار سے درج کیا گیا ہے اور اُن کے مآخذ کے علاوہ تاریخِ پیدائش، تاریخِ وصال جائے پیدائش، قیام، حلقۂ اثر اور ان کے ہم عصر بادشاہوں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

جدولیہ مذکورہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ برصغیر کے اس انتہائی شمالی علاقے میں یعنی کشمیر کی سرزمین سے لے کر انتہائی مغربی حصہ تک کوئی ایسا علاقہ، شہر اور گاؤں نہ تھا کہ جس میں سلسلۂ عالیۂ قادریہ کے ان مشائخ کرام اور بزرگانِ دین نے رُشد و ھدائت کے فیوضات جاری نہ کئے ہوں۔ آنے والے صفحات پر جدولیہ ملاحظہ فرمائیں۔

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ وقت ہمعصر بادشاہان
خزینۃ الاصفیاء[1] ص ۴۳۴	حضرت حاجی ابراہیم محدث قادری	—	سنہ ۱۰۰۱ھ ۹۲-۱۵۹۳ء	مانک پور اوچ	آگرہ لاہور	برصغیر پاک و ہند	بابر تا اکبر
بزرگان لاہور[2] ص ۷	حضرت ابو اسحاق قادری	—	سنہ ۹۸۵ھ ۱۵۷۷ء	اوچ	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علاقے	بابر، ہمایون، اکبر (۱۶۰۵-۱۵۵۶)
خزینۃ الاصفیاء ص ۱۴۳	حضرت سید ابو تراب معروف شاہ گدا حسین	—	سنہ ۱۰۹۲ھ ۸۱-۱۶۸۰ء	شیراز	لاہور	برصغیر پاک و ہند	جہانگیر تا اورنگزیب
آب کوثر[3] ص ۸۲	سید احمد المعروف سخی سرور سلطان	—	سنہ ۵۷۷ھ ۱۱۸۱ء	ملتان	وزیر آباد	ہندوستان کے شمال مغربی علاقہ جات	خاندان غزنوی کا آخری عہد بہرام شاہ۔ (۱۱۸–۱۱۵۱) خسرو شاہ (۶۰-۱۱۵۲) خسرو ملک (۸۶-۱۱۶۰)
تذکرۂ علمائے ہند[4] ص ۹۸	حضرت شیخ احمد رضا خاں بریلوی	۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء	سنہ ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء	بریلی	روہیلکھنڈ	برصغیر پاک و ہند	بہادر شاہ ظفر تا چیمسفورڈ ۱۹۱۶ تا ۱۹۲۱ء

[1] خزینۃ الاصفیاء مصنفہ مفتی غلام سرور لاہوری ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مطبوعہ مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
[2] بزرگان لاہور از غلام دستگیر نامی نوری بک ڈپو لاہور۔
[3] آب کوثر از ڈاکٹر شیخ محمد اکرام مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ۔ لاہور
[4] تذکرۂ علماء ہند از مولوی رحمٰن علی مطبوعہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقہ اثر	ہم عصر بادشاہانِ وقت
خزینۃ الاصفیاء ص ۳۹۲	حضرت شیخ احمد شاہ کاشمیری	—	۱۲۷۷ھ سنہ ۱۸۶۱ء	—	کشمیر	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	شاہ عالم II تا بہادر شاہ II و کیننگ
صوفیائے سندھ[۱]	حضرت مخدوم احمدی بن عبدالرحمٰن شہید	۱۱۴۶ھ سنہ ۱۷۳۳ء	۱۲۰۳ھ سنہ ۱۷۸۸-۹ء	کھوڑا	—	صوبہ سندھ	محمد شاہ، احمد شاہ عالمگیر II، شاہ عالم II
تذکرہ علماء و مشائخ[۲] سرحد ۱، ص ۲۵	حضرت اخون درویزہ صاحب ننگرہاری	۹۵۶ھ سنہ ۱۵۴۹ء	۱۰۴۸ھ سنہ ۱۶۴۱ء	ننگرہار علاقہ افغانستان	قبائلی علاقہ مہمند	صوبہ سرحد شمال مغربی قبائل افغانستان	ہمایون، سوری خاندان اکبر، جہانگیر، شاہ جہان
رودِ کوثر ص ۵۱۴	حضرت ارشاد علی قادری	سنہ ۱۸۸۳ء	سنہ ۱۹۵۳ء	کلکتہ	—	بنگال و بہار	
تاریخ کشمیر اعظمی[۳] ص ۱۰۶	حضرت سید اسماعیل شامی	۹۹۲ھ سنہ ۱۵۸۴ء	وارد کشمیر ہوئے	شام	کشمیر	کشمیر و شمالی ہندوستان	بابر، ہمایون، اکبر
بزرگانِ لاہور ص ۴۲	حضرت شاہ بلاول قادری بن سید عثمان قادری	سنہ ۱۵۶۶ء	۱۰۴۶ھ سنہ ۱۶۳۶ء	شیخوپورہ	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علاقے	اکبر، جہانگیر، شاہجہان
تذکرۂ مشائخ قادریہ[۴] ص ۱۹۰	حضرت بابا بلھے شاہ قادری شطاری	سنہ ۱۶۷۰ء	—	اوچ (ساہیوال)	قصور	—	اورنگزیب تا محمد شاہ
بزرگانِ لاہور	حضرت سید جان محمد حضوری[۵]	—	۱۰۶۴ھ سنہ ۱۶۵۴ء	کوہستان نور	اوچ (لاہور)	برصغیر میں پنجاب کے علاقے	اکبر تا شاہ جہان

[۱] صوفیائے سندھ از اعجاز الحق قدوسی
[۲] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد اول از سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی۔ مطبوعہ عظیم پبلشنگ ھاؤس خیبر بازار، پشاور شہر۔
[۳] تاریخ کشمیر اعظمی از مولانا محمد اعظم شاہ صاحب مطبوعہ مطبع محمدی لاہور۔
[۴] تذکرۂ مشائخ قادریہ از جناب محمد دین کلیم قادری مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔
[۵] حضرت سید جان محمد حضوری سے حضرت شاہ محمد غوث صاحب قادری پشاوری ثم لاہوری نے اکتسابِ فیض کیا۔

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہان وقت
اذکارِ ابرار[1] ترجمہ اردو گلزار ابرار ص ۲۲۶	حضرت شیخ جلال محمد قادری دہلوی	—	سنہ ۹۲۸ھ ۲۲-۱۵۲۱ء	دہلی	برہان پور	برصغیر پاک و ہند کا شمالی اور وسطی علاقہ	لودھی خاندان بہلول لودھی (۱۴۵۱-۸۸) سکندر (۱۴۸۸-۱۵۱۷) ابراہیم (۱۵۱۷-۲۶) بابر (۱۵۰۴-۳۰)
اذکار ابرار ترجمہ اردو گلزار ابرار ص ۲۳۰	حضرت شیخ جمال بہنری	سنہ ۹۰۲ھ ۱۴۹۴ء	سنہ ۱۰۰۸ھ ۱۶۰۱-۲ء	بہنری (احمد نگر)	دکن	برصغیر پاک و ہند	سکندر لودھی ابراہیم لودھی بابر تا اکبر
تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۱۲۲	حضرت سید جمال جناب المیر قادری[3]	۵۲۲ھ ۱۱۲۸ء	—	—	—	—	عہد غزنویہ بہرام شاہ
بزرگانِ لاہور ص ۱۴۲	حضرت سید شاہ جمال قادری سہروردی	سنہ ۱۵۳۰ء	سنہ ۱۶۲۹ء	—	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علاقے	ہمایوں، سوری خاندان اکبر، جہانگیر، شاہجہان
تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد ج ۱ ص ۲۸۵	حضرت شیخ جنید بغدادی ثانی قادری نقشبندی	۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء	۱۱۹۶ھ ۱۷۸۱ء	حیدر آباد (سندھ)	پشاور	صوبہ سرحد، آزاد قبائل افغانستان	اورنگ زیب تا عالم ثانی
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۴۴	حضرت حاجی محمد عرف حاجی بابا قادری	—	۱۰۶۶ھ ۱۶۵۵-۶ء	—	—	کشمیر و شمالی ہندوستان	اکبر، جہانگیر، شاہجہان
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۶۹	حضرت خواجہ حبیب اللہ قادری	—	۱۰۸۴ھ ۱۶۷۳-۷۴ء	—	—	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	جہانگیر تا اورنگزیب
تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد ج ۱، ص ۴۹	حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری	۱۰۲۳ھ ۱۶۱۳ء	۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء	ٹھٹھہ (سندھ)	پشاور	کشمیر، صوبہ سرحد، پنجاب کابل اور قبائلی علاقہ جات	جہانگیر، شاہجہان اورنگ زیب

[1] اذکار ابرار ترجمہ اردو گلزار ابرار از محمد غوثی شطاری مانڈوی مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن ۴-۲۹ ایس من آباد لاہور۔ [3] آپ حضرت سید جمال جناب المیر قادری) حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے ہیں۔

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہان وقت
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۰۴	حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ صاحب (قادری و سہروردی سلاسل)	—	۹۸۴ھ ۱۵۷۶-۷ء	تجر پرگنہ کامراج	—	کشمیر و شمالی ہندوستان	بابر، ہمایون، اکبر
اذکار ابرار ص ۴۲۰	حضرت شیخ حمزہ بن شیخ سدا قریشی	—	۱۰۰۵ھ ۱۵۹۶-۷ء	دیپالپور	مالوہ	برصغیر پاک و ہند	بابر تا اکبر
صوفیائے سندھ ص ۹۶	حضرت شیخ خضر قادری سیوستانی (مرشد حضرت میاں میر لاہوری)	—	۹۹۴ھ ۱۵۸۵-۶ء	سیوستان	سیوستان	سندھ و پنجاب کے اضلاع	بابر (۱۵۰۴-۳۰ء) تا اکبر (۱۵۵۶-۱۶۰۵ء)
بزرگان لاہور ص ۲۲ رود کوثر ص ۳۷۹	حضرت شاہ خیرالدین محمد مشہور بہ شاہ ابو المعالی قادری	۹۶۰ھ ۱۵۵۴-۵۵ء	۱۲۴۱۵ھ	بھیرہ شاہ پور	لاہور	برصغیر کے شمالی علاقے	ہمایون (۱۵۵۵-۵۶ء) اکبر، جہانگیر (۱۶۰۵-۲۶ء)
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۰۸	حضرت شیخ بابا داؤد خاکی قادری سہروردی	—	۹۹۴ھ ۱۵۸۵-۶ء	—	—	کشمیر و شمالی ہندوستان	بابر، ہمایون، اکبر
رود کوثر ص ۷۰	حضرت شیخ داؤد کرمانی	—	۱۵۷۴ء	—	شیر گڑھ (ساہیوال)	پنجاب کے اضلاع	بابر، ہمایون، سوری خاندان (۱۵۴۰-۵۵ء) اکبر
رود کوثر ص ۵۱۴	حضرت سیدنا شیخ ذاکر علی	۱۶۹۶-۹۷ء	۱۷۷۸ء	—	پورنیہ (صوبہ بہار) بھارت	ہندوستان کے وسطی اور مشرقی علاقے	اورنگزیب (۱۶۵۸ء-۱۷۰۷ء) تا شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹-۱۸۰۶ء)
اذکار ابرار ص ۳۱۸	حضرت شیخ راجی محمد عینی	—	۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء	—	اُجین	وسطی اور جنوبی ہندوستان	لودھی خاندان، بابر، ہمایون، سوری خاندان، اکبر
صوفیائے سندھ ص ...	حضرت پیر محمد راشد ابن سید محمد	۱۱۷۰ھ ۱۷۵۶-۷ء	۱۲۳۳ھ ۱۸۱۷-۱۸ء	پیر جو گوٹھ	—	سندھ اور وسطی ہندوستان	عہد مغلیہ کا آخری دور عالمگیر ثانی (۱۷۵۴-۵۹ء)

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہانِ وقت
							شاہ عالم ثانی ۱۷۵۹ء - ۱۸۰۶ء اکبر ثانی (۳۷-۱۸۰۶ء)
سلسلۂ قادریہ[1] ص ۳۳	حضرت پیر سید سچل شاہ گیلانی	—	—	خیر پور	سندھ		
سلسلۂ قادریہ ص ۳۲	حضرت سید پیر سردار شاہ قادری گیلانی	—	—	بہلول	سرگودھا	—	—
تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۱۴۴	حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی	۹۶۵ھ سنہ ۱۵۵۷ء	۱۰۲۵ھ سنہ ۱۶۱۶ء	—	کیتھل	—	اکبر تا جہانگیر
سلسلۂ قادریہ ص ۳۲	حضرت سلطان العارفین سلطان باہو[2]	—	—	شورکوٹ	جھنگ	—	—
سلسلۂ قادریہ ص ۳۳	حضرت سید میراں شاکر شاہ گیلانی قادری	—	—	جلالپور	جہلم	—	—
رود کوثر ص ۴۲۹ بزرگان لاہور ص ۳۸	حضرت شاہ محمد المعروف بہ ملا شاہ قادری	—	۱۰۷۲ھ سنہ ۱۶۶۱ء	بدخشاں	کشمیر و لاہور	کشمیر و اضلاع پنجاب	اکبر، جہانگیر، شاہجہان (۱۶۲۵ - ۵۸) اورنگ زیب
خزینۃ الاصفیاء ص ۴۴۷	حضرت شاہ دولہ صاحب	—	۱۰۸۴ھ سنہ ۱۶۷۲-۳ء	—	گجرات (پنجاب)	—	اکبر تا اورنگ زیب
سلسلۂ قادریہ ص ۳۲	حضرت بابا شاہ سلوار شمس قادری	—	—	نارووال	سیالکوٹ	—	—

[1] سلسلۂ قادریہ از محمد نذیر رانجھا مطبوعہ ماہنامہ فجر ۔ اشاعت جمادی الاول ۔ جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ ہجری

[2] "حق نمائے" اردو ترجمہ نور الھدیٰ مصنفہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو صاحب قدس سرہٗ العزیز مترجم فقیر نور محمد سروری قادری قدس سرہٗ العزیز آپ کی ولادت سنہ ۱۰۳۹ ہجری اور وصال سنہ ۱۱۰۲ ہجری میں ہوا۔

مأخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہانِ وقت
مدینۃ الاولیاء[1] ص ۸۱	حضرت سید شرف الدین پاک	—	سنہ ۱۲۵۰ء	بغداد	لاہور	برصغیر کے شمالی اضلاع	خسرو ملک غزنوی (۸۶-۱۱۶۰) خاندان غلامان قطب الدین ایبک (۱۲۱۱-۱۱۹۲) شمس الدین التمش (۳۶-۱۲۱۱) رضیہ سلطانہ (۴۰-۱۲۳۶) ناصر الدین محمود (۱۲۴۶-۶۵)
اذکار ابرار ص ۳۵۴	حضرت شیخ شمس الدین شیرازی	—	۹۹۰ھ / ۱۵۸۱-۲ء	شیراز	بیجاپور دکن	برصغیر پاک و ہند	بابر، ہمایوں، اکبر
اذکار ابرار ص ۳۴۹	حضرت شیخ صدر الدین ذاکر	۹۲۷ھ / ۱۵۲۰-۲۱ء	۹۸۹ھ / ۱۵۸۰-۸۱ء	جانپانیر	بڑودہ	برصغیر پاک و ہند	ابراہیم لودھی، بابر ہمایوں، اکبر
اذکار ابرار ص ۴۲۶	حضرت شیخ طاہر ابن یوسف	—	۱۰۰۴ھ / ۱۵۹۵-۶ء	برہان پور	برار	برصغیر پاک و ہند	بابر تا اکبر
آب کوثر ص ۳۵۷	حضرت طبل عالم سید مطہر ولی (سہروردی - قادری)	—	سنہ ۱۲۲۵ء	ایران	ترچناپلی ہندوستان کا انتہائی جنوبی علاقہ	دکن سے لے کر راس کماری تک	خسرو شاہ غزنوی (۱۱۵۲-۶۰) خسرو ملک غزنوی (۶-۱۱۶۰) قطب الدین ایبک (۱۲۱۱-۱۱۹۲) شمس الدین التمش (۱۲۱۱-۱۲۳۶)

[1] مدینۃ الاولیاء از محمد دین کلیم قادری لاہور مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقہ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہان وقت
روڈ کوثر ص ۵۱۴	حضرت سیدنا شاہ طفیل علی	—	۱۸۳۶ء	منگل کوٹ	مدناپور بنگال	بنگال، بہار اور یو۔ پی کے اضلاع	عہد مغلیہ کا آخری دور عالمگیر ثانی (۵۹-۱۷۵۴) شاہ عالم ثانی (۱۸۰۶-۱۷۵۹) اکبر ثانی (۳۷-۱۸۰۶)
اذکار ابرار ص ۲۲۰	حضرت شیخ ظہور حاجی حمید	۸۳۵ھ / ۳۲-۱۴۳۱ء	۹۳۰ھ / ۱۵۲۳ء	—	بہاروساون	برصغیر پاک و ہند کا شمالی اور وسطی علاقہ	لودھی خاندان بہلول لودھی بابر، سید خاندان خضر شاہ (۲۱-۱۴۱۴) مبارک شاہ (۳۴-۱۴۲۱) احمد شاہ (۴۵-۱۴۳۴) علاؤالدین (۵۱-۱۴۴۵)
اذکار ابرار ص ۲۷۵	حضرت سید عبداللہ	—	—	—	دولت آباد دکن	وسطی اور جنوبی ہندوستان	لودھی خاندان بابر، ہمایون۔
تذکرہ علمائے ہند ص ۲۷۶	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء	۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء	دھلی	دھلی	مدفن دہلی برصغیر ہند و پاک۔	ہمایون تا شاہجہان
تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ص ۱۸۴	حضرت خواجہ عبدالرحمن چھوہروی	۱۲۶۲ھ / ۱۸۴۶ء	۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء	چھوہر شریف (ہری پور)	ہزارہ	کشمیر، صوبہ سرحد افغانستان، بنگال	بہادر شاہ ثانی آک لینڈ تا ریڈنگ
صوفیائے سندھ ص ۱۶۵	حضرت مخدوم عبدالرحمن شہید (مخدوم کھوڑا)	—	۱۱۴۵-۲ھ / ۱۷۳۲ء	کھوڑا	—	صوبہ سندھ	اورنگزیب

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	نام عصر بادشاہ وقت
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۰۱	حضرت شیخ عبدالرحیم قادری	—	سنہ ۱۱۱۵ھ ۱۷۰۳ء	—	—	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	
بندگانِ لاہور ص ۵۶	حضرت سید عبدالرزاق المعروف شاہ چراغ	—	سنہ ۱۰۶۸ھ ۱۶۵۷-۸ء	—	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علاقے	اکبر، جہانگیر شاہجہان
تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد۔ ص ۱۴۹	امام المجاہدین حضرت شیخ عبدالغفور المعروف اخون صاحب سوات	سنہ ۱۲۰۹ھ ۱۷۹۴ء	سنہ ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء	جبڑی (سوات)	سیدو (سوات)	سرحد کے شمالی اضلاع اور قبائل افغانستان	شاہ عالم ثانی اکبر ثانی بہادر شاہ ثانی کیننگ تا لٹن
خزینۃ الاصفیاء ص ۳۷۵	حضرت شیخ عبدالکریم مشہور بہ بہاول (بہاولن) شاہ	—	سنہ ۱۲۱۲ھ ۱۷۹۷ء	لاہور	میرپور	برصغیر پاک و ہند	محمد شاہ تا شاہ عالم ثانی
رود کوثر	حضرت مخدوم عبدالقادر ثانی بن حضرت مخدوم محمد گیلانی	—	سنہ ۱۵۳۳ء	—	—	شمالی بھارت کے علاقے	لودھی خاندان، بہلول، سکندر، ابراہیم (۲۶-۱۵۱۷) بابر ۳۰-۱۵۰۴) ہمایوں (۴۰-۱۵۳۰ء)
سلسلۂ قادریہ ص ۳۳	حضرت سید عبدالقادر گیلانی	—	—	بغداد شریف	اسلام آباد و کراچی	-	-
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۳۸	حضرت شیخ عبداللطیف قادری	—	سنہ ۱۱۳۴ھ ۱۷۲۱-۲ء	—	—	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	اورنگزیب تا محمد شاہ
تذکرۂ صوفیائے سرحد[1] ص ۵۸۵	قائد المجاہدین حضرت شیخ عبدالوہاب المعروف پیر مانکی صاحب	—	سنہ ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء	اکوڑہ خٹک	صوبہ سرحد	صوبہ سرحد کے شمالی اور وسطی علاقے آزاد قبائل وافغانستان	اکبر ثانی، بہادر شاہ ثانی کیننگ تا کرزن

[1] تذکرۂ صوفیائے سرحد از اعجاز الحق قدوسی، مطبوعہ مرکزی اردو بورڈ لاہور۔

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقہ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہان وقت
تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد ص ۱	حضرت سید علی ترمذی بن سید قنبر علی شاہ المعروف بہ پیر بابا (قادریہ چشتیہ سہروردیہ)	۹۰۸ھ / ۱۵۰۲ء	۹۹۱ھ / ۱۵۸۳ء	قندس ترمذ	بنیر (سرحد)	سرحد کے شمال مغربی قبائل، افغانستان	سکندر لودھی (۱۴۸۸-۱۵۱۷) ابراہیم لودھی (۱۵۱۷-۲۶ء) بابر، ہمایون، سوری خاندان، اکبر
اذکار ابرار ص ۵۰۸	حضرت شیخ عیسیٰ بن شیخ قاسم مسیح الاولیاء	۹۶۲-۳ھ / ۱۵۵۴-۵ء	۱۰۱۳ھ / ۱۶۰۴-۵ء	ایرج پور	صوبہ برار	برصغیر پاک و ہند	ہمایون، اکبر
صوفیائے سندھ ص ۱۵۶	حضرت شیخ عیسیٰ جنداللہ	۹۶۲ھ / ۱۵۵۴-۵ء	۱۰۳۱ھ / ۱۶۲۱ء	ایلچ پور برار	برہان پور	صوبہ سندھ اور وسطی ہندوستان	ہمایون، اکبر، جہانگیر
سلسلۂ قادریہ	حضرت سید غلام دستگیر شاہ گیلانی	-	-	-	خوشاب	-	-
سلسلۂ قادریہ ص ۳۳	حضرت خواجہ غلام صدیق قادری	-	-	—	-	-	-
خزینۃ الاصفیاء ص ۳۲۰	حضرت سید غیاث الدین گیلانی	—	۹۹۰ھ / ۱۵۸۱-۲ء		لاہور	کشمیر و برصغیر کے شمالی اور وسطی علاقے	بابر تا اکبر
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۰۱	حضرت شاہ محمد فاضل قادری	—	۱۱۱۷ھ / ۱۷۰۵ء	—	کشمیر	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	جہانگیر تا اورنگزیب
آب کوثر ص ۳۸۵	حضرت بابا فخرالدین قادری (مرید سید نظیر ولی)	—	۱۲۹۴ء	سیستان	ترچنا پلی	برصغیر کے جنوبی اضلاع	خاندان غلامان، شمس الدین التمش، رضیہ سلطانہ

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقہ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہان وقت
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۴۴	حضرت شیخ عبداللہ بخاری	۱۰۷۸ھ / ۱۶۶۷ء	۱۱۴۱ھ / ۱۷۲۸-۹ء	بخارا	کشمیر	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	اورنگ زیب تا محمد شاہ
صوفیائے سندھ ص ۱۲۳	حضرت شاہ عبداللہ حسنی المعروف عبداللہ صحابی	—	۱۰۹۳ھ / ۱۶۸۱ء	—	گجرات، ٹھٹھہ	شمالی برصغیر	جہانگیر، شاہجہان اورنگزیب
بزرگانِ لاہور ص ۸۲	حضرت شیخ عبداللہ شاہ بلوچ	—	۱۲۱۲ھ / ۱۷۹۷ء	—	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علاقے	بہادرشاہ I (۱۷۰۷-۱۲ء) جہاندار (۱۷۱۲-۱۳) فرخ سیر (۱۷۱۳-۱۹) رفیع الدرجات (۱۷۱۹-۱۹) محمد شاہ (۱۷۱۹-۴۸) احمد شاہ (۱۷۴۸-۵۴) عالمگیر II (۱۷۵۴-۵۹) شاہ عالمگیر II (۱۷۵۹ تا ۱۸۰۶)
سلسلہ قادریہ ص ۳۳	حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری	—	—	بھر چونڈی شریف	—	—	—
اذکار ابرار ص ۵۶۶	حضرت شیخ عبداللہ مجذوب قادری بغدادی	—	۱۰۱۵ھ / ۱۶۰۶-۷ء	بغداد	دسور	برصغیر پاک و ہند	بابر، ہمایوں اکبر، جہانگیر
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۰۴	حضرت بابا عثمان قادری	—	۱۱۱۷ھ / ۱۷۰۵ء	—	—	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	جہانگیر تا اورنگ زیب
اذکار ابرار ص ۵۰۴	حضرت سید عطاء محمد	—	۹۸۶ھ / ۱۵۷۸ء	—	احمد آباد (گجرات)	شمالی اور وسطی ہندوستان	لودھی خاندان، بابر، ہمایوں، سوری خاندان اکبر

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہانِ وقت
							ناصر الدین غیاث الدین بلبن (۱۲۶۵-۸۷) کیقباد (۱۲۸۷-۹۰) جلال الدین خلجی (۱۲۹۰-۹۴)
تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد ص ۱۰۴	حضرت شیخ فضل احمد معصومی المعروف حضرت جی صاحب (قادریہ نقشبندیہ چشتیہ)	۱۱۵۱ھ ۱۷۳۸ء	۱۲۳۲ھ ۱۸۱۷ء	سرہند	پشاور	وسطی ہند اور سرحد کے اضلاع	محمد شاہ، احمد شاہ، عالمگیر ثانی، شاہ عالم ثانی، اکبر ثانی
تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد ص ۲۰۷	فخر المجاہدین حضرت شیخ فضل واحد صاحب المعروف حاجی صاحب ترنگزئی	۱۲۶۸ھ ۱۸۵۲ء	۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء	ترنگزئی (سرحد)	مہمند کا قبائلی علاقہ	صوبہ سرحد کے شمالی قبائل اور افغانستان	دورِ انگریز
بزرگانِ لاہور ص ۱	حضرت شاہ فیروز قادری	-	۹۳۳ھ ۱۵۲۶-۷ء	لاہور	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علما	لودھی خاندان بہلول لودھی (۱۴۵۱-۸۸) سکندر (۱۴۸۸ تا ۱۵۱۷) ابراہیم (۱۵۱۷-۲۶) بابر (۱۵۱۴-۳۰)
تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۱۳۱	حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی	۸۹۵ھ ۱۴۸۹ء	۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء	بغداد شریف	کیتھل (کرنال) (نزد دہلی)	—	سکندر لودھی (۱۴۸۸-۱۵۱۷) اکبر (۱۵۵۶-۱۶۰۵)
خزینۃ الاصفیاء ص ۳۳۲	حضرت شاہ قاسم حقانی	—	۱۰۳۳ھ ۱۶۲۳ء	—	کشمیر	کشمیر و برصغیر کے شمالی و وسطی علاقے	اکبر، جہانگیر

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقہ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہان وقت
زادالاعوان [1]	حضرت سید عون قطب شاہ علوی عباسی بغدادی (خلیفہ حضرت غوث الاعظم)	۴۱۹ھ سنہ ۱۰۲۶ء	۵۵۶ھ سنہ ۱۱۵۹ء	بغداد شریف	کوہستان نمک پنجاب	پنجاب اور برصغیر کے شمال مغربی علاقے	سلطان محمود غزنوی (۹۹۸-۱۰۳۰) مسعود غزنوی (۱۰۳۰-۴۰) مودود بن مسعود (۱۰۴۲-۴۸) ابراہیم (۱۰۵۹-۹۹) مسعود الکریم (۱۰۹۹-۱۱۱۵) بہرام شاہ (۱۱۱۸-۵۱) خسرو شاہ (۱۱۵۲-۶۰)
بزرگان لاہور ص ۹۲	حضرت سید قطب الدین	۱۱۸۰ھ سنہ ۱۷۶۶ء	۱۲۵۰ھ سنہ ۱۸۳۴ء	—	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علاقے ،	شاہ عالم II (۱۷۵۹-۱۸۰۶) اکبر ثانی (۱۸۰۶-۳۷)
اذکار ابرار ص ۳۶۱	حضرت شیخ لشکر محمد عارف	—	۹۹۳ھ سنہ ۱۵۸۵ء	چھلاسہ (گجرات)	برہان پور	برصغیر پاک و ہند	بابر تا اکبر
تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۱۲۹	شاہ بری لطیف قادری	—	۹۶۴ھ سنہ ۱۵۵۶ء	جوتیاں (جہلم)	اسلام آباد	—	بہلول لودھی (۱۴۵۱-۸۸) ہمایوں (۱۵۳۰-۵۶)

[1] زادالاعوان بحوالہ میزان قطبی مطبوعہ باب الاعوان مطبوعہ ص ۵۲

[2] مرآۃ سکندری

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہانِ وقت
تذکرۂ علمائے ہند ص ۴۴۴	حضرت شیخ محمد حسن جونپوری	—	۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء	جونپور	آگرہ	مدفن دہلی، برصغیر پاک و ہند	لودھی خاندان بابر، ہمایون
تذکرۂ صوفیائے سرحد ص ۴۶۱	حضرت شیخ محمد شعیب صاحب (پیر طریقت اخوند صاحب سوات)	—	۱۲۳۲ھ / ۱۸۱۶ء	افغانستان	تورڈھیر (صوابی) مردان	صوبہ سرحد کے شمالی اور وسطی علاقے آزاد قبائل اور افغانستان	محمد شاہ، احمد شاہ عالمگیر ثانی، شاہ عالم II اکبر ثانی
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۶۳	حضرت میر محمد علی قادری	—	۱۰۷۲ھ / ۱۶۶۱ء	—	—	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	اکبر ثانی اورنگزیب
تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ج ۱ ص ۴۷	حضرت سید شاہ محمد غوث صاحب لاہوری	۱۰۸۴ھ / ۱۶۷۲-۳ء	۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء	—	لاہور	صوبہ سرحد، پنجاب اور قبائلی علاقہ جات	اورنگزیب، بہادر شاہ I جہاندار، فرخ سیر رفیع الدرجات
شاہ محمد غوث گوالیاری[1] ص ۲	حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری	۹۰۷ھ / ۱۵۰۰-۱ء	۹۷۰ھ / ۱۵۶۱-۲ء	کھیٹر (غازی پور)	گوالیار	وسطی اور شمالی ہندوستان	بابر (۱۵۰۴-۳۰) ہمایون (۱۵۵۵-۶) اکبر (۱۵۵۶-۱۶۰۵)
رودِ کوثر ص ۶۳	حضرت سید مخدوم محمد گیلانی حلبی	—	۹۲۳ھ / ۱۵۱۷ء	حلب	اوچ (ملتان)	شمالی بھارت کے علاقے	سید خاندان علاؤالدین شاہ (۱۴۴۵-۵۱) لودھی خاندان بہلول لودھی (۱۴۵۱-۸۸) سکندر لودھی (۱۴۸۸-۱۵۱۷)
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۲۲۲	حضرت شیخ محمد مراد نقشبندی قادری	۱۰۵۶ھ / ۱۶۴۵-۶ء	۱۱۳۱ھ / ۱۷۱۸-۹ء	—	—	علاقہ جات کشمیر و شمالی ہندوستان	شاہجہان، اورنگزیب بہادر شاہ I، جہاندار فرخ سیر

[1] شاہ محمد غوث گوالیاری از پروفیسر محمد مسعود مطبوعہ آفتاب پرنٹنگ پریس، میرواہ روڈ، میرپور خاص

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہان وقت
سلسلۂ قادریہ ص ۳۲	حضرت مخدوم پیر سید محمد مصطفیٰ گیلانی	—	—	ہڑپہ	ساہیوال	—	—
اذکار ابرار ص ۱۲۸	حضرت شیخ محمد ملتانی	—	—	مانڈو	بیدر دکن	برصغیر پاک و ھند	—
بزرگانِ لاہور ص ۲۸	حضرت شیخ محمد میر المشہور بہ حضرت شیخ میاں میر قادری (بالا پیر)	سنہ ۹۵۷ھ ۱۵۵۰ء	۱۰۴۵ھ ۱۶۳۶ء	سیوستان (سہون) دادو	لاہور	سندھ اور پنجاب کے اضلاع	سوری خاندان (۱۵۴۰-۱۵۵۵) جہانگیر، شاہجہان (۱۶۲۵-۱۶۵۸)
بزرگانِ لاہور ص	حضرت سید محمود حضوری	—	سنہ ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء	ولایت غور	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے اضلاع	لودھی خاندان، بہلول، سکندر، ابراہیم، بابر، ہمایوں
رود کوثر ص ۵۱۴	حضرت مرشد علی قادری	سنہ ۱۸۵۲ء	سنہ ۱۹۰۱ء	کلکتہ	کلکتہ	بنگال و بہار	بہادر شاہ ظفر، کیننگ، ایلگن، لارنس، میو
سلسلۂ قادریہ ص ۳۲	حضرت پیر مہر علی شاہ	—	—	گولڑہ	اسلام آباد	—	—
رود کوثر ص ۵۱۴	حضرت مہر علی قادری	سنہ ۱۸۰۸ء	سنہ ۱۸۶۸ء	مدناپور	مدناپور	بنگال و بہار	اکبر ثانی (۱۸۰۶-۳۷ء) بہادر شاہ ظفر (۱۸۳۷-۱۸۵۷ء) لارڈ کیننگ۔ (۱۸۵۷-۶۲) ایلگن (۱۸۶۲-۶۳) جان لارنس (۱۸۶۴-۶۹)

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	ہم عصر بادشاہان وقت
سلسلۂ قادریہ ص ٣٢	حضرت شیخ موسیٰ پاک شہید	—	—	—	ملتان	—	—
بزرگانِ لاہور ص ٨	حضرت سید میراں بن سید مبارک حقانی	—	٩٨٦ھ / ١٥٧٧-٨ء	اوچ	لاہور	برصغیر میں پنجاب کے علما	بابر، ہمایوں، اکبر (١٥٥٦-١٦٠٥)
تاریخ کشمیر اعظمی ص ١٢٦	حضرت میر نازک قادری نقشبندی	—	١٠٢٢ھ / ١٦١٢-٣ء	—	—	کشمیر و شمالی ہندوستان	ہمایوں، اکبر، جہانگیر
خزینۃ الاصفیاء ص ٣٣٤	حضرت شیخ ناظر قدس سرہٗ	—	١٠٥٧ھ / ١٦٤٦-٧ء	اکبر آباد	اکبر آباد	برصغیر پاک و ہند	اکبر، جہانگیر، شاہجہان
تذکرۂ صوفیائے سرحد ص ٤٥٥	شیخ المجاہدین حضرت شیخ نجم الدین اخوندزادہ المعروف ھڈہ مُلّا صاحب	—	١٣١٩ھ / ١٩٠١ء	شبگیر افغانستان	ریاست (سوات)	صوبہ سرحد کے شمالی اور وسطی علاقے آزاد قبائل اور افغانستان	اکبر ثانی، بہادر شاہ II، کینگ تا کرزن
تاریخ کشمیر اعظمی ص ١٤٢	حضرت ابوالفقراء بابا نصیب قادری	—	١٠٤٧ھ / ١٦٣٦-٧ء	کشمیر	—	کشمیر و شمالی ہندوستان	اکبر، جہانگیر شاہجہان
رودِ کوثر ص ٦٣	حضرت شاہ نعمت اللہ قادری	—	١٤٣٠ء	آندھرا پردیش (دہجار)	—	دکن کے اضلاع	فیروز شاہ تغلق (١٣٥١-٨٨) تغلق ثانی تا محمود تغلق، سید خاندان، مبارک شاہ (١٤٢١-٣٤)
خزینۃ الاصفیاء ص ٣٨٠	حضرت شیخ نور احمد صاحب	١٢٣٦ھ / ١٨٢١ء	—	—	—	—	محمد شاہ تا اکبر ثانی
	حضرت میاں نور محمد قادری	-	-	-	گجرات	-	-

ماخذ	اسماء	تاریخ پیدائش	تاریخ وصال	تاریخ جائے پیدائش	قیام	حلقۂ اثر	تاریخ ہم عصر بادشاہانِ وقت
اذکار ابرار ص ۴۲۱	حضرت شیخ نورالدین ضیاء اللہ	—	۱۰۰۶ھ سنہ ۱۵۹۷-۸ء	گوالیار	لاہور	برصغیر پاک و ہند	بابر تا اکبر
سلسلۂ قادریہ ص ۳۲	حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری	۹۵۹ھ سنہ ۱۵۵۱ء	۱۰۶۴ھ سنہ ۱۶۵۳-۴ء	—	گجرات	—	ہمایون تا شاہجہان
تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۱۹۴	حضرت سید وارث شاہ قادری	—	—	جنڈیالہ (شیخوپورہ)	جنڈیالہ	—	اورنگزیب تا محمد شاہ
اذکار ابرار ص ۳۰۵ خزینۃ الاصفیاء ص ۳۲۱	حضرت شیخ وجیہ الدین احمد	—	۹۹۷ھ سنہ ۱۵۸۸ء	احمد آباد	گجرات	برصغیر پاک و ہند	بابر تا اکبر
سلسلۂ قادریہ ص ۳۳	حضرت محمد یوسف شاہ قادری گیلانی (نور والی سرکار)	—	—	صادق آباد	رحیم یار خان	—	—
تاریخ کشمیر اعظمی ص ۱۲۸	حضرت میر یوسف قادری	—	۱۰۲۷ھ سنہ ۱۶۱۷-۸ء	—	—	کشمیر و شمالی ہندوستان	ہمایون، اکبر، شاہجہان
آبِ کوثر ص ۳۳۷	حضرت سید یوسف الدین قادری	—	-	عراق	ٹھٹھہ (سندھ)	سندھ، گجرات کاٹھیاواڑ	سید خاندان، خضر خان مبارک شاہ (۱۴۲۱-۳۴)

جدول ولیہ ختم ہُوا اور اگلے صفحات پر محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آباؤ اجداد کا شجرۂ مبارکہ اور سوانح ملاحظہ فرمائیں۔

سوانح

شجرۂ نسب

از پیغمبر اسلام جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تا محدث کبیر حضرت شاہ محمّد غوث پشاوری ثم لاھوری رحمۃ اللہ علیہ

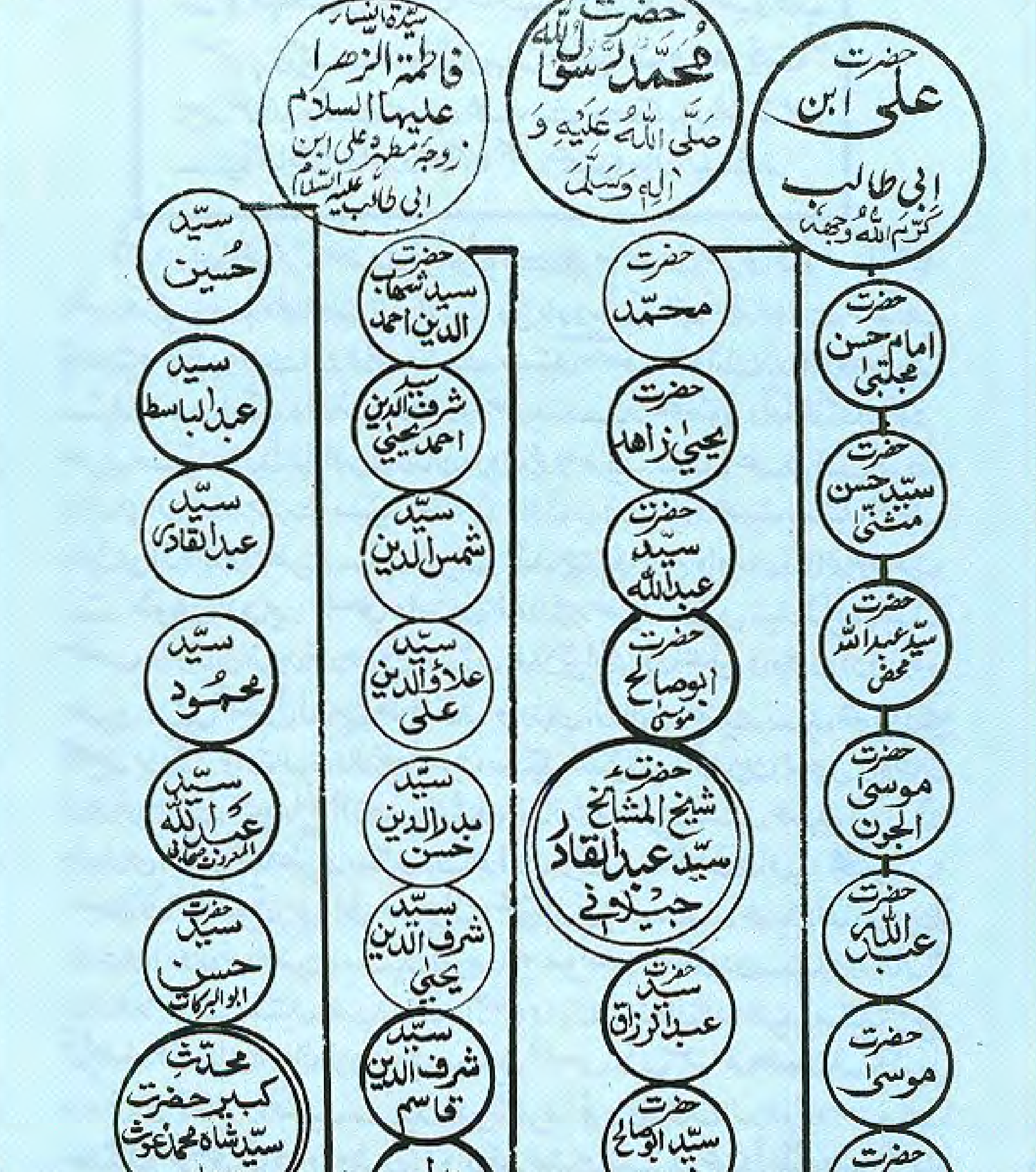

مندرجہ ذیل شجرۂ مبارکہ حضرت محدث کبیر سیّدنا سیّد شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مسمّٰی بہ درکسبِ سلوک وبیان حقیقت ومعرفت سے بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے جس میں محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آباءِ کرام واجداد عظام کا مکمل شجرہ بیان کیا ہے۔

د شجرِ ابا و اجداد خود کہ تا حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منتہی میشود ھر یکی ابا و اجداد خود بیعت این راہ کردند و نیز وارد شد کہ این خرقہ اجازت طریقۂ عالیہ قادریہ پوشیدہ است از والد خود حضرت سیّد حسن واوشان از والد خود حضرت سیّد عبد اللہ واوشان از والد خود حضرت سیّد محمود واوشان از والد خود حضرت سیّد عبدالقادر واوشان از والد خود حضرت سیّد عبد الباسط واوشان از والد خود حضرت سیّد حسین واوشان از والد خود حضرت سیّد احمد واوشان از والد خود حضرت سیّد شرف الدین قاسم واوشان از والد خود حضرت سیّد شرف الدین یحییٰ واوشان از والد خود حضرت سیّد بدرالدین حسن واوشان از والد خود حضرت سیّد علاؤالدین علی واوشان از والد خود حضرت سیّد شمس الدین محمد واوشان از والد خود حضرت سید شرف الدین یحییٰ بزرگ واوشان از والد خود حضرت سیّد شہاب الدین احمد واوشان از والد خود حضرت ابوصالح النصر واوشان از والد خود حضرت سیّد عبد الرزاق واوشان از والد خود حضرت سیّد السادات وقطب الاقطاب محبوب سبحانی معشوق یزدانی میرانِ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی واوشان از والد خود حضرت سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوست واوشان از والد خود حضرت سیّد عبد اللہ جیلی واوشان از والد خود حضرت سیّد یحییٰ زاھد واوشان از والد خود حضرت سیّد شمس الدین محمد ذکریا واوشان از والد خود حضرت سیّد ابوبکر داؤد واوشان از والد خود حضرت سیّد موسیٰ ثانی واوشان از والد خود حضرت سیّد عبداللہ صالح واوشان از والد خود حضرت سیّد موسیٰ الجون واوشان از والد خود حضرت

سیّد عبد اللہ المحض و اوشان از والد خود حضرت سیّد حسن مثنیٰ و اوشان از والد خود حضرت امام حسن مجتبیٰ و اوشان از والد خود امام الاولیاء حضرت علی المرتضیٰ و اوشان از حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و نیز باید دانست کہ نسب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ از طرف حضرت امام حسین میرسد از ینجہت حسنی و حسینی مگوئید است نام والدہ ایشان حضرت فاطمہ ام الخیر است بنت حضرت سیّد عبد اللہ صومعی و اوشان ابن حضرت سید ابو جمال محمد و اوشان ابن حضرت سیّد ابو محمد سیّد احمد و اوشان حضرت ابن ابو محمد سیّد طاہر و اوشان ابن حضرت سید ابو عطاء سید عبد اللہ و اوشان ابن حضرت سیّد ابو کمال سیّد علی و اوشان ابن سیّد علاؤ الدین و اوشان ابن حضرت سیّد ابو عبد اللہ سیّد محمد و اوشان ابن حضرت امام جعفر صادق و اوشان ابن حضرت امام محمد باقر و اوشان ابن حضرت امام زین العابدین و اوشان ابن حضرت سبط رسول اللہ حضرت امام حسین الشہید فی الکربلا و اوشان حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ایضاً نسب نام ابن فقیر حقیر کہ از جانب والدہ حضرت امام حسین میرسد۔ اینست کہ والدہ فقیر بنت سیّد جمال و اوشان ابن حضرت سیّد عبد الوہاب و اوشان ابن حضرت سیّد مصطفیٰ و اوشان ابن حضرت سیّد علی و اوشان ابن حضرت سیّد قنبر و اوشان ابن حضرت سیّد احمد یوسف و اوشان ابن حضرت سیّد احمد نور بخش و اوشان ابن حضرت سیّد احمد بیغم و اوشان ابن حضرت سیّد شاہ ہمدان و اوشان ابن حضرت سیّد احمد ہشتاق و اوشان ابن حضرت سیّد شاہ ابو تراب و اوشان ابن حضرت سیّد حامد و اوشان ابن حضرت سیّد محمد و اوشان ابن حضرت سیّد حسام و اوشان ابن حضرت سیّد شاہ ناصر خسرو و اوشان ابن حضرت سیّد جلال گنج العلم و اوشان ابن سیّد امیر علی الثالث و اوشان ابن حضرت سیّد ابو الحسن علی و اوشان ابن حضرت

سیّد عبداللہ ثانی واوشان ابن حضرت سیّد علی الصالح واوشان
ابن حضرت سیّد عبداللہ اعرج واوشان ابن حضرت سیّد حسین
اصغر واوشان ابن حضرت سیّد السادات امام زین العابدین
واوشان ابن حضرت امام حسین واوشان ابن حضرت علی المرتضیٰ
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

شیخ المشائخ حضرت شاہ عبداللہ المعروف صحابی رحمۃ اللہ علیہ

راہِ ہدایت سے بھٹک کر گمرہی، فسق و فجور اور کفر و شرک کے نشے میں بدمست انسانوں کو حق و صداقت، طاعت و بندگی اور تقویٰ اور پاکبازی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے خالقِ برحق نے اَن گنت برگزیدہ ہستیوں کو ناموسِ خداوندی کا امین اور دینِ متین کا پیغامبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ ان انبیاء و الاخیار میں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرتبہ سب سے اعلیٰ و ارفع ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاتم النبیین تھے۔ خداوندِ بزرگ و برتر نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ازل سے ابد تک کی تمام مخلوقات میں حسن و جمال، بے ہمتا، مرقعِ عظمت و رفعت کا پیکرِ بے بدل، رحمت و رافت کا سراپا، محترم اور جلال و جمال کی تمام تر رعنائیوں و لطافتوں کا احسن و اکمل امتزاج بنایا۔ آپ کا لایا ہوا دین ہر لحاظ سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ اسلام نے انسانی تہذیب و تمدن کو مجد و شرف بخش کر ارتقا کی انتہائی بلندیوں تک پہنچایا کہ آج مغربی تہذیب کے صاحبِ بصیرت اور حق شناس دانشور اسلامی تہذیب کی حقانیت و صداقت کے دل و جان سے قائل ہیں اور قرآنِ حکیم اس بیّن و واضح حقیقت پر یوں گواہی دیتا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا [1]

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتوں کا اتمام کر دیا اور میں نے تمہارے لئے دینِ اسلام کو پسند کیا۔"

دینِ اسلام رشد و ہدایت کا ایک ایسا درخشاں اور تابندہ مینارۂ نور ہے کہ جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی نعمتِ کاملہ اور اپنے پسندیدہ دین کے نام سے موسوم کیا ہے۔ قرآن مجید اس مینارۂ نور کو روشنی اور تابندگی بخشنے والی قوت ہے۔ قرآنِ پاک عالمِ انسانیت کے ہر دکھ کا مداوا ہے۔ کائناتِ ارض و سما کی ہر مخلوق کی تخلیق، معاشرت و معیشت کے رہنما اصول، طاعت و بندگی کے طریقے، حقوق اللہ و حقوق العباد کے آداب، کشور کشائی اور جہانبانی کے رموز، خداوندی جزا و سزا کی تفصیل و توضیح غرض یہ کہ کلامِ پاک میں حیات کی انفرادی و اجتماعی جہتوں کی مکمل، جامع اور ہمہ گیر انداز میں تہذیب و تزئین کے نکات کی تشریح و تفسیر ہے۔ بنا بریں قرآن پاک ایک جامع و مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس کی عظمت و صداقت کا آفتاب ازل تا ابد اپنی درخشندہ شعاعوں سے کائنات کو روشن و تاباں کرتا رہے گا۔

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم
حکمتِ او لایزال است و قدیم [2]

---

[1] پ ۶ ع ۳ م ۱۰ المائدہ

[2] علامہ ڈاکٹر محمد اقبال "اسرار و رموز" مطبوعہ مبارک علی لاہور ۱۹۴۹ء ــــــ ص ۱۲۱

حاملینِ قرآن نے اس زندہ قرآن حکیم کے بتائے ہُوئے تابندہ اور لایزال ضابطۂ حیات کو بھٹکی ہُوئی راہ سے سمتِ متعیّن پر لانے کے لئے اپنے عمل و کردار کے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا صحرائے عرب کے جاہل مگر سادہ دِل باشندوں نے حق و صداقت کی آواز پر لبیک کہا۔ قرآنی علوم و معارف سیکھنے کے لئے صدقِ دل اور جذب و شوق کے ساتھ کوشش کی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اُن کی کایا یُوں پلٹی کہ انہیں عالمِ انسانیت کے ہادی و معلّم بن جانے کا شرف نصیب ہُوا۔ عرب کے صحراؤں کو علم کے نُور سے منور کرنے کے بعد تمام انسانیت کو دینِ برحق کی آفاقی علم و حکمت کے ظاہر و باطن اور معنی اور تفاسیر کا درس دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ عربوں کو اتنا عظیم مرتبہ اسلام کی بدولت حاصل ہُوا۔ یہ ان پر اسلام کا احسانِ عظیم تھا کہ انہوں نے ہر شعبۂ زندگی میں انتہائی سرعت اور حیرت انگیز طریقے سے ترقی کی منازل طے کیں۔ ایمان کی پختگی اور کردار کی عظمت کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم و فنون میں بے مثل غور و فکر اور تحقیق و تجسس کی بدولت وہ کمال کے ایسے رفیع مقام تک پہنچے کہ مغربی دنیا نے انہیں اکثر علومِ جدیدہ کا امام تسلیم کیا۔ اسلام کے ابتدائی ایام یعنی پہلی صدی ہجری میں بہُت کم کتابیں ضبطِ تحریر میں لائی گئیں۔ دینِ مُبین کے اسرار و معارف سینہ بسینہ ایک سے دُوسرے تک منتقل ہوتے رہے صرف قرآن مجید کو تحریری صورت میں محفوظ کر لیا گیا۔ عربی ادب، لغت اور شاعری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے صحرا میں بدوی قبائل کے صاحبانِ علم کے آگے زانوئے تلمذ طے کرنا پڑتا۔ قرآن حکیم اور حدیثِ نبوی کے حکیمانہ رموز و نکات سے ذہنوں کو منور کرنے کے خواہشمند مدینہ منورہ جا کر قرآن و حدیث کے ثقہ اور مستند علماء سے تشنگی بجھاتے۔ لہٰذا حصُولِ علم کے لئے سفر ضروری تھا بلکہ اس زمانے میں حصُولِ علم کے بے پناہ شوق کی وجہ سے سفر ایک جنون کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ احادیث اس مقصد کے حصُول میں بہُت ممد و معاون ثابت ہوئیں۔ مثلاً ایک حدیثِ مبارکہ کا مضمون کچھ یُوں ہے کہ "جو شخص خُدا کی راہ میں علم حاصل کرنے کے بعد سفر سے واپس لوٹتا ہے تو فرشتے بہ ہزار مسرت و بہجت اس پر اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں۔ اور تمام جاندار حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی اس کے لئے دُعا کرتی ہیں"[1]

---

[1] یہ حدیث مبارکہ اصل متن کے ساتھ یُوں ہے۔ "حدثنا محمود بن خداش البغدادی اخبرنا محمد بن یزید الواسطی اخبرنا عاصم بن رجا بن حیوۃ عن قیس بن کثیر قال قدم رجل من المدینۃ علی ابی درداء وھو بدمشق فقال ما اقدمک یا اخی قال حدیث بلغنی انک تحدثہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اما جئت لحاجۃ قال لا قال اما قدمت لتجارۃ قال لا قال ما جئت الا فی طلب ھذا الحدیث قال فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من سلک طریقاً یبتغی فیہ علماً سلک اللہ بہ طریقاً الی الجنۃ وان الملائکۃ لتضع اجنحتھا رضیً لطالب العلم وان العالم یستغفر لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء وفضل العالم علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب ان العلماء ورثۃ الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دیناراً ولا درھماً انما ورثوا العلم فمن

(حاشیہ جاری ہے)

بعض مستشرقین مثلاً گولڈزیہر (GOLDZIHER) نے لکھا ہے[۱] کہ پہلی صدی ہجری میں عربوں کا کتب نویسی کیخلاف تعصب ختم نہیں ہُوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بنو اُمیّہ کے دورِ حکومت میں بہت کم کتابیں لکھی گئیں لیکن یہ خیال محلِ نظر معلوم ہوتا ہے۔ دراصل پہلی صدی ہجری میں اسلامی سلطنت میں مسلسل اور متواتر توسیع ہوتی گئی۔ اس لئے خلفاء اور حکام نے زیادہ تر توجہ مفتوحہ علاقوں میں امن وامان اور ضبط و نظام کے قیام اور انتظامی امور کو مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کی طرف مبذول کی نیز داخلی وسیاسی خلفشار بھی کسی حد تک حائل رہا۔ مزید برآں صدیوں سے جاہلیت کی تاریکی میں زندگی بسر کرنے والی قوم کے لئے تصنیف و تالیف کے میدان میں پیش رفت کے لئے کافی وقت درکار تھا۔ بایں ہمہ یہ بھی حقیقت ہے کہ عام تصانیف مثلاً سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصنفہ ابن اسحاق، الملوک واخبار الماضیین مصنفہ عبدالرحمان انصاری، ھرملہ الاسلمی جیسے شعر نگار اور بصرہ میں علمی درسگاہ کی بنیاد ڈالنے والے مشہور صوفی بزرگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶) اخذ بہ فقد اخذ بحظ وافر ولا نعرف ھٰذا الحدیث الا من حدیث عن عاصم بن رجاء بن حیوۃ ولیس اسنادہ عندی بمتصل ھٰکذا حدثنا محمود بن خداش ھٰذا الحدیث و انما یروی ھٰذا الحدیث عن عاصم بن رجاء بن حیوۃ عن داوٗد بن جمیل عن کثیر بن قیس عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وھٰذا اصح من حدیث محمود بن خداش

(السنن الترمذی ۔ محمد بن عیسٰی ترمذی مطبوعہ مجتبائی پریس ۱۹۴۲ء ج ۲ ص ۹۳)

”ہمیں محمود بن خداش بغدادی نے حدیث بیان کی اور یزید بن الواسطی نے ہمیں خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عاصم بن رجاء بن حیوۃ نے خبر دی اور وہ قیس بن کثیر سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ منورہ سے ابوالدرداء کے پاس آیا اور وہ دمشق میں تھے۔ پس پوچھا کہ اے بھائی تو کس لئے آیا۔ کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں۔ کیا اس کے علاوہ تیری کوئی اور ضرورت ہے تو کہا نہیں۔ پوچھا کیا تو تجارت کے سلسلے میں آیا ہے تو اس نے نفی میں جواب دیا۔ اور کہا سوائے اس حدیث کی طلب کے میں کسی اور ضرورت کیلئے نہیں آیا۔ ابوالدرداء نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جو کوئی ایسا راستہ اختیار کرے جس میں وہ علم کا طالب ہو تو اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ اس کے لئے آسان کر دیتا ہے اور بے شک فرشتے بہ ہزار مسرت و بہجت اپنے پر اس طالب علم کے راستے میں بچھاتے ہیں۔ ایک طالب علم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر۔ علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ انبیاء کرام نے وراثت میں دینار اور درہم نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے اپنے علم کی وراثت چھوڑی ہے سو جس نے علم حاصل کیا اس نے وراثت میں ایک بڑا حصہ پایا۔ (صاحب ترمذی فرماتے ہیں) یہ حدیث ہم نہیں جانتے مگر عاصم بن رجاء بن حیوۃ کی اسناد کے ساتھ اور اس طرح سے یہ اسناد میرے پاس متصل نہیں بلکہ یہ حدیث ہمیں محمود بن خداش نے بیان کی۔ محمود بن خداش کی روایت کی نسبت یہ سلسلہ سند کہ عاصم بن رجاء بن حیوۃ عن داوٗد ابن جمیل عن کثیر بن قیس عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زیادہ اصح ہے۔

[۱] Prof. R.A. Nichison Inlroduction of A Literary History of the Arabs Cambridge University Press p. xxii

(حاشیہ جاری ہے)

آپ کافی دن یہیں قیام پذیر رہے، جناب شاہ غلام لکھتے ہیں۔

درملک ٹھٹھہ رسیدند و دراں جا بموجب قید الماء اشد من قید الحدید چند روز توقف بوقوع آمد و مردم آں ملک بسیار گرویدند۔ و معتقد شدند و ہرگز نگذاشتند کہ ازآنجا بجائے دیگر تشریف فرمایند۔ [۵]

آپ ٹھٹھہ پہنچے تو بمصداق عربی مقولہ کے کہ آب و دانہ کی زنجیریں فولادی زنجیروں سے مضبوط تر ہوتی ہیں قیام فرمایا۔ وہاں کے لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے اور آپ کو کسی دوسری جگہ جانے نہ دیا۔

مجاہدات و ریاضات کے بعد جب آپ کی ہدایت اور ارشاد خلق اللہ کی طرف توجہ ہوئی تو موضع ٹھٹھہ علاقہ سندھ میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اور اپنی پاک نفسی و قوتِ ربانی کے جاذبہ سے ہزاروں لاکھوں طالبانِ حق کے دلوں کو کھینچ لیا۔ اس لئے آپ نے ٹھٹھہ ہی میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے ہاں دو فرزند متولد ہوئے۔ ایک کا اسم مبارک سید حسن اور دوسرے کا سید محمد فاضل رکھا۔

اصل زبان فارسی میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں۔

حق تعالیٰ بہ ایشاں دو فرزند عطا فرمود یکے را بہ حضرت سید حسن و دوئم را بہ حضرت سید محمد فاضل نامیدند۔ [۲]

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے دو فرزند عطا فرمائے جن میں سے ایک کا اسم گرامی سید حسن اور دوسرے کا نام سید محمد فاضل رکھا۔

ٹھٹھہ میں روحانی انوار و تجلیات

حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا جب ٹھٹھہ میں ورودِ مسعود ہوا تو آپ کے اخلاقِ کریمانہ، عبادت گذاری، رافت و مروّت کو دیکھ کر عوام الناس نہایت ہی چاہت و خلوص کے ساتھ آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ آپ نے راہ ہدایت سے بھٹکی ہوئی مخلوق کو اپنے سینے سے لگایا۔ لوگوں کو عقلی استدلال کی بے یقینی اور تذبذب آفرینی کی بجائے روحانی تجلیات کے یقین اور ایمان افروز وسعتوں میں گرم سفر ہونے کا راستہ بتایا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے کمال درجے کی بُردباری، ہمت اور عزم راسخ کے ساتھ دینِ محمدی اور تصوف میں خصوصاً سلسلہ عالیہ قادریہ [۳] کی تبلیغ و اشاعت شروع کردی۔

علی العموم مشائخ کرام نے سلوک و معرفت کے حصول کے لئے مکارمِ اخلاق کو بنیاد قرار دیا۔ لیکن اکثر مشائخ نے تو خاص طور سے تصوف ہی کا دوسرا نام اخلاقِ حسنہ رکھا۔ جیسا کہ کشف المحجوب میں شیخ ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مرقوم ہے۔

"لیس التصوف رسوما ولا علوما ولکنہ اخلاق" [۴]

---

[۵] خوارق العادات (قلمی) حضرت سید غلام بن سید محمد عابد بن سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ صـ۶

[۲] ایضاً صـ۸

[۳] تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ صـ۹۱

[۴] کشف المحجوب لارباب القلوب شیخ ابی الحسن علی بن عثمان الغزنوی (م ۴۶۵ھ ہجری)

تصوف نہ تو چند مذہبی رسوم ادا کرنے کا نام ہے یہ تو سراسر اخلاقِ حسنہ ہے۔

صلحائے عظام اپنے آپ کو سیرتِ طیبہ اور اعمالِ حسنہ سے متصف کرتے ہیں پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت راہِ مستقیم سے بھٹکے ہُوئے انسانوں کے دل و دماغ میں نقش کر دیتے ہیں تاکہ یہ لوگ راہِ ہدایت پر گامزن ہو کر حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق زندگی کے شب و روز بسر کریں۔

حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لوگوں کو سلکِ دینِ ھدیٰ سے منسلک کر کے سندھ کے اس علاقے کو ایمان و ایقان کی نورانیت سے بقعۂ نور کر دیا۔ مزید برآں آپ کے فرزندِ گرامی قدر اور آپ کی آنے والی نسل نے حضور غوثِ اعظم قطبِ ربّانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقۂ سلوک و معرفت کو باقاعدہ روحانی اجازت سرزمینِ سندھ سے بڑھ کر برصغیر پاک و ہند کے قریہ قریہ و گوشے گوشے میں پُہنچایا۔ جناب حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقی ورُوحانی فیوضات سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سرزمینِ سندھ کے بڑے بڑے گوروؤں / پروہتوں کو اسلامی تعلیمات اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے سرفراز فرمایا۔

جیساکہ میرے جدِ بزرگوار جناب سید سعید احمد شاہ بن سید محمد اکبر شاہ بیان کرتے ہیں۔

"حضرت شاہ عبداللہ اپنے مصلّیٰ پر مصروفِ عبادت تھے اور برہمنوں کا ایک طائفہ دار دھا کی طرف اشنان کے لئے جا رہا تھا انہوں نے رات کو آپ کے قریب ہی پڑاؤ ڈالا۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ بُت پرست ہیں۔ آپ اُن کے قریب چلے گئے اور توحید کی پرچار شروع کر دی۔ بُت پرستوں نے کہا کہ حضرت ان باتوں کو چھوڑیں۔ اگر آپ کا رب سب کچھ کرسکتا ہے اور وہی مالک و مختار ہے تو جب ہم سو جائیں تو سبھی سب واردھا کا اشنان کئے ہُوئے ہوں اور جب اٹھیں تو کپڑے بھیگے ہُوئے ہوں۔ تب ہم آپ کو سچّا جانیں گے۔ اور آپ کے رب کو تسلیم کریں گے۔ آپنے فرمایا۔ انشاء اللہ میرا رب ایسا ہی کر دکھائے گا۔ جب صُبح ہُوئی تو ان صنم پرستوں نے اپنے مقدس مقام کا اشنان کیا ہُوا تھا اور ان کے کپڑے اس کے پانی سے بھیگے تھے اب اسلام قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا صبح کو سب آپ کے سلسلۂ بیعت میں منسلک ہو گئے۔ آپنے انہیں کلمۂ توحید کا ورد سکھا دیا۔ انہوں نے آنجناب سے تین حاجات طلب کیں۔ (الف) ہماری اولاد کثرت سے ہو (ب) ہم تجارت سے مالا مال رہیں (ج) خوبصورتی ہمارے لئے مختص رہے۔ آن بزرگوار نے فرمایا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر آپنے الوداعی نصائح فرمائے۔ فرمایا جہاں جاؤ مسجد آباد کرو اور اگر مسجد نہ ہو تو خوبصورت مسجد بنا کر اس کو

لہ آپ عالم وفاضل صاحب عرفانِ الٰہی اور کمال درجہ کے اخلاقِ حسنہ کے مالک تھے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انتہائی مستغرق رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ مبارک پر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ہی عینِ ایمان ہے۔ بانوے ۹۲ برس کی عمر میں ۳ مئی سنہ ۱۹۳۹ء کو بوقتِ عشاء وفات پائی اور ۴ مئی کو حضرت سید حسن رحمۃ اللہ کے جوار میں سپردِ خاک کئے گئے۔ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، سید محمد امیر شاہ قادری مطبوعہ اردو ڈائجسٹ پرنٹرز لاہور سنہ ۱۹۷۲ء۔ ص ۱۲۵-۱۲۷۔

آباد کرو۔ جوانوں میں سب سے بڑا تھا آپ نے اس کا نام عثمان رکھا اور اس کی روحانی تعلیم و تربیت خود فرمائی۔ پھر مرید کرکے اپنا خلیفہ بنایا۔ یہ قوم میمن کہلائی۔ اس خلیفے کا مزار بھی آپ کے احاطے کے اندر موجود ہے۔" [1]

سلسلۂ بیعت

آپ کا سلسلہ مبارکہ خالصتاً قادریہ ہے آپ نے اپنے والد محترم جناب سید محمود رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور صاحب مجاز و معنعن ہوئے۔ اس سلسلے کے تمام افراد گیلانی نژاد مشائخ حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک اپنے اپنے والد کے ہی جُداگانہ مرید و خلیفہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سب کے سب صاحب ولایت ہوتے رہے۔ اور استقامت فی الدین میں درجہ کمال کو پہنچتے رہے اسی لئے آپ کے سلسلہ مبارکہ کو سلسلۃ الذہب کہا جاتا ہے۔ [2] جو ذیل میں درج ہے۔

حضرت سید عبداللہ بن حضرت سید محمود بن حضرت سید عبدالقادر بن حضرت سید عبدالباسط بن حضرت سید حسین ابن حضرت سید احمد بن حضرت سید شرف الدین یحییٰ بن حضرت سید شمس الدین محمد بن حضرت شرف الدین یحییٰ بزرگ ابن حضرت سید شہاب الدین احمد بن حضرت ابو صالح النصر بن حضرت سید السادات جناب غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اجمعین۔

نیز مزید سلسلہ بیعت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچتا ہے اس کی تفصیل یوں ہے۔

شیخ ابوسعید بن مبارک المخزومی، شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الھنکاری، شیخ ابوالفرج طرطوسی، شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی، شیخ ابوبکر شبلی، شیخ جنید بغدادی سید الطائفہ، شیخ سری السقطی، شیخ معروف کرخی، شیخ داؤد طائی، شیخ حبیب عجمی، شیخ حسن بصری، شیخ الاولیاء وسید ابن عم الرسول امیر المومنین علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم [3]

---

[1] آپ عالم و فاضل صاحب عرفانِ الٰہی اور کمال درجہ کے اخلاقِ حسنہ کے مالک تھے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں انتہائی مستغرق رہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم مبارک پر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق ہی عین ایمان ہے۔ بانوے ۹۲ برس کی عمر میں ۳ مئی ۱۹۳۹ء کو بوقت عشاء وفات پائی اور ۴ مئی کو حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں سپرد خاک کئے گئے۔ تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ، سید محمد امیر شاہ قادری مطبوعہ اردو ڈائجسٹ پرنٹرز لاہور ۱۹۷۲ء۔ صفحہ ۱۲۸-۱۲۷۔

[2] حضرت علامہ سید مقبول شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ عالیہ کا نام سلسلۃ الذہب لکھا یعنی اس سلسلے میں کسی قسم کی غلطی، کمی، لغزش، عیب اور کوتاہی نہیں۔ بلکہ کلی طور پر نہایت ہی صحیح اور یکے بعد دیگرے اولیاء کرام سے ہے (یہ مختلف قلمی تحریرات محمد امیر شاہ کے کتبخانہ میں موجود ہیں)

[3] در بیان کسب وسلوک وبیان حقیقت ومعرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۹۔

صحابی ہونے کی وجہ تسمیہ

شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

چوں بعد مرورِ ایام مستعارہ وعدہ "انّ اجل اللہ اذا جاءَ لا یؤخر" قریب آنحضرت را مرض موت عارض شود چندگاہ بر بستر مرض افتادند۔ چوں وقت آخر در رسید و نفس بشمار آمد فرمودند، ایں خانہ را مفرش سازند و معطر کنند۔ چناں کردند، پس خانہ را خلوت ساختند و خود باہر دو فرزند ماندند۔ ناگاہ بینند کہ جناب حضرت سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات با اصحاب کبار و سبطین مختار و حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ درآں خانہ حاضر شدند ایشاں باہر دو فرزند خود بایستادند و سلام تحیتہ بجا آوردند۔ و عرض کردند کہ یارسول اللہ زہ طالع ایں غلام کلبۂ احزان مرا بقدوم میمنت لزوم خود منور فرمودند۔ ارشاد شد کہ اے فرزند از برائے استقبالِ شما آمدیم عرض کردند کہ یا شفیع المذنبین بندہ نیز مشتاق قدم بوسِ جناب است و آرزومند دیدار سعادت انتساب لیکن از برائے ایں دو غلام زادہ دلم پریشان است۔ کہ احوال آنہا بچہ ساں خواہد انجامید۔ آنحضرت فرمودند کہ خاطر جمع دارید کہ کفیل امورِ ایشاں مائیم۔ پس دست جناب حضرت سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ را گرفتہ بدستِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سپردہ فرمودند۔ کہ تربیت ایں بکنید کہ فرزند شما است و ایشاں دست ایشاں را گرفتہ بدست جناب حضرت غوث الاعظم قدس اللہ سرہ العزیز دارند کہ غور ایں ذمہ شما است۔

پس جناب ایشاں می فرمایند کہ درآں وقت حالت دستم داد کہ از خود بلکہ از عالم خبرم نماند۔ و تا سہ روز بیہوش و مدہوش بودم چوں ہوش آمدم از حال والد ماجد خود پرسیدم

ایام زندگی گذارنے کے بعد اس حکم کے مطابق کہ "بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقتِ مقررہ جب آتا ہے تو ٹلتا نہیں"۔ آپ کو مرض موت نے آگھیرا چند دن بیمار رہے جب آخری وقت آن پہنچا گنے چنے سانس باقی رہ گئے تو آپ نے فرمایا اس گھر کے فرش کو سجا دو اور خوشبو سے بسا دو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر اس کمرے کو لوگوں سے خالی کروا دیا گیا۔ اور آپ خود بہ نفس نفیس بمعہ ہر دو فرزند اس کمرے میں تشریف فرما رہے اچانک دیکھا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحاب کبار و سبطین مختار و حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس کمرے میں تشریف لائے۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غلام کی کمال خوش قسمتی ہے کہ آپ نے اپنے مبارک قدموں سے اس حقیر کے غریب خانے کو منور فرمایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹا ہم تمہارے استقبال کے لئے آئے ہیں۔ عرض کیا یا شفیع المذنبین بندہ بھی آپ کی قدمبوسی کا مشتاق ہے اور سعادت مآب رخِ انور کا متمنی ہے۔ ہاں ایک گذارش ہے کہ ان دو غلام زادوں کے بارے میں دل پریشان ہے کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے دل کو پریشان نہ کرو کیونکہ ان کے تمام امور کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ پھر حضرت سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ہاتھ پکڑ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ اس کی تربیت آپ فرمائیں کیونکہ

گفتند ایشاں از سہ روز وصال یافتند، ہر چند شما را خبر کردیم حرکتے نیافتیم لاچار تکفین و تجہیز نمودہ مدفون ساختیم پس بر تربت شریف ایشاں رفتہ فاتحہ خواندم [1]

یہ آپ کا فرزند ہے۔ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کا ہاتھ حضرت غوث الاعظم کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔ "ان کی تربیت و تعلیم آپ کے ذمہ ہے۔
پس حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوگئی کہ مجھے نہ تو اپنی خبر تھی اور نہ ہی دنیا و مافیہا کی اور یہ عالم بیخودی تین دن تک رہا، جب مدہوشی کی کیفیت دور ہوئی تو میں نے اپنے والد گرامی کے بارے میں پوچھا مجھے بتایا گیا کہ ان کے وصال کو تین دن گذر چکے ہیں، ہر ممکن طریقے سے آپ کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی مگر آپ کو بے ہوش ہی پایا مجبوراً تجہیز و تکفین کر کے ہم نے انھیں دفن کر دیا پس پھر میں نے ان کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی۔

تاریخِ وصال

قطب الاقطاب حضرت سیدنا شاہ عبداللہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخِ وصال کا تعین شاہ غلام بن سید محمد عابد بن شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ جناب شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ جزائر دریائے شور میں سات برس تک ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہے پھر آپ نے ہند کا سفر اختیار کیا اور شاہ جہان آباد پہنچے۔ اس وقت اورنگ زیب عالمگیر کی سلطنت کا اوائل تھا۔ [2]

اس تحریر کے مطابق قرین قیاس یہی ہے کہ سنہ ۱۰۶۸ ہجری ۱۶۵۹ عیسوی میں اورنگزیب عالمگیر کی سلطنت کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس طرح سے آپ کا سن وصال سنہ ۱۰۶۰ ہجری ۱۶۵۲ عیسوی بنتا ہے۔ آپ کو بمقام کوہ مکلی [3] میں دفن کیا گیا [4]۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

---

[1] خوارق العادات (قلمی)، حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۵ تا ص۶

[2] خوارق العادات (قلمی)، حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۸، ص۹، ص۱۱۔ [3] صاحب تحفۃ الکرام کے مصنف جناب میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ حج کے ارادے سے جا رہے تھے۔ انہیں اس پہاڑ پر رات گذارنے کا اتفاق ہوا (حاشیہ جاری ہے)

حضرت شاہ عبداللہ صحابیؒ کی سندھ میں تشریف آوری پر مختلف آراء حقیقت کے آئینہ میں

آپ کا نسب نامہ: ۔ آپ کا سلسلہ نسب چودہ[۱۴] پشتوں کے بعد حضرت غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ جب کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک بواسطہ حضرت غوث الاعظم ستائیس[۲۷] پشتوں کے بعد پہنچتا ہے جو ذیل میں درج ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۵۲-۹) رات کو خواب میں دیکھا کہ خداوند قدوس کے انوار و تجلیات کا نزول غیر معمولی طور سے ہو رہا ہے۔ جب آنکھ کھلی تو اس وقت ان کی زبان پر "ھٰذا مکتہٗ لی" کا عربی جملہ جاری تھا جس کے معنی یہ تھے کہ یہ میرے لئے مکہ ہے یہ الفاظ صبح تک اس بزرگ کی زبان پر جاری رہے۔ اس واقعہ کو اتنی شہرت حاصل ہوئی کہ پہاڑ کا نام ہی "مکتہٗلی" پڑ گیا۔ پھر کثرت استعمال کی وجہ سے "تا" گر گئی اور صرف مکلی رہ گیا اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ تحفۃ الکرام (اردو) مترجم اختر رضوی مطبوعہ کراچی ۱۳۷۹ھ ہجری۔ ۱۹۵۹ء عیسوی۔

دوسری روایت کے مطابق مکلی نامی ایک پاکباز زاہدہ عابدہ عورت وفات کے بعد اس پہاڑ پر دفن کی گئی جس کی وجہ سے اس پہاڑی کا نام مکلی پڑ گیا۔ مائی مکلی کا مزار مقدس مخدوم حماد جمالی کی تعمیر کردہ مسجد کے عین محراب سے متصل باہر کی طرف واقع ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مکلی ایک پہاڑ کا نام ہے جو کہ کھیر تھر نامی پہاڑ کی ایک دور افتادہ شاخ ہے جو شمال میں سامونی سے شروع ہو کر کلاں کوٹ سے گذر کر پیر پٹھو پہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایک مشہور روایت ہے کہ اس چودہ میل کی چٹان پہ سوا لاکھ اولیاء اللہ کی قبریں ہیں اور پہاڑ کے دامن میں تقریباً نو سو برس کی تاریخی شخصیتیں مدفون ہیں۔ جن میں نہ صرف مقامی بلکہ غیر مقامی امراءؔ و زراءؔ ادباء اور شعراء وغیرہ آرام فرما ہیں۔ تحفۃ الزائرین ابو سراج محمد طفیل احمد نقشبندی قادری مطبوعہ ناظم آباد کراچی ۱۹۸۳ء بار سوم ص۲ تا ص۲۲ ۔ تاریخ سندھ میں حضرت سید سلیمان ندوی تحریر کرتے ہیں کہ مکلی بارہ میل لمبی سی ایک پہاڑی ہے جس پر ایک قبرستان ہے اس قبرستان میں بڑے بڑے اولیاء، جلیل القدر علماء، نامی گرامی شاعر، مختلف اہل کمال اور سندھ کے فرمانروا و ملوک مدفون ہیں۔ یہ اپنی نزہت اور منظر کے اعتبار سے قابل دید ہے۔ اس قبرستان کے مقبروں کی شاندار عمارتوں کو دیکھ کر ارغون ترخان اور مغل دور کی صناعی اور عمارت سازی کے مختلف نمونے ہمارے سامنے آتے ہیں کوہ مکلی ٹھٹھہ کے نشیب میں واقع ہے۔ سید سلیمان ندوی، مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۷۲ء ص۱۳-۱۴ حاشیہ ۲۔ ۲ محترمی جناب آغا سید سعادت شاہ صاحب مرحوم کے شجرہ میں آپکے اسم گرامی کے آگے مدفن کی جگہ مکلی درج ہے نیز محترم آغا سید شریف حسین شاکرؔ کے شجرے میں بھی اسی طرح درج ہے تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ سید محمد میر شاہ قادری ص۲۵

سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید بدرالدین حسن بن سید علاؤالدین علی بن سید شمس الدین بن سید شرف الدین احمد یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید ابوصالح نصر بن سید عبدالرزاق بن سید شیخ المشائخ عبدالقادر جیلانی بن حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست بن حضرت ابوعبداللہ بن حضرت یحییٰ زاہد بن حضرت محمد بن حضرت داؤد بن حضرت موسیٰ بن حضرت عبداللہ بن حضرت موسیٰ الجون بن حضرت عبداللہ محض بن حضرت حسن مثنیٰ بن حضرت امام حسن بن حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ [1]

یہاں اس امر کی وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ بعض تذکرہ نویسوں کی عدم تحقیق کے باعث جو مغالطہ پیدا ہُوا اُسے دُور کیا جائے اگر وہ حضرت سید شاہ عبداللہ صحابی بغدادی ثم ٹھٹھوی حضرت ابوالبرکات سید حسن پشاوری اور شیخ المحدثین جناب سید شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری پر قلم اٹھاتے وقت آپ کی اولاد سے اور خصوصاً حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے اور شیخ طریقت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خوارق العادات کی طرف توجہ کرتے تو یقیناً اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے ۔ اسی سلسلے میں چند گذارشات ضروری ہیں۔

جناب پیام شاہ جہان پوری لکھتے ہیں کہ

حضرت شاہ محمد غوث کے جد امجد کے نام اور ہندوستان میں تشریف آوری کا تعین کرتے ہُوئے تقریباً تمام تذکرہ نویسوں سے ایک سہو ہوگیا ہے اور وہ یہ کہ انھوں نے آپ کے جد امجد کا نام سید محمود قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ بغداد سے ترک وطن کر کے سندھ تشریف لائے اور ٹھٹھہ میں سکونت اختیار کرلی۔ چنانچہ لاہور کے مشہور مؤرخ مفتی غلام سرور مصنف حدیقۃ الاولیاء سے بھی یہی سہو ہوا۔ اور بعد کے تمام تذکرہ نویسوں نے یہ غلط واقعہ درج کردیا۔[2]

مشہور تذکرہ نویس جناب اعجاز الحق قدوسی سے بھی یہی غلطی سرزد ہُوئی۔ آپ لکھتے ہیں :۔

"ایام طفلی ہی سے آپ کو عبادت کا ذوق تھا۔ ساری عمر ذکر و شغل و عبادت الٰہی میں مصروف رہے شاید اسی شوق کی وجہ سے آپ کو ازدواجی زندگی سے آزاد رہنے کا خیال پیدا ہُوا چنانچہ ساری زندگی تجرد میں گذاری۔" [3]

جناب اعجاز الحق قدوسی "تذکرہ صوفیائے سرحد" میں "سید حسن رحمۃ اللہ علیہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :۔

---

[1] درکسب سلوک وبیان حقیقت ومعرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۲۶

[2] تذکرہ شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ پیام شاہجہان پوری مطبوعہ دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل بل روڈ لاہور ص ۲

[3] "تذکرہ صوفیائے سندھ" اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ سندھ ادبی بورڈ ۱۹۵۸ء ص ۱۲۴

"آپ کا اسم گرامی سید حسن بن سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسن بن سید قاسم بن سید شرف بن سید بدرالدین حسن بن سید علاؤالدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید قطب العالم بن سید صالح النصر بن قطب الدائرہ بن سید عبدالرزاق بن قطب ربانی غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینیؒ" ۱؎

یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ کچھ حضرات کے اسماء کی جگہ قدوسی صاحب نے صرف القاب لکھ دیئے ہیں۔ اسی صفحے پر "پاکستان میں آمد" کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت سید حسن کے دادا سید محمود بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور یہاں تشریف لانے کے بعد ٹھٹھہ کے سادات میں شادی کرلی" ۲؎

اس مقام پر یہ لکھنا کہ جناب سید محمود ٹھٹھہ تشریف لائے بالکل غلط ہے۔ نیز جناب اعجازالحق قدوسی کو ایک اور مغالطہ بھی ہوا، چنانچہ وہ تذکرہ صوفیائے پنجاب میں بعنوان "شاہ محمد غوث لاہوری گیلانی" کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ "سید حسن پشاوری اپنے والد بزرگوار سید عبداللہ گیلانی کے مرید و خلیفہ تھے اور ان کے دادا سید محمود بغداد سے تشریف لاکر ٹھٹھہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ سید محمود کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادہ سید عبداللہ نے پشاور میں سکونت اختیار کرلی"۔ ۳؎

جناب سید عبداللہ صحابی پشاور تشریف نہیں لائے بلکہ ابوالبرکات سید حسن بن سید عبداللہ والد کی وفات کے بعد برصغیر پاک و ہند کا سفر کرکے وارد پشاور ہوئے۔ اس امر کی نشاندہی جناب اعجاز الحق قدوسی نے خود ہی تذکرہ صوفیائے سرحد میں "پشاور میں تشریف آوری" کے عنوان کے تحت کردی ہے۔

"حضرت سید حسن اپنے والد کی وفات کے بعد پاک و ہند اور حجاز کا سفر کرنے اور مختلف بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے پشاور تشریف لائے" ۴؎

زمانہ حال کے ایک تذکرہ نویس مولانا غلام دستگیر نامی لکھتے ہیں:۔

"حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد سید حسن پشاوری نسبت قادریہ اعظمیہ میں اپنے والد سید عبداللہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ان کے جد امجد سید محمود رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے ہجرت کرکے ملک ٹھٹھہ میں آئے اور وہاں سکونت رکھی۔ جب وہ فوت ہوئے تو سید عبداللہ

۱؎ "تذکرہ صوفیائے سرحد" اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ سندھ ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء ص ۳۸۶-۳۸۷

۲؎ ایضاً

۳؎ "تذکرہ صوفیائے پنجاب" اعجاز الحق قدوسی مطبوعہ مرکزی ادبی بورڈ لاہور ص ۵۸۸ حاشیہ ۱

۴؎ "تذکرہ صوفیائے سرحد" اعجاز الحق قدوسی ص ۳۸۹

نے پشاور میں آکر سکونت اختیار کی۔ ان کی نسبت آبائی چند واسطوں سے حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ سید سلطان عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے"۔ [۱]

مندرجہ بالا تاریخی حقائق اس امر کو خود ہی واضح کر دیتے ہیں کہ جناب سید محمود رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے برصغیر پاک و ہند تشریف نہیں لائے جبکہ سید عبد اللہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ تشریف لائے اور انہوں نے وہیں پر ہی شادی کی اور آپ کے دونوں فرزند جناب سید حسن رحمۃ اللہ اور سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ ٹھٹھہ ہی میں پیدا ہوئے۔

شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

جدّ بزرگوار خود سید عبد اللہ کہ چوں اوشاں بعزم سیاحت از بغداد شریف کہ وطن اصلی آباو اجداد ایشاں بود برآمدند اتفاقاً در ملک ٹھٹھہ رسیدند [۲]

اُن کے (حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ) دادا سید عبد اللہ بغداد شریف سے جو کہ اُن کے آبا و اجداد کا اصلی وطن تھا جب سیاحت کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو اتفاقاً ملک ٹھٹھہ پہنچے۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"پس در خانہ بعضے سادات صحیح النسب کہ متوطن آں ملک بودند متاہل شدند، حقتعالیٰ دو فرزند بہ اقبال عطا فرمود یک را بہ حضرت سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوئم را بہ حضرت سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ نامیدند"

"سو آپ نے یہیں صحیح النسب سادات گھرانے میں شادی کر لی جو کہ اسی جگہ کے رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیوی سے دو فرزند عطا فرمائے۔ ایک کا نام سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے کا سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ رکھا۔"

حضرت شاہ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بھی یہیں ہوا اور کوہ مکلی میں دفن ہوئے۔ اور آپ کے فرزند ارجمند سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پشاور میں ہوا اور آج بھی پشاور میں مزارِ اقدس مرجع خاص و عام ہے جبکہ تبلیغ دین و اشاعت سلسلۂ قادریہ میں سید محمد فاضل نے بمقام خانیار [۴] (کشمیر) میں ۱۱۰۷ھ ہجری میں وفات پائی۔ [۵]

---

[۱] "سوانح حیات حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لاہوری" غلام دستگیر نامی ناشر مدنی کتب خانہ چوک گنپت روڈ لاہور ص۸۔

[۲] "خوارق العادات (قلمی) شاہ غلام ص۲"

[۳] درکسب وسلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۹

[۴] سرینگر کشمیر کا پایۂ تخت ہے یہ شہر چار کوس لمبا ہے۔ دریائے بہت، مار اور لچھمہ کل اس کے درمیان سے گذرتے ہیں۔ آئین اکبری ابو الفضل مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ۔ ج ۱ حصہ دوم ص۱۰۲

[۵] "تاریخ کشمیر اعظمی" خواجہ محمد اعظم شاہ دیدہ مری مطبوعہ محمدی لاہور ۱۳۰۳ھ ہجری ص۲۰۲۔

ابوالبرکات حضرت سید حسن قادری ٹھٹھوی ثم پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی سید حسن[1] ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں سید حسن ہی کے نام نامی سے پہچانے جاتے ہیں[2] جبکہ کشمیر اور پونچھ میں شاہ ابوالحسن[3] اور اہلِ پشاور از راہ عقیدت و اخلاص میراں سرکار کے دلپسند نام سے یاد کرتے ہیں۔ ابوالبرکات سید حسن بن شاہ عبداللہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کے متعلق سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"کہ جدِ فقیر سید عبداللہ از بغداد بملک تھٹھہ تشریف آوردند و در آں جا خانۂ بعضے سادات منسوب شدند و والدِ فقیر در آنجا متولد شدند[4]"

مجھ فقیر کے دادا سید عبداللہ بغداد سے ٹھٹھہ تشریف لائے اور وہاں سادات کے ایک گھرانے میں ازدواجی سلسلے میں منسلک ہو گئے۔ اس طرح فقیر کے والد کی ولادت باسعادت وہیں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ کے والدِ ماجد نے اپنے زیرِ سایہ آپ کی تعلیم و تربیت مکمل طور سے کی۔ جناب شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اما حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کلاں بودند و تربیت از پدرِ مشفق خود بے حد و بے عدد یافتند و زیرِ سایہ لطف ایشاں معرفت حاصل نمودند و بدرجہ انتہا رسیدند[5]

جناب سید حسن بڑے صاحبزادے تھے جنہوں نے اپنے شفیق باپ سے نہایت ہی کمال درجے کی تربیت پائی اور انہی کے سایۂ التفات تلے معرفت کی تکمیل کی اور معرفت کے انتہائی بلند مقامات کو پہنچ گئے۔

---

[1] خوارق العادات (قلمی)، حضرت شاہ غلام ص۳
[2] "تذکرہ صوفیائے سرحد" اعجاز الحق قدوسی ص۱۲
[3] "تاریخ کشمیر اعظمی" خواجہ محمد اعظم دیدہ مری ص۲۰۴
[4] "در کسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت" حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵
[5] ایضاً

جناب شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

چوں ایشاں را در صغر سن محبت الٰہی غالب بخدمت والد خود و بعضے بزرگان دیگر مشغول بہ ریاضات و عبادات و کسبِ باطنی وانزدا دخلوت اشتغال نمودند[1]

چونکہ بچپن ہی سے محبت الٰہی آپ پر غالب تھی اسی لئے آپ نے اپنے والدِ ماجد اور دوسرے بزرگوں کی صحبت میں ریاضات و مجاہدات باطنی کی جدوجہد کرتے اور مکمل خلوت میں مصروف رہتے۔

سلوک و معرفت و مجاہدات

آپ کا گھر علم، فضل، فقر اور طریقت کا گہوارہ تھا۔ اس لئے آپ نے چھوٹی عمر اسی میں جملہ علومِ درسیہ کی تکمیل کرنے کے بعد استقامت و استقلال سے منازل سلوک و تصوف طے کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے والدِ گرامی نے بلادِ سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو خوب فروغ دیا۔ ہزار ہا لوگ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے یادِ الٰہی میں محو و مستغرق اور سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کر چکے تھے۔ نیز سینکڑوں افراد کو سلوک و عرفان کے منازل طے کرنے میں رہنمائی کی۔ گم کردہ راہ لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کا ڈھنگ سکھایا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ آپنے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ لوگوں کو قرآن و حدیث کے اسرار و رموز، اخلاقِ حسنہ، اتباعِ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور یادِ الٰہی کی تعلیم و تربیت دینے میں مشغول رہتے۔ آپ کے والدِ ماجد اور ان کے خلفاء کا سب سے اہم مرکزی اصول تبلیغ دینِ متین، اشاعت نبوی اور ذکرِ الٰہی تھا۔ آپ کے والد گرامی کی خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا کہ جب بھی کوئی آپکے سامنے خداوند بزرگ و برتر کا نام لیتا تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ جناب عنایت اللہ قادری[2] جو آپکے خلفاء میں سے تھے فرماتے ہیں۔

"موصوف نے اپنی زندگی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ متواتر دوروں پر رہتے۔ بیواؤں کا عقد کرواتے، وعظ و نصیحت فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتے آپنے ہزارہا لوگوں کو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عامل کرایا۔ صدقِ مقال اور اکلِ حلال کی دعوت آپ کے پند و نصائح کا عنوان ہوا کرتا تھا[3]

---

[1] "در کسب سلوک دبیان حقیقت و معرفت" حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵

[2] جناب عنایت قادری: آپ خلیفہ جناب شاہ عبداللہ صحابی رحمۃ اللہ علیہ صحابی تھے۔ آپ اکبر آباد میں اقامت پذیر تھے۔ آپ کا سلسلۂ طریقت کشمیر سے ہوتے ہوئے آجکل ہری پور میں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا ہے۔ آپنے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "کتاب مجموعہ صلوٰۃ الرسول" جو کہ تیس پاروں پر مشتمل ہے اور اسی میں اپنا سلسلۂ طریقت بھی تحریر کیا ہے۔ "مجموعہ صلوٰۃ الرسول" حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہرویؒ مطبوعہ بنگلہ دیش پریس چاٹگام جلد ۱ ص۳۲۔ [3] "تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" سید محمد امیر شاہ قادری ج ۱ ص۳۵ "تذکرہ مشائخ قادریہ حسنیہ ص۵۲"

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جس ماحول میں سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے پرورش پائی، تعلیم و تربیت حاصل کی اور معرفت و حقیقت کے مقامات طے کئے وہ علم و حکمت اور عرفان و حقیقت کی نورانی شعاعوں سے جگمگا رہا تھا چونکہ آپ اوائل سے فطرتاً حق بین و حق شناس واقع ہوئے تھے۔ اس لئے آپ نے اپنی خاندانی عظمت و شرافت، علمی فضیلت و کمال اور فقر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وافر حصہ پایا تھا۔

سفرِ ہندوستان

والدِ ماجد کے انتقال کے بعد چھ سال تک سندھ کے صحراؤں میں انتہائی محنت، مشقت اور مجاہدات کرتے رہے۔ شاہ غلامؒ لکھتے ہیں۔

اما دلم از انس انسان وحشت کلی گرفت و از خویش و بیگانہ نفرتِ محض پذیرفت پس بہ عزمِ ریاضات و مجاہدات در جزائر شور رفتم و ہفت سال چلہ کشیدم تمام شب تا ستر عورت در میان آب می ایستادم و در روزانہ بہ کنارِ آب می نشستم۔ و قوتم از برگ درختاں بود کہ خود بخود می ریختند چوں میعادِ چلہ درگذشت مراجعت وطن نمودم [1]

میرا دل اس زندگی سے مکمل طور پر متنفر ہوگیا اپنوں اور بیگانوں سے قطعاً علیحدگی اختیار کرلی اور ریاضات و مجاہدات کی غرض سے جزائر دریائے شور کی طرف نکل گیا۔ اور مستقل طور پر سات برس کا چلہ کاٹا تمام رات ناف تک پانی میں کھڑا رہتا اور تمام دن پانی کے کنارے عبادت میں گذار دیتا میری خوراک درخت کے پتے تھے جو خود بخود گرتے تھے۔ جب یہ سات سال کا چلہ ختم ہوا تو میں ٹھٹھہ لوٹ آیا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ آپ کی عالی ہمتی، عزم راسخ، فہم و فراست اور ثابت قدمی سے وہ فرض انجام دے جسے خاندان قادریہ کے بزرگوں نے اشاعت دین اسلام، محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ترویج تصوف و معرفت کے سلسلے میں پورا کرنے کا عہد کیا تھا۔ جب حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ مسلسل سات سال کے مجاہدات و ریاضت کے بعد گھر لوٹے تو آپ کا دل نہ لگا۔ شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بعد از انقضائے ایام معدودہ باز وحشتم اعادہ کرد آں گاہ بہ عزم بلادِ ہند در دل مصمم کردم و برادرِ خورد سید محمد فاضل را ہمراہ گرفتم [2]

چند دن گذرنے نہ پائے تھے کہ اسی کیفیت کا دوبارہ اعادہ ہوا۔ جب یہ کیفیت طاری ہونے لگی تو میں نے ہندوستان کے شہروں کے سفر کرنے کا پکا ارادہ کرلیا اور اپنے چھوٹے بھائی محمد فاضل کو بھی ساتھ لے لیا۔

---

[1] خوارق العادات (قلمی) حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۸

[2] تا ایضاً " " " " " " ص۹

[3] ایضاً " " " " " " ص۹

دراصل ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ چاہتے تھے کہ اپنے بھائی کی تعلیم و تربیت خود کریں اور علومِ معرفت اسے خود سکھائیں۔ تبلیغ دینِ حق کے لئے ایک کامل و اکمل رہبر بنادیں۔ شاہ غلام لکھتے ہیں:۔

"وتعلیم راہ باطنش می کردم" ۱؎ ۔ میں نے اس کی باطنی تعلیم کی یعنی علوم معرفت الٰہیہ سے اُسے آراستہ کیا۔ حتیٰ کہ "تامثلِ خودش ساختم" ۲؎ ۔ میں نے اُسے اپنی مثل بنادیا یعنی آپ کو جو ظاہری و باطنی علوم کے اسرار و رموز پر قدرت حاصل تھی وہ سب کے سب انہیں سکھادیئے۔

آپنے اُس دور میں وہ لمبی لمبی مسافتیں طے کیں کہ جب ان موجودہ آسائشوں، سہولتوں اور آسانیوں کا سوچنا بھی محال تھا تقریباً تمام سفر پیدل ہُوا کرتے تھے۔ اور گوناگوں تکالیف و مصائب برداشت کرنے پڑتے تھے۔ یہ سفر کسی دنیاوی طمع و لالچ کے لئے ہُوا کرتے ہیں۔ دوران سفر خود مستفید ہو کر مخلوقِ خدا کو راہِ راست پر لانے کیلئے ایسے مواقع فراہم کرتے ہیں جن سے وہ بھی مستفیض ہوں۔

اثنائے سفر آپ ایک ایسے مقام پر پہنچے جس کے متعلق شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ، محدثِ کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:۔

"القصہ در اقصائے ہندوستان بدیہی رسیدم"
"کہ بغیر از کفر و بُت پرستی بُوئے از دین و آئین و در آں سرزمین نبود۔" ۳؎

مختصر یہ کہ ہندوستان کے گرد و نواح کے ایک گاؤں میں پہنچا۔ اس سرزمین پر سوائے کفر و بت پرستی کے کسی اور قانون و آئین کی عملداری نام تک نہ تھی۔

نہ ہی کوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام لیوا تھا۔ اور نہ کوئی اس کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے واقف تھا پس اللہ تعالیٰ کا یہ برگزیدہ بندہ جب سرزمین کفرستان کے اس تیرہ و تار مقام پر پہنچا تو بہ منشائے ربِ جلیل اس مقام کو تبلیغ اسلام کے لئے انتہائی موزوں پایا۔

حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"و بیرونِ دیہہ چاہِ دیدم از خاک پُر گشتہ"۔
"اس گاؤں سے باہر میں نے ایک بہت بڑا مٹی سے اَٹا ہُوا کنواں دیکھا"۔
"در قعرِ آں فرو آمدم و برادرم سید محمد فاضل را بر سرِ آں چاہ نشانیدم"۔
جس کے بیچ میں اُتر گیا اور اپنے بھائی سید محمد فاضل کو اس کنوئیں کے کنارے پر بٹھادیا۔
"وگفتم کہ بیادِ حق مشغول باش و از اوقاتِ خمسہ اطلاع ام دادہ باش" ۴؎

۱؎ خوارق العادات (قلمی)، شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص ۹
۲؎ ایضاً ص ۹
۳؎ ایضاً ص ۹
۴؎ ایضاً ص ۱۰

میں نے اُسے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہ اور پانچ وقت کی نماز کی اطلاع مجھے دے دیا کر۔

یہ سچ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ قیام حق کے لئے جن اہلِ اللہ کا شرح صدر کر دیتا ہے اُن کی استقامت کو کوئی طاقت متزلزل نہیں کر سکتی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ [۱]

یقیناً جو اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں انہیں نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس طرح چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ ہر روز روزہ رکھتے اور شام کو سپاری سے افطار کرتے ساتھ ہی ایسی تبلیغ شروع کی کہ لوگ مسلمان ہونے لگے اور شہرہ دور دراز تک جا پہنچا۔ لوگوں نے حاکم وقت کو اطلاع دی کہ گاؤں میں دو ایسے مسلمان آئے ہیں جو لوگوں کو پرانے عقائد سے منحرف کر کے اپنا تابع فرمان بنانا چاہتے ہیں۔ راجہ اپنے مشرکانہ خیالات میں راسخ العقیدہ تھا یہ خبر سنتے ہی سخت برہم ہُوا۔ جادوگروں اور راہبوں کو لے کر اس کنوئیں پر پہنچا۔

شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"خود بر سرِ چاہ آمد و حضرت سید محمد فاضل را گفت کہ اے درویش پیرِ خود را خبر کن کہ بیرون آمدہ۔ با ما جنگ کند" [۲]

(وہ حکمران) بذاتِ خود اُس کنوئیں پر آیا اور سید محمد فاضل سے کہا کہ اپنے پیر سے کہو وہ کنوئیں سے باہر آئے اور ہمارے ساتھ لڑائی کرے۔

محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کو آواز دی اور تمام حال واضح کر دیا آپ باہر تشریف لائے اور بحث و مباحثہ شروع ہو گیا۔ جادوگر راہب نے کہا "اے فقیر لڑائی کے بغیر اب تمہارا چھٹکارہ مشکل ہے۔ اگر کچھ کمال رکھتے ہو تو ظاہر کرو۔

"گفتم شرطِ آئینِ اسلام عدمِ مبارزت است۔ در جنگ و جدال آنچہ تو داری کُن بعد از آں چہ از دستِ ایں ضعیف ظاہر خواہد شد۔"

میں نے جواب دیا کہ اسلامی آئین کی رُو سے لڑائی جھگڑے میں ہماری پہل نہیں لہٰذا تو جو طاقت رکھتا ہے اُسے استعمال کرلے۔ اس کے بعد مجھ ناچیز سے جو بن پڑے گا وہ سامنے آ جائے گا۔

پس اس راہب نے ایک لکڑی اور ایک تیر اٹھایا۔ چلہ کھینچا اور ایسے زور سے تیر چلایا کہ حضرت فرماتے ہیں

"دیدم ہمراہ آں چوب شعلہ آتش مے آید۔"

میں نے دیکھا کہ اس تیر کے ہمراہ آگ کے شعلے آتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ اپنے منہ کے آگے رکھ لیا۔ تیر کی آگ سے میرا صرف تھوڑا سا ہاتھ جل گیا۔ تو راہب کے یہ الفاظ تھے۔

---

[۱] ۶۲ م - ۱۰ یونس [۲] خوارق العادات (قلمی) شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۱

"ایں عجب عزیزیست کہ ازایں آتشِ من زندہ است بخدا کہ اگر بہ کوہ میزدم۔ دود از نہادش میکشیدم"۔ [1]

یہ کیسا دبدبہ شہ زور ہے کہ میری اس آگ سے زندہ بچ گیا یقیناً اگر آگ کے شعلے کو سربفلک پہاڑ پر پھینکتا تو اس کی بنیادوں کو خاکستر کر دیتا۔

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے کافر تیرے پاس اس سے بھی زیادہ کوئی اور طاقت ہے تو اس کا مظاہرہ کر میں نے تمہیں تین بار حملہ کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ وہ کہنے لگا کہ میری باری اب گذر چکی تم وار کرو۔

آنگاہ دست در جیب کردم دیدم کہ سپاری نیم خوردہ از افطار ماندہ است کشیدم و نام قادر ذو الجلال گرفتہ بطرف ساحر زدم۔

میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو بچی ہوئی آدھی سپاری ہاتھ آئی۔ اس آدھی سپاری سے اللہ جل جلالہٗ جو کہ ذو الجلال ہے کا نام لے کر اس ساحر کو مارا۔

وہ آدھی سپاری راہب کے سر کے ایک طرف سے داخل ہوتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی اور وہ راہب فوراً جہنم رسید ہو گیا۔ اس کے ساتھیوں نے جب یہ ہولناک نظارہ دیکھا تو کچھ بھاگ گئے اور باقی مسلمان ہو گئے۔ [2]

لوگ جوق در جوق حاضرِ خدمت ہونے لگے۔ مساجد تعمیر ہوئیں۔ جن کے منبر و میناروں سے خداوند ذو الجلال کی عظمت و کبریائی کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ طریقت کے زیرِ سایہ قرآن، حدیث و فقہ وغیرہ کی تعلیم و تدریس شروع ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزار عالم پیدا ہوئے۔ بَلِّغُوا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃ [3] کی تعمیل کرتے ہوئے عبادت گذار متقی و پرہیز گار تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے۔ پس ظاہر ہوا کہ جو اپنا رشتہ ماسوا اللہ سے موڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑتا ہے وہ دنیاوی غم و آلام اور فکر و وسوسوں سے پورے طور پر چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے۔ آپ کے قلبِ مبارک کی دھڑکن صرف اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے تھی۔ ہر وقت اسی ذاتِ بے ہمتا کی عظمت و کبریائی اس کی دھڑکنوں کے لئے پیغامِ زیست تھی۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود تمام ترآن و بان، ساز و سامان، دبدبۂ حاکمیت، شیطانی سحر اور استدراج حاکمِ وقت، آپ کی قوتِ ایمانی اور عزم و استقامت کو متزلزل نہ کر سکا کیونکہ آپ کا دامن یقینِ کامل کی دولت سے مالا مال تھا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل [4]

ضعف و عزیمت کی تفریق اور اعلیٰ و ادنیٰ کا امتیاز اصحابِ علم کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اصحابِ عشق کے لئے، عشق کا راستہ تو وہ ہے جس میں ضعف و بیچارگی اعلیٰ پر غیر متزلزل یقین، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بتائے ہوئے احکامات پر بلا چون و چرا عمل پیہم اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اس کی رضا کے لئے محبت جذبۂ صادقہ دیکھ کر کفار حیران و ششدر رہ گئے۔ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ [5]

---

[1] خوارق العادات (قلمی)، شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۱۱ [2] یہ تمام تر واقعہ خوارق العادات میں ص۱ تا ص۱۲ پر درج ہے۔

[3] بخاری شریف باب انبیاء، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع دہلی ص۴۹۱ ترمذی باب علم ص۱۳، مقدمہ دارمی مطبوعہ ص۴۶۔ مسند احمد بن حنبل"۔ امام احمد بن حنبل مطبوعہ بیروت ج ۲ ص۱۵ و ص۲۰۲

[4] ۳، ۱۷۳م، آل عمران ۳ [5] ۲۵۸م بقرہ ۲

آپ کا مقدس اعلیٰ وارفع مشن آپ کے عزم و یقین کی پختگی اور مسلسل جدوجہد کی وجہ سے کامیاب ہُوا۔ کفر خائب و خاسر ہُوا۔ آپ نے خاصا وقت وہاں گذارا۔ اور تبلیغِ دینِ اسلام میں سرگرمِ عمل رہے۔

وہاں سے رخصت ہوتے وقت پانچ خلفاء مقرر کئے اور انہیں وصیت کی کہ یادِ الٰہیٰ اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تبلیغِ اسلام امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا رہنا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہوگا [۱]

آمدِ شاہجہان آباد

بعد اس کے آپ نے شاہ جہان آباد کا قصد کیا۔ شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ازآنجا بعزم شاہجہان آباد شدم۔ اوائل سلطنت شاہ اورنگزیب بود۔	جس وقت آپ شاہجہان آباد تشریف لائے تو اورنگزیب کی سلطنت کا اوائل تھا۔

اس مقام پر بھی آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ شروع کیا۔ پُر خلوص خدمتِ دین کی وجہ سے آپ کی خُوب شہرت ہوئی۔

شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

شہرتِ عظیمی افتاد و رجوعِ عالم از زنان و مردان شد کہ اوقاتم خلل پذیرگشت بلکہ اکثر مردم روح مرا دیدہ بےاختیار سر بسجدہ نہادند۔	عوام الناس جس میں مرد اور عورتیں بھی شامل تھیں کا اس قدر ہجوم اور اژدہام ہوتا گیا کہ میری عبادت کے تمام اوقات میں رخنہ واقع ہوتا۔ اکثر لوگ مجھے دیکھ کر سربسجود ہو جاتے۔

نیز آپ لکھتے ہیں کہ یہ بات مجھے بہت ناگوار گزری کیونکہ یہ فعلِ شنیع تھا میں نے انہیں سختی سے منع کیا۔ اور دیگر افراد کو اس فرض پر مامور کر دیا کہ لوگوں کو اس غیر شرعی فعل سے منع کرتے رہیں۔

سفرِ پشاور کی بشارت

چونکہ شاہجہان آباد میں امورِ تبلیغ دین بحسن و خوبی انجام پذیر ہو رہے تھے تو آپ نے قطبِ ربانی غوثِ صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روحانی طور پر عرض کیا۔ کہ اب میں اپنا فریضہ کس جگہ ادا کروں۔ تو آپ کو اشارہ ہُوا کہ آپ پشاور تشریف لے جا کر وہاں سکونت اختیار کریں۔ "کہ ایں طریقۂ ما از شما رونق بگیرد" [۳] کہ ہمارا یہ طریقہ تمہاری وجہ سے رونق پذیر ہوتا ہے۔ پس از روئے امتثال امر آپ پشاور تشریف لے گئے۔ دورانِ سفر آپ نے بہت سے اولیاء اللہ سے

---

[۱] تذکرہ علماء و مشائخ سرحد" سید محمد امیر شاہ ج ۱ ص ۵۳۔ [۲] یہ مغل بادشاہ شاہجہان نے بنایا اور دریائے جمنا کے کنارے ۱۰۴۸ھ ہجری تا ۱۰۵۸ھ ہجری آباد کیا گیا اسی کا نام دہلی ہے راجہ دہلو قنوج $\frac{350}{320}$ ق م میں اسے دہلو یا دہلی کے نام پر آباد کیا گیا آثار الصنادید مطبوعہ نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۶ء۔ [۳] خوارق العادات (قلمی) حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۔

ملاقاتیں کیں۔

لاہور میں آمد

اثنائے سفر جب آپ لاہور پہنچے تو حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

چنانچہ در لاہور میاں میر[1] رحمۃ اللہ علیہ را دیدہ شد بہ صحبت بسیار اتفاق افتاد و از جانبین افادہ و استفادہ حاصل گشت[2]	چنانچہ لاہور میں میاں میر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور ان سے کافی صحبتیں رہیں۔ دونوں طرف سے افادہ و استفادہ حاصل ہُوا۔

لاہور میں آپ نے دینِ اسلام کی تبلیغ میں نہایت سرگرمی سے کام کیا۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء آپ کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہو کر مستفیض ہوئے۔ دورانِ اقامتِ لاہور آپ نے بڑی دلجمعی سے دینِ متین اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کی۔ یہاں سے آپ گجرات (پنجاب) پہنچے۔ اور اس مقام پر جناب شاہ دولہ[3] رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ جناب موصوف نہایت محبت اور پرتپاک طریقے سے ملے۔ چند دن اپنے پاس مہمان رکھا حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے چند ایام گذارنے کے بعد اجازت مانگی مگر انھوں نے انکار کیا۔ آپ نے کہا میں پھر آؤں گا اب میں پشاور جانے کا عزم رکھتا ہوں۔

شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :۔

اے سید صحبتِ ِ پس غنیمت است کہ باز میسر نیست شمارا ولایت ایں جہاں بخشیدند۔ و مارا بہ آنجہاں طلبیدند[4]	اے سید پس اس وقت کی صحبت غنیمت ہے کہ پھر میسر نہیں آپ کو اس جہان کی ولایت بخشی گئی ہے اور ہمیں دوسرے جہان میں بُلا لیا گیا ہے۔

گجرات سے آپ پوٹھوہار پہنچے اور جناب شاہ عبد اللطیف[5] مجذوب رحمۃ اللہ علیہ المعروف بری امام سے ملے۔

---

[1] حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ بمقام سیوستان ۹۵۵ھ / ۱۵۵۰ء میں پیدا ہوئے آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مشائخ عظام میں سے تھے۔ کثیر الکرامت ہونے کے علاوہ شریعت کے احکام پر بہت ہی مضبوط اور مستحکم تھے۔ جہانگیر بادشاہ آپ کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ وہ اپنی تزک میں لکھتا ہے۔

"کہ بغایت فاضل و ریاض مبارک نفس صاحب حال درگوشہ توکل و عزلت منزوی گشتہ از فقر و غنا و از دنیا مستغنی نشستہ است۔"

آپ نے ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۵ء میں انتقال فرمایا مزار اقدس لاہور میں مرجع انام ہے۔ سفینۃ الاولیاء شہزادہ دارا شکوہ ص۶۷، اسرار التصوف ص۱۲۱۔

[2] خوارق العادات (قلمی) حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۸۔ [3] آپ بہت بلند پایہ عالم اور صاحب فقر بزرگ تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔ "از عاظم اولیاء و کبراء مشائخ با حال و قال است۔ جامع فتوحات ظاہری و کمالات صوری و معنوی است۔" آپ کا سلسلہ قادریہ ہے شریعت کے پابند تھے اور آپ نے زندگی کے آخری ایام میں سید حسن رحمۃ اللہ علیہ پشاوری سے ملاقات کی۔ آپ کی تاریخ وفات ۱۰۸۴ھ ہے اور مزار مبارک گجرات میں ہے۔ "خزینۃ الاصفیاء" مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص۱۷۴ تذکرہ شاہ دولہ ایم ایس نسیم چوہدری مطبوعہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور ۱۹۷۰ء بار اول ص۵۵ جبکہ کرامت نامہ (قلمی) ورق ۸۔ لالہ مشتاق رام گجراتی نے ۱۰۸۰ھ لکھا ہے۔

[4] خوارق العادات (قلمی) شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۸۔ [5] شاہ عبد اللطیف المعروف بری امام رحمۃ اللہ علیہ مجذوب جلال سالک ولی العصر تھے بہت سفر کئے فقراء اور مشائخ سے فیوضات حاصل کئے۔ آپ قادری بزرگ تھے۔ موضع نور پور شاہاں میں (جو کہ راولپنڈی سے بطرف اسلام آباد ہے) مزار اقدس ہے۔ آپ نے ۱۱۲۳ھ میں وفات پائی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے ص۲۰۶۔

آپ کی اس ملاقات کا ذکر جناب حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ بن سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ بن شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف **خوارق العادات** میں لکھتے ہیں:۔

چوں در ملک پٹھوہار رسیدم شاہ لطیف مجذوب را دیدم
کہ خیلے صاحب نظر اثر بودند و با من سلوک تمام ملاقات
کردم یک دو روز گزارنید مرخص شدم۔ [1]
جب میں ملک پوٹھوہار پہنچا تو شاہ لطیف مجذوب سے
ملاقات کی جو کہ صاحب نظر بزرگ تھے اور یہ ملاقات
بہت ہی مکمل تھی ایک دو روز گزارنے کے بعد میں ان
سے رخصت ہو گیا۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ بن ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ سے ملاقات کی۔ آپ لکھتے ہیں کہ اٹک سے گذر کر

باز در پنڈی شاہ لطیف نام مجذوب صاحب کشف
وجذب رفتم او را دیدم و آثار مکاشفہ وجذبہ او
معائنہ نمودم اما مقصود فقیر چیزی از او حاصل نہ شد
اور پھر میں پنڈی شاہ لطیف مجذوب کے
پاس گیا جو صاحب کشف وجذب تھے میں نے
آپ کے مکاشفہ اور جذبہ کے آثار ملاحظہ کئے لیکن فقیر کا
مقصود ان سے حاصل نہ ہوا۔ (در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت الٰہی ص۶۳)

پشاور میں آمد و سکونت

حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ سے رخصت ہو کر پشاور کی طرف رخ کیا۔ پشاور شہر سے ایک میل کے فاصلے پر ایک قصبہ بگرام [2] موضع سلطان پور تھا۔ وہاں قیام فرمایا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی طور پر آپ کو اس جگہ قیام پذیر

[1] خوارق العادات (قلمی) حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ ص۹/۱ ۔ [2] تفصیل ملاحظہ کیجئے ص۲۔
[2] پشاور شہر کے دروازہ بازقان اور دروازہ سرجاہ کے جنوب مغرب موجودہ بالا ماڑی کوٹلہ محسن خان کے مغرب، موجودہ وزیر باغ کے مغرب اور اس کے تمام مضافاتی علاقے کو جس میں قبرستان، باغات اور حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک بھی شامل ہے۔ علاقے کے اس مقام پر ایک تاریخی گاؤں آباد تھا جس کا نام سلطان پورہ تھا۔ اور علاقے کی حدود موجودہ ٹنک منڈی اور ڈبگری تک تھی۔ یہ تمام تر علاقہ سلطان پورہ کہلایا جاتا تھا۔ جس کا ذکر تمام تاریخی کتابوں میں موجود ہے اور حضرت علامہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "تذکرۃ الابرار والاشرار" میں یوسف زئی، خلیل اور مھمندوں کے درمیان جو ۹۲۸ھ میں جنگیں ہوئی تھیں اس میں اس جگہ کا نام سلطان پورہ ذکر کیا گیا ہے اس مقام پر نقشبندی سلسلے کے مشہور بزرگ شیخ حبیب اللہ المعروف شیخ حبیب (م ۱۰۹۲ھ) اور مشہور خلیفہ حضرت شیخ شہباز (م ۱۱۲۶ھ) بھی سکونت پذیر تھے۔ "روحانی رابطہ" جناب عبدالعلیم اخونزادہ افغانی مطبوعہ ادارہ اشاعت، ماجوڑ، ص۲۵۔

ہونے کا اشارہ کیا۔ جناب شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

در آں باغ نشستم چوں قدرے از شب درگشت می بینم کہ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، تشریف آوردن و می فرمایند کہ اے فرزند ہمیں است جائے سکنائے تو ہمین است منزل ماواۓ تو باید کہ درین مکان اقامت کنی [1]

میں اس باغ میں بیٹھا جب رات کا کچھ حصہ گذر چکا تو میں نے دیکھا کہ جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، تشریف لائے ہیں اور فرمایا کہ اے بیٹے تیرے رہنے کی یہی جگہ ہے اور ہمیشہ کیلئے تمہارا یہی مقام ہے۔

پھر آپ کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، نے اپنے عصا مبارکہ سے بتایا کہ اس جگہ مسجد، اس جگہ مکان اور اس جگہ تمہاری قبر ہوگی۔ اللہ جل جلالہٗ کو اپنے ہر کام میں مشکل روا جاننا کیونکہ وہ ہی اس کے قابل ہے۔ اور جو کچھ میں نے بتایا ہے وہ تمہیں خود بخود مہیا ہو جائے گا۔ جب آپ صبح اٹھے اذان دی نماز پڑھی تو آپ فرماتے ہیں:۔

"ہنوز اشراق نخوانده بودم کہ مردم شہر و اطراف جوانب فوج در فوج می آیند و برسوخ و اعتقاد ملاقات میکند کہ گویا آشنائے صد سالہ من بودند۔" [2]

ابھی میں نے نمازِ اشراق بھی نہیں پڑھی تھی کہ دیکھا شہر کے اطراف جوانب سے لوگ گروہ در گروہ آرہے ہیں اور نہایت ہی اعتماد و عقیدت سے مل رہے ہیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے یہ لوگ صدیوں سے میرے ملنے والے ہیں۔

ازدواج

پٹھانوں کے بڑے بڑے سردار اور ارباب بھی آکر بیعت کرنے لگے جس باغ میں جناب نے آرام فرمایا تھا، اور مقیم ہونے کا ارادہ رکھتے تھے اس کے مالک نے وہ باغ آپ کی نذر کر دیا۔ لوگ مکان اور مسجد تعمیر کرنے میں مصروف ہو گئے۔ سلسلہ اشاعت و ہدایت شروع ہو گیا جو بھی آتا اپنے ظرف کے مطابق معرفتِ الٰہی حاصل کرتا اور نجاتِ اخروی پا جاتا۔ آپ فرماتے ہیں:

"ہر چہ بطلب مولا می آمد موافق استعداد او تعلیمش میکردم" [3]

یعنی جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی راہ کو طلب کرتا تو میں اس کی استعداد کے مطابق تعلیم دیا کرتا تھا۔

پھر یوں ہوا کہ پٹھانوں کے ایک سردار نے اصرار کیا کہ آپ میری بیٹی نکاح میں قبول کر لیں۔ آپ نے اس کی خواہش کو قبول کر لیا۔ اللہ جل جلالہٗ نے اس بیوی صاحبہ سے ایک فرزند عنایت فرمایا جن کا اسم گرامی سید زین العابدین [4] ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے کنڑ [5] کے ایک مشہور صحیح النسب گھرانے میں رشتے کا پیغام بھیجا۔ یہ کام بامرِ باطنی جناب غوث الاعظم کیا گیا۔

---

[1] خوارق العادات (قلمی) حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸ [2] "خوارق العادات" حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸

[3] ایضاً " " " ص ۱۹ ۔ [4] آپ حضرت ابو البرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ نے تمام ترسلوک اپنے والدِ بزرگوار سے سیکھا۔ حدیث، تفسیر اور دیگر علوم متداولہ جناب حافظ عنایت گجراتی (پنجاب) سے پڑھے۔ سفرِ کشمیر کے بعد آپ کو ضلع ہزارہ میں حویلیاں کے قریب موضع سلطان پور پسند آیا۔ اس لئے آپ نے وہیں سکونت اختیار کر لی۔ اور آپ کا مرقدِ انور بھی وہیں ہے۔ [5] افغانستان میں حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کا گاؤں ہے۔

اس وقت جناب سید غیاث رحمۃ اللہ علیہ اور جناب سید جمال سجادہ نشین تھے جو سید علی ترمذی ؒ المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ صالحہ، عابدہ اور تمام اوصاف سے متصف تھیں۔ آپ نے چند اشخاص کی وساطت سے ممدوحہ کی طرف شادی کا پیغام بھیجا۔ جبکہ سید غیاث اور سید جمال کی خدمت میں یہ بات پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا۔ چونکہ آپ مسافر ہیں ہم آپ کے حسب و نسب سے ناواقف ہیں لہٰذا اس امر میں غور کرنا مشکل ہے۔ رات کو انہوں نے اپنے دادا کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں۔

"ایں خواستگاری را قبول نمایند و مبارک دانید کہ ایں شخص از فرزندانِ خاص سید عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی است و از شما بیک نسبت بافوق است۔" ؎۲

اس درخواست کو قبول کرو کہ یہ شخص سید عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی کے فرزندانِ عزیزہ میں سے ہیں اور آپ سے ایک نسبت میں بہتر ہیں۔

چنانچہ انہوں نے فوراً ہی یہ پیغام قبول کر لیا۔ اور اپنی ہمشیرہ کے ساتھ آپ کی شادی کر دی۔ اس سیدہ کے بطن سے اللہ جل شانہٗ نے دو فرزند عطا کئے ایک کا نام نامی اسمِ گرامی سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے کا سید علی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جناب مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:۔

"زوجۂ وے نیز سیدہ بود از اولادِ سید علی ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ کہ در طاعت و بندگی و عبادت رابعۂ عصر بودند" ؎۳

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بیوی پایۂ ولایت پہنچی ہوئی تھیں اور طاعت و اطاعت میں رابعۂ عصر تھیں۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں:۔

"حسب الارشادِ عالی تفحص فرمودند کہ اگر کدام خاندان سادات صحیح النسب و بزرگان باشد نسبت نمایند چوں حضرت سید عباس کہ ماموں ایں فقیر بودند۔ سید صحیح النسب از اولادِ سید علی ترمذی حضرت سید علی ہمدانی نہایت ورع و تقویٰ و کمالاتِ ظاہری و باطنی داشتند۔ والدۂ احقر ہمشیرۂ اوشان بودند نسبت شد" ؎۴

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ کے ارشاد کے مطابق آپ نے کوشش کی کہ اگر کوئی صحیح النسب سادات کا خاندان ہو تو وہاں شادی کی جائے۔ حضرت سید عباس جو کہ حضرت علی ترمذی (پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ) اور سید علی ہمدانی کی اولاد سے تھے صحیح النسب سید تھے نیز ورع و تقویٰ و کمالاتِ ظاہری و باطنی میں بھی کامل تھے۔ ان کی ہمشیرہ سے آپ کی نسبت قرار پائی جو کہ اس فقیر کی والدۂ ماجدہ ہیں۔

؎۱ آپ سلسلہ چشتیہ میں شیخ نظام الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے اور آپ کا آبائی سلسلہ سہروردی تھا۔ ہندوستان کا سفر کرنے کے بعد بنیر علاقہ سوات میں مستقل سکونت اختیار کی۔ مفتی غلام سرور لکھتے ہیں "از کمالِ اولیاء عصر و مشائخ عظام است" جبکہ علامہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "در وطن خود غوثِ ثانی بودہ اند یعنی بدرجۂ غوثیت و قطبیت بودند" آپ کو اپنے شیخ نے غواص کا لقب دیا تھا آپ غواصِ معانی اور غواصِ بحرِ حقیقت تھے۔ ۹۹۱ھ ہجری میں وفات پائی اور بمقام بنیر دفن ہوئے خزینۃ الاصفیاء ج۲

؎۲ خوارق العادات (قلمی) شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۱ ؎۳ خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ص۱۷۵

؎۴ خوارق العادات (قلمی) شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۱۱۔

نسب نامۂ والدۂ ماجدہ

والدۂ سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ) بنت سید عبد الوہاب بن سید مصطفےٰ بن سید علی (المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ) بن سید قنبر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بن سید احمد یوسف بن سید احمد نور بخش بن سید احمد بیغم بن سید علی (المعروف شاہ ھمدان) بن سید احمد مشتاق بن سید شاہ ابوتراب بن سید حامد بن سید محمد بن سید حسام الدین بن سید شاہ ناصر خسرو بن سید جلال گنج العلم بن سید امیر علی ثالث بن سید ابوالحسن علی بن سید عبداللہ ثانی بن سید علی الصالح بن سید عبداللہ اعرج بن سید حسین اصغر ابن سید الساداتِ امام زین العابدین بن امام حسین بن علی المرتضیٰ رضوان اللہ علیہم اجمعین [۱]

سفرِ کشمیر

عادات اصفیاء و اتقیاء یُونہی رہی ہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق تبلیغ دین و تلاش مقربین حق کے لئے دور دراز ممالک کا سفر اختیار کرتے ہیں۔ پشاور میں انہوں نے علوم عقلیہ و نقلیہ اور تصوّف کا سلسلہ جاری کرنے کے بعد بمصداق آیۂ کریمہ سِیۡرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ" [۲] سفرِ کشمیر اختیار کیا تاکہ اس علاقے کے صُوفیائے کرام، مشائخ عظام اور علمائے ذوی الاحترام سے ملاقات کریں۔ ساتھ ہی اشاعت اسلام کے عام فریضہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہوجائیں۔ چنانچہ آپ ۱۱۹۰ھ ہجری میں پشاور سے روانہ ہوکر دھمتوڑ پہنچے [۳] اس مقام پر ایک شخص مسمی مظفر خان [۴] خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت چند ایام کے لئے اس کلبۂ احزان کو اپنے ورودِ مسعود سے بقعۂ نور بنائیں۔ آپ نے اس کے اشتیاق و عاجزی کو دیکھ کر اس کے سوال کو رد نہ کیا اور چند روز تک اس کی ضیافت کو شرفِ قبولیت بخشا۔ "شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را"

جب آپ نے وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا تو اُس نے عرض کیا۔

"بسیار پریشانم وازدست سلاطین پکھلی [۵] و دھمتوڑ مغلوبم" [۶]

---

[۱] "درکسب وسلوک وبیان حقیقت ومعرفت" حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱۲۸

[۲] ۲۰ک، العنکبوت ۲۹۔ [۳] قلمی تحریرات از مفتی محمد شاہ سعادتؒ جو سید محمد امیر شاہ قادری کے کتبخانہ میں موجود ہیں۔

[۴] یہ قوم پنج کے اکابر میں سے تھا۔ سلطان مظفر خان ان میں زیادہ تر صاحب اقبال ہوا اور مظفر آباد بنام خود آباد کیا۔
تاریخ ہزارہ ڈاکٹر شیر بہادر مطبوعہ دارالشفاء ایبٹ آباد ضلع ہزارہ سنہ ۱۹۴۹ء، ص۳۳۴

[۵] اس کا طول ۳۵ کوس اور عرض ۲۵ کوس ہے۔ اس سرکار کے پورب میں کشمیر اور شمال میں کتور ہے۔ پکھلی کے جنوب میں ککھڑوں کا ملک اور جانب غرب میں اٹک بنارس واقع ہے۔ آئینِ اکبری ابوالفضل ج ۱ ص۹۶۔

[۶] خوارق العادات (قلمی) حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۳

آپ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور اپنی تلوار مبارک اسے عنایت فرمائی۔

"ترا سلطنت آں ملک دادیم و حاکمان را محکوم تو گردانیدم دل خوشدار و ما را با خود پندار انشاء اللہ تعالیٰ ہر طرف رو آری مظفر و منصور باشی" [1]	اس ملک کی سلطنت تمہیں عطا فرمائی اور اس علاقے کے حاکموں کو تیرے ماتحت کر دیا۔ تو حاکم و محکوم، تو اپنے دل کو خوش رکھ اور ہم کو اپنے ساتھ تصور کر جہاں کہیں تو رُخ کرے گا مظفر و منصور رہے گا۔

شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

"کہ حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس شخص نے اتنی کامیابی حاصل کی کہ تمام پہاڑی علاقے اس کے ہاتھ آگیا"۔ [2]

مؤرخ کشمیر جناب مفتی محمد شاہ سعادت لکھتے ہیں کہ آپ نے ۱۰۹۱ھ میں کشمیر پہنچ کر تشنگانِ ہدایت کو علم باطنی سے سیراب کیا [3]

جبکہ علامہ محمد دین فوق لکھتے ہیں :-

دہ ہزار و تود و چند بکشمیر رسید ند قریب صد کس از اہل و عیال و خادمان و مسافران در سایۂ عاطفتش مے گذارند" [4]	آپ ۱۰۹۱-۹۲ھ میں کشمیر پہنچے تو آپ کے ساتھ سینکڑوں افراد تھے جو آپ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتے تھے۔

جناب خواجہ عبدالرحیم قادری [5] میر افضل اندرابی [6] شاہ عنایت اللہ قادری [7] وغیرہم حاضر ہو کر آپ کی توجہات اور فیوض باطنی

---

[1] خوارق العادات (قلمی) شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص۳ [2] ایضاً

[3] قلمی تحریرات از مفتی محمد شاہ سعادت (کشمیر) جناب سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

[4] تاریخ اقوام کشمیر علامہ محمد دین فوق مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور ص ۱۵۸-۱۵۹

[5] آپ میاں میر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے سلسلہ قادریہ نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بھی صاحب مجاز تھے۔ ساری عمر درس و تدریس میں مشغول رہے ۲ صفر ۱۱۱۵ھ میں وفات پائی۔ تاریخ کشمیر اعظمی خواجہ محمد اعظم شاہ ص۲۰۱

[6] میر محمد افضل بن میر شمس الدین بن میر احمد بیسوی جناب سید میرک کی اولاد امجاد سے تھے۔ جناب خواجہ محمد شاہ لکھتے ہیں۔ "وایں میر محمد افضل باوجود کمالات موروثی در خدمت سیادت پناہ شاہ ابوالحسن قادری آمدہ ہمانکہ دست بیعت ہم دادہ" اور یہی جناب میر محمد افضل باوجود خاندانی زہد و تقویٰ اور کرامات رکھنے کے نہ صرف سید السادات جناب شاہ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے بلکہ آپ کے دست مبارک پر بیعت بھی ہوئے۔ آپ نے ۱۱۲۳ھ میں وفات پائی اور اپنے آباء کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔ تاریخ کشمیر اعظمی خواجہ محمد اعظم شاہ ص۲۱۵

[7] شاہ عنایت اللہ قادری عالم، فقیہہ، محدث اور متقی بزرگ تھے۔ کشمیر کے اکابر علماء سے تحصیل علم کیا۔ تمام عمر درس و تدریس میں بسر کر دی مشائخ وقت سے سلوک و تصوف حاصل کیا ماہ شعبان ۱۱۲۵ھ بعمر ۸۰ سال انتقال ہوا "تذکرہ علمائے ہند" مولوی رحمٰن علی مطبوعہ نول کشور ۱۳۱۲ھ ۱۸۹۴ء و مرتبہ و مترجم محمد ایوب قادری پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء ص ۳۵۸

سے بہرہ اندوز ہوئے۔ جناب میر محمد افضل نے تو مرید ہو کر خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔ سید محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کی بیعت تھے۔ جناب سید محمد شاہ سعادت لکھتے ہیں کہ:۔

"قلمی کتاب "غوثیہ" میں حضرت سید حسن اور حضرت سید محمد فاضل کا ذکر نہایت شاندار الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے۔" آپ ممدوح کی پشاور سے تشریف آوری کا نقشہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کھینچتے ہیں:۔

سیدے کہ بصد جلیلے بود ❖ او ز احفادِ شاہ جیلے بود
یعنی اندر نسب بہ حقانی ❖ میر سد تا بہ شاہ جیلانی
نورِ مخفی سر بدن کردند ❖ نام او شاہ ابوالحسن کردند
آں زہندوستاں کشید علم ❖ زد بہ کشمیر بارگاہ حشم
خادماں ہم رہش زحد بودند ❖ کہ قرون از چہار صد بودند [۱]

آپ کی سخاوت و فیاضی کے متعلق تاریخ اعظمی کے مصنف لکھتے ہیں۔ "با وجود ایں قدر قلیل البضاعتی احتیاج استکشاف نبود" [۲] با وجود متاعِ قلیل کے آپ کسی کے محتاج نہ تھے۔

درحقیقت خاصانِ ایزدی کا بھروسہ اور اعتماد اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات بابرکات پر ہوتا ہے۔ اور نہایت ہی صادق جذبے کے تحت ہوتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان پر کرم کی نظر رکھتا ہے۔

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ [۳]

اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اللہ اس کے لئے اسباب پیدا کر دیتا ہے اور اُس کے لئے وہاں سے روزی پیدا کرتا ہے جہاں اس کا وہم و گمان تک نہیں پہنچتا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ اولیاء اللہ رضاء الٰہی کے لئے زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا کارساز ہے۔ ؎ کارساز ما بفکرِ کارِ ماست ❖ فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ماست (مثنوی رومی)

---

[۱] آپ عظیم المرتبت اور جلیل القدر سید تھے آپ شاہ جیلاں (غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد سے تھے۔
نسب مبارک میں حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچنے میں حد درجہ راست تھے۔
آپ کے بدن مبارک میں جو نورِ مخفی رکھا گیا اس کا نام شاہ ابوالحسن ہوا۔
آپ ہندوستان سے اپنی ولایت کا علم لہراتے ہوئے بمقام کشمیر نہایت تزک و احتشام سے پہنچے۔
آپ کے ساتھ بہت زیادہ خدام تھے جن کی تعداد چار سو کے قریب تھی۔
(ترجمہ) یہ فارسی اشعار جناب مولانا خواجہ بہاؤ الدین متوکشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ تذکرہ غوثیہ شریف (قلمی) ص ۳۱۴

[۲] تاریخ کشمیر اعظمی خواجہ محمد اعظم شاہ ص ۲۴۱

[۳] ۲-۳م- الطلاق ۶۵

سفرِ کشمیر میں آپنے طریقہ شطاریہ[1] میں بابا عثمان قادری[2] شطاری سے فیض حاصل کیا۔ جناب مفتی محمد شاہ سعادت لکھتے ہیں۔

چوں شاہ ابوالحسن برادر کلاں شاہ محمد فاضل خانیاری در ایں شہر (سرینگر) نزول فرمودند بخدمت خواجہ عثمان قادری رجوع کردند بصحبتش نمودند بلکہ رابطۂ معنوی حاصل کرد[3]

جناب شاہ ابوالحسن (سید حسن) شاہ محمد فاضل خانیاری کے بڑے بھائی نے سرینگر میں قیام فرمایا تو بابا عثمان قادری کی خدمت میں رجوع کیا ان کی صحبت اختیار کی بلکہ روحانی فیوضات بھی حاصل کئے۔

جبکہ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:۔

"چوں خواجہ ابوالحسن برادر کلاں شاہ محمد فاضل لاہوری در عہد وے بکشمیر رونق افروز شدے بخدمت آنجناب حاضر شدہ۔ استفادہ فیض شطاریہ حاصل نمود"۔[4]

جب ابوالحسن شاہ محمد فاضل کے بڑے بھائی کشمیر میں رونق افروز ہوئے تو آپ بابا عثمان شطاری کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور استفادہ کرنے کے بعد سلسلہ شطاریہ میں منسلک ہوگئے۔

آپ کی تبلیغ و اشاعت اسلام، ترویج معرفت و طریقت، تزکیہ نفوس و اصلاحِ قلوب اور خدمتِ غرباء و مساکین کا اتنا چرچا ہوا کہ لوگ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہونے لگے اور مشرف بہ بیعت ہوتے آپنے چھ ماہ تک وہاں قیام فرمایا اور لوگوں کے از حد اصرار پر سید محمد فاضل[5] کو اپنی جگہ پر علومِ دینیہ کی تعلیم اشاعتِ دینِ اسلام اور سلسلہ قادریہ حسینیہ کے فروغ کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔ جناب شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

---

[1] طریقہ شطاریہ کے بانی شیخ شطار خراسانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو غالباً نویں صدی کے اوائل میں ہندوستان تشریف لائے۔ اور مانڈو میں سکونت اختیار کی ۸۳۲ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ "تاریخ دعوت و عظیمت" سید ابوالحسن علی ندوی حصہ چہارم ص۲۳

[2] آپ بابا حاجیہ قادری کے فرزند تھے ۱۱۱۰ھ ہجری میں وفات پائی اور مزار پر انوار سرینگر محلہ بلبل لنگر میں زیارت گاہ عام و خواص ہے خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری جلد ۲ ص ۳۲۰-۳۲۱

[3] مفتی محمد شاہ سعادت کی قلمی تحریرات۔

[4] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص ۳۶

[5] آپ کی ولادتِ باسعادت بمقام ٹھٹھہ ۱۰۲۹ھ ہجری میں ہوئی جبکہ محبوب شاہ داتوی بحر الجمان کے صفحہ ۱۰۰ پر آپ کی پیدائش ۱۰۹۴ھ ہجری لکھتے ہیں جو کہ قطعی غلط ہے۔ کیونکہ ۱۰۹۱ھ ہجری میں آپ اپنے بڑے بھائی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ (شاہ ابوالحسن) کے ساتھ کشمیر آئے۔ انہوں نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت کی اور آپ کو شریعت و طریقت کے تمام رموز سکھا دیئے۔ مفتی محمد شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے محترم بھائی حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زانوے ادب تہہ کیا اور نہ صرف ظاہری علوم میں شرفِ تلمذ حاصل کیا بلکہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کی تعلیمات و ہدایات کی اجازت حاصل کی۔ آپ تبلیغ اسلام اشاعتِ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور تزکیہ نفس کے لئے اپنے برادر بزرگوار کی ہمرکابی میں کشمیر تشریف لے گئے۔ جب حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ چھ ماہ کا عرصہ گذارنے کے بعد واپس آنے لگے تو سید محمد فاضل کو خرقۂ خلافت مرحمت فرمایا اور دستار بندی کرائی۔

(حاشیہ جاری ہے)

"اکنون وصیت میکنم شمارا کہ در خدمتِ ایشاں رجوع باشید ایشاں را نائب و جانشینِ من دانید بلکہ عین من پندارید۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہماں مہمات شمارا کافی خواہد بود پس منشورِ خلافت بنامِ ایشاں نوشتند و دستارِ مبارک را بسرِ ایشاں بستند"[1]

اب میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان کو میرا نائب و جانشین سمجھو بلکہ یوں جانو کہ میں ہی ہوں۔ انشاء اللہ یہ تمہاری تمام مشکلات میں مددگار رہوں گے۔ پس سلسلہ عالیہ قادریہ کا منشورِ خلافت ان کے نام تحریر کردیا اور دستارِ مبارک عطا فرمائی۔

کشمیر سے پشاور واپسی پر سفرِ کابل

جناب سید حسن رحمۃ اللہ علیہ خود واپس پشاور تشریف لے آئے اس عرصے میں آپ نے یہ محسوس کیا کہ جس طرح تبلیغ دین و اشاعت اسلام کے لئے ہندوستان اور کشمیر میں آپ نے مضبوط مراکز قائم کئے اور خلفاء مقرر کئے اسی طرح افغانستان کے علاقے میں بھی دینی خدمت کی اشد ضرورت ہے چنانچہ آپنے افغانستان کا رُخ کیا اور کابل کی سیاحت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۲ نیز وہیں اقامت گزین ہونے کی تلقین کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جناب سید محمد فاضل نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو آپ کے برادر کلاں سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اور وہ اسی طرح تبلیغ اشاعت دین متین، فروغ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سلوک و معرفت اور رشد و ہدایت کے لئے عوام کی رہنمائی میں ہمہ تن محو رہے۔ آپ نے خصوصی توجہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی تجدید و ارتقاء اور لطائف قلبیہ، اوراد و وظائف کی مشق کرانے کی طرف منعطف کی۔ دُنیا جوئی و جاہ طلبی سے لاتعلق ہو کر مسندِ رشد پر متمکن رہے۔ گو کوئی مقررہ آمدنی تو میسر نہ تھی تاہم تحائف و ہدایہ جو آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے اس کا نصف حصہ غرباء، مساکین اور یتامیٰ کی حاجت روائی پر صرف کر دیتے۔ مختلف بلاد سے آنیوالے مہمانوں کے ساتھ آپ نہایت انکساری، تواضع، خاطرداری اور دلنوازی سے پیش آتے۔ بالخصوص سادات کرام اور اولیائے عظام کی تعظیم و تکریم بجا لانا آپکا وطیرہ خاص تھا۔ تاریخ کبیر کشمیر تحفہ اول کے صفحہ ۶۴ کے حوالے سے مفتی محمد شاہ سعادت لکھتے ہیں "بقدر سہ لاکھ خروار درصرف لنگر او سالانہ بود" یعنی تین لاکھ خروار فصلانہ آپکے لنگر کا خرچ ہُوا کرتا تھا" صدکس از اہل و عیال خادمان و مسافران در ظلّ عاطفت گذران مے کردند و ہر چہ از فتوحات مے رسید بر ایشان صرف می کردند۔ واز ذخیرہ کردہ مجتنب بودند" یعنی اہل و عیال اور مریدین کے ساتھ تقریباً سو آدمی آپکے زیرسایہ زندگی گذارتے اور ان سب کا خرچ آپ خود برداشت کرتے تھے۔ جو کچھ بھی آتا اُن پر خرچ کر دیتے اور جمع کرنے سے اجتناب کرتے۔ نیز صفحہ ۲ پر لکھتے ہیں" ہر چہ از قوت و کسوت مردم مسافر صادر و وارد بود وقت رخصت خرچ بقدر منزلت و مرتبہ مسافر در رعایت و تحمل و وظیفہ خواران، جاہل و عالم نوع فرمود کہ موجب عبرت زمانہ شد" یعنی ہر ایک مسافر جو بھی آتا تو رخصت کے وقت اس کا رتبہ و مقام سمجھ کر چاہے وہ جاہل ہو یا عالم وظیفہ عطا فرماتے جو اس زمانے کے لوگوں کے لئے عبرت کا باعث ہوتا۔ آپکا وصال جمادی الاول ۱۱۷۱ھ ہجری محلہ خانیار سرینگر کشمیر میں ہُوا۔

[1] خوارق العادات (قلمی)، شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۷

کی۔ علماء فضلاء اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں خود بھی مستفید ہوئے اور دوسروں کو بھی مستفیض کیا۔ ہزارہا لوگ بیعت ہوئے دینی تعلیم عام کرنے کے لئے مساجد میں مدرسے قائم کئے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم کے لئے علماء کو بطور معلم مقرر کیا۔ آپ نے ۹ ماہ تک افغانستان میں اشاعت دین اسلام اور ترویج سلسلۂ قادریہ کر کے مراجعت اختیار کی۔ چونکہ حاکم کابل نواب امیر خان[1] آپ کے سلسلہ بیعت میں منسلک ہو چکا تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ کابل آنے کی دعوت دی۔ اس مرتبہ آپ کی تشریف آوری پر امراء، رؤسا اور وزراء نے بیعت کی۔ آپ نے انہیں رسم و رواج کے خلاف جہاد کرنے کی تلقین کی۔ اور عوام الناس کو بالعموم باعمل اور دین متین کے احکامات کو سمجھنے اور سمجھانے کی شد و مد کے ساتھ ہدایت کی۔ وہاں بھی خدمت خلق کا یہی عالم تھا کہ لنگر سے روزانہ سینکڑوں بھوکوں کو پیٹ بھر کر کھانا ملتا۔ مفلوک الحال اور نادار لوگوں کی امداد کی جاتی۔ بیمار لوگوں کا علاج معالجہ اور محتاجوں کی دستگیری کی جاتی۔ مختصر یہ کہ آپ کی زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ تھی۔ افغانستان کے علاقے میں آپ کی تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ نکلا کہ افغانستان کے علاقے میں ذکر و فکر کے حلقے قائم ہوئے۔ لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہوئے۔ چنانچہ ہزارہا لوگوں کو راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ جس ہندوستان اور کشمیر میں مراکز قائم کئے اسی طرح آپ اپنے اس مشن میں افغانستان کے علاقوں میں بھی کامیاب ہوئے اور ہدایت کے مختلف مرکز ہرات، قندہار، کنڑ اور ننگھور (ننگرہار) میں قائم کئے۔ اور ان تمام مراکز پر اپنے تابعین مقرر کر دیئے۔ آپ نے دوبارہ پشاور واپسی اختیار کی۔ کچھ ہی عرصے بعد حاکم کابل نواب امیر خان کی خصوصی دعوت پر آپ نے افغانستان کا آخری سفر کیا۔ یہ دعوت ۱۱۰۰ھ ہجری میں دی گئی۔ وہاں چند دن قیام فرمانے کے بعد نواب امیر خان سے کہا

"اے نواب ازیں ملک بیرون باید شد کہ وبای عظما و عذاب الٰہی بر سر ایں ملک نازل میگردد۔ و ہیچ متنفس بسلامت نخواہد ماند۔"	اے امیر اس ملک سے کوچ کرنا چاہئیے کیونکہ وبائے عظمٰی اور عذاب الٰہی اس ملک پر نازل ہونے والا ہے اور کوئی شخص بھی اس سے نہ بچ سکے گا۔

نواب نے عرض کی۔

اے سید برحق آنچہ شما فرمودید یقین دارم کہ شد نیست اما چہ کنم کہ عالم نوکری است"۔ [2]	اے سید برحق جو آپ کا ارشاد ہے اس پر میرا یقین ہے کہ یونہی ہو کر رہے گا۔ مگر میں کیا کروں کہ نوکری کا معاملہ ہے۔

---

[1] نواب امیر خان خلیل اللہ خان یزدی کے بیٹے تھے۔ اور والدہ بیگم حمیدہ بانو سیف خان کی بیٹی اور عین الدولہ آصف خان کی نواسی تھیں۔ آپ عالمگیر کے عہد حکومت میں مختلف عہدوں پر متمکن رہے۔ بالآخر بیسویں سال جلوس میں محرم الحرام ۱۰۸۸ھ ۲۱ فروری ۱۶۷۷ء میں اعظم خان کوکہ کی بجائے اس صوبہ (کابل) کے ناظم رہے۔ آپ نہایت باصلاحیت اور کامیاب حاکم تھے۔ ۲۷ شوال ۱۱۰۹ھ ہجری ۱۶۹۸ء میں نواب امیر خان کا انتقال ہوا۔ مآثر الامراء۔ صمصام الدولہ شاہ نواز خان مطبوعہ ببلوانڈیکا کلکتہ ۱۸۸۹ء ج ۱ ص ۲۷۲۔

[2] خوارق العادات (قلمی)، شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۱۔

اخلاقِ کریمانہ

محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اخلاقِ کریمانہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میرے والدِ بزرگوار سید حسن رحمۃ اللہ علیہ مخلوقِ خدا کے ساتھ اس قدر شفقت، رافت اور مہربانی سے پیش آتے جیسے باپ بیٹے سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی کوئی مریض ہوتا اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس کی غذا اور دوائی کا خرچ اسے دیتے۔ کسی نادار مقروض کے متعلق علم ہو جاتا تو اسکا قرض یا تو خود ادا کرتے یا قرض کی ادائیگی کا ذمہ لے کر مقروض کی گلو خلاصی کرا دیتے۔ بیوہ اور مسکین بچیوں کی شادی کے سلسلے میں اگر کوئی مالی امداد کا خواستگار ہوتا تو آپ فوراً اس کے جہیز کا بندوبست کر دیتے۔ جو بھی کثیر العیال اپنی پریشانیاں آپ کی خدمت میں عرض کرتا آپ اس کے کھانے اور کپڑے کا انتظام فرماتے اس کا یومیہ مقرر کرتے حتی کہ اسے دوبارہ سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ جو بھی مجاھد جہاد کے لئے گھوڑے اور اسلحے سے واماندہ ہو جاتا تو آپ فوراً اپنا اسلحہ اس کی کمر کے ساتھ باندھ دیتے۔ اپنے گھوڑے پر سوار کر کے رخصت کر دیتے۔ اگر کوئی بھوکا آپ کے پاس آتا تو اسے صبح و شام اپنے مطبخ سے کھانا دیتے۔ طلباء کی کتابیں، کپڑے اور کھانے کا انتظام آپ خود فرماتے''۔ [1]

غرض یہ کہ آپ کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا اور حبیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے لئے وقف تھی۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت، محبت، رافت اور خدمتِ خلق کا مکمل و اکمل مظہر تھی۔

حضرت سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

''قبلہ گاہی از دار الفناء بدار البقاء رحلت فرمود بروز جمعہ بیست و یکم ذی القعدہ در سن یک ہزار و یک صد پانزدہ وفات یافتند'' [2]

والدِ گرامی نے بروز جمعہ ۲۱ ذی قعدہ ایک ہزار ایک سو پندرہ ہجری میں وفات پائی۔

شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

کہ واقعہ وفات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ بیست و یکم شہر ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ ہجری (یک ہزار و یک صد و پانزدہ) واقع است۔ [3]

حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ ہجری میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

---

[1] ''تذکرہ صوفیائے سرحد'' اعجاز الحق قدوسی ص ۳۹۔ خوارق العادات (قلمی) ص ۳۰۔۲۹

[2] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۲

[3] خوارق العادات (قلمی) حضرت شاہ غلام رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۱

حضرتِ محدّث کبیر سیدنا شاہ محمّد غوث پشاوری ثمّ لاہوری

آپ کا اسم گرامی محمد غوث بن ابوالبرکات سید حسن ٹھٹھوی ثم پشاوری بن حضرت شاہ عبداللہ المعروف صحابی بغدادی ثم ٹھٹھوی ہے آپ کا سلسلہ نسب سولہ پشت کے بعد ابو محمد محی الدین سید عبدالقادر الجیلانی الحسنی والحسینی والبغدادی تک پہنچتا ہے۔ اور آپ سے ۲۸ پشت امام الاولیاء وخلیفہ چہارم داماد محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)، سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہُ الکریم تک پہنچتا ہے۔

سن پیدائش کی تحقیق

آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۹۱ھ ہجری میں موضع سلطان پور علاقہ بگرام[۵] پشاور میں حضرت رابعۂ عصر بنتِ حضرت سید عبدالوہاب ابن علی ترمذی المعروف "پیر بابا" کے بطن مبارک سے ہوئی۔

محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

حضرت سید عباس کہ خال فقیر بودند سید صحیح النسب از اولاد حضرت سید علی ترمذی و حضرت سید علی ہمدانی بودند۔ درنہایت ورع و تقویٰ وکمالات	جناب سید عباس جو کہ فقیر کے ماموں تھے آپ صحیح النسب سید تھے حضرت علی ترمذی (پیر بابا رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت سید علی ہمدانی کی اولاد سے تھے۔ آپ (سید عباسؒ)

۵ چوں موضع بگرام کہ بہ پشاور شہرت دارد مورد قیام نصرت شد" ابوالفضل لکھتے ہیں کہ بگرام یا بجرام پشاور ہی کا دوسرا نام ہے۔ اور شہر کو ولایت پشاور کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ تومنِ بگرام کو پرشاور کہتے تھے اور اس پرگنہ میں کابل، ثمر قند اور بخارا شامل تھے۔ انہی کو یک جا کر کے پرگنہ کہا جاتا تھا۔ اور اس پرگنہ میں جو شہر اور قصبے آباد تھے، انہیں تومان کہا جاتا تھا۔ اکبر نامہ ابوالفضل ج ۱ ص ۲۴۵

Gopal das, O.P. Cit P-141.

ایک ہندو راجہ بگرام نے اس شہر کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اس راجے کا لقب بگرام تھا اسی لئے اس شہر کا نام بگرام مشہور ہوگیا۔ مگر یہ روایت اس راجہ کی شخصیت کی طرح ہی قیاس پر مبنی ہے۔

جناب چارلس میسن لکھتے ہیں کہ یہ لفظ ترکی زبان کا ہے اس میں Bi یا BE کے معنی چیف یعنی سردار کے ہیں۔ اور گرام ہندی میں بقول کنگھم بہت ہی فوقیت رکھنے والا شہر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ نیز آپ سنسکرت کے Vi اور گرام سے اخذ کرتے ہیں۔ آپ کے خیال کے مطابق اس مرکب لفظ میں تین بڑے اور مشہور شہروں کی حدود پر واقع بڑے شہر بھی شامل ہیں یہ شہر اس قدیم زمانے میں کابل، جلال آباد اور پشاور تھے بل ذکر ہیں۔

Narrative of various Journeys, Charls Masson Vol. III P. 165.

ظاہر و باطن بودند۔ والدۂ احقر ہمشیرۂ اوشان بودند۔ نسبت شد و فقیر متولد گشت۔ [1]

نہایت ہی متقی، پرہیزگار اور ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ تھے۔ اس فقیر کی والدہ جناب عباس کی ہمشیر تھیں جن سے میرے والد کی شادی ہوئی اور انہی کے بطن سے یہ فقیر پیدا ہُوا۔

سوانح نگاروں نے آپ کی سن ولادت کا اپنی تالیفات میں ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ علم تاریخ میں سن ولادت معلوم کرنا نہایت ہی اہم اور ضروری امر ہے۔ اگر سوانح نگار آپ کی تصنیف "درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" کا اس نقطۂ نظر سے تجزیہ کرتے۔ تو آنجناب کی سن ولادت آپ کی اپنی ہی تحریروں کو مطابقت دینے کے بعد آسانی سے دریافت ہوجاتی۔ محدث کبیر لکھتے ہیں :۔

"چوں احقر در ہفت سالگی رسید ہر چند قرآن میخواند۔ ضبط نمیشد" [2]

جب یہ احقر سات برس کا ہُوا ہر چند قرآن پڑھتا تھا مگر وہ یاد نہیں ہوتا تھا۔

اس عبارت سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ آپ نے سات برس کی عمر میں تعلیم شروع کی۔ نیز دو تین سطر کے بعد لکھتے ہیں۔

"دراندک زمان تحصیل علم ظاہر شد چنانچہ درسن ہژدہ سالگی از تحصیل کتب متداولہ فارغ شدم" [3]

تھوڑے ہی وقت میں علم ظاہری تکمیل کرلی۔ چنانچہ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام کتب متداولہ سے فراغت ہوگئی۔

آپ نے اٹھارہ برس کی عمر میں تکمیل علم ظاہری کے بعد اپنے والد گرامی مرتبت سے استدعا کی کہ مجھے طریقہ قادریہ میں بیعت کریں۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

چوں ایں فقیر بعد فراغ تحصیل درسن ہژدہ سالگی طلب ایں لا از والد نمودم قبول فرمودند و بیعت در طریقہ عالیہ قادریہ نمودہ۔ طریقہ شغل و ذکر فرمودہ در خلوت نشانیدند [4]

جب یہ فقیر ۱۸ برس کی عمر میں علم کی تکمیل کرچکا تو اپنے والد گرامی سے معرفت کے راستے کی طلب کی۔ انہوں نے میری اس گذارش کو قبول کیا اور مجھے طریقہ عالیہ قادریہ میں بیعت کرکے ذکر اور اشغال کے طریقے عطا فرما کر خلوت میں بیٹھا دیا۔

---

[1] درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۱
[2] ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
[3] ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۵۲
[4] ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۵۵

آپ کی یہ مندرجہ بالا عبارت واضح کرتی ہے کہ تحصیل علم کے بعد آنجناب بیعت ہُوئے اور چھ برس تک سلوک و معرفت کے حصُول میں ریاضت اور مجاہدے میں مصروف رہے۔ والدِ گرامی نے سلوک و معرفت کی اس چھ سالہ زندگی کے بعد آپ کو منشورِ خلافت عطاء فرمایا۔ اور اسی برس والدِ بزرگوار کا انتقال بھی ہُوا۔

محدّثِ کبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہر چند ایں فقیر لیاقت ایں امرِ خطیر نداشت اما از امتثالِ امر حضرت والدِ مرحوم اباد عذر نتوانست کرد و آنچہ می بأیست در خود معائنہ نمی کردم دبآن مقامِ اعلیٰ کہ مطلوب است نرسیدم. لیکن بعد شش سال قبلہ گاہی از دار الفنا بدار البقا رحلت فرمود، در روز جمعہ بیست و یکم ذیقعدہ در سن یک ہزار و یک صد و پانزدہ وفات یافتند و بایں خرقہ اجازت عطا فرمودند۱؎

اگرچہ یہ فقیر (محمد غوث) اس امرِ عظیم کے قابل نہ تھا مگر والدِ مرحوم کے سامنے اس حکم کے قبول کرنے میں کسی قسم کا انکار یا عذر نہ کر سکتا تھا، اور جو کچھ ہونا چاہیئے تھا وہ کمال مَیں لپنے اندر نہ پاتا تھا۔ اور وہ عظیم مقام جو اس راہِ سلوک میں مطلوب تھا اس تک نہ پہنچا تھا مگر چھ برس کے بعد قبلہ والد صاحب نے بروز جمعہ ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۱۵ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اور اس فقیر کو خرقۂ خلافت سے نوازا۔

آپ کی ان عبارات سے یہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ابتدائے تعلیم سات برس کی عمر میں کی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کر لی۔ جبکہ سلوک و معرفت کی تعلیم چھ برس میں کی گویا چوبیس برس کی عمر میں آپ نے علمِ ظاہری و باطنی کو بطریقِ احسن مکمل کر لیا۔ جس سن ہجری میں آپ کو منشورِ خلافت عطا کیا گیا، اسی سال ۱۱۱۵ھ ہجری میں ان کا انتقال بھی ہُوا۔ ان حقائق سے عیاں ہو جاتا ہے کہ آپ کا سن ولادت ۱۰۹۱ھ ہے۔

اکتسابِ علومِ دینیہ

آپ کا خاندانی ماحول نہایت ہی علم و فضل اور زہد و تقویٰ سے معمور تھا۔ آپ نے اسی لئے ایسے پاکیزہ ماحول میں پرورش پائی جو کتاب و سنت کے اتباع و اطاعت میں مصروف تھا۔ چنانچہ والدِ گرامی نے آپ کی تعلیم پر انتہائی توجہ دی اور سات برس کی عمر میں قرآنِ حکیم کی تعلیم دینا شروع کر دی۔

محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

چوں احقر در ہفت سالگی رسید ہر چند قرآن میخواند ضبط نمیشُو و قاصر الفہم بود قبلہ گاہی بجناب حضرت پیر دستگیر در باطن عرض کردند کہ ایں پسر را مہربانی فرمایند از جناب مہربانی شد کہ بہرۂ از علمِ ظاہر و باطن بخشیدم بعد آن بفضلِ الٰہی فتح یاب علم شد۲؎

جب احقر سات برس کی عمر کو پہنچا تو کم فہم ہونے کی وجہ سے باوجود کوشش کے قرآن مجید یاد نہ ہوتا تھا۔ والدِ گرامی نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں روحانی طور سے عرض کی کہ اس بچے پر مہربانی فرمائیں۔ آنجناب نے مہربانی فرمائی اور میں علم ظاہر

۱؎ در کسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) ص۶۲
۲؎ ایضاً ص۵۲

باطن سے خوب بہرہ ور ہُوا۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم
سے علم کے دریچے کھُل گئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلیل عرصے میں ہی اس نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز فرمایا۔ اور وہ تمام علوم جو درسِ نظامی سے عبارت ہیں۔ آپ کو اُن پر مکمل دسترس حاصل ہوگئی۔ گویا ۱۱۰۶ھ ہجری میں تمام علومِ ظاہرہ سے فراغت حاصل کرلی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

چنانچہ در سن ہژدہ سالگی از تحصیل کتب متداولہ فارغ شدم [۱]
مَیں نے اٹھارہ سال کی عمر میں کتب متداولہ سے فراغت حاصل کرلی۔

تفسیر حدیث۔ فقہ، صرف، نحو، ادب، فصاحت، بلاغت، فلسفہ، منطق، علم کلام۔ الٰہیات، مناظرہ ومباحثہ یعنی آپ نے تمام علومِ نقلیہ وعقلیہ میں یدِ طولیٰ حاصل کرلیا۔ مگر خصوصیت کے ساتھ عربی ادب پر کمال دسترس حاصل کی۔ اسی لئے آپ کی اکثر تحریرات عربی میں ہیں۔ درکسب وسلوک و بیان حقیقت ومعرفت میں آپ لکھتے ہیں کہ:۔

"مطول [۲] در شش ماہ خواندم [۳]"
"مَیں نے مطول چھ ماہ میں پڑھ لی"۔ جبکہ دوسری کتابوں پر بھی جلد ہی عبور حاصل کرلیا۔

حصُولِ علم کے لئے سفرِ کابل

دسویں صدی ہجری کے آخر اور گیارھویں صدی ہجری کی ابتداء میں علومِ فقہ، صرف، نحو اور اصول کا مرکز بخارا، افغانستان اور ترکستان تھا۔ اس وقت عالمِ علوم ظاہری وباطنی جناب اخوند مولوی محمد نعیم [۴]

---

[۱] درکسب سلوک وبیان معرفت وحقیقت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵۲
[۲] مطول:۔ علم لشرع سعد الدین التفتازانی علی تلخیص المفتاح۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ ص۱۴۷۳
[۳] درکسب سلوک وبیان معرفت وحقیقت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵۲
[۴] حضرت مولانا محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ جناب شیخ حاجی عبداللہ کوہاٹیؒ المعروف حاجی بہادر (م ۱۰۹۰ھ ہجری) کے مقتدر خلیفہ تھے۔ جناب محمد درویش تحفۃ السالکین (قلمی)، ص۱۱۲ پر لکھتے ہیں:۔
"اخوند نعیم پاپینی ساکن کامہ کہ یکے از خلفائے خدا بین بود واز منجملہ کمل اولیائے اثرِ خود بودند"۔
"جناب اخوند محمد نعیم پاپینی موضع کامہ کے رہنے والے تھے۔ آپ جناب حضرت خدا بین (حاجی بہادر کوہاٹیؒ) کے خلفاء میں سے تھے۔ اور اپنے زمانے کے کامل ترین اولیاء میں سے تھے۔ نیز آپ ص۲۴ کے ساتویں شعر میں لکھتے ہیں۔
ہم از وگشت شیخ اخوند نعیم ❊ از وصل حبیب یافت نعیم
۱۱۲۱ھ ہجری میں آپنے وفات پائی اور مزار مبارک موضع کامہ کے نزدیک ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔" روحانی ترڑون" عبدالحلیم اثر افغانی ص۲۸۔

کے علم و فضل کا خصوصاً اصول میں بہت شہرہ تھا۔ آپ ان کے اس شہرہ کو سن کر افغانستان کے پرگنہ محمود کامہ پہنچے۔ جیسا کہ محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

در محمود کامہ قریہ است از جلال آباد از پرگنات کابل عزیزی بود۔ اخوند محمد نعیم از خدمت ایشاں توضیح و تلویح میخواندم و در حق فقیر توجہات و مہربانی بسیار میکردند و در خدمت ایشاں ہرچہ از علوم ظاہری و باطنی بود نصیب شد[1]

کابل کے صوبہ جات میں سے صوبہ جلال آباد میں ایک بستی محمود کامہ ہے وہاں ایک بزرگ اخوند محمد نعیم تھے۔ میں نے اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر توضیح و تلویح پڑھی۔ آپ اس فقیر پر نہایت ہی مہربانی اور توجہ فرماتے۔ آپ کی خدمت میں رہ کر جو علوم ظاہری و باطنی میں میرا نصیب تھا وہ حاصل ہو گیا۔

مدینۃ الاولیاء لاہور میں دینی علوم کا حصول

یہ آپ کی ہمت، عالی حوصلگی، عزم راسخ اور حصولِ علم کی لگن کا نتیجہ تھا کہ اتنی کم عمری میں آپ مسندِ علم پر جلوہ افروز ہوئے۔ جب آپ علوم عقلیہ و نقلیہ میں فضیلت حاصل کر چکے تو ہندوستان کا رُخ کیا۔ چونکہ فقہ اور دیگر علوم کا مرکز اگر بخارا اور افغانستان تھا تو علوم تفسیر و حدیث کا مرکز لاہور اور دہلی تھے۔ دہلی میں جناب شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ قطب السالکین و زبدۃ العارفین مولانا شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ۔ مفسر القرآن علامہ مُلّاں احمد جیون جیسے علمائے حدیث و تفسیر کے دار العلوم اپنی علم کی نورانی شعاعیں پھیلا رہے تھے۔

لاہور میں جناب مُلّاں احمد جیون مصنف "تفسیر احمدی" کے شاگرد رشید مولانا نور محمد مدقق کا دار العلوم تھا۔ لاہور کے محلہ منڈی فالیز آباد میں حضرت علامہ محدّث جلیل جان محمد کلاں[2] علم حدیث کا درس دیتے تھے۔ آنجناب مولانا عبدالحمید کے شاگرد تھے۔ نیز مولانا تیمور سے بھی آپ کو شرف تلمذ تھا۔ اور آپ ہر دو حضرات مولانا محمد اسماعیل المعروف "وڈے میاں" سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد و خلیفہ تھے۔

لاہور یعنی مدینۃ الاولیاء اصحاب علم و فضل و تقویٰ و ورع کا مسکن[3] زاہدوں اور عابدوں کا مامن اور علوم اسلامی کا مرکز تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ایک مکتوب میں نواب قلیج خان[4] اندجانی صوبیدار لاہور کو لکھتے ہیں

---

[1] درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱۰۱ [2] تفصیل ملاحظہ کیجئے ص۲۸۴

[3] تفصیل ملاحظہ کیجئے ص۲۸۵ [4] قلیج خان، اندجان کا رہنے والا تھا۔ آگرہ میں آکر اُمرائے اکبری میں داخل ہوا۔ مختلف خدمات کی انجام دہی کے بعد جاگیرات اور مناسب عہدوں پر فائز رہا۔ ۱۰۰۵ ہجری میں شہزادہ دانیال کو جب الٰہ آباد کی صوبیداری ملی تو قلیج خان جو کہ شہزادے کا خسر بھی تھا اکبر کے حکم سے اس کا اتالیق مقرر ہوا۔ سال جلوس چہل و ششم (۱۰۱۰ ہجری) میں بادشاہ نے اُسے لاہور کی صوبیداری عطا کی۔ "نقوش" لاہور نمبر۔ عہد غزنوی سے دور حاضر تک کی تاریخ ۱۰۱۴ء سے ۱۹۶۱ء تک فروری ۱۹۶۲ء ص۲۲۹۔

بہ قلیج خان صدور یافتہ در بیان آنکہ ترقی وابستہ بورع و تقویٰ است[1] اس عنوان کے ضمن میں لاہور کے متعلق تعریفی کلمات قلمبند کرتے ہیں۔

"ثانیاً اظہار محمدت و شکر گذاری ایشاں می نماید کہ در بلدۂ معظمہ لاہور بوجود ایشاں بسیارے از احکام شرعیہ دریں طور زمانہ رواجے پیدا کردہ است و تقویت دین و ترویج ملت در آں بقعہ حاصل گشتہ است و آں بلدہ نزد فقیر ہمچوں قطب ارشاد است نسبت بہ سائر بلاد ہندوستان خیر و برکت آں بلدہ بجمیع بلاد ہندوستان ساری است۔ اگر آنجا دین را ترویج است در ہمہ جا نحوے از رواج متحقق است حق سبحانہٗ تعالیٰ مؤید و ناصر ایشاں باد[2]"

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ ان حضرات کی حمد و ستائش اور شکر گذاری کرتا ہے کہ ان کے دم قدم سے بلاد عظمیٰ لاہور میں اس گئے گذرے دور میں بھی احکام شرعی رواج پذیر ہیں۔ اور اس جگہ دین کی تقویت اور ملت کی ترویج حاصل ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ شہر لاہور تمام ہندوستان کے شہروں میں قطب الارشاد کا درجہ رکھتا ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت تمام بلاد ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس شہر میں دین رواج پذیر ہو جائے تو باقی علاقوں میں بھی دین شعائر کا رواج متحقق رہے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کا مؤید و ناصر ہو۔

اذنِ حدیث

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ جب لاہور پہنچے تو علم حدیث کی اجازت آپ نے اسی مقدس شہر میں رہ کر حاصل کی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"استماع حدیث از میاں جان محمد صاحب کلاں در منڈی فالیزہ آباد بودہ می نمودم و اذنِ حدیث گرفتم"[3]

استماع حدیث میاں جان محمد کلاں، ساکن منڈی فالیزہ آباد سے کیا اور آپ ہی سے اجازت تعلیم حدیث بھی حاصل کی۔

لاہور میں اس وقت بڑے جلیل القدر اکابر و علماء موجود تھے جن کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ نے وافر حصہ پایا جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

حاجی محمد یار بیگ، مولوی عبدالہادی صاحب و میاں محمد داؤ صاحب نابینا کہ دراں عہد فضلائے کمال بودند۔ استفادہ از بعض علوم نمودہ شد[4]

حاجی محمد یار بیگ، مولوی عبدالہادی صاحب اور میاں محمد داؤد صاحب نابینا جو اپنے زمانے کے تمام باکمال فضلاء میں سے تھے میں نے ان سے بعض علوم حاصل کئے۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ مکتوب ۴۲ صفحہ ۶۱

[2] ایضاً . . . . صفحہ ۶۲

[3] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۶۴

[4] ایضاً . . . . صفحہ ۶۲

جس طرح حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد حضرت شاہ عبداللہ علم کی مشعل لے کر وارد باب الاسلام ٹھٹھہ (سندھ) ہوئے۔ اس مقام کو معمور کرنے کے بعد آپ کے والد بزرگوار ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہندوستان' افغانستان اور کشمیر میں رشد و ہدایت کی ترویج کر کے خطۂ پشاور کو شریعت و طریقت کی نورانیت سے منور کیا جبکہ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے افغانستان' پشاور' پنجاب اور ہندوستان کے علماء و فضلاء سے علوم عقلیہ و نقلیہ اور معرفت الٰہی کے اسرار سیکھ کر اسی علمی ورثہ سے تمام برصغیر پاک و ہند کے تشنگان علم و معرفت کو سیراب کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی صاحب علم و فضل اور صاحب ارشاد انکار نہیں کر سکتا۔ زوال بغداد کے بعد بخارا علم و حکمت کا مرکز بنا۔ اور بخارا کے بعد افغانستان اور پھر لاہور اور دھلی علم و فضل کے مرکز بنے۔ جناب شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے ان مراکز علم و فضل سے سیراب ہو کر اپنی علمی پیاس بجھائی۔

حصول سلوک و معرفت

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے علم ظاہری کے حصول کے لئے برصغیر کا سفر کیا اور افغانستان کی سرحد سے لیکر پنجاب تک کے علمائے محققین سے استفادہ کیا۔ اسی طرح علم تصوف[1] کے حصول کے لئے بھی افغانستان اور تمام ہندوستان کے مشائخ، صوفیاء اور علمائے مسترشدین سے فیض حاصل کیا۔ جیساکہ آپ لکھتے ہیں۔

در اثنائے تعلیم ہم شوق و طلب حق بایں فقیر غالب بود اما قبلہ گاہی میفرمودند کہ بعد از فراغ تحصیل چیزے گفتہ خواہد شد[2]

حصول تعلیم کے دوران اس فقیر کو طلب حق کا شوق دامنگیر ہوا۔ لیکن قبلہ گاہ والد محترم فرماتے تھے کہ جب تم تمام علوم متداولہ پڑھ لوگے تو تمہیں کچھ ارشاد کیا جائے گا۔

ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ عالم علوم ظاہری و باطنی اور فخر المحدثین تھے اور آپ اس امر سے بھی بخوبی واقف تھے کہ بغیر علم ظاہری کے حصول کے علم باطن کا حصول باطل ہوا کرتا ہے۔ جیساکہ حاجی خلیفہ لکھتے ہیں۔

"وعلم الشریعۃ بلا علم الحقیقۃ عاطل وعلم الحقیقۃ بلا علم الشریعۃ باطل"[3]

اس لئے آپ نے جس طرح حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کی اس سے بیّن ثبوت ملتا ہے کہ ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ علمی کمال میں انتہائی اتباع سنت کے داعی تھے اور آپ کا طریقہ نہایت ہی صاف ستھرا اور نتھرا ہوا شریعت اسلامیہ کے مطابق تھا۔ جس میں کسی قسم کی بدعت اور خلاف شرع فعل کی آمیزش تک

[1] ویقال لہ علم الحقیقۃ' ایضاً وھو علم الطریقۃ ای تزکیۃ النفس عن الاخلاق الردیۃ وتصفیۃ القلب من اغراض الدنیۃ"۔ اس علم کو علم حقیقت بھی کہتے ہیں اور یہی علم طریقت بھی ہے یعنی اخلاق ذمیمہ سے نفس کو پاک کرنا اور دنیاوی خواہشات سے قلب کو صاف کرنا کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۴۱۳

[2] درکسب سلوک وبیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۶ ۔

[3] کشف الظنون ج ۱ ص ۴۱۳ ۔

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیرومرشد کی تربیت و ہدایت کے مطابق اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر اس قدر فیوض و برکات فرمائے۔ اتنی رحمتوں کا نزول ہوا، اتنی بخشش وعنایات ہوئیں، اتنے اسرار و رموز کھلے کہ جن کی تفصیل میں بیان نہیں کرسکتا۔ "وتفاصیل آن در نوشتن نمی آید" [1]

حصُولِ منشورِ خلافت

حضرت ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس نامور عالم، مبلّغ اسلام فرزند کے حصُول علم کے بعد چھ برس تک مکمل تزکیۂ نفس، تربیت وتعلیم سلوک و معرفت اور اسرار علوم باطنی و ظاہری سے آراستہ و پیراستہ کرکے مقاماتِ روحانی میں اپنی مثل بنا کر سلسلہ عالیہ قادریہ کے مسندِ ارشاد پر متمکن فرمادیا۔ اور پھر منشورِ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

"حضرت محدثِ کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے منشورِ خلافت کو جو انہیں والدِ گرامی مرتبت نے عطا فرمایا تھا اپنی تصنیف "درکسب وسلوک وبیان حقیقت ومعرفت" تحریر کیا ہے جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ہر قسم کی صفت وثنا اسی ذاتِ اقدس کے لئے زیبا ہے جس نے اپنے نورِ معرفت سے عارفوں کے دلوں کو منوّر کیا۔ اور صاحبانِ سلوک کے احوال کو تمام عالمین پر اپنے انتہائی فضل کی برکت سے فضیلت عطا فرمائی۔ انبیاء کے سردار جن کا اسم گرامی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اُن کی آل و اصحاب پر درود وسلام ہو۔ عارفوں کے شیخ قطب ربانی محی الدین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی الحنبلی رضی اللہ عنہ وارضاہ اپنے مرید کو وصیت فرماتے ہیں۔ "اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے رہو اطاعتِ الٰہی کی حفاظت کرو، شریعت مطاہرہ کے ظاہری اعمال کی پابندی کرو اور حدود دینِ الٰہی کی حفاظت کرو۔ یقیناً ہمارا طریقہ ان مندرجہ ذیل اصولوں پر مبنی ہے جن کی بنی تجھے وصیت کرتا ہوں۔ سینہ جو قلب کی جگہ ہے اُسے اللہ کی یاد سے پُر رکھنا۔ اپنے چہرے کو ہمیشہ ہشاش بشاش رکھنا۔ ہاتھ سے نیکی کرنا۔ دُکھ دُور کرنا (معناً ومجازاً)، اپنے بھائیوں کی لغزشوں اور غلطیوں کو معاف کرنا، چھوٹوں اور بڑوں کو نصیحت کرتے رہنا۔ اوقات کی پابندی کرنا۔ نیکی کے مواقع پر اپنی قربانی پیش کرنا، کسی پر زیادتی کرنے سے پرہیز کرنا۔ جو اپنا ہم مشرب وہم مذہب نہ ہو اس کی صحبت ترک کرنا۔ دینی اور دنیاوی امور میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

فقر کی حقیقت

فقر کی حقیقت یہ ہے کہ جو تجھ جیسا ہو اس کے سامنے دستِ سوال نہ کر۔ اور غنا کی حقیقت یہ ہے کہ جو بھی تجھ جیسا ہو تو اُس سے بے نیاز ہو جائے۔ تصوف محض باتیں نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقت ثابتہ ہے جو نفس

---

[1] درکسبِ سلوک وبیان حقیقت ومعرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵۶

کو ظاہری طعام سے بھوکا رکھنے، خواہشاتِ نفسانی کو چھوڑ دینے، دُنیاوی لذات کو ترک کر دینے، اور ان تمام چیزوں کو جنھیں نفس پسند کرے چھوڑ دینے کا نام ہے۔ مَیں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ جب کسی فقیر سے ملاقات ہو تو شروع شروع میں اس پر اپنا علم ظاہر نہ کرو بلکہ نرمی سے پیش آؤ۔ کیونکہ طالب کو علم ڈراتا ہے۔ اور پیر کامل کی نرمی مائل کرتی ہے۔ اور مَیں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ صاحبِ دولت وجاہ کے ساتھ تواضع سے پیش نہ آؤ۔ اور نہ ہی فقیروں کے پاس عاجزی کا اظہار کرو۔ دنیا میں صرف دو چیزیں تمہارے لئے کافی ہیں۔ ولی کی صحبت اور فقیر کی خدمت۔ یہ وصیت اس شخص کے لئے ہے جس نے اس وصیت کو توجہ سے سُنا، اور تمام سالکوں اور مریدوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ کرے اور جو کچھ اُوپر ذکر کیا ہے تجھے اور ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ پس یہ بندہ ناچیز سید حسن قادری کہتا ہے کہ مجھے خلافت اور طریقہ قادریہ کی اجازت دینے کے لئے قطبِ ربانی غوثِ صمدانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بوساطت اپنے والدِ گرامی کے پہنچا۔ اور جب مَیں نے اپنے فرزندِ عزیز کو واقفِ اسرارِ ربانی اور دینِ مُبین پر یقین کامل کی حد تک ثابت قدم پایا تو اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا۔ اس کے بعد مَیں نے پسند کیا کہ اسے اس طریقے کی اجازت دے دوں تو مَیں نے اس سے عہد بیعت لیا اور خلیفہ بنایا تاکہ وہ جو طالبانِ سلوک ومعرفت آئیں انہیں سلوک کی تعلیم دیں اور شرق وغرب کے درویشوں، پرہیزگاروں اور صاحبِ ثروت لوگوں کی تربیت و پرورش نورِ قادری سے کریں۔ حقیقی سالک کی طرح زہد و تقویٰ کا نمونہ بن کر اس مسندِ خلافت پر متمکن ہو۔ جس شخص کو ان صفات کا اہل سمجھیں اُسے خرقہ خلافت سے نوازے۔ ذکرِ قادری کی من وعن اسی طرح تلقین کرے جس طرح اُس نے مجھ سے سیکھا۔ یہ تلقین اذکار و اوراد بغیر کسی کمی بیشی کے اسی طرح کرے جو مجھ سے سیکھے تھے۔ وہ ہر حال میں خواہ خفیہ ہو یا ظاہر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور مجھے دُعا میں نہ بھُولے۔

سلسلۂ طریقت

مجھے اپنے والد اور مرشد سید شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد اور مرشد سید محمود رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد عبدالباسط رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد اور مرشد سید حسین رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد مرشد سید شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید شرف الدین یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید بدرالدین حسن رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید علاؤالدین علی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید شمس الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید شرف الدین یحییٰ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید شہاب الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید ابی صالح النصر رحمۃ اللہ علیہ سے

اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید السادات قطب ربانی غوث صمدانی سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے مرشد شیخ ابو سعید بن مبارک المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے مرشد و شیخ، شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی الهنکاری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ ابو الفرج طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد ابو الفضل عبد الواحد بن عبد العزیز تمیمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ جنید بغدادی سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے شیخ و مرشد شیخ الاولیاء و سید ابن عم الرسول امیر المؤمنین علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے اور انہوں نے اپنے مرشد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

ایضاً

معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد و امام علی بن علی بن موسیٰ الرضی سے اور انہوں نے اپنے والد اور مرشد امام موسیٰ الکاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے مرشد اور والد امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد امام العالمین امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سید تاج الدین امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد و مرشد سبط رسول الثقلین قرۃ العین سید الکونین یعنی ابی عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے اور انہوں نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک سے یہ خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

نوٹ

ابو البرکات سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ کا منشورِ خلافت محدثِ کبیر حضرت سیدنا **شاہ محمد غوث** قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قلم کا منسلک ہے

سال مشغول میبوم و ذکر لسانی و جهر و خفیه و دیگر
قلبی و مراقبات کردم موافق استعداد و نصیب حالات وارد
شد همه حقیقت حال خود بجناب ایشان عرض میکردم دراکثر
صواب بعد تحسین میفرمودند و انچه خطا بود تدارک آن مینمودند
و تفصیل آن در نوشتن نمی آید از کتب و شغل معلوم
میشود بعد از شش سال از راه مهربانی اجازت نامه
نوشته دادند که نقل آنرا در اینجا نوشته شد
بسم الله الرحمن الرحیم الحمد لله الذی نور قلوب
العارفین بنور معرفته و فضل احوال السالکین علی
العالمین بکمال فضله و کرمه والصلوة والسلام
علی افضل الانبیاء محمد صلی الله علیه و آله و اصحابه
اجمعین قال الشیخ العارف القطب ربانی
محی الدین سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی
رضی الله تعالی عنهما فیما اوصی به مریده قال اوصیک

مندرجہ بالا حضرت محدث کبیر
سیدنا شاہ محمد غوث
رحمۃ اللہ تعالیٰ کا خرقۂ خلافت
ہے جو کہ آپ کے والد گرامی
حضرت ابو البرکات سید حسن
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
آپ کو عنایت فرمایا ہے۔
(مملوکہ سید محمد امین شاہ قادری)

تقوى الله وحفظ طاعته ولزوم ظاهر الشرع وحفظ
حدوده وأن طريقنا مبني على سلامة الصدور
وبشاشة الوجوه وبذل الندى وكف الأذى والتصفح
عن عثرات الإخوان ونصيحة الأصاغر والأكابر وترك
الخصومة في الأوقات وملازمة الإيثار ومجانبة الا
لبار وترك صحبة من ليس من طبقتهم والمعاونة
في الدين والدنيا وحقيقة الفقر أن لا تفتقر إلى من هو
مثلك وحقيقة الغنى أن تستغني عمن هو مثلك
وليس التصوف ما أخذ عن القيل والقال لكن عن
الجوع وترك الدنيا وقطع المألوفات والمستحسنات
وأوصيك إذا لقيت فقيرا أن لا تبتدئه بالعلم
بل بالرفق فإن العلم يوحشه والرفق يؤنسه وأو
صيك أن لا تصحب الأغنياء بالتعزز والفقراء بالتذلل
وحسبك من الدنيا شيئان صحبة ولي وخدمته

هذه وصية لمن سمعها وسائر الفقراء والمريدين
الكثير هم الله تعالى وفقك الله وايانا لما ذكرنا و
يقول العبد الفقير الفاني الكبت المعروف المشرف
باجازة الطريقة القادرية باذن قطب الرباني
غوث الصمداني حضرت شيخ عبد القادر الجيلاني
رضي الله تعالى عنه لولدي وابني محمد غوث جعله
الله بالعهد وافيا بقوقا في دينه ثابتا لصفاء نفسه
وبحب الله تعالى فاجبت ان اجره فاخذت
عليه العهد والقيته خليفة على تسليك السالكين
وتربية المريدين والفقراء الصالحين والاتقياء
المعتبرين في الطريقة القادرية الارض شرقا
وغربا وان يجلس على السجادة سالكا اركانها
بالزهد والورع وان تلبس الخرقة منه من غير زيادة
ونقصان فيه وان الله في سره وجهره وان لا

من الدعاء ثم إلى مرشدي إني لبست الخرقة
المشرفة من والدي ومرشدي عبد الله وهو
من والده ومرشده سيد محمود وهو من والده و
مرشده سيد عبد القادر وهو من والده ومرشده
سيد عبد الباسط وهو من والده ومرشده
سيد حسين وهو من والده ومرشده
سيد أحمد وهو من والده ومرشده
سيد شرف الدين قاسم وهو من عمه ومرشده
سيد شرف الدين يحيى وهو من والده ومرشده
سيد بدر الدين حسن وهو من والده ومرشده
سيد علاء الدين علي وهو من خاله ومرشده
سيد شمس الدين محمد وهو من والده ومرشده
سيد شرف الدين يحيى وهو من والده ومرشده
سيد شهاب الدين أحمد وهو من والده ومرشده

سیدابی صالح النصر وہو من والدہ ومرشدہ

سید عبدالرزاق وہو من والدہ ومرشدہ

القطب الربانی والغوث الصمدانی حضرت

سید شیخ عبدالقادر الحسنی والحسینی الجیلانی

رضی اللہ عنہم وہو لبسہا من شیخہ ومرشدہ شیخ

ابوسعید المبارک المخزومی وہو لبسہا من

شیخہ ومرشدہ شیخ الحسن علی بن محمد یوسف

القرشی الہنکاری وہو من شیخہ ومرشدہ شیخ

ابوالفرح الطرطوسی وہو من شیخہ ومرشدہ شیخ

ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز یمنی وہو من

شیخہ ومرشدہ شیخ ابوبکر شبلی وہو من شیخہ ومرشدہ

شیخ جنید البغدادی وہو من شیخہ ومرشدہ شیخ

سری سقطی وہو من شیخہ ومرشدہ شیخ معروف

کرخی وہو من شیخہ ومرشدہ شیخ داؤد طائی وہو من

ومرشدہ شیخ حبیب عجمی وہو من صحبتہ

ومرشدہ شیخ حسن البصری وہو من صحبتہ و
مرشدہ شیخ الاولیاء وسید ابن عم الرسول
امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
وہو لبسہا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم وایضاً المعروف الکرخی لبس
الخرقۃ من مرشدہ وامامہ امام علی موسی الرضا
وہو من والدہ ومرشدہ امام موسی الکاظم
وہو من والدہ ومرشدہ امام جعفر صادق
وہو من والدہ ومرشدہ امام محمد بن الباقر
وہو من والدہ ومرشدہ امام العالمین سید
الساجدین امام زین العابدین وہو من والدہ
ومرشدہ امام حسین شہید کربلا وہو من جدہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ومن والدہ علی بن ابی طالب

رحمهم الله و جمهم و هر چند این فقیر لیاقت این امر خطیر

نداشت اما از امتثال امر حضرت والد مرحوم ابا و عنه

نتوانست کرد و آنچه می بایست خود معاینه نمیکردم

و بآن مقام اعلی که مطلوب است نرسیدم لیکن

بعد شش سال قبله گاهی از دار الفناء بدار البقاء

رحلت فرمود در روز جمعه بیست و یکم ذی القعده در

سنه یکهزار و یکصد و پانزده وفات یافتند و بالی

خرقه اجازت عطا فرمودند و وصیت نمودند که خدمت

فقرا و مساکین همواره و دعا درکرده باشید و طمع از

از مخلوق منقطع نمائید و التجا در حضور عبید نمند مزدان

و امیران نکنید بانچه گفته شده مشغول باشید و بانچه

حق تعالی عطا کند قانع باشید و قات ایشان چون

از شوق و طلب بسیار بود بقصد دیدن اهل الله

بر ... حتی شناخت از خانه روان شدم در آنکه

برِصغیر میں ہمعصر علماء، مشائخ و مجاذیب سے ملاقاتیں

ابوالبرکات سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے وصال کے بعد خانقاہ کی تمام تر ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ کچھ ہی عرصے میں مدرسے اور خانقاہ کو نہایت مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ باوجود مدرسے اور خانقاہ کی انتہائی اہم مصروفیات کے آپ نے پشاور اور گرد و نواح کے مقامی مشائخ و علماء اور باہر سے آنے والے فقراء کے ساتھ باقاعدہ ملاقاتیں اور میل ملاپ جاری رکھا۔ اس سلسلے میں پشاور شہر میں ہی جناب حافظ عبدالغفور نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے دوستانہ مراسم تھے۔ آپ اکثر ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ باوجود اس کے آپ لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ صحبتِ ایشاں مفید بود لیکن فقیر را اصلاً تشفی نمیشود"۔ ؎۲

"آپ کی صحبت اگرچہ فائدہ مند تھی مگر درحقیقت فقیر کو تشفی نہیں ہوتی تھی"۔

اُن دنوں پشاور میں پوٹھوہار کے ایک فقیر شاہ چراغ تشریف لائے ہوئے تھے آپ نے اُن سے بھی ملاقات کی اور لکھتے ہیں ـــ "اکثر اسرار پیشِ فقیر بیان فرمودند و بسیار مہربانی می کردند"۔ ؎۳

"اس فقیر کو عموماً اسرار و رموز سے آگاہ فرماتے اور بہت ہی مہربانی فرمایا کرتے تھے"۔

علاقہ پکھلی کے ایک درویش شاہ حسین شافعی رحمۃ اللہ علیہ پشاور آئے ہوئے تھے جو طریقہ کبرویہ کے شیخ تھے ان کے متعلق آپ لکھتے ہیں ـــ "کہ اکثر اتفاق صحبتِ ایشاں رفت می شد و تاثیرِ تمام داشت"۔ ؎۴

پشاور ہی کے مضافات میں ایک ولی اللہ مسمّی شیخ احمد موضع لنڈی میں سکونت پذیر تھے۔ محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ "شیخ احمد لنڈی قریب پشاور بود ند مردے مرتاض و متقی عالم با علمِ حدیث مدت سی چہل سال بودہ"۔ ؎۵

"قصبہ لنڈی میں ایک بزرگ شیخ احمد تھے مرتاض، متقی اور علمِ حدیث کے عالم تھے تینتالیس سال تک یکسوئی، عبادت اور شغلِ باطنی میں مشغول رہے"۔

؎۱ ملاحظہ کیجیے ص ۲۵

؎۲ درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۲

؎۳ ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

؎۴ درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۵۳

؎۵ ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۶۲

غرضیکہ آپ نے پشاور اور مضافات پشاور کے اولیائے کرام سے ملاقاتیں کیں۔ استفادہ بھی کیا۔ اور مستفید بھی فرمایا۔ حقیقتاً طبیعت مبارکہ میں تلاش، تفحص اور جستجو کمال درجے پر تھی اور اسی جذبۂ صالحہ کے تحت آپ نے پنجاب ہندوستان اور افغانستان و کشمیر کا سفر اختیار کیا۔ جس میں بڑے بڑے اکابر، مشائخ، صوفیا، مجاذیب اور علماء سے ملاقاتیں کیں۔ بزرگان عظام کے مزارات پر حاضری دے کر فیوض و برکات حاصل کیں۔ دوران سفر سلسلۂ عالیہ قادریہ کی بدرجہ اتم اشاعت و تبلیغ کی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"چوں فقیر را شوق و طلب بسیار بود بقصد دیدن اہل اللہ بطریق گردنی سیاحت از خانہ روان شدم"

"اسی شوق و طلب کے جذبے کے تحت اولیاء اللہ سے ملاقات کے لئے گھر سے بہ عزم سیاحت روانہ ہو گیا"

اثنائے سفر موضع اٹک میں حضرت یحییٰ المعروف حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ[2] سے ملاقات کی آپ بہت باکمال بزرگ تھے۔ آپ کے زہد و ریاضت کے متعلق شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

کہ مہربانی بسیار کردند، ذکر قلبی و صحبت ایشاں غالب بود، چنانچہ ذکر قلب و طریقہ حبس و بعض مقامات در حبس ضرور بودند از صحبت ایشاں حاصل شد۔ نیز اجازت طریقہ نقشبندیہ عطا فرمودند"[2]

انہوں نے بہت ہی عنایت و شفقت فرمائی اور آپ کی صحبت میں ذکر قلبی غالب ہوا۔ ذکر قلبی، طریقہ حبس اور بعض دیگر مقامات جو حبس کے لئے ضروری ہیں، آپ کی صحبت سے حاصل ہو گئے نیز آپ نے طریقہ نقشبندیہ کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

اٹک ہی میں شاہ ربانا مجذوب[3] رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ نور محمد[4] رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی اور جناب شاہ محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ زندہ فقیر جو اٹک کے گرد و نواح میں تھے ان کی صحبتوں میں حاضر ہوئے اور ان

---

[1] ملاحظہ کیجئے ص ۲۶ [2] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۱

[3] آپ کا اسم گرامی عبدالرحمن تھا جبکہ شاہ ربانا کے نام سے معروف تھے صاحب قصۃ المشائخ (قلمی) لکھتے ہیں۔ "عبدالرحمن المعروف شاہ ربانا در دیہہ شمس آباد کہ مسافت دو میل از اٹک دور است واقع است۔ از لباس عاری گذران داشت ۱۱۷۰ھ ہجری یک ہزار و یکصد و ہفت ہجری در قید حیات بود"۔ "عبدالرحمن المعروف شاہ ربانا گاؤں شمس آباد جو کہ اٹک سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر واقع ہے میں رہتے تھے آپ برہنہ رہتے تھے ۱۱۰۷ھ ہجری میں زندہ تھے۔ قصۃ المشائخ (قلمی) مولانا محمد زاہد بن عزیز اللہ ص ۱۵۹۔

[4] اسی گاؤں میں جناب نور محمد جو کہ بڑے صاحب حال بزرگ تھے قیام پذیر تھے۔ اکثر اوقات شاہ ربانا مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ایک دفعہ عبدالرحمن المعروف شاہ ربانا کی ملاقات کیلئے حضرت قیوم زمان جو شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد کابلی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی) کے بیٹے تھے شمس آباد میں جب آپ سے ملنے آئے تو شاہ ربانا نے ستر عورت کو ڈھانپ رکھا تھا چونکہ نور محمد کے نزدیک یہ بات خلاف عادت تھی اس لئے انہوں نے پوچھا "آنحضرت شاہ ربانا رحمۃ اللہ علیہ پرسید کہ باعث چہ بود کہ از آمدن حضرت قیوم زمان اخفاء عورت کردند۔ فرمودند کہ آدم آمد عورت خود را پوشیدم و دیگر کہ مے بیند ہمہ بہائم انداز بہائم چہ ستر است"۔ "آپ نے شاہ ربانا سے پوچھا کہ حضرت قیوم زمان کے تشریف لانے پر آپ نے ستر عورت کو ڈھانپ لیا ہے اسکی کیا وجہ ہے انہوں نے جواباً کہا کہ ایک انسان آیا تھا اس لئے میں نے حیا کے ستر عورت کو چھپا لیا۔ اور دیگر جو بھی نظر آتے ہیں وہ سب چوپائے ہیں اور چوپایوں سے پردہ رکھنا کیا معنی رکھتا ہے۔ قصۃ المشائخ (قلمی) مولانا محمد زاہد بن عزیز اللہ ص ۱۶۰۔

حضرات کی توجہات کاملہ سے فیض وافر اٹھایا۔

راولپنڈی کے قریب موضع نور پور شاہاں میں جناب حضرت شاہ لطیف المعروف برّی امام سے بھی ملے۔ اٹک اور راولپنڈی کے اولیائے کرام سے ملاقاتوں کے بعد آپ لکھتے ہیں:۔

"ولیکن از جذبہ و سلوک فائدہ نشد و دیگر عزیزان دیار را تا کابل دیدہ شد" ۱

"ولیکن مجھے ان کے جذبہ اور سلوک سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور بہت سے دیگر عزیزوں اور دوستوں سے کابل تک جا کر ملاقات کی۔" حضرت محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بعد مدت شنیدہ شد کہ میاں عصمت اللہ ۲ از اولاد حاجی گلگوں خیلے مؤثر و صاحب جذبہ و تصرف اند بلا توقف روانہ گجرات شدیم" ۳

"کچھ عرصے بعد پتہ چلا کہ حضرت حاجی گلگوں کی اولاد میں میاں عصمت اللہ بڑے با اثر صاحب جذبہ اور صاحب تصرف بزرگ ہیں تو میں فوراً گجرات روانہ ہو گیا۔"

موضع کنجاہ نواح گجرات میں ایک بزرگ جناب محمد جعفر سے بھی ملاقات کی اس کے بعد آپ لاہور ۴ تشریف لے گئے۔

---

۱ درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی)، شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۱۴

۲ ملاحظہ کیجئے ص ۲۷۲

۳ درکسب سلوک و بیان و حقیقت و معرفت (قلمی) ص ۱۱۴

۴ لاہور کو زمانہ قدیم میں ان ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ لوھاور۔ لوح کوٹ۔ لہاور۔ لہور۔ لہوور۔ لوھور۔ لاوھور۔ لوھاوور۔ لاہور۔ لاھاوار۔ لہار۔ لاھاور۔ لوھاور۔ شہر لاہور سطح زمین سے ۷۰۲ فٹ بلند ہے طول بلد ۷۴-۴۰ اور عرض بلد ۳۱-۳۴ ہے۔ آبادی کی تفصیل کچھ یوں ہے:۔

۱۸۵۴ء میں ۵۳۴۵۷ نفوس ۱۸۶۸ء میں ۹۸۹۲۴۔ ۱۸۷۴ء میں ۱۲۸۴۴۱ ۱۸۸۱ء میں پہلی مردم شماری کے مطابق ۱۵۰۰۰۰ ۱۸۹۱ء میں ۱۷۷۵۰۰۔ ۱۹۰۱ء میں ۲۰۳۵۰۰۔ ۱۹۱۱ء میں ۲۲۹۵۰۹ ۱۹۲۱ء میں ۲۸۲۵۹۴، ۱۹۳۱ء میں ۴۳۹۷۴۷، ۱۹۴۷ء میں ۸۲۰۰۰ مکانات تھے اور ۸۰۰۰ مکانات جل گئے۔ اس وقت شہر کی آبادی نو لاکھ کے قریب تھی۔ ۱۹۴۹ء میں بارہ لاکھ کے قریب ہو گئی۔ نیز مکانات اور کوٹھیوں کی تعداد ڈیڑھ لاکھ ہو گئی۔ ۱۹۷۶ء میں آبادی بڑھ کر ۲۵ لاکھ کے قریب ہو گئی۔

جناب ڈاکٹر محمد باقر لکھتے ہیں ۱۹۵۳ء میں میں کتاب خانہ ملی تہران میں چند علماء کی صحبت میں موجود تھا۔ لاہور کے نام کی وجہ تسمیہ کی بحث چل نکلی تو تہران کے آقائی صبحی نے کہا میرا خیال ہے کہ لاہور ایک لفظ ہے اور دو لفظوں کے ملنے سے بنا ہے یہ لفظ "لاد" اور "ھور" ہیں لغتہائے محلی میں ایران میں "لاد" کے معنی شہر کے ہیں اور "ھور" سورج کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً سعدیؒ کہتے ہیں نورگیتی فروز چشمہ ھور۔ نورگیتی فروز چشمہ ھور، سخت آید بچشم موش کور۔ اس کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ لاہور کے معنی سورج کا شہر ہے۔" نقوش لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر بعنوان "لاہور تاریخ تاسیس اور وجہ تسمیہ" مدینۃ الاولیاء محمد دین کلیم ص ۱۸۱۔

حضرت محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"از آنجا عزم لاہور کردم کہ شہر قدیم و مسکن بزرگان است در آن جا رسیدم[1]"

"اس کے بعد شہر لاہور کا عزم کیا جو کہ بہت پرانا شہر ہے۔ اور بزرگانِ کرام کا مسکن ہے اور اس جگہ پہنچ گیا"۔

لاہور چونکہ **علماء** فضلاء اولیاء اور بزرگانِ کرام کا مرکز تھا۔ اس لئے آپ نے ان تمام حضرات سے خوب استفادہ کیا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"مجاذیب و گوشہ نشینان و سالکان و اہل شوق را بسیار دیدم و مزار ہائے بزرگان شب ہا راہم گذرانیدہ شد۔

"میں نے بہت سے مجاذیب گوشہ نشینوں، سالکوں اور اہل شوق کو دیکھا اور کئی مزارات پر راتیں بھی بسر کیں"۔

آپ نے ایک رات حضرت میاں میر[2] رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گذاری۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"چنانچہ شبی در مقبرہ حضرت میاں میر بودم ایشاں را دیدم شغلی فرمودند کہ باین شغل مشغول باشد و بہ کسی اظہار نکند"

"چنانچہ حضرت میاں میر لاہوری کے مقبرے پر ایک رات رہا۔ ان کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ایک شغل عنایت فرمایا۔ اور فرمایا کہ اس شغل کے ساتھ مشغول رہنا اور کسی سے ذکر نہ کرنا"۔

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:۔

از آنجا بر مقبرہ پیر علی ہجویری گنج بخش رفتم[3]

"وہاں سے حضرت پیر علی ہجویری گنج بخش کے مقبرے پر حاضری دی"۔

لاہور کے بعد موضع گھڑام جو سرہند کے نواح میں ہے جناب سید بھیک چشتی[4] رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے چلکر آپ سرہند تشریف لائے اور جناب شیخ صبغت اللہ حضرت میاں عبد الاحد المعروف میاں گل[5] اور میاں فرخ شاہ[6] سے ملاقات کی پھر سرہند سے شاہ جہان آباد اور وہاں سے دہلی آئے۔ دہلی میں جناب شیخ محمد چشتی اور حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی[7] اور دیگر بہت سے بزرگوں سے ملاقاتیں کیں۔

---

[1] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی)، شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۱۲

[2] ملاحظہ کیجئے ص ۶۴

[3] در کسب سلوک و بیان وحقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۱۱

[4] ملاحظہ کیجئے ص ۲۷۱

[5] ملاحظہ کیجئے ص ۲۶۵

[6] ملاحظہ کیجئے ص ۲۶۷

[7] ملاحظہ کیجئے ص ۲۶۲

[8] ملاحظہ کیجئے ص ۲۷۵

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ[1] کے مزار پر بھی راتیں گذاریں اور وہاں سے آپ اکبر آباد تشریف لے گئے وہاں ایک معمر مجذوب شاہ مشتاق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا جانا رہا مگر آپ کو ان کو بہت کم کسب فیض ہوا۔ پھر آپ اجمیر تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری[2] رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں :۔

"در باطن مہربانی فرمودند و توجہات و عنایات ہا فرمودند"[3]

"انہوں نے باطنی طور پر مہربانی فرمائی اور توجہات وعنایات سے نوازا"۔

جب آپ اجمیر سے لاہور تشریف لائے تو پرگنہ دوآبہ کے ایک گاؤں شام چوراسی کے ایک نومسلم بزرگ جن کا اسم گرامی عبدالنبی[4] تھا جو ان دنوں لاہور کسی تقریب پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ جناب محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور اجازت نسبت ذات بحت[5] حاصل کی۔ بالآخر یہ طویل سفر طے کرنے کے بعد جب پشاور پہنچتے ہیں تو آپ نے لکھا۔

"اکثر بزرگان را از سالکان و مجذوبان و صلحاء و مرتاضان را زیارت کردہ شد ہمہ مہربانی فرمودند بقدر نصیب چیزے حاصل نمودہ شد۔ اما آنچہ مطلوب ایں حقیر بود میسر نشد"۔

اکثر بزرگان کرام، سالکوں، مجذوبوں، صلحاء اور مرتاض لوگوں کی زیارت کی۔ تمام نے مہربانی فرمائی جس قدر نصیب میں تھا کچھ نہ کچھ حاصل ہوا مگر میری دلی مراد پوری نہ ہوئی۔

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا نہ داد بوئے
نہ دمید صبح بختم چہ گناہ نہم قضا را[6]

---

[1] خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ قصبہ اوش (ازماوراء النہر) میں پیدا ہوئے۔ مولانا ابوحفص اوشی سے تعلیم حاصل کی۔ اپنے وقت کے ممتاز اور جلیل القدر علماء و شیوخ کی موجودگی میں فقیہہ ابواللیث ثمرقندی کی تاریخی وبابرکت مسجد میں خرقہ خلافت حاصل کی۔ ۶۳۳ھ ہجری یا ۶۳۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ (اخبار الاخیار عبدالحق محدث دہلویؒ ص۳۲) سیر العارفین حامد بن فضل اللہ جمالی ص۱۰ تاریخ فرشتہ ج ۲ ص۳۷۸ سیر الاولیاء میرخورد ص۵۲۔ آئینہ ملفوظات علامہ اخلاق حسین دہلوی ص۱۳۰

[2] آپ کا اسم گرامی خواجہ معین الملت والدین محمد محبوب اللہ قدس اللہ سرہٗ ہے۔ آپ سجستان میں پیدا ہوئے اور شہر خراسان میں پرورش پائی حضرت غوث العالم خواجہ عثمان ہارونی (م ۶۱۷ھ) سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے ۶۲۷ھ ہجری میں یا ۶۳۳-۶۳۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ معین الارواح، خادم حسن مطبوعہ اجمیر ۱۹۵۶ء ص۲۲۔ سیر العارفین ص۵ سوانح خواجہ معین الدین چشتی، وحید احمد مسعود مطبوعہ سلمان اکیڈیمی کراچی ۱۹۶۱ء ص۵۔ [3] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۶۶

[4] ملاحظہ کیجئے ص۲۷۔ [5] ذات بحت:۔ بحت کہتے ہیں خالص کو یہاں ذات خالص از اسم و رسم و نعت و وصف ہے۔ سر دلبراں شاہ سید محمد ذوقی مطبوعہ آئیڈیل پیکیجز کراچی "محفل ذوقیہ ۱۳۷۱ھ ہجری

[6] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۶۸

جناب محدث کبیر سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اس تمام سفر میں بزرگانِ کرام کی صحبت کے بعد مندرجہ ذیل سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل کی۔

۱:- سلسلۂ قادریہ

۲:- سلسلۂ چشتیہ

۳:- سلسلۂ نقشبندیہ

۴:- سلسلۂ سہروردیہ

ان تمام سلاسل کے بزرگانِ کرام سے فیوض و برکات حاصل کئے جو مختلف خانوادوں سے تعلق رکھتے تھے مگر آنجناب کا دلی اور روحانی تعلق صرف اور صرف اپنے والدِ گرامی مرتبت کے سلسلہ عالیہ قادریہ سے تھا۔ جو سلسلۃ الذہب کے طور پر اپنے والد اور مرشد سے حضرت غوث صمدانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کا مرکز و محور تھا۔ اگرچہ دوسرے مشائخ عظام سے بھی آپ نے استفادہ کیا لیکن آپ کا قلب مبارک جو کہ ہر وقت جویائے حق اور متلاشیٔ معرفتِ الٰہی تھا اس کی تسلی و تشفی سوائے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحانی توجہات و برکات کے کہیں نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ ہی بغیر ان کے اطمینانِ قلب حاصل ہوتا تھا۔ اس لئے جب بھی آپ کا ذکر خیر فرماتے تو آپ پر محبت کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ قلم فرطِ مسرت و جوشِ عقیدت میں موتی بکھیرنے لگتا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے تمام مشائخ، بزرگان اور مجاذیب کی زیارتیں کیں مگر جو میرا مقصود تھا مجھے میسر نہ ہُوا۔ آپ کی غالب نسبت سلسلۂ عالیہ قادریہ ہی تھی۔ اور آپ تمام عمر اسی سلسلۂ قادریہ کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف رہے۔

تاریخ وفات کی تحقیق

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات کو مختلف مؤرخین نے اپنی اپنی آراء کی روشنی میں لکھا ہے جبکہ محمد دین فوق صاحب اچھا خاصا تبصرہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۱۵۲ھ ہجری ہے۔[1] مفتی غلام سرور خزینۃ الاصفیاء[2]، حکیم احمد علی خان اسرار التصوف[3]، غلام دستگیر نامی سوانح حیات شاہ محمد غوث[4] رحمۃ اللہ علیہ اور محمد دین کلیم مدینۃ الاولیاء[5] وغیرھم

---

[1] نقوش لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء صفحہ ۳۶۶۔ یادرفتگان علامہ محمد دین فوق مطبوعہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۰۲ء۔ صفحہ ۲۵

[2] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور ج ۱ صفحہ ۱۸۵

[3] اسرار التصوف۔ حکیم احمد علی خان حصہ دوم صفحہ ۱۱۰ بحوالہ تشریف الشرفاء۔

[4] سوانح حیات شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ۔ غلام دستگیر نامی صفحہ ۱۴۔ ہسٹری آف لاہور۔ سید محمد لطیف صفحہ ۱۶۸/۶۹

[5] مدینۃ الاولیاء محمد دین کلیم صفحہ ۱۹۴۔

نے آپ کی تاریخ وفات ۱۱۵۲ھ ہجری لکھی ہے۔ یہ تاریخ وصال محلِ نظر معلوم ہوتی ہے۔ اس ضمن میں کافی تحقیق تلاش اور کتابوں کی چھان بین کرنے کے بعد آپ کے ہمعصر وقائع نویس طہماس خان[1] کی تصنیف "طہماسپ نامہ" (قلمی)[2] ملی۔ اس کتاب میں محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات کا سارا عقدہ حل کر دیا۔
طہماس خان "طہماسپ نامے" میں اپنے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ جب اس کی عمر پانچ سال تھی تو نادر شاہ افشار کی فوج نے قصبہ آرزب[3] پر ۱۱۵۸ھ ہجری ۔ ۱۷۴۵ء[4] میں چھاپہ کیا۔ بقولِ طہماس خان
"بعمرِ پنج سالگی رسیدہ"[5]

اس عمر میں نادر شاہ کے سپاہی اسے اپنی ماں اور بھائی سے چھین کر لے گئے[6]۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔

"بمقتضائے صغر سن کہ از سفید و سیاہ و نیک و بد زمانہ اصلاً خبر نہ داشتم و از زشت و خوب دنیا مطلق تفاوت نمی شناختم۔ نام خود و نام مادر و پدر غفر اللہ ذنوبھما و ستر اللہ عیوبھما از خاطر فراموش کردند"[7]	کم عمری کی وجہ سے سفید و سیاہ اور زمانے کی نیکی اور بدی سے قطعاً واقفیت نہ تھی۔ دنیاوی برائی اور اچھائی سے بالکل متعارف نہ تھا۔ اپنا نام اور ماں باپ تک کا نام مجھے یاد نہ تھا۔

اس عبارت کی روشنی میں اور تاریخی کتب کے حوالہ جات سے طہماس خان کی پیدائش ۱۱۵۳ھ ۔ ۱۷۴۰ء ثابت ہوتی ہے۔

---

[1] طہماس خان کا اصلی نام تیمور تھا۔ ایشیائے کوچک کے قصبہ بازید میں ارمنی پاترکی والدین کے گھر میں پیدا ہوا۔ ۱۱۵۳ھ سے لیکر ۱۲۱۸ھ ہجری یعنی پینسٹھ ۶۵ سال تک زندہ رہا۔ تاریخ وفات اس مصرعے سے معلوم ہوتی ہے "بگو خدا لیش بیآمرزید" اخبار رنگین مقدمہ و تعلیقات ڈاکٹر سید معین الملک پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی نیو کراچی ۱۹۶۲ء۔ ص۲

[2] فہرست مخطوطات فارسی۔ ریو بھی ۱۹۸۱ء کل ایک سو ساٹھ برگ ہیں۔ تقطیع ۷ × ۱۱ ۱/۲ سترہ سطریں فی صفحہ برٹش میوزیم۔ اس مخطوطہ کی فوٹو سٹیٹ پروفیسر مسرت یوسف صاحبہ کے پاس تحقیقی مقالہ برائے پی۔ ایچ۔ ڈی موجود ہے۔

[3] یہ قصبہ ملک روم میں شہر بازید سے مشرق کی طرف آٹھ گروہ (آٹھ میل) پر واقع ہے۔ طہماسپ نامہ (قلمی)، طہماس خان ص۸

[4] "تاریخ جہاں کشائے نادری، مرزا مہدی دوران جہان ۱۳۲۱ھ ص۲۱۶ ۔ "نادر شاہ" ڈاکٹر رضا نادشفق طہران چھاپ ۱۳۳۹ھ ص۳۱

[5] طہماسپ نامہ ص۱۲

[6] "در آں وقت مادر و یک برادر کلاں بندہ مارا در کنار گرفتہ از خانہ بیرون برآمدند۔ دیدن کہ در قصبہ قیامت برپا است۔ و آتش ظلم و تعدی و نایرہ تاخت و تاراجی جابجا شعلہ افزا است۔ کہ ہم دریں اثنا یک سوار عنان خیز بر سر مایاں رسیدہ۔ من مسکین را از دست برادرم کشیدہ گرفت۔ مادر و برادر من با لخت جگری گریہ کناں۔ پس من دویدند کہ یک سوار دیگر برادر شمشیر انداخت و مادر بر طرف او دوید۔ در آں فرصت سوار مذکور مارا بر اسپ سوار کردہ راہ خود گرفت" طہماسپ نامہ ص۱۲/۱۳

[7] طہماسپ نامہ (قلمی)، طہماس خان ص۱۲

طہماس خان لکھتا ہے۔

"در دلِ من گذشت کہ الحال عمر بست سال شدہ لازم آنست کہ دست بیع یعنی مرید کسے بزرگوار باید گردید چنانچہ یک پیرزادہ از اولاد غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کہ اسم با مسمی خود بنام محمد غوث داشتند۔ بسیار بزرگ و صاحب عبادت کہ انوار ریاضت و آثار طاعت از ناصیہ حال شان چو مہر درخشاں می تابند ارادہ کرد۔ لیکن بیگم صاحبہ[۲] ہرگز اجازت نہ داد ند کہ ہنوز طفل ہستی ہرگاہ کہ کلاں میشوی مرید خواہی شد[۱]"

"میرے دل میں یہ خیال پیدا ہُوا کہ اب جبکہ میری عمر بیس سال ہے ضروری ہے کہ کسی نیک آدمی کے ہاتھ بیعت کروں چنانچہ ایک پیرزادہ اولادِ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کا اسم گرامی محمد غوث آپ ہی کے نامِ نامی پر ہے۔ بُہت ہی بزرگ صاحب عبادت انوار و ریاضات اور اطاعت کے آثار ان کی پیشانی پر اس طرح روشن ہیں جس طرح سورج چمک رہا ہے کا مرید ہو جاؤں مگر بیگم صاحبہ نے مرید ہونے سے روک دیا اور اجازت نہ دی کہا ابھی تم کم عمر ہو جب بڑے ہو جاؤ تو مرید ہو جانا۔"

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء کا ہے۔ اس وقت طہماس خان کی عمر بیس سال تھی۔ نیز لکھتا ہے۔

"درہماں عرصہ بعد از دہ و پانزدہ روز شنیدم کہ پیرزادہ موصوف وصال یافت از وقوع ایں معنی کلالت و علالت بسیار رو داد[۳]"

اسی دوران دس پندرہ دن کے بعد میں نے سُنا کہ پیرزادہ موصوف کا انتقال ہو گیا۔ اس واقع کے رونذیر ہونے سے بُہت سخت دلی صدمہ و ملال ہوا۔

اس عینی گواہ کے بعد کسی اور ظن و تخمین پر مبنی روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر کی شہادت ہونے کی وجہ سے یہ ایک اہم تاریخی دستاویز ہے۔ بقولِ صاحب "طہماسپ نامہ" آپ کی تاریخ وفات ۱۱۷۳ھ ہجری میں ہوئی۔ اس مشہور وقائع نویس کی پیدائش ۱۱۵۳ھ ہے اور بیس برس کی عمر میں محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا ذکر کرتا ہے۔

اس تحقیق کی روشنی میں نہ تو آپ کی وفات ۱۱۷۰ھ ہے اور نہ ہی ۱۱۵۲ھ ہے۔ بلکہ اصل تاریخ وفات ۱۱۷۳ھ / ۱۷۵۹ء ہے۔

---

[۱] طہماسپ نامہ (قلمی) ص ۷۶

[۲] بیگم صاحبہ سے مراد مغلانی بیگم ہے جو معین الملک صوبیدار لاہور (م ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۲ء) کی بیگم ہے۔ آپ معین الملک کی وفات کے بعد آخری عمر میں جموں (ریاست کشمیر) میں جا کر آباد ہو گئی۔ اور وہیں ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹/۸۰ء میں وفات پائی۔

[۳] "طہماسپ نامہ" طہماس خان (قلمی) ص ۷۷۔

تالیفات

تالیفات

محدّث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا ہر پہلو اس امر کو ظاہر کرتا ہے کہ آپ دین اسلام کے بہترین عالم فاضل، مفکر، علوم اسلامیہ کے راسخ عالم ربانی اور فلسفہ اسلام کے بہترین حکیم و دانشمند تھے۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے۔ آپ اصلاح کے اس جذبۂ صادقہ سے سرفراز تھے جس سے تبلیغ و تحریر کے ذریعے ماحول میں جو خرابیاں اور روحانی بیماریاں تھیں ان کا تزکیہ کیا جائے۔ اور غیر اسلامی روایات کی جگہ مسلمانوں کے اندر خالص اعلیٰ روایات یعنی کتاب و سنت اور فقہ کی روشنی میں اسلامی تخیل اجاگر کیا جائے اگر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و علم کا مطالعہ آپ کے دور اور تصانیف کی روشنی میں کیا جائے تو اس امر کی نشاندہی کرنی مشکل نہیں ہے کہ آپ کی تصنیفات عالیہ میں حدیث و فقہ، شریعت و طریقت کی تطبیق کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ ایک ایسے مقام ارفع کے مالک تھے کہ اگر آپ کو "مجتہد منتسب" کہا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔ علوم رسمیہ و ظاہریہ میں جو آپ کو درک و کمال تھا اور علوم و فلسفہ الٰہیہ میں جو آپ کا رسوخ تھا۔ تو وہ آپ کو حکماء اسلام کی صف میں ایک نمایاں مقام پر فائز کرتا ہے۔

جناب سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گرد و پیش کے ماحول کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کیا اور آپ اپنے دور میں ہونے والے تمام واقعات کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ مذہبی، سیاسی اور اخلاقی اعمال کی بربادی اور تباہی پر آپ کی پوری نظر تھی۔ آپ نے علوم متداولہ کتاب و سنت اور فقہ کو رائج الوقت زبان فارسی میں انتہائی سلیس طریقے پر بیان کر کے لوگوں کو سمجھانے کی کوششیں کیں تاکہ عام لوگوں میں بھی تفہیم دین ہو۔ اور وہ آسانی سے اس پر عمل پیرا ہوں۔ آپ نے جو تحریریں عربی زبان میں علماء کے لئے پیش کیں وہ حد درجہ عالمانہ، فاضلانہ اور حکمت سے پُر ہیں۔

سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ایسے عصر ناگفتہ بہہ سے گزر رہے تھے کہ جس میں ارباب ثروت عیش و عشرت میں مگن تھے۔ دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ سجادہ نشین اپنے باپ دادا کی موروثی گدیوں پر براجمان تھے اور دین اسلام و اشاعت دین متین سے غافل ہو کر اپنی دنیا میں ہمہ تن محو تھے لوگ عقیدت و محبت میں اُن کی پرستش کرتے تھے علماء و فضلا بادشاہوں کے محلات کے طواف میں مصروف تھے کفر و الحاد کا دور دورہ تھا۔ ایسے ماحول میں جناب سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آباؤ اجداد حضرت غوث صمدانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا شاہ عبد اللہ المعروف "صحابی" رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد ابو البرکات سید حسن رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرتے ہوئے اشاعت اسلام کے علم کو برصغیر کے گوشہ گوشہ میں سفر اختیار کر کے بلند کیا۔ پشاور شہر میں قرآن و حدیث کا درس جاری کیا جس میں ایک طرف تو طلبائے ماوراء النہر یعنی بخارا، افغانستان اور پشاور کے ارد گرد سے اور دوسری طرف ہندوستان یعنی پنجاب و دہلی سے طالبان علم آپ کی خدمت

میں حاضر ہوکر علوم سے بہرہ ور ہوتے۔ اس لئے ۱۱۳۸ ھجری میں فارسی زبان میں صحیح البخاری کی شرح لکھی۔ تاکہ عام لوگ بھی اسے سمجھ سکیں۔ لاہور میں قرآن مجید کا ترجمہ و حاشیہ تحریر کیا۔ فلسفۂ اسلام پر مختلف کتب لکھیں۔ الغرض خاندان سادات قادریہ نے تبلیغ اسلام اور اشاعت علوم کے لئے جو راہ اختیار کی تھی۔ آپ نے اُسے انتہائی عروج تک پہنچا دیا۔ آپ کی بلند ہمتی، عالی حوصلگی، عزم راسخ اور انتہائی محنت و کوشش کا نتیجہ ہے کہ آپ کا علمی چراغ پوری جلالت و شان کے ساتھ افغانستان، سرحد، سندھ، پنجاب اور ہندوستان وغیرہ کو منور کر رہا ہے۔

حضرت شاہ محمد غوث قادری پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ تحصیل علوم، تبلیغ دین اور اشاعت سلسلۂ عالیہ قادریہ اور تصنیف و تالیف میں گزارا۔ آپ کثیر التصانیف مصنف تھے[۱]۔ آپ نے قرآن حکیم کا ترجمہ و تفسیر، اصول حدیث، شرح حدیث، سوانح، تصوف کے اسرار و رموز، مسائل فقہ اور توحید کے اسرار وغیرہ پر خامہ فرسائی کی۔ یہ سب آپ کے تبحر علمی کا غیر فانی شاہکار ہیں اور علم حدیث میں رسوخ فی العلم کا بیّن ثبوت ہیں۔ نیز سلوک و معرفت حصول کے لئے کامل و اکمل رہنمائی کرتی ہیں۔

چونکہ رائج الوقت زبان فارسی تھی اس لئے ترجمہ و تفسیر[۲] قرآن کریم، شرح صحیح البخاری، شرح عقیدہ غوثیہ شرح خلوص الحکم اور رسائل توحید وغیرہ فارسی زبان میں ہیں۔ جبکہ کچھ کتابیں عربی زبان میں بھی ہیں مثلاً جواز ذکر جہر، اسرار التوحید، اصول حدیث اور مناجات وغیرہ۔

---

[۱] تذکرہ شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ پیام شاہجہان پوری، ناشرین ملک دین محمد اینڈ سنز اشاعت منزل لاہور۔ ص۶
بقول الحاج آغا سید سکندر شاہ المتوفی ۱۳۳۱ھ ھجری اور حضرت مولانا فقیہہ عصر آغا سید مقبول شاہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۲۳ء کہ آپ نے تقریباً ستر کے قریب کتابیں لکھیں۔ مگر دست برد زمانہ سے بہت سی کتابیں دستیاب نہ ہو سکیں۔ اگر خاندان کے بزرگوں کے پاس موجود ہیں تو وہ دکھانا تک گوارا نہیں کرتے۔
تذکرہ علماء و مشائخ سرحد۔ سید محمد امیر شاہ قادری ج ۱ ص۸۴

[۲] قرآن حکیم کا ترجمہ و حاشیہ جناب مولانا نور محمد صاحب کلاچی۔ (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) کے کتب خانے میں ہے لیکن دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ آپ کا کتب خانہ دریائے اٹک کے سیلاب میں ضائع ہو گیا جس میں وہ ترجمہ بھی تھا۔

جوازِ ذکرِ جہر (قلمی)

ذکرِ جہر۔ تعارف

محدّثِ کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے علم حدیث، علم تصوف اور علم توحید کے اسرار و رموز پر جو معرکۃ الآراء تصانیف تحریر فرمائیں۔ اس ضمن میں مسئلہ ذکر الٰہی پر نہایت جامعیت، تبحّرِ علمی اور دقتِ نظری سے بحث فرمائی اور حد درجہ سہل انداز میں اس مہتم بالشان مسئلے کو اپنے رسالے میں شرح و بسط اور عقلی و نقلی دلائل سے بیان کیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانے سے لے کر رہتی دنیا تک بلا اختلافِ مذاہب و مسالک کوئی مسلمان بھی مطلق ذکر الٰہی سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قرآن حکیم، احادیثِ مبارکہ اور علمائے مسترشدین کے اقوال سے ہر لحظہ، ہر آن اور ہر لمحہ ذکر الٰہی کرنے کی تاکید ملتی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا [1]

اے ایمان والو! اللہ جل جلالہٗ کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔

دوسرے مقام پر تو مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

الذّاکِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا عَظِیْمًا [2]

یادِ الٰہی کرنے والے مرد اور یادِ الٰہی کرنے والی عورتوں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

ارکانِ اسلام میں ہر رکن کی ادائیگی کے بعد ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم موجود ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [3]

پس جب نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت یاد کرو، اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ ..... الخ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا [4]

جب تم مناسکِ حج پورے کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

---

[1] ۔ ۴۱ م، الاحزاب ۳۳ — [2] ۔ ۳۵ م، الاحزاب ۳۳

[3] ۔ ۱۰ م، سورہ جمعہ ۶۲ — [4] ۔ ۲۰۰ م، البقرہ ۲

صرف یہی نہیں کہ عبادت گاہوں، گھروں یا بیت اللہ شریف میں ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم ہو بلکہ میدانِ جہاد میں جبکہ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمان سینہ سپر ہو کر جہاد میں مشغول ہوتا ہے تو اس وقت بھی جہاد میں ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ [۱]

اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ذکرِ الٰہی اس درجہ عالی و بلند مقام کا حامل ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ٹھہرایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ [۲]

وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ [۳]

جب ایک اللہ تبارک و تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے تو ان کے دل سخت کبیدہ اور متنفر ہو جاتے ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ [۴]

وہ لوگ جو ایمان لائے۔ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے چین پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے، جبکہ منافقین کی علامت ہی یہی ٹھہرائی۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا [۵]

بیشک منافقین اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کو دھوکا دے رہے ہیں حالانکہ اللہ عزوجل ان کو اس دھوکے کی سزا دینے والا ہے اور یہ منافقین جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو محض لوگوں کے دکھلانے کو بڑی کاہلی اور بددلی سے کھڑے ہوتے ہیں اور خدا کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر کم۔

---

[۱] پ ۱۰، الانفال ۸ [۲] پ ۴، آل عمران ۳
[۳] پ ۲۴، الزمر ۳۹۔ [۴] پ ۱۳، الرعد ۱۳ [۵] پ ۵، النساء ۴

قرآن حکیم میں وہ شخص جسے صاحبِ تدبر اور صاحبِ عقل کہا گیا ہے وُہ ہر وقت ہر لمحہ اور ہر لحظہ یادِ الٰہی کرنیوالا ہے۔

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۝ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ [۱]

بیشک زمین و آسمان کی پیدائش میں اور دن و رات کے اختلاف میں صاحبانِ عقل کے لئے دلائل ہیں۔ صاحبانِ عقل وہ لوگ ہیں جو کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں کے بل لیٹے ہُوئے یادِ الٰہی کرتے ہیں۔

اسی طرح احادیث کے ابواب اور علماء کرام کے ارشادات سے کتابوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

جوازِ ذکرِ جہر

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن حکیم، حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اقوالِ مجتہدین، اور مشائخ کرام کے عمل سے مسئلہ مذکورہ پر بحث و تحقیق کے بعد جواز و استحباب کو عربی زبان میں تحریر کیا۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کا دور علم و عرفان کا دور تھا بڑے بڑے جلیل القدر زہد و تقویٰ سے آراستہ علومِ معرفت کے حامل علمائے مسترشدین موجود تھے۔ اٹک میں حضرت یحییٰ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ علاقہ چمکنی میں جناب میاں محمد عمر نقشبندی چمکنی رحمۃ اللہ علیہ، پشاور میں میاں محمد اسماعیل غوری خیلی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب حافظ عبد الغفور پشاور میں ذکرِ خفی کے داعی تھے۔ اور عموماً وُہ مشائخ عظام بھی جن کا تعلق اُس دور میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے تھا۔ وُہ بھی پشاور میں سلسلۂ تبلیغ کے لئے رونق افروز ہُوا کرتے تھے۔ ایسے ماحول میں آپ جیسے عالمِ بے بدل اور فہمِ عالم و فہام کا متاثر ہونا ضروری تھا۔

سیدنا شاہ محمد غوث محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ اس رسالے کو تحریر کرنے کا سبب کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

لکنْ لمّا کانَ بعضُ العُلماءِ مانِعینَ لِلجهرِ فارَدتُ اَنْ اُبیِّنَ جوازَهُ مُستَعِیْنًا باللّٰہِ

جب میں نے دیکھا کہ بعض علماء ذکرِ جہر کرنے کو منع کرتے ہیں تو میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ذکرِ جہر کے جواز کو واضح اور ثابت کروں۔

---

۱ :- ۱۹۱م۔ آل عمران ۳ ۲ ملاحظہ فرمائیں، عنوان معاصرینِ شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۹۴

۳ آپکا اسم گرامی محمد بن ابراہیم خان تھا۔ والد ماجد سے سلسلۂ نسب میں پٹھان تھا جبکہ والدہ ماجدہ کی طرف سے سید تھے۔ آپ باجوڑ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے دادا آفا دغان سلسلۂ قادریہ و چشتیہ کے مشہور بزرگ تھے جو کلا خان کے لقب سے مشہور ہُوئے۔ آپ حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ کے مرید خلیفہ حضرت شیخ یحییٰ المعروف جی اٹک کے نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہوئے۔ رجب ۱۰۹۰ھ / ۱۶۷۹ء ہجری میں ضلع پشاور موضع چمکنی میں وفات پائی جہاں آج بھی آپکا مزار مرجع انام ہے۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، سید عبدالحبیب شاہ قادری ج ۱ ص ۱۹۲ تا ۱۹۳ ۴ عمائدین ۵ ملاحظہ کیجئے ص ۲۵ ۶ جوازِ ذکرِ جہر (قلمی) شاہ محمد غوث

حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ابتداء اس طرح کرتے ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِعِزَّتِہٖ وَ جَلَالِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَحَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَزْوَاجِہِ الطَّاھِرَاتِ اَمَّا بَعْدُ فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ۔ مُحَمَّدْ غَوث بْن سَیِّدْ حَسَن غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَھُمَا وَسَتَرَ عُیُوْبَھُمَا اِنَّ ذِکْرُ[1] اللّٰہِ تَعَالٰی اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ وَھُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ خَفِیٌّ[2] وَّجَھْرٌ[3]،[4]

تمام اور ہر ایک قسم کی صفت و ثنا اُس خالقِ لایزال کی ذات سے مختص ہے جس کے جلال و وقار کی بدولت تمام اعمالِ صالحہ کا اختتام اور دارومدار ہے اور درود و سلام ہو آپ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جن کا اسمِ گرامی محمدؐ اور ان کے اصحاب و اولاد پر رحمتوں کا نزول ہو جو کہ کدورت سے پاک اور ہر ایک آلائش سے صاف ہیں نیز تمام امہات المومنین پر بھی ایسا ہی درود ہو۔ اس کے بعد فقیر عبد ضعیف محمد غوث بن سید حسن اللہ تعالیٰ ان دونوں کی گناہوں کو معاف فرمائے اور ان ہر دو کے عیوب پر پردہ ڈالے یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اعمال سے افضل عبادت ہے جو دو قسموں پر مشتمل ہے خفی اور جہری۔

---

[1] ذکر:۔ الحفظ للشئ ذکرتذکرہ۔ والذکرُ ایضاً۔ الشئ ویجری علی اللسان۔ والذکر: جری الشئ علی لسانك وقد تقدم أن الذکر لغۃ فی الذکر ذکرہ ذکرًا او ذُکرًا۔

لسان العرب، ج ۴ صفحہ ۳۰۔

ذکر سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی یاد جس سے انسانی دل سوائے اللہ تعالیٰ کے سب کو فراموش کر دے اور حضورِ قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے قرب و معیت کو حاصل کرنے کی سعی کرے۔ اصطلاحِ تصوف میں ہر وہ چیز جس کے وسیلے سے یادِ حق ہو۔ خواہ وہ اسم ہو یا رسم، فعل ہو یا جسم، کلمہ ہو یا نماز یا تلاوتِ قرآنِ پاک یا درود شریف یا ادعیہ یا کیفیات یا کوئی اور چیز جس سے مطلوب کی یاد ہو۔ طالب و مطلوب میں رابطہ پیدا ہو یا بڑھے، ذکرِ الٰہی ہے۔ سرِّ دلبراں، جناب شاہ محمد فاروقی صفحہ ۱۶۹

[2] ذکرِ خفی:۔ وہ ذکر ہے جس میں مطلوب کی حضوری غالب ہو جائے اور ایسی محویت ہو کہ خودی مٹ جائے۔ صرف لذتِ ذکر ہی باقی رہ جائے۔ اصطلاحاتِ صوفیہ۔ شاہ عبدالصمد صفحہ ۶۴۔

[3] ذکرِ جہر:۔ وہ ذکر جو بلند آواز سے کیا جائے یا ایسا ذکر جس کے الفاظ سننے جانے والی آواز کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ تفسیر خازن شیخ المحدثین علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ صفحہ ۹۴

[4] جوازِ ذکرِ جہر قلبی، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۔

اقسامِ ذکرِ جہر

ذکرِ خفی پر تمام مکاتیبِ فکر کے علماءِ کرام متفق ہیں اور ذکرِ جہر کے جواز میں علماءِ فقہا کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی لئے آپ لکھتے ہیں:-

فَالْخَفِیُّ اَیْضًا عَلٰی قِسْمَیْنِ قَلْبِیٌّ[1] وَلِسَانِیٌّ[2] فَلَا شَکَّ فِیْ اِسْتِحْبَابِ الْخَفِیِّ بِالْقِسْمَیْنِ بِالْاِتِّفَاقِ وَاَمَّا الْجَہْرُ فَھُوَ جَائِزٌ ثَابِتٌ بِلَا اِشْتِبَاہٍ[3]

ذکرِ خفی کی اس طرح سے دو[2] قسمیں ہیں۔ قلبی اور لسانی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خفی اور جہری دونوں میں سے بالاتفاق خفی افضل ہے لیکن جہری ذکر بھی بلا شک و شبہ جائز ہے۔

آپ لکھتے ہیں:-

فَاعْلَمْ اَنَّ الْجَہْرَ بِالذِّکْرِ جَائِزٌ بِالْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ وَقَوْلِ الْمُجْتَہِدِیْنَ وَفِعْلِ الْمَشَائِخِ[4]

پس جان لو کہ ذکرِ جہر جائز ہے اور یہ کتاب و سنّت مجتہدین کے اقوال اور مشائخ عظام کے عمل سے ثابت ہے۔

---

[1] قلبی:- وَیَکُوْنُ بِالْقَلْبِ وَھُوَ اَنْ یَّتَفَکَّرَ فِیْ عَظْمَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی

جب ذکر قلب سے کیا جائے تو اس طرح ہو، تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت کو ملحوظ رکھا جائے۔

تفسیر خازن ص۹۶ ج ۱

وَیَکُوْنُ بِالْقَلْبِ وَھُوَ فِی التَّفَکُّرِ فِی الدَّلَائِلِ الدَّالَّۃِ عَلٰی وَحْدَانِیَّۃِ وَبَدَائِعِ خَلْقِہٖ اور ذکرِ قلبی، دلائل توحید میں تفکر کرنے کو کہتے ہیں۔ تفسیر فتح البیان ج ۱ ص۲۰۳

[2] لسانی: اَلذِّکْرُ یَکُوْنُ بِاللِّسَانِ وَھُوَ اَنْ یُّسَبِّحَہٗ وَالتَّحْمِیْدِ وَنَحْوِ ذَالِکَ مِنَ الْاَذْکَارِ مَاثُوْرَۃٍ۔

ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور وہ تسبیح و تحمید اور دوسرے ماثور اذکار ہیں۔ (تفسیر فتح البیان ص۲۰۳ ج ۱ ۔ نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ۔

[3] جوازِ ذکرِ جہر، شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱

[4] ایضاً ص۲

ذکرِ جہر مفسّرین کی نظر میں

قرآنِ مجید کی آیات کے ضمن میں مستند ترین مفسّرین کرام کے تفسیری حوالہ جات بھی دیئے۔

آپ لکھتے ہیں:-

قَالَ الشَّیخ محی السنۃ فی معالم التنزیل[1] اِنَّ العَرَب کَانُوا اِذَا فَرِغُوا مِن مَنَاسِكِ الحَجِّ وَقفوا عند البیت بمنا من المسجد والجبل فذکروا مفاخر اٰبَائِھِم عند الناس وَیَذکُرُونَ محاسنھم فامرھم اللہ بذکرہ تعالٰی فقال اذکرونی کذکرکم اٰبائکم او اشد ذکرا۔

حضرت شیخ محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ اہل عرب جب مناسک حج سے فارغ ہو جاتے تو کعبہ کے نزدیک کھڑے ہو کر بمقام منیٰ مسجد و پہاڑ کے درمیان اباد اجداد کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ یہ ذکر اُس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہو۔

---

[1] تفسیر معالم التنزیل کامل (عربی)، ابو محمد حسین ابن الفراء البغوی نے قرآنِ عزیز کی تفسیر معالم التنزیل کے نام سے لکھی۔ جو تفسیر بغوی کے نام سے مشہور ہے۔ اس تفسیر میں تفسیر القرآن کرنے کی محمود سعی کی گئی ہے۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفاسیری اسناد کو باقاعدہ ذکر فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ تاج الدین ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ (م ۸۰۵ ھجری) نے کیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے ایک ادارہ نے اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ پوستینوں کی تجارت کی وجہ سے فراء کے نام سے مشہور ہوئے۔ مرو و ہرات کے درمیان مقام بغشور پر آپ کی ولادت ہوئی۔ لہٰذا اسی نسبت کی وجہ سے بغوی کہلائے۔ اپنے زمانے کے نہایت متبحر عالم حدیث و آثار تھے۔ شوال ۵۱۶ھ/۱۱۱۶ھجری مرو روز میں آپ کا انتقال ہوا۔

کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۷۲۶ - تذکرۃ المفسرین، جناب قاضی محمد زاہد الحسینی، ناشر دارالارشاد اٹک ۱۴۰۱ھجری ص ۹۴ - لباب المعارف العلمیہ، جناب پروفیسر عبد الرحیم ص ۱۲

تاریخ تفسیر و مفسرین، پروفیسر غلام احمد حریری، مطبع استقلال پریس لاہور ۱۹۷۰ء ص ۲۱۴ تا ص ۲۱۵

تفسیر معالم التنزیل ابو محمد حسین بن الفراءُ البغوی رحمۃ اللہ علیہ ج ۱ ص ۱

وَقَالَ الْعَلَّامَۃ الزمخشری فی تفسیر الکشاف[1] وَقَالَ صَاحِب المدارک ای اکثروا ذکر اللہ و بالغوا فیہ کما تبالغون فی ذکرھم ومفاخرھم[2]

علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں اور اسی طرح صاحب تفسیر مدارک نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو کثرت سے کرو اور ایسی پُرزور تکرار اور کثرت سے ذکر ہو۔ جس طرح تم اپنے اباؤ اجداد کا ذکر اور محاسن کا ذکر کرتے ہو۔

---

[1] تفسیر کشاف:

للامام العلامۃ ابی القاسم جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی

صوبہ زمخشر کے گاؤں جسے آج کل خیوا کہتے ہیں۔ میں ۴۶۷ھ کو پیدا ہوئے اور ۵۳۸ھ میں وفات پائی۔ طلب علم کے لئے خوارزم کے علاوہ مصر اور خراسان کے علماء سے استفادہ کیا۔ پھر بیت اللہ کے تقرب کی نیت سے مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے۔ اسی لئے آپ کو جار اللہ کہا جاتا ہے۔ تفسیر کشاف حرم کعبہ کے قیام میں ہی لکھی۔

جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

"فرغت منها ید المصنف تجاہ الکعبۃ فی جناح دارہ السلیمانیۃ التی علی باب الاجیاد والموسومۃ بمدرسۃ محوۃ یوم الاثنین ۲۳ ربیع الثانی ۵۲۸ھجری":

اس تفسیر میں بلاغت، بیان، صرف، نحو، لغت اور تحقیقِ محاوراتِ قرآنی نہایت خوش اسلوبی سے حل کئے گئے ہیں۔ محدث کبیر سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اَنَّ صاحب الکشاف کان معتزلیا فی العقائد وحنفیًا فی الاعمال فانّ المعتزلہ کلھم تابعۃ المذاھب ائمۃ الاربعۃ ولھذا بیّن موافقتہ لمذھبہ۔

صاحب تفسیر کشاف عقائد کے اعتبار سے معتزلہ تھا جبکہ اعمال کے لحاظ سے حنفی تھا۔ پس تمام معتزلہ تابعین مذاہب آئمہ اربعہ ہیں۔ اس طرح سے ان کے مذہب کے ساتھ ان کی موافقت ثابت ہوتی ہے۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔ وکان الزمخشری معتزلی الاعتقاد۔"

آپ کو رائج الوقت علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی اس لئے آپ نے تقریباً ان علوم کی ہر ایک صنف پر کوئی نہ کوئی تحریر چھوڑی، جو آپ کے علم پر دال ہے۔

کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۴۷۵ تا ۱۴۸۴۔ لباب المعارف العلمیہ ص ۱۲ جواز ذکر جہر (قلمی) ص ۱۲

(حاشیہ جاری ہے)

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے عالمانہ تحقیق و تفحص سے تفاسیر کی روشنی میں صرفی ونحوی ترکیب بھی بیان فرمائیں۔

آپ لکھتے ہیں:۔

قَالَ الشَّیْخُ مُحی السُّنۃ فِی تَفْسِیرِ مَعَالِمُ التَّنْزِیْلِ اَنَّ الْعَرَبَ کَانُوْا اِذَا فَرَغُوْا مِنَ الْحَجِّ وَقَفُوْا عِنْدَ الْبَیْتِ اَوْ بِمَا بَیْنَ الْمَسْجِدِ وَالْجَبَلِ فَذَکَرُوْا مَفَاخِرَ اٰبَاءِھِمْ عِنْدَ النَّاسِ فَاَمَرَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِذِکْرِہٖ وَقَالَ اذْکُرُوْنِی کَذِکْرِکُمْ اٰبَاءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا اَیْ اَکْثِرُوْا ذِکْرًا وَقَالَ الْعَلَّامَۃُ الزَّمَخْشَرِیُّ فِی التَّفْسِیْرِ الْکَشَّافِ وَقَالَ صَاحِبُ الْمَدَارِکِ اَیْضًا اَیْ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ بِالْغَوَافِیْہِ کَمَا تَبَالَغُوْنَ فِی ذِکْرِ اٰبَاءِکُمْ وَمَفَاخِرِھِمْ وَکَانُوْا اِذَا قَضَوْا مَنَاسِکَھُمْ وَقَفُوْا بِمَا بَیْنَ الْمَسْجِدِ وَبَیْنَ الْجَبَلِ فَیُعَدِّدُوْنَ فَضَائِلَ اٰبَاءِھِمْ وَیَذْکُرُوْنَ مَحَاسِنَ اٰبَاءِھِمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا فِی مَوْضَعِ الْجَرِّ عَطْفٌ عَلٰی مَا اُضِیْفَ اِلَیْہِ الذِّکْرُ فِی قَوْلِہٖ تَعَالٰی کَذِکْرِکُمْ اَیْ کَذِکْرِکُمْ یَا قُرَیْشُ اَوْ کَذِکْرِ قَوْمٍ ھُمْ اَشَدُّ مِنْکُمْ ذِکْرًا فِی مَوْضَعِ النَّصْبِ عَطْفٌ عَلٰی اٰبَاءَکُمْ اَیْ کَذِکْرِکُمْ مَنْ ھُوَ اَشَدُّ ذِکْرًا مِنْ اٰبَاءِکُمْ عَلٰی اَنَّ ذِکْرًا مِنْ فِعْلِ الْمَجْھُوْلِ قَالَ فِی التَّفْسِیْرِ الْبَیْضَاوِیْ[۱] اَکْثِرُوْا ذِکْرَہٗ بِالْغُوْا کَمَا یَفْعَلُوْنَ بِذِکْرِ اٰبَاءِکُمْ فِی الْمُفَاخَرَۃِ وَکَانَتِ الْعَرَبُ اِذَا وَقَفُوْا

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۶) تذکرۃ المفسرین، قاضی زاہد الحسینی ص۹۴/۹۵، وفیات الاعیان، ابن خلکان ج ۲ ص۵۱۰، طبقات المفسرین ص۱۲۳ (سیوطی)، تاریخ تفسیر و محدثین، پروفیسر غلام احمد حریری ص۳۳۷ تا ۳۵۶۔

۲۔ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی (از علمائے ماوراء النہر) عام طور سے حافظ الدین نسفی کے نام سے مشہور ہیں۔ علاقہ ماوراء النہر کے قصبہ نسف میں پیدا ہوئے۔ وافی شرح کافی کنز الدقائق منار الانوار علم فقہ اور اصول فقہ میں جبکہ عمدۃ اور شرح الاعتماد فی الاعتقاد عقائد میں مشہور تالیفات ہیں۔ فقہ حنفی اور علم کلام کے بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن کے بھی محقق عالم تھے۔ آپ نے مدارک التنزیل میں کشاف و بیضاوی سے استفادہ تو کیا ہے مگر ساتھ ہی مسلکِ اہل سنت والجماعت اور فقہ حنفی کو مدلل ثابت فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ شیخ زین الدین عینی (م ۸۹۳ ھجری) نے لکھا۔ جبکہ مولانا عبد الحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مفید اور جامع شرح بنام الاکلیل علی مدارک التنزیل لکھی۔ سنہ ۷۱۰ ھجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ الدرر الکامنہ، ابن حجر عسقلانی ج ۲ ص۲۴۷۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ ص۱۰۱/۱۳۱۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ص۱۶۴۰۔ ص۱۶۴۱۔ ج ۲۔ تذکرۃ المفسرین قاضی زاہد الحسینی ص۱۲۱/۱۲۲۔ تاریخ تفسیر و مفسرین۔ پروفیسر غلام احمد حریری ص۲۷۲ تا ص۲۷۵۔

۱۔ تفسیر بیضاوی۔ انوار التنزیل (عربی) علامہ قاضی ناصر الدین ابو الخیر عبد اللہ عمر البیضاوی آپ کا مکمل اسم گرامی ہے۔ (حاشیہ جاری ہے)

بِمَا بَيْنَ الْمَسْجِدِ وَالْجَبَلِ فَيَذْكُرُوْنَ مَفَاخِرَ اٰبَائِهِمْ وَمَحَاسِنَهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُذْكُرُوْنِىْ كَمَا تَذْكُرُوْنَ اٰبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا اَمَّا مَجْرُوْرٌ مَعْطُوْفٌ عَلَى الذِّكْرِ وَالْمَعْنٰى اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَذِكْرِكُمْ اٰبَائَكُمْ اَوْ كَذِكْرٍ اَشَدَّ مِنْهُ وَاَبْلَغَ اَوْ عَلٰى مَا اُضِيْفَ اِلَيْهِ الذِّكْرُ بِمَعْنٰى اَوْ كَذِكْرِ قَوْمٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْكُمْ ذِكْرًا وَاَمَّا مَنْصُوْبٌ بِالْعَطْفِ عَلٰى اٰبَائِكُمْ وَالذِّكْرُ مِنْ فِعْلِ الْمَجْهُوْلِ بِمَعْنٰى كَذِكْرِكُمْ اَبًا مَنْ هُوَ اَشَدُّ فِى الْمَذْكُوْرِيَّةِ مِنْ اٰبَائِكُمْ اَوْ بِمُضْمَرٍ دَالٍّ عَلَيْهِ الْمَعْنٰى تَقْدِيْرُهٗ اَوْ كُوْنُوْا اَشَدَّ ذِكْرًا لِلّٰهِ مِنْكُمْ اٰبَائِكُمْ۔ ؎

حضرت شیخ محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں کہ اہل عرب جب مناسک حج سے فارغ ہو جاتے تو کعبہ کے نزدیک کھڑے ہو کر منٰی کے مقام پر مسجد و پہاڑ کے درمیان اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر و محاسن لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کو حکم دیا کہ مجھے یاد کرو اور فرمایا کہ مجھے اس طرح یاد کرو کہ جیسا کہ تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر کرتے ہو۔ بلکہ یہ ذکر اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہو۔ علامہ زمخشری اپنی تفسیر المسمیٰ بہ کشاف میں لکھتے ہیں اور اسی طرح صاحب تفسیر مدارک نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو کثرت سے کرو۔ اور ایسی پر زور تکرار و کثرت سے ذکر ہو جس طرح تم اپنے آباؤ اجداد کا ذکر اور ان کے محاسن کا ذکر کرتے ہو۔ یعنی مسجد و پہاڑ کے درمیان وہاں پر اپنے آباؤ اجداد کے محاسن اور جو باتیں بیان کرتے ان کے خیال میں وہ اُن کے لئے قابل فخر ہوتیں۔ اس سے بھی زیادہ کثرت سے انجام پذیر ہو۔ یہاں جر کے ساتھ آیا۔ گویا کہ عطف پر ذکر کی اضافت کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے یعنی کَذِکْرِکُمْ اے قریش! جبکہ تمہارا ذکر تمہاری قوم کے ذکر سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ یا نصب پر ہے۔ اور عطف آبائکم پر ہے۔ یعنی تمہارا یہ ذکر تمہارے آباؤ اجداد کے ذکر سے بہت زیادہ ہو۔ اس لئے بھی ذکر فعل مجہول سے ہے۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر میں لکھا ہے کہ اس کا ذکر کثرت سے کرو۔ بلکہ بڑھ چڑھ کر

(بقیہ حاشیہ ص۶۲) ۔ یہ ایک عظیم النفع تصنیف ہے۔ جس میں مصنف علّام نے علم معانی اور بیان کے دقائق تفسیر کشاف سے اخذ کئے ہیں۔ فلسفہ اور کلام کے حقائق کا ماخذ فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر ہے علم الاشتقاق کی باریکیاں امام راغب اصفہانی سے نقل کی ہیں۔ اور اپنے ذہن وقاد کی نکتہ آفرینیاں اس کے علاوہ ہیں اس تفسیر میں علمی ادبی فوائد کا بیش بہا ذخیرہ جمع ہے۔ عقائد اہلسنت والجماعت کی تائید اور معتزلہ کی مدلل تردید بھی کی گئی ہے۔ بقول امام سبکی ۶۹۱ھ ہجری میں اور ابن کثیر کے نزدیک ۶۸۵ھ ہجری میں بمقام تبریز وفات پائی۔ عبد الحیٔ بن العماد، شذرات الذہب ص۳۹۲ ج ۵، محمد حسنین مخلوف۔ المدخل المنیر ص۴۱، مطبعۃ المعاہدہ ۱۳۵۱ھ ہجری کشف الظنون، حاجی خلیفہ ص۱۲۷، ج ۱

؎ "جواز ذکر جہر" حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱

جیسا کہ تم اپنے آباد اجداد کا ذکر ان کے مفاخر و محاسن میں کرتے ہو۔ جبکہ عربوں کا دستور تھا کہ مناسکِ حج ادا کر لیتے تو منیٰ میں پہاڑ و مسجد کے درمیان جمع ہو جاتے اور اپنے آباء کے مفاخر و محاسن کا ذکر کرتے۔ تو اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا کہ میرا ذکر کرو جیسے تم اپنے آبا کا ذکر کرتے ہو۔ یا میرا ذکر اس سے بھی زیادہ کرو۔ یہاں پر ذکر مجرور یا در معطوف ہے علی الذکر پڑ تو ایک معنی یہ ہے کہ بتقدیر او کذکر اشد منہ، وابلغ۔ دوسرے معنی میں مضاف الیہ مقدر ہے۔ یعنی عبارت یوں ہوگی "اَوْ کَذِکْرِ قَوْمٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْکُمْ ذِکْرًا۔" ذکر مضاف کیا گیا ہے یا اس طرح ذکر کرو جس طرح کوئی ایسی قوم ہو جو تم سے ذکر کرنے میں بلحاظِ کثرت سبقت لے جائے۔ تیسرا معنیٰ ذکر منصوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آبائکم پر عطف ہے۔ چوتھا معنیٰ اگر ذکر کے فعلِ معروف کو مجہول تصور کیا جائے تو عبارت یوں ہو جائے گی "کَذِکْرِکُمْ یَامَنْ هُوَ اَشَدُّ فِی الْمَذْکُوْرِیَّةِ مِنْ اٰبَائِکُمْ" ایسا ذکر کرو جو کہ آبا و اجداد کے مذکور سے بڑھ کر ہو۔ پانچواں معنیٰ یہاں ایک ضمیرِ مستور ہے جو خاص معنی پر دلالت کرتی ہے۔ "تقدیرہ" اس میں مقدر کے لحاظ سے عبارت ایسی ہو جائے گی۔ "وکُوْنُوْا اَشَدَّ ذِکْرًا لِلّٰهِ مِنْکُمْ اٰبَائِکُمْ" اس "مِنْکُمْ" کو ساتھ لگانے سے پہلے معنی کی توضیح ہو جاتی ہے۔

اس بحث کے بعد اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:۔

فَیَقُوْلُ الْعَبْدُ الضَّعِیْفُ اِنَّ ذِکْرَهُمْ لِاٰبَائِهِمْ کَانَ کَثِیْرًا وَکَانَ عَلٰی صفة الجهر فینبغی ان یکون ذکر اللّٰه المماثل له موصوفا بهٰذین الصفتین والا لاتفسیرا المماثلة با لکثرة فقط فَهُوَ خلاف الظاهر لقوله تعالیٰ وَبشر المخبتین اَلَّذِیْنَ اذا ذکر اللّٰه وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ای خَافَتْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیَاتُه زادته اِیْمَانًا وَالمخبتین هُمُ الْمُخْلِصِیْنَ وَالمتواضعین لِلّٰهِ فَاِیْرَادُ صیغة المجهول یُشْعِرُ بِاَنَّ الذکر غیر معیّنٍ وَّ شَامِلٌ لِغَیْرِ هٰؤُلَآءِ المؤمنین وَوَجَلَ الْقَلْبِ بِذِکْرِ الْغَیْرِ اِنَّمَا یَکُوْنُ بِالسَّمَاعِ فَکَیْفَ یُمْکِنُ السماع بغیر الجهر فثبت الجهر[1]

پس یہ بندۂ ضعیف کہتا ہے کہ وہ ذکر جو اپنے آبا و اجداد کا ذکر کرتے تھے۔ وہ ذکر جہری تھا۔ پھر جو اس کے مماثل بہ کا ذکر ہے وہ بھی ان دوسروں پر مبنی ہے۔ ورنہ مشابہت و مشابہت کی توضیح ہر دو کی خصوص جو کہ کثرت کے ساتھ ہے۔ وہ ظاہری طور پر خلافِ مدعا ہو گا۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ کے قول کے مخالف ہو جائے گا۔ جس کا معنیٰ یہ ہے کہ مومنین کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو ان کا دل دہل جاتے ہیں یعنی خوف کھائیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کے سامنے تلاوت کی جائیں تو ان کا ایمان بڑھتا جاتا ہے یہاں صیغہ مجہول کو لانا اس لئے ہے کہ سمجھا جائے کہ ذکر غیر معین ہے اور وہ ان مومنین کے علاوہ دیگر افراد پر بھی مشتمل ہے اور دلوں کا دھڑکنا اسی صورت میں ہے کہ ذکر سنا جائے تو بغیر بلند آواز کے سماع کس طرح ممکن ہے، پس جہر ثابت ہو گیا۔

[1] ذکر جہر (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵

ذکرِ جہر محدّثین کی نظر میں

محدثِ کبیر سیدنا حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ سُنّت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَمَّا السُّنَّۃ[1]، فَکَمَا روی البخاری اِنَّہٗ قَالَ حَدَّثَنَا اسحاق بن نصر قال عبد الرزاق قَالَ حَدَّثَنَا ابن جریج قَالَ اخبرنی ابو مُعبد مولیٰ اِبنِ عباس قَالَ اِنَّ ابن عباس اخبرہٗ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان عَلیٰ عَھدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ[2] ولفظ کَانَ یَسْتَعمل عند المحدّثین للدوام والکثرۃ وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ کُنْتُ اعرف انقضاء صلوٰۃ النبیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ باستماع التکبیر والمراد بالتکبیر الذکر کما ذکرہ شراح الحدیث وھٰذا اذا کَانَ ابن عباسؓ صغیراً لم یحضر الجماعۃ احیاناً[3]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا کہ ہمیں اسحاق بن نصر نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عبدالرزاق نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن جریج نے حدیث بیان کی اور وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن عباس کے آزاد کردہ غلام ابو معبد نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ انہیں ابن عباس نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں جس وقت مقتدی فرض نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ محدثین کے نزدیک کَانَ کا لفظ کثرت اور ہمیشگی کے لئے آتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ انہی اسناد کے مشابہ حدیث بیان کی ہے۔ کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اختتامِ نماز کو تکبیر کے سننے ہی سے جان لیتا اور تکبیر سے مُراد ذکر ہے جیسا کہ حدیث کے شارحین نے فرمایا اس حدیث کو بخاری اور مسلم ہر دو نے روایت کیا ہے۔ آپ کا یہ فرمانا اس وجہ سے تھا کہ بعض اوقات کم عمری کی وجہ سے جماعت میں موجود نہیں ہوتے تھے۔

---

[1] "والاصل فیھا الطریقۃ والسیرۃ، واذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بھا ما اَمَر بہ النبیّ صلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ونھی عنہ وندب الیہ قولاً وفعلاً عالم ینطق بہ الکتاب العزیز، ولِھٰذا یُقَالُ فی ادلۃ الشرع الکتاب والسنۃ ای القرآن والحدیث۔"
لغت میں سنت کے معنی طریقہ (راستہ) اور سیرت کے ہیں۔ جب اس کا اطلاق شریعت پر کیا جاتا ہے تو مُراد یہ کہ جس امر کے کرنے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا یا منع فرمایا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی کتاب کا حکم موجود نہیں، یا وہ قول ہو یا فعل اس کا کرنا مندوب ہے۔ اسی لئے سُنّت کو ادلۃ الشرع سے تعبیر کرتے ہیں۔ کتاب والسنۃ سے مراد قرآن و حدیث ہے۔ لسان العرب۔ ابن منظور: ج ۱۳ صفحہ ۲۲۵

[2] صحیح بخاری، باب آذان، صفحہ ۱۵۵۔ [3] ذکر جہر (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ ۹

محدّث کبیر حضرت سیّد شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ حکیم اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دلائل پیش کرنے کے بعد مختلف فقہائے کرام کی تصانیف سے بھی جوازِ ذکرِ جہر پر انتہائی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جو آپ کی فقیہانہ بصیرت کی عمدہ دلیل ہے۔

ذکرِ جہر کے متعلق فقہاء کی آراء

آپ نے دیگر مصنفین کے طریقِ استدلال سے ہٹ کر فتاویٰ[1] کی روشنی میں بھی مسئلہ مذکورہ پر جواز اور عدمِ جواز کی بحث فرمائی۔ اور اس ضمن میں ھدایہ کے حواشی عنایہ، کفایہ، نہایہ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

باب الحج فی قولہ ویرفع صوتہ بالتلبیہ المستحب عندنا فی الاذکار الاخفاء الا اذا تعلق باعلانہ مقصود کالاذان والخطبۃ ونحوھما فکان رفع الصوت بھا مستحبا۔[2]

باب الحج میں ہے کہ جب حدیث میں وارد ہوا کہ اپنی آواز کو تلبیہ پڑھتے وقت بلند کرو۔ ہمارے نزدیک اذکار میں اخفاء کرنا مستحب ہے جب کہ جہر اس وقت مستحب ہے کہ اسے علی الاعلان کیا جائے جیسا کہ آذان، خطبہ اور انہی دونوں کی طرح دوسرے اذکار میں بھی بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔

علمِ اصول کے مطابق نہایت واضح اور روشن دلائل سے مخالفین کے اعتراض کو کہ ذکرِ جہر حرام ہے، رَدّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ولو کان حراما لکان الاخفاء واجبا لامستحب اذا ضد الحرام الواجب"[3]

"اگر ذکرِ جہر حرام ہوتا تو ذکرِ خفی واجب ہو جاتا اور مستحب نہ رہتا۔ کیونکہ حرام کی ضد واجب ہے۔"

محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کو بھی وضاحت سے بیان کیا ہے کہ جب فقہا کے نزدیک لفظ "عندنا" استعمال ہوتا ہے تو اس سے ہمیشہ ان کی مراد آئمہ ثلاثہ ہوتی ہے

---

[1] فتاویٰ:۔ "فتوۃ" بکرم، سخا، زیرکی اور شباب۔ الفتوۃ۔ تفاتوا الی العالم: تحاکموا الیہ فی الفتیٰ عالم سے شرعی فیصلہ طلب کرو، شرعی فیصلے کے لئے اس کی طرف رجوع کرو۔
المنجد۔ مطبوعہ بیروت ۱۹۵۱ء، ص۵۹۸، المفردات القرآن، امام راغب اصفہانی، مطبوعہ پشاور ۱۹۶۴ء ص۳۷

[2] جوازِ ذکرِ جہر (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ ص۸

[3] ایضاً ص۱۱

(حاشیہ جاری ہے)

آپ لکھتے ہیں

ولفظ عندنا فی روایات عبارۃ عن مذہب الائمۃ الثلثۃ اعنی اباحنیفۃ و صاحبیہ بل زفر ایضًا

"روایاتِ فقہ میں "عندنا" یعنی آئمہ امام ابوحنیفہ[1] صاحبین (امام محمد[2] امام یوسف[3]) بلکہ چوتھا امام "امام زفر[4] کی عبارت بھی مراد ہے"۔

الغرض محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے ص۱ تا ص۳۲ تک ہر اس امکانی سوال کا تسلی بخش جواب تحریر فرمایا۔ جوازِ ذکر جہر پر وارد ہوتا ہے، مفسرین، محدثین اور فقہا کے مختلف ارشادات کو یکجا کرکے علمِ اصول کی روشنی میں توفیق و تطبیق کی۔ آپ لکھتے ہیں:-

ولو اوردناھا صارت الرسالۃ طویلۃ فاقتصرنا علی الضروریات واما من قال ان المنع مدلول بالعبارۃ والجواز بالاشارۃ والاقتضاء و العبارۃ اقوی فی التعارض عن الاشارۃ و الاقتضاء۔ فمدفوع بانا لا نسلم ان المنع بالعبارۃ بل لا نص فی المنع لما سمعت من المعانی المحتملۃ المذکورۃ فی التفاسیر ولوسلم فھٰذا فیما لا یمکن الجمع والتطبیق وھنا حصل الجمع بینھما فلا تعارض۔

اگر ہم ان سب کا ذکر کرتے تو یہ رسالہ طویل ہوجاتا۔ پس ہم نے اشد ضروری حوالہ جات پر اکتفا کیا لیکن جو کہتے ہیں کہ کسی امر کا ممنوع ہونا عبارت النص سے ہوتا ہے اور جواز اشارۃ النص و اقتضاء النص سے ہوجاتا ہے۔ تو اس طرح عبارت النص اشارۃ النص اور اقتضاء النص کے تعارض میں اقویٰ ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ہم تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ منع کے لحاظ سے عبارت النص میں منع پایا جاتا ہے اور وہ امر ممنوع ہوجاتا ہے لیکن جوازِ ذکرِ خفی کے لئے تو منع کی کوئی نص وارد ہی نہیں ہوئی اور نہ ہی آپ کا احتمال جو معانی کو منع پر دلالت کرے۔ اگر یہ مان لیا جائے تو جمع اور تطبیق ہرگز وقوع پذیر نہیں ہوسکتیں اور اس مقام پر دونوں کے درمیان تطبیق و جمع ہوگئی (فھو المراد) اب کون سا تعارض باقی رہا۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۸ سے۔ جوازِ ذکرِ جہر (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱)

[1] ۔ نعمان نام، ابوحنیفہ کنیت، امام اعظم لقب، شجرہ نسب یہ ہے۔ نعمان بن ثابت زوطی ابن ماہ۔ آپ کی ولادت باسعادت ۸۰ ھجری میں ہوئی۔ رجب سنہ ۱۵۰ ھجری میں وفات پائی۔ علامہ شبلی نعمانیؒ سیرت نعمان ص۱۳ تا ص۴۳، شذرات الذہب عبدالحیٔ ابن العماد ص۲۲۷ تا ۲۲۹، ج۱۔

[2] امام محمد بن الحسن الشیبانی فقہ حنفی کے دوسرے بازو ہیں۔ آپ کا اصلی وطن دمشق تھا، سے متصل ایک گاؤں جسے حرست کہتے ہیں سنہ ۱۳۵ ھجری میں یہیں پیدا ہوئے۔ جب ہارون الرشید کے ساتھ ۱۸۹ ھجری میں "رے" گئے تو اسی مقام کے قریب ایک گاؤں بنویہ میں انتقال ہوگیا۔ "سیرت النعمان" علامہ شبلی نعمانی ص۲۰۶۔

(حاشیہ جاری ہے)

مشائخ سلاسل کی نظر میں ذکرِ جہر

محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ دین اسلام کے تین بُنیادی اصُول یعنی قرآن حکیم، حدیث نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور فقہ سے جوازِ ذکرِ جہر پہ دلائل قائم کرنے کے بعد مشائخ سلاسلِ طریقت کے اقوال بھی بیان کئے، تاکہ ہر پہلو سے جوازِ ذکرِ جہر کا اثبات بیّن ہو جائے۔
آپ کی تحقیق کی روشنی میں تمام سلاسل میں ذکرِ جہر موجود ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

ان المعروفة الاولياء اربع عشرة طريقة وواحدة منهم اعن اصحاب الطريقة النقشبنديه لايجهرون بالذكر ولا يمنعون ايضاً عدم الجهر في طرقتهم بدمن حضرت خواجه بهاء الدين النقشبند قدس سرهٗ حين جاء الى قبر حضرت خواجه عبدالخالق الغجدوانی قدس سرهٗ ووصل اِلَيهِ الفيض من روحه المبارك وقبل هذا الحال كان يجهر وامامن كان قبله من مشائخه كلهم يجهرون و يخفون واهل الطرق الاخر كلهم كانوا يجهرون ويعتقدون ان الجهر اولى للمبتدى فى الطريق لرفع الخطرات والوساوس وطرد الشيطن ودفع النوم والغفلة والكسل

اولیائے کرام کے معروف چودہ[۱] سلاسل ہیں۔ جن میں سے صرف سلسلہ نقشبندیہ کے مشائخ حضرات ذکرِ جہر نہیں کرتے لیکن وہ منع بھی نہیں کرتے۔ ان کے طریقے میں ذکرِ جہر کا نہ کرنا اس وقت شروع ہُوا جب کہ حضرت بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، جناب عبدالخالق غجدوانی[۲] رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے واپس ہوئے اور صاحب مذکور کے فیض سے مشرف ہوئے۔ تو انھوں نے ذکرِ خفی کرنا شروع کردیا لیکن اس سے پہلے وہ ذکرِ جہر کرتے تھے۔ بلکہ تمام مشائخ اور وہ خود ذکرِ جہر اور ذکرِ خفی کرتے تھے اور ان کے تمام کے تمام سلاسل ذکرِ جہر کرتے تھے ان کا اعتقاد تھا اور وہ جانتے تھے کہ مبتدی کے لئے ذکرِ جہر بہت مبتدی اور موزوں ہے۔ کیونکہ ذکرِ جہر دل کے وساوس اور خطرات کو دُور کر دیتا ہے۔ شیطان کو بھگا دیتا ہے۔ غفلت اور نیند کو مٹا دیتا ہے۔ نیز سستی کو بھی دُور کرتا ہے۔

---

[۳] قاضی ابویوسف:۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ سعد بن صبتہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب میں تھے ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہُوئے۔ جمعرات کے دن ظہر کے وقت ربیع الاوّل کی پانچویں تاریخ ۱۸۲ ہجری میں وفات پائی۔ ایضاً ص ۲۱۰، ۲۱۱
[۴] فقہ میں اگرچہ آپ کا رتبہ امام محمد سے زیادہ مانا جاتا ہے۔ علامہ نووی نے تہذیب اللغات میں تصریح کی ہے۔ صاحب الحدیث کہلاتے تھے پھر فقہ کی طرف توجہ کی اور آخر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔ ۱۱۰ ہجری میں پیدا ہُوئے اور ۱۵۸ ہجری میں وفات پائی۔ ایضاً ص ۲۱۰-۲۱۱
[۵] آپ کا نام محمد بن محمد البخاریؒ ہے آپ کی ولادت ۷۱۸ھ ہجری میں ہُوئی۔ خواجہ بابا محمد سماسیؒ اور سید امیر کلالؒ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ان کے بعد
(حاشیہ جاری ہے)

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے کے اختتام پر ذکرِ جہر اور ذکرِ خفی میں جو تفاوت پایا جاتا ہے اُسے اپنی عارفانہ بصیرت کے ساتھ نہایت احسن اسلوب سے بیان فرمایا۔

آپ لکھتے ہیں:—

قال المشائخ ان الجهر مما يصدق عليه الذكر الكثير المامور في قوله تعالى اذكروا الله ذكراً كثيراً الى آخره لان الجهر بالذكر اذا يصل الى اسماع المستمعين الكثيرين والى قلوبهم فهو ايضاً ذكر فالذاكر بالجهر سبب الذكرهم والدال على الخير كفاعله فصير هذا الذكر الواحد كثيراً والخفي لايكون هكذا حظ بخلاف الخفي الا اذا كان الخفي جاريا ومتمكنا في قلبه ولسانه بحيث لا يغفل عنه ولا يخطر بالبه سواه فهذا مرتبة عظيمة فوق الجهر

اُذْكُرُوا اللّٰہَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۔۔۔ الخ

اللہ تبارک وتعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو اور کثیر کے معنی یہ ہیں کہ ذکرِ جہر کو جب بہت سے سُننے والے سُنیں اور اُن کے دلوں میں اُتر جائے تو وہ بھی ذکر کرنے لگتے ہیں۔ پس معلوم ہوگیا کہ جہر کے ساتھ ذکر کرنے والا ان کے ذکر کا سبب ہے اور نیکی پر دلالت کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ خود نیکی کرنے والا اس طرح ایک کا ذکر سب کا ذکر ہوگیا۔ جبکہ ذکرِ خفی میں یہ مقام حاصل نہیں ہوتا۔ ذکرِ جہر ایسا ہے کہ زبان بھی، کان بھی اور قلب بھی مشغولِ ذکر ہو رہے ہیں۔ برعکس ذکرِ خفی کے۔ کیونکہ ذکرِ خفی جاری ہو اور ذاکر کے دل پر متمکن ہو اور اس لحاظ سے وہ کسی وقت بھی اس سے غافل نہ ہو اور اس کے دل میں سوائے اس کے ذکر کے اور کوئی خیال نہ آئے تو یہ ذکرِ جہر پر ایک عظیم مرتبہ ہے۔ رسالے کے آخر میں لکھتے ہیں۔ الحمد للہ بعونہ ونصرتہ تمام شد بیان حل وجوازِ ذکر جہر

(بقیہ حاشیہ ص۶۸) شیخ قثم اور خلیل آتا جو کہ مشائخِ ترک سے تھے ان کی صحبت میں رہے۔ آپ اویسی بھی تھے اور آپ کو اویسی روحانیت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ سے حاصل ہوئی۔ خواجہ سید امیر کلالؒ سے ذکر کی تلقین حاصل کی۔ آپ نے ۷۰ سال کی عمر میں ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ عمدۃ المقامات ص۶۳ تا ۷۰۔

لے۔ حضرتِ خواجہ عبدالخالق غجدوانی بن خواجہ عبدالجمیل (م ۵۷۵ ھجری) آپ کے شیخ الشیوخ خواجہ امام ابی یعقوب ہمدانی (م ۵۳۵ھ) تھے۔ آپ انتہائی متبع سنت اور بدعت و ہوا سے اجتناب کرتے تھے۔ عالم و فاضل اور صاحبِ کرامت تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ یادِ خدا کو بائیں ہاتھ میں اور سُنتِ رسول کو دائیں ہاتھ میں پکڑ کر ان کی روشنی میں راہِ سلوک طے کرو۔ آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ آپ نے ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ ھجری میں وفات پائی۔ تصنۃ المشائخ۔ مولانا زاہدؒ (قلمی) ص۲۷-۲۸، شریف التواریخ سید شریف احمد شرافت نوشاہی، ادارۂ معارف نوشاہیہ سالِ تصنیف ۱۳۹۰ھ۔ حضرت خواجہ محمد فضل اللہ باہتمام محمد ہاشم مجددی ص۲۴۲۔ عمدۃ المقامات ص۵۶ تا ۵۹۔

لے ذکرِ جہر (قلمی) حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۳۸

"رسالہ اسرارُ التّوحید" (قلمی)

نظریۂ توحید تاریخی ادوار کی روشنی میں:

محدّثِ کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف "اسرارُ التوحید" کو بیان کرنے سے پہلے مسئلہ توحید کی اجمالی تاریخ پر روشنی ڈالنا نہایت ضروری ہے تاکہ اس امر کا صحیح اندازہ ہو سکے کہ حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے جو تحقیق کی اس کی اپنے ماحول میں کس قدر اہمیت و ضرورت تھی۔

عالم اسلام میں علمِ توحید کے موضوع پر دوسری صدی ہجری سے علمائے ربّانیین نے تحقیق کی۔[1] قبل ازیں علمِ توحید جاننے والوں کو عابد، زاہد اور عارف کہا جاتا تھا۔ جب اس مسئلے پر تحقیق شروع ہوئی۔ تو پہلی اور دوسری صدی ہجری کے بزرگوں کو بھی صاحبانِ معرفتِ الٰہی کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۱۱۰ھجری، حبیب الاعجمی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۱۲۱ھجری، ابراھیم بن الادھم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۱۶۳ھجری شعوانۃ العابدۃ الزاھدہ رحمۃ اللہ علیہا المتوفیہ سنہ ۱۷۵ھجری عفیرۃ العابدۃ الزاھدہ رحمۃ اللہ علیہا المتوفیہ سنہ ۱۸۰ھجری، رابعہ العدویہ رحمۃ اللہ علیہا المتوفیہ سنہ ۱۸۵ھجری، فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سنہ ۱۸۷ھجری۔ جیسے اکابرین صاحبانِ معرفتِ الٰہی اور اولیائے کرام گزرے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کے مطابق پہلے بزرگ جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوئے وہ "شیخ ابو ھاشم[2] کوفی" المتوفی سنہ ۱۵۰ھجری تھے۔

آپ لکھتے ہیں:-

"اوّل کسیکہ ویرا صوفی خواندہ اندوے بود، پیش از وے کسے را بایں نام نخواندہ بودند[3]"

---

[1] مجموعۃ الرسائل والمسائل۔ امام ابن تیمیہ۔ ج ۱ ص ۲۲

[2] واوّل من سمّی بالصّوفی ابو ھاشم المتوفی سنہ ۱۵۰ھجری کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۴۱۴۔ تاریخ ادبیاتِ عرب، ڈاکٹر اکبر بہروز مطبوعہ انتشارات دانش گاہ تبریز سنہ ۱۳۵۹ھجری ص ۲۳۵۔

[3] نفحات الانس، مولانا عبدالرحمان جامیؒ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۲۸۴ء۔ ص ۲۳۔ تاریخ مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی مطبوعہ ندوۃ المصنفین ط ۱۹، فوائد الجواہر مقدمہ مولانا شمس بریلوی مدینہ پبلشنگ سنہ ۱۹۷۸ء ص ۲۔ قصر عارفان، مولوی احمد علی (قلمی نسخہ) متعلق دانشگاہ پنجاب، شمارہ ص ۱۹ P.F.۱۰۰۰ ص ۹۴

ترجمہ:۔ وہ پہلے شخص جو صوفی کے نام سے پکارے گئے (وہ شیخ ابوالہاشم) تھے ان سے پہلے کسی شخص کو اس نام سے پہلے نہیں پکارا گیا تھا۔

اس دور کے علمائے مسترشدین نے جب خلفاء، اُمراء اور حکمرانوں کے باہم انتشار، تشتت اور افتراق کو دیکھا کہ وہ لوگ اسلام کا نام لیتے ہوئے بھی کما حقہٗ قوانین اسلامی نافذ نہیں کرپاتے بلکہ خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو تعلیماتِ قرآنی، تہذیب نفوس اور عصمت و عفت کا نظام حیات دیا تھا اُسے عملاً ناکارہ بنا رہے تھے۔ تو ایسے ماحول سے علمائے کرام نے کلیتہً متنفر اور دل برداشتہ ہو کر یکسوئی اختیار کرلی، وہ یکسوئی یا خلوت ایسی نہ تھی کہ جسے رہبانیت کہا جائے بلکہ انہوں نے تعلیمات اسلام، اتباع سنت نبوی اور مکارم حسنہ کو اپنا نصب العین بنا کر خالص دینی اور اصلاحی ماحول بنانے کی بھرپور سعی کی۔ جب بھی خلفاء و امراء اپنے مفاد کے لئے شریعت حقہ، کے خلاف کوئی قدم اُٹھاتے، تو یہی علمائے مسترشدین نہایت عزم، ثبات، حق گوئی اور جرأت کے ساتھ ان پر کھلی تنقید کرتے اُن کی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی وعظیم جہاد کا واضح و بین پہلو یہ ہے کہ علمائے کرام ظالم، جابر اور گمراہ حکمرانوں کے سروں پر اصلاح، گرفت اور تربیت کا ایک مکمل و اکمل احتساب تھے۔ جو ان صاحبانِ وجاہت اور اقتدار پرست حکمرانوں کی باز پرس اور تنبیہہ کا ایک نہایت مہتم بالشان ذریعہ اور واسطہ تھے۔ اُسی دور میں خلفاء اور اُمراء نے حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز حکومت سے ہٹ کر اسلامی نظام حکومت کو موروثی خاندانی اور نسبی حکومت بنا کر ملوکیت اور بادشاہت کی شکل دے دی جس کا عظیم تر نقصان اسلامی طرز حکومت کو اٹھانا پڑا۔ ان علمائے کرام نے کلی طور پر اس نظریے سے علیحدہ ہو کر عبادات، معاملات، اخلاقیات، اخوت و مساوات کے گرانقدر اسلامی نظام کو اپنایا اور اس نظام حیات کو منازلِ عروج پر پہنچانے کا کام انہی صاحبانِ اتقیاء و زہاد نے سرانجام دیا۔

تیسری صدی ہجری میں یوں دکھائی دیتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی کے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے ملوکیت اور ضلالت سے ہٹ کر اتباع سنت یاد الٰہی اور خشیت باری تعالیٰ پر عمل پیرا ہو کر یکسوئی اختیار کی۔ اسی طرح تیسری صدی ہجری کے علماء نے مختلف فرقوں جیسے معتزلہ جو ارباب حکومت کی پیداوار تھے، سے علیحدہ ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت، یادِ حق جلالہٗ اور مکارمِ اخلاق کی روشنی میں گردو پیش کے گمراہ و باطل عقائد کے فرقوں کی تردید و مذمت کی۔

پروفیسر ایڈورڈ براؤن لکھتے ہیں:۔

متقدمین نے یہ تسلیم کیا ہے کہ سب سے پہلے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ[۱] نے اصولِ تصوف کو بیان کیا۔ پھر حضرت جنید بغدادی[۲] نے انہیں ترقی دی اور مدون و منضبط کیا، جبکہ شیخ شبلی[۳] نے بآواز بلند منبر پر اعلانیہ تبلیغ کی[۴]۔

۱؎ ملاحظہ کیجئے صفحہ ۱۲۸ ۲؎ ملاحظہ کیجئے صفحہ ۱۳۱ ۳؎ ملاحظہ کیجئے صفحہ ۱۳۵

۴؎ پروفیسر ای۔ جی۔ لٹریری ہسٹری آف پرشیا۔ براؤن۔ مطبوعہ کیمبرج صفحہ ۱۹۲ ج ۱ تذکرہ ابوبکر شبلیؒ

علمِ تصوّف تصنیف و تالیف کے آئینے میں

پہلے شخص جنہوں نے تصوّف کو ایک عملی شکل دی۔ وہ[1] ابو عبید اللہ حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ عابد، زاہد، صاحبِ ریاضت اور انتہائی مشکل ترین مجاہدات کرتے تھے۔ ہر وقت نفس کا محاسبہ کرنے کی وجہ سے آپ کا لقب محاسبی پڑ گیا۔[1] امیروں اور دولت مندوں کے سخت مخالف تھے۔ اپنے ہر وعظ میں دنیاداری کی سخت مذمت کرتے تھے۔ ایک بلند مرتبہ صوفی ہونے کے علاوہ ایک متبحر یعنی متکلم، محدث، مفسر اور فقیہہ کامل بھی تھے آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے[2]۔ تصوف میں آپ کی مایۂ ناز کتاب الرعایہ لحقوق اللہ والقیام بہا ہے اس کتاب کا اسلوبِ بیان نہایت انوکھے طرز پر ہے۔ جس میں ایک مرشد کامل یا عالمِ باصفا اپنے مُرید یا شاگرد کو باقاعدہ سوال و جواب کے ذریعے تمام ضروریات سے مطلع کرتا ہے۔ اُسے سمجھاتا ہے۔ اس کی تربیت کرتا ہے۔

آپ کی تعلیمات کی بنیاد قرآنِ حکیم اور اُسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اخذ ہے۔ آپ تمام مسائل کا حل دلیل و حجت سے قائم کرتے ہیں۔ اسی لئے بنیادی طور پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی توحید پر اس آیۂ کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ۔[3]

یہ تمام تر کتاب اصلاحِ نفس، تزکیۂ نفس اور تربیت نفس کو بیان کرتی ہے اور وہ تمام اُصول و ضوابط واضح کرتی ہے، جن سے یہ مقاصد حاصل ہوں، آپ نے ۲۴۳ھ ہجری میں وفات پائی۔[4]

سلسلہ محاسبیہ منسوب بحضرت شیخ ابو عبید اللہ حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔[5]

اسی زمانے میں ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی رحمۃ اللہ علیہ صاحب توحید بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کا اسمِ گرامی محمد بن علی بن حذین بشر تھا۔[6]

---

[1] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری، ج۔ ا صفحہ ۱۴۶، تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ، مطبوعہ علماء اکیڈیمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۶ء، صفحہ ۱۴۶

[2] نفحات الانس، مولانا عبد الرحمن جامیؒ صفحہ ۱۵۱، تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطار، مترجم محمد عبد المجید، مطبع مجید واقع کانپور صفحہ ۲۴۲، تاریخ تصوّف، یوسف سلیم چشتی صفحہ ۱۴۶، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور ج۔ ا صفحہ ۱۴۶

[3] بیشک اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لئے جو صاحبِ دل ہو یا کان لگا کر احکامِ الٰہی کو سنتا ہو اور اُسے حضوریٔ قلب بھی ہو ۵۰:۳۷

[4] شذراۃ الذھب فی اخبار من ذھب۔ عبد الحی بن العماد، المکتب التجاری للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت لبنان ج ۔ ۲ صفحہ ۱۰۳۔ شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی۔ ادارۂ معارف نوشاہیہ ۱۹۷۱ء ج۔ ا صفحہ ۱۶۳، تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی صفحہ ۱۴۶۔

[5] تاریخ مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی صفحہ ۹۴

[6] امام ابن تیمیہؒ، پروفیسر یوسف کوکن عمری، مطبوعہ مدینہ برقی پریس مدراس ۱۳۷۹ھ ہجری ۱۹۵۹ء عیسوی، صفحہ ۲۶۷

آپ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ ھجری) کے صحبت یافتہ تھے۔ صاحبِ تصنیف بزرگ تھے اور حدیث پر عبور حاصل تھا[1]۔ آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں غرس الموحدین اور ختم الولایۃ اس موضوع پر خاص ہیں[2]۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ ھجری) نے فتوحات مکیہ میں اکثر ان کے اقوال نقل کئے ہیں[3]۔ آپ نے خراسان اور عراق کے مختلف علماء سے حدیث پڑھی۔ اور نیشاپور میں ۲۸۵ ھجری میں درس دیا کرتے تھے۔ صاحبِ سفینۃ الاولیاء نے آپ کا سن وفات ۲۵۵ھ ھجری لکھا ہے[4]۔

سلسلہ حکیمیہ منسوب بحضرت شیخ ابو عبد اللہ محمد بن الحکیم الترمذی سے ہے[5]۔

تیسری صدی ہجری میں کئی ایسے بزرگ موجود تھے جنہوں نے توحیدِ الٰہی، معرفتِ نفس، فقر و فاقہ، توکل اور صبر و رضا، اخلاص و استقامت، ترکِ دنیا وغیرہ کے مسائل پر چھوٹی بڑی کتابیں تحریر کیں۔ جو کہ تصوف کی بنیاد ہیں۔ مولانا ابو الکلام آزاد ترجمان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس عقلیت کے مہلک اثرات نے مسلمانوں کی دینی زندگی کے کسی گوشے کو نہیں بخشا، ذات و صفاتِ خداوندی، خلقِ قرآن، دوزخ، جنت، معجزات، معراج، غرض ہر مسئلہ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا گیا۔ آیاتِ قرآنی کی ایسی تاویلات کی گئیں۔ جس سے یونانی فلسفے کی تائید ہو سکے۔ اس صورت حال کا سب سے زیادہ افسوسناک نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کا طریقۂ استدلال دور از کار دقیقہ سنجیوں میں گم ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس کے تمام بیانات کا محور و مرکز اس کا طریقِ استدلال ہی ہے۔ اس کے ارشادات و بصائر اس کے قصص و امثال، اس کے مواعظ و حکم اس کے مقاصد و مہمات سب اسی چیز سے کھلتے ہیں اور ابھرتے تھے۔ یہ ایک چیز کیا گم ہوئی۔ گویا اس کا سب کچھ ہی گم ہو گیا[6]۔

۱۔ امام ابن تیمیہؒ، پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری، ص ۲۶۷۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۵۶ ج ۲۔

۲۔ ایضاً

۳۔ Massignon Louis, Essai Surles Drigines De Lexique Technique. De La Mystique, Musulmane Paris (1922) P. 256-264

"کا خیال ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ حکیم ترمذیؒ سے بہت زیادہ متاثر تھے اور انہوں نے حکیم کی کتابوں کا بغور مطالعہ کیا تھا۔" تاریخ مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی۔ تذکرۃ الاولیاء۔ شیخ فرید الدین عطار ص ۲۲۵۔

امام ابن تیمیہ، محمد یوسف کوکن عمری ص ۲۶۷

۴۔ شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج ۱ ص ۱۵۴، خزینۃ الاصفیاء ج ۱، ص ۵۸

۵۔ ایضاً

۶۔ ترجمان القرآن۔ مولانا ابو الکلام آزاد ص ۶۹، ج ۱، مکتبہ سعید ناظم آباد کراچی ۱۹۳۱ء

یہ علمائے مسترشدین اس عقلیت وضعیت سے بیزار تھے۔ اس عقلیت سے پیدا شدہ ذہنی ہیجان کو اپنی تصانیف، ارشادات، تعلیمات اور مواعظِ حسنہ سے قلبی کیفیات کے ذریعے دور کرنے کی کوششیں کی۔

شیخ معروف کرخیؒ[1]:- آپ کا اسم گرامی معروف کنیت ابوالمحفوظ لقب اسد الدین تھا آپ کے والد کا نام فیروز یا فیروزان تھا۔ جو مذہباً نصاریٰ تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ کا نام علی تھا[2]۔ نسبت کرخی بغداد کے محلہ کرخ کی وجہ سے ہے۔ جہاں آپ کے اباؤ اجداد سکونت پذیر تھے[3]۔ آپ کے اساتذہ حضرت ابوالحسن علی رضاؒ شیخ فرقد سنجیؒ، شیخ ابوالعباس محمد سماکؒ، شیران المعانیؒ اور خواجہ شمس الدین سجاوندیؒ تھے۔ علومِ ظاہری اور باطنی کی تکمیل کے بعد سے حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ریاضت وعبادت کا طریقہ سیکھ کر اجازت طریقہ اہلِ بیعت حاصل کیا[4]۔ آپ نے عربی زبان میں قرآنِ حکیم کی تفسیر لکھی[5]۔ جو کہ حقائق ومعارف کی جامع ہے۔ اس تفسیر میں نظریۂ توحید کو نہایت ہی شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔ آپ نے بروز جمعہ ۲ محرم ۲۰۰ ھجری ۲۴/۱۲ اگست ۸۱۵ عیسوی بعہد مامون الرشید وفات پائی۔ مزار اقدس بغداد کے محلہ کرخ میں ہے[6]۔

شیخ ذوالنون مصریؒ:- آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور ابوالفیض، اسم ثوبان بن ابراہیم تھا[7]۔ آپ تجرید اور محبتِ الٰہی کی بُرہان، توحید ومعرفتِ الٰہی کے سُلطان، فقرِ فخری میں حجت اور اسرار التوحید میں باریکیوں کی تہہ تک پہنچنے والے تھے[8]۔ حضرت امام مالک کے شاگرد تھے اور جناب شیخ اسرافیل مغربی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ خلیفہ عباسی متوکل جو بادشاہِ وقت تھا اکثر اُسے ہدفِ تنقید بناتے جس کی وجہ سے جیل بھی گئے۔ جب خلیفہ کے سامنے پیش کئے گئے تو خلیفہ نے آپ سے چند سوالات کئے آپ نے ایسے باتشریح جواب دیئے کہ متوکل کے سارے وزیر اور امیر رو پڑے۔ اور آپ کی فصاحت وبلاغت پر دنگ رہ گئے۔ خلیفہ آپ کا مُرید ہوگیا[9]۔

---

[1] شذرات الذہب۔ عبدالحیٔ بن العماد ج ۱ ص ۳۶ ، قصص المشائخ خواجہ محمد زاھد بن خواجہ عزیز اللہ (قلمی) ص ۱
[2] تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطار ص ۳۲۹۔
[3] ایضً
[4] شریف التواریخ ــــــ سید شریف احمد شرافت نوشاہی ص ۲۸۶۔
[5] نسخہ ملفوظات، خواجہ معین الدین حسن اجمیریؒ مرتبہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بحوالہ شریف التواریخ ص ۲۸۶۔
[6] شذرات الذہب، عبدالحیٔ بن العماد، ج ۱ ص ۳۶ ، شریف التواریخ، شریف احمد شرافت نوشاہی ص ۱۵۸۔
[7] خزینۃ الاصفیاء ص ۴۹ ، شذرات الذہب ص ۱۰ ، شریف التواریخ ص ۱۵۸
[8] تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطار ص ۱۳۹۔
[9] شذرات الذہب عبدالحیٔ بن العماد ج ۲ ص ۱۰۔

آپ کی تصانیف کتاب الثقتہ فی الصفتہ اور کتاب الرکن الاکبر ہیں[1]۔

متقدمین نے تسلیم کیا ہے کہ اصولِ تصوف کو پہلے شخص ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا[2]۔

آپ نے ۲۴۵ھ ہجری میں وفات پائی اور مزار مبارک مصر میں ہے[3]۔

شیخ سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ:- آپ کا نام سری[4] تھا۔ کنیت ابوالحسن اور لقب ضیاء الدین، والد کا نام مغلس[5] تھا۔ آپ کا وطن بغداد تھا اور جناب شیخ ابوالمحفوظ کرخی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی[6]۔ پہلے شخص جنہوں نے بغداد میں حقائق اور توحید کا ذکر کیا۔ وہ آپ ہی ہیں[7]۔

"وقال السخاوی فی طبقات الاولیاء ھو امام البغدادیین[8]۔"

آپ کے مشائخ اور اساتذہ حارث بن اسد محاسبی رحمتہ اللہ علیہ، بشر بن الحارث الحافی رحمتہ اللہ علیہ، ابو جعفر اسحاق رحمتہ اللہ علیہ، اور شیخ احمد اندانی ابدال رحمتہ اللہ علیہ تھے[9]۔

آپ کی وفات بروز سہ شنبہ ۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ ہجری کو بعہد المعتز باللہ المتوکل بغداد میں ہوئی[10]۔

---

[1] ہدیتہ العارفین، اسماعیل پاشا البغدادی ج۔۱، ص ۲۴۹۔

[2] لٹریری ہسٹری آف پرشیا ج۔۱ تذکرۂ ابوبکر شبلی۔

[3] شذرات الذہب، عبدالحیٔ العماد ج۔۲ ص ۱۰۱، خزینتہ الاصفیاء ص ۵۲، قصرِ عارفان (قلمی) ص ۱۲، نفحات الانس ص ۱۸۰۔

[4] بفتح سین مہملہ وکسر رائے مہملہ وتشدید یائے تحتانی، جس کے معنی جوان مرد کے ہیں شریف التواریخ، ج۔۱ ص ۵۰۷۔

[5] مُغلّس۔ بضمّ م وفتح غ معجمہ وتشدید لام مفتوحہ وسکون سین مہملہ بمعنی صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کرنے والا۔ ایضاً۔

[6] تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ ص ۳۳۵۔

[7] ایضاً

[8] شذرات الذہب۔ عبدالحیٔ بن العماد ص ۱۲۷

[9] خزینتہ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۔۱ ص ۱۴۴۔ نفحات الانس ص ۲۰۷۔

[10] شذرات الذہب ص ۱۲۷ ج۔۲۔ قصرِ عارفان (قلمی) ص ۲۵۴ تا ص ۲۵۷۔

شیخ جُنید بُغدادی رحمۃ اللہ علیہ:-

شیخ الصوفیہ تاج العارفین ابو القاسم الجنید بن محمد القواریری الخزاز، بالزئی المکرمۃ۔ آپ کی ولادت بعہد مامون الرشید عباسی ۲۱۶ھ ہجری ۸۳۱ء عیسوی بغداد میں ہوئی[۱]۔ تحصیل علوم کے بعد شیخ ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم توحید سے وافر حصّہ پایا۔ آپ نے تقریباً دوسو اساتذہ اور شیوخ سے علوم حاصل کئے اور فیض پایا۔ جن میں شیخ ابوعبداللہ محاسبی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابوحفص رحمۃ اللہ علیہ، عمرو بن سلمیٰ حداد، شیخ ابوجعفر محمد بن علی القصاب، شیخ محمد بن منصور طوسی، شیخ ابوجعفر بن الکرینی، شیخ ابوعلی حسن بن علی بن موسیٰ مستوفی، شیخ یحییٰ بن معاذ اور شیخ ابوسعید احمد بن عیسیٰ خراز خاص طور پر مشہور ہیں[۲]۔ ان حضرات کے علاوہ اپنے دور کے تمام علماء کرام سے استفادہ کیا، اسی لئے آپ کے علم و درس کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ آپ کی عالمانہ اور فاضلانہ جامعیت کی بناء آپ کو سید الطائفہ کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے[۳]۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کے ہم خیال علماء و مشائخ اور صوفیاء نے بھی آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا۔ اور آپ کے علمی کمالات سے مستفیض ہوئے۔ اور وہ حضرات جو سلسلۂ توحید میں آپ سے بعض مقامات پر اختلاف رکھتے تھے انہوں نے بھی آپ کا ذکر خیر عزت و تکریم سے کیا ہے۔

آپ کی شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت میں انتہائی درجے پر تھے۔ عشق و زہد میں بے نظیر اور طریقت میں مجتہد تھے[۴]۔ آپ کی تصانیف میں امثال القرآن، معانی الفہم فی الفتاوی، الی اللہ تعالیٰ فی التصوف مشہور ہیں[۵]۔ ۲۹۸ھ ہجری کو آپ کا انتقال ہوا[۶،۷]۔

۱۔ شذرات الذہب، عبدالحیٔ بن العماد ج۔ا صفحہ ۲۲۸۔

۲۔ تاریخ تصوّف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی صفحہ ۲۰۵۔

۳۔ نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامی صفحہ ۸۰ تاریخ تصوف صفحہ ۲۰۷، صفحہ ۲۰۸، شریف التواریخ صفحہ ۵۲۴

۴۔ ذیل ھدیۃ العارفین، اسمٰعیل پاشا البغدادی ج۔۶ صفحہ ۲۵۸

۵۔ شریف التواریخ صفحہ ۵۲۳، تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۶۱۔

۶۔ ذیل ھدیۃ العارفین صفحہ ۲۵۸۔

۷۔ تاریخ تصوّف صفحہ ۲۰۹۔

ہدیۃ العارفین ج۔ ۶ صفحہ ۲۵۸

بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا اسم گرامی طیفور بن عیسیٰ تھا[1] شیخ حبیب الاعجمی رحمۃ اللہ علیہ
(م ۱۲۱ھ ہجری) کے مرید و خلیفہ تھے۔[2] قال عبد الرحمٰن السلمی فی طبقاتہ طیفور بن عیسیٰ بن سروسان البسطامی وسروسامان کان مجوسیا فاسلم وکانوا ثلاثۃ اخوۃ آدم اکبرھم وطیفور اوسطھم وعلی اصغرھم وکلھم کانوا زھادًا عبادًا۔[3]

عبد الرحمٰن السلمی نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا۔ طیفور بن عیسیٰ بن سروسان البسطامی اور سروسان مجوسی تھا پس وہ اسلام لے آیا۔ آپ تین بھائی تھے۔ بڑے کا نام آدم، منجھلے کا طیفور جبکہ سب سے چھوٹا علی تھا۔ آپ تینوں ہی انتہائی زاہد اور عابد تھے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"بایزید بسطامی ہم لوگوں میں ایسے ہیں کہ جیسے ملائکہ میں جبرئیل علیہ السلام ہیں۔"[4]

۱۵ شعبان ۲۶۱ھ ہجری میں بمقام بسطام فوت ہوئے۔[5]

شیخ حمدون قصار رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا اسم گرامی حمدون، کنیت ابو صالح، والد کا نام عمارہ تھا۔[6] ورع و تقویٰ سے متصف، فقہ اور علمِ حدیث میں درجہ بلند رکھتے تھے۔[7] جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہونا منظور ہوتا۔ تو شیخ حمدون ہوتے۔[8]

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:

"شیخ حمدون بمریدانِ خود وصیت می کرد کہ من شمارا بدو چیز وصیت می کنم، یکی صحبت علماء اختیار نمودن و دوم پرہیز کردن از صحبتِ جہال۔"[9]

---

[1] شذرات الذہب، عبد الحی بن العماد ج۔۲ ص۱۴۳ [2] تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطار ص۱۶۳

[3] شذرات الذہب ج۔۲ ص۱۴۳۔ [4] تذکرۃ الاولیاء۔ شیخ فرید الدین عطار ص۱۶۳

[5] ہدیۃ العارفین ص۴۳۴ پر ۲۶۴ ہجری ہے۔ جبکہ شذرات الذہب، ج۔۲ ص۱۴۳، پر ۲۶۱ ہجری ہے۔ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطار ص۲۱۸ پر یہی سن لکھتے ہیں۔

[6] شریف التواریخ ج۔۱ ص۱۶۴، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور، ج۔۲ ص۱۶۰

[7] ایضاً، تذکرۃ الاولیاء ص۲۱۱۔

[8] ایضاً . . . . ص۲۱۱۔

[9] ایضاً ص۲۱۱

"اپنے مریدوں کو کہا کرتے تھے کہ میں تمہیں دو چیزوں کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک علمائے کرام سے فیض حاصل کرو اور دوسرا جہلا کی مجلس سے دُور رہو۔"
سلسلۂ قصاریہ آپ کے نام سے منسوب ہے[۱]۔ آپ سُفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ ھجری)[۲] کے پیرو اور مرید حضرت تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۴۵ ھجری)[۳] کے تھے[۴]۔ ۲۹۱ ھجری میں واصل بحق ہوئے[۵]۔

سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ:-

شیخ ابو محمد سہل بن عبد اللہ بن یونس بن عبد اللہ بن رفیع التستری رحمۃ اللہ علیہ آپ کا مکمل اسم گرامی ہے[۶]۔

"ولد ۲۰۰ وتوفی سنۃ ۲۸۳ ثلاث وثمانین ومأتین۔"[۷]

آپ ۲۰۰ ھجری میں پیدا ہوئے اور ۲۸۳ ھجری میں وفات پائی۔

اپنے وقت کے اکابر علمائے کرام اور اولیائے کرام میں سے تھے۔ سب آپ کو امام زمانہ مانتے تھے۔ ریاضات و مجاہدات میں بے مثل، معاملات و اشارات میں بے بدل اور حقائق دقائق میں بے مانند جبکہ علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ شریعت و حقیقت کے جامع آپ ہی ہیں[۸]۔ عراق کے رُوحانی پیشوا تھے۔ عُلوم شریعت، طریقت اور معرفت میں یکتائے روزگار تھے۔ مذہب حنفی کے پیرو تھے۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے خاص جلیس تھے[۹]۔
مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

وبنای اینطریقہ براجتہاد ومجاہدہ نفس است[۱۰]۔

اِس سلسلے کی بنیاد اجتہاد و مجاہدۂ نفس پر ہے۔
آپ کی تعلیمات مندرجہ ذیل چھ نکات پر مبنی ہیں۔

۱۔ شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج۔ ۱ ص ۱۶۴، تاریخ مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی، ص ۹۳

۲۔ نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامی، ص ۳۹

۲۔ خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری۔ ج۔ ۲ ص ۱۲۷، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا البغدادی ج۔ ۵۔ ص ۳۸۷۔
شذرات الذہب، ج ۱۰ ص ۲۵

۳۔ خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری، ج۔ ۲ ص ۱۴۹۔

۴۔ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطار ص ۲۱۱، شریف التواریخ ج۔ ۱ ص ۱۶۴۔

۵۔ ایضاً ص ۲۱۴، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری نے ج۔ ۱ ص ۱۶۰ پر آپ کا سن وفات ۲۷۱ ھجری لکھا ہے۔

۶۔ شذرات الذہب ج۔ ۲۔ ص ۱۸۳، شریف التواریخ۔ ج۔ ۱ ص ۱۵۸۔

۷۔ ہدیۃ العارفین ج۔ ۵۔ ص ۴۱۲ ۸۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۲۰۳

۹۔ خزینۃ الاصفیاء ج۔ ۲ ص ۱۶۲، شذرات الذہب ج۔ ۲ ص ۱۸۳، ۱۰۔ ایضاً

"وقال اصولنا ستة التمسك بكتاب الله والاقتداء بسنة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وأكل الحلال وكف الأذى واجتناب الاثام واداء الحقوق"[1]

اور فرمایا ہمارے اصول چھ ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب پر تمسک، (۲) اتباعِ سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (۳) اکلِ حلال (۴) ایذا رسانی سے رُکنا۔ (۵) گناہوں سے بچنا۔ اور (۶) حقوق کا ادا کرنا۔

آپ نے قرآنِ حکیم کی تفسیر بنام "تفسیر تستری" تحریر فرمائی۔[2] علاوہ اس کے جوابات اہل الیقین دقائق المجبین، الغایۃ لاھل النھایۃ، قصص الانبیاء، مواعظ العارفین آپ کی تصانیف ہیں۔[3] سلسلہ سہیلہ آپ سے منسوب ہے[4] ۱۳ محرم ۲۸۳ھ ہجری میں آپ کا انتقال ہُوا۔[5]

ابوسعید الخراز رحمۃ اللہ علیہ:-

آپ کا نام ابوسعید احمد عیسیٰ الخراز رحمۃ اللہ علیہ ہے۔[6]

آپ تیسری صدی ہجری کے قدیم ترین صُوفی بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کی کتاب "الصدق" تصوّف کی مطبوعہ کتابوں میں قدیم ترین شمار کی جاتی ہے۔[7]

وبا ذوالنون مصری و بشر حافی و سری صحبت داشت۔[8]

اور ذوالنون مصری، بشر حافی اور سری سے مصاحبت رکھتے تھے۔

آپ کا لقب لسان الصدق تھا۔[9] آپ کے بارے میں عبدالحیٔ بن العماد لکھتے ہیں:-

وهو اوّل من تكلّم فی علم الفناء والبقاء[10]

۱؎ شذرات الذہب، عبدالحیٔ بن العماد ج۔۲ ص۱۸۳

۲؎ شریف التواریخ، سیّد شریف احمد شرافت نوشاہی۔ ج۔۱، ص۲۳

۳؎ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ج۔۵۔ ص۴۱۲

۴؎ شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج۔۱، ص۱۵۸

۵؎ نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ، ص۴۳، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۔۲، ص۱۶۲ شذرات الذہب، عبدالحیٔ بن العماد، ج۔۲ ص۱۸۲ ۶؎ شذرات الذہب، عبدالحیٔ بن العماد ج۲، ص۱۹۲

۷؎ تاریخ تصوّف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص۱۹۱

۸؎ خزینۃ الاصفیاء ج۔۲ ص۱۶۵

۹؎ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطارؒ ص۲۶۸، تاریخ تصوّف ص۱۹۱

۱۰؎ شذرات الذہب، عبدالحیٔ بن العماد ج۔۲ ص۱۹۲، خزینۃ الاصفیاء، ج۔۲ ص۱۶۵۔

آپ سب سے پہلے صوفی ہیں، جنہوں نے فنا و بقاء کی اصطلاحات رائج کیں۔
معاصرین مشائخ آپ کو "قمر الصوفیہ" کے نام سے یاد کرتے تھے[۱]۔ آپ نے ۲۸۶ھ ہجری میں وفات پائی۔[۲] سلسلۂ خرازیہ منسوب بحضرت ابوسعید احمد بن عیسیٰ الخراز ہے۔[۳]

شیخ ابو عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا نام عمرو بن عثمان اور کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ آپ سید الطائفہ حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔[۴]
آپ بہت بڑے محدث اور علوم حقائق کے عالم تھے۔[۵]
مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:۔
"چون سخن وے باریک شد و در فہم مردم نیامد مھجور کش ساختند و از مکہ معظمہ بیرون کردند آخر بشہر جدہ رفت و بانجا قاضی شد[۶]۔"
آپ کی باتیں بڑی باریک اور پُر اسرار ہُوا کرتی تھیں۔ جو لوگوں کی سمجھ میں نہ آتیں۔ تو لوگوں نے آپ کو مکہ معظمہ سے باہر نکال دیا۔ تو آپ جدہ چلے آئے اور اس شہر کے قاضی مقرر ہُوئے۔"
ابو نصر سراج کتاب اللمع میں آپ کی "کتاب المشاہدۃ" کا ذکر کرتے ہیں۔[۷]
آپ نے ۲۹۷ھ ہجری میں وفات پائی۔[۸]

۱۔ خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۔۲ ص۱۲۵، شریف التواریخ ج۔۱، ص۵۱۳، تذکرۃ الاولیاء، ص۲۶۸
۲۔ شذرات الذہب، عبدالحئی بن العماد ج۔۲، ص۱۹۲، تاریخ التصوف ص۱۹۱، خزینۃ الاصفیاء ج۔۲ ص۱۶۷
۳۔ تاریخ مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۹۵
۴۔ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فریدالدین عطار، ص۲۶۴،
شذرات الذہب ج۔۲۔ ص۲۲۵
۵۔ خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۔۲۔ ص۱۷۱
۶۔ ایضاً۔
۷۔ ابو نصر سراج، کتاب اللمع ص۱۱
Edited by R.A.Nicholson Published by E.J.W. Gibb Memorial 1914.
۸۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ج۔ ۵ ص۸۰۳
خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۲۔ ص۱۷۳،

ابو علی ثقفی رحمۃ اللہ علیہ:-

آپ کا اسمِ گرامی محمد بن عبدالوہاب تھا۔[1]

"وقال السخاوی فی طبقات الاولیاء۔ لقی أبا حفص وحمدون قصار وکان اماما فی علوم الشرع"[2]

"علامہ السخاوی نے طبقات الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ ابو حفص اور حمدون قصار سے ملے اور علمِ شرع میں آپ اپنے زمانے کے امام تھے۔"

علومِ ظاہر و باطن میں یگانہ روزگار تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ میں یکتائے روزگار تھے۔ نیشاپور میں آپ کی شہرت کے جھنڈے بڑے بلند ہوئے تھے[3] آپ حضرتِ شیخ شبلیؒ کی صحبت سے بھی مستفید ہوئے۔ آپ فرماتے تھے:

لا تفارق هذه الخلال الأربع صدق القول، وصدق العمل، و صدق المودة وصدق الأمانة"[4]

مردِ خدا کو اِن چار خصلتوں سے غافل اور خالی نہیں رہنا چاہیئے صدقِ قول، صدقِ فعل صدقِ مودت اور صدقِ امانت۔

آپ نے شب جمعہ ۲۳ جمادی الاول ۳۲۸ھ ہجری میں وفات پائی۔[5]

ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ:-

آپ کا اسمِ گرامی دُلف بن حَجدر[6] اور ایک قول کے مطابق جعفر کنیت ابو بکر تھی۔ والد کا نام شیخ یونس اور ایک قول کے مطابق جُحدر بن خَلَف بن محمد بن جُحدر تھا[7] آپ کے آباؤ اجداد موضع شبلہ میں رہتے تھے۔ یہ مقام ماوراُلنہر میں "سروشنہ" کے مضافات سے ہے اسی گاؤں سے نسبت کے باعث آپ کو شبلی کہا جاتا ہے[8] آپ عظیم المرتبت محدّث تھے۔ موطا امام مالک آپ کو زبانی یاد تھی۔ آپ احادیث لکھتے تھے۔ اسی لئے محدّثین میں شامل تھے۔[9]

---

[1] شذرات الذہب ج۔۲ ص۳۱۵، خزینۃ الاصفیاء ج۔۲ ص۱۹۲ تذکرۃ الاولیاء ص۴۲۷۔ نفحات الانس ص۴۱۹

[2] شذرات الذہب، عبدالحئی بن العماد ج۔۲ ص۳۱۵ [3] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۔۲ ص۱۹۲۔

[4] شذرات الذہب، عبدالحئی بن العماد ج۔۲ ص۳۱۵۔ [5] نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ۔ ص۴۱۹۔

[6] کتاب اللمع، ابو نصر سراج، ص۳۰ - شذرات الذہب، ج۔۲ ص۳۳۸۔

[7] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، حضرتِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ ص۵۸۳۔

[8] شذرات الذہب، ج۔۲ ص۳۳۸۔

[9] نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ ص۳۸۶

حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت اور اجازت حاصل کی[۱] ابوالحسن خیر النساج، شیخ عبداللہ فیض بن المکرم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ عبداللہ قرشی کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا[۲]۔ علمِ توحید میں خاص مقام کے حامل تھے، حنبلی مذہب کے پیرو تھے[۳] آپ کی تصانیف میں سے صرف دو[۴] کا پتہ چلتا ہے۔

جناب سید شریف احمد شرافت نوشاہی لکھتے ہیں :-

کہ کتاب مباہج الاعلام میں ہے کہ آپ نے حروف کی ہیات وترکیبات کے متعلق "باھر البرھان علم الاسرار الاحروف" تحریر کی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات فوائد السالکین میں ایک تصنیف "اسرار العارفین" آپ کے نام سے منسوب ہے۔ جس سے خواجگانِ چشت نے بہت سے فوائد حاصل کیے[۵]۔

آپ کی وفات ۲۸ ذی الحجہ ۳۳۴ھ ہجری ۹۴۶ء عیسوی بعہد خلافت المطیع باللہ فضل بن المقتدر عباسی میں ہوئی[۶]۔

ابو نصر سراج رحمۃ اللہ علیہ :-

ابو نصر عبداللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ السراج رحمۃ اللہ علیہ آپ کا اسم گرامی ہے اور طاؤس الفقراء سے ملقب[۷] تھے۔ آپ علم فنون میں کامل تھے۔ ریاضات ومعاملات میں ایک بزرگ شان رکھنے تھے۔ حال وقال اور علم تحقیق میں آیت[۸] تھے۔ آپ کے اساتذہ میں مشہور ومعروف صوفی، عالم جعفر الخلدی رحمۃ اللہ علیہ ابوبکر محمد بن داود الدقی رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن محمد السالمی رحمۃ اللہ علیہ تھے[۹] نظریاتی طور پر آپ راسخ العقیدہ سُنی تھے۔ علمِ توحید کے مستند ترین عالم تسلیم کئے گئے ہیں۔ جس طرح آپ نے اپنی تصانیف میں علمِ تصوف پر مجتہدانہ نقطۂ نظر سے بحث کی۔ اسی انداز میں علومِ شرعیہ کے مسائل بھی بیان کئے۔ آپ کی شخصیت زہد وتقویٰ، پرہیزگاری، شفقت، ایثار اور محبتِ انسانی میں ایک بے نظیر حیثیت کی مالک تھی۔ آپ کی کتاب "اللمع فی التصوف" تصوف کی معرکۃ الآراء اور مابہ الامتیاز کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب پر بہت سے مستشرقین[۱۰] نے بھی تبصرے کئے ہیں اور تلخیص بھی کی۔ آپ

۱؎ تذکرۃ الاولیاء، شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ص۹۸، شذرات الذہب عبدالحیٰ بن العماد ج-۲ ص۳۳۸

۲؎ شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج-۱ ص۵۸۵ ۳؎ شذرات الذہب عبدالحیٰ بن العماد ج-۲ ص۳۳۸

۴؎ شریف التواریخ، شرافت نوشاہی ج-۲ ص۵۸۴ ۵؎ ایضاً

۶؎ شیخ فرید الدین، شیخ فرید الدین عطار ص۷، نفحات الانس مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ ص۵۱۴۔

Edited by Nicholon Kitab-al-Luma Inlroduction P. IV

(حاشیہ جاری ہے)

نزدیک اس کتاب کو تالیف کرنے کا مقصد یہ تھا کہ کتاب و سنّت کا طریقہ، صحابہ کرام اور اولیاء اللہ کی تعلیمات کے مطابق تصوّف کو بیان کیا جائے۔ وہ آلائش جو اس میں شامل ہو چکی ہیں، ان سے تصوف کو پاک و صاف کر دیا جائے۔ اور تصوف کو دنیائے انسانیت کے سامنے شریعت مطہرہ کے مطابق پیش کیا جائے [1]

اس کتاب کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کما حقہٗ اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔
وقال السخاوی کان علی طریقۃ السنّۃ [2]۔ آپ نے ۳۷۸ھ ہجری میں وفات پائی [3]

ابوبکر الکلابازی رحمۃ اللہ علیہ:-

ابوبکر بن ابی اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب البخاری الکلابازی [4] رحمۃ اللہ علیہ آپ کا اسم گرامی ہے [5]۔ علمِ توحید کے متبحر عالم تھے۔
جناب حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:-

"وابی بکر محمد بن ابراہیم البخاری الکلابازی المتوفی سنہ ۳۸۰ ثمانین وثلث مائۃ وھو کتاب مختصر مشھور اعتنی بشانہ المشائخ وقالوا فیہ لولا التعرف لما عرف التصوف [6]"

آپ کی اس مایہ ناز تصنیف "التعرف لمذھب اھل التصوف [7]" کے علاوہ بحر الفوائد فی معانی الاخبار [8] میں ۲۲۲ منتخب احادیث کی شرح تحریر کی۔ کتاب التعرف ایک ایسے ماحول میں لکھی گئی جبکہ علمائے تصوف بدنام ہو چکے تھے۔ علامہ کلابازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب لکھ کر دنیائے اسلام میں اس امر کی وضاحت کر دی کہ اسلام و تصوف متصادم نہیں بلکہ تمام تر اوہام کو یکسر انقلابی طور پر رد کر کے اسلام اور تصوف میں باہم رشتہ قائم کیا۔ آپ کی اس تصنیف کو اس قدر مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی کہ آنے والے اکابر، متکلم، محدث اور فقیہی اپنی کتابوں میں اس کی خوشہ چینی کرنے لگے۔ امام غزالی جیسے متکلم عالم نے بھی احیاء العلوم دین میں اس کے اقتباسات درج کیے [9]۔ کتاب میں لفظ صوفی کی تعریف، اس کا مفہوم، عقائد اسلام کی وضاحت، صوفیائے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴) [8] تاریخ تصوف پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص ۳۲۵ ۔ [9] شذرات الذہب ج ۳ ص ۹۱

Edited for the first time, with critical Notes, & Abstract of contents, Glossary and Indices. By R.A. Nicholson. Published by E.J.W. Gibb Memorial 1914.

[1] ملخص از کتاب اللمع ابونصر سراج ص ۸ [2] شذرات الذہب عبدالحئی بن العماد ج ۳ ص ۹۱
[3] ایضاً۔ تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص ۳۳۶ ۔ [4] کلاباز شہر بخارا میں ایک محلے کا نام ہے، تاریخ تصوف پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص ۳۳۷ ۔ [5] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۴۱۹ [6] ایضاً
[7] ایضاً ج ۱ ص ۲۲۵
[8] تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص ۳۳۶

کرام کے احوال اور مقامات اصطلاحاتِ صوفیہ کی تشریح و توضیح اور اہلِ تصوّف کے مختلف مظاہر کو نہایت احسن طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے ۳۸۵ ھجری میں وفات پائی۔[1]

شیخ ابوطالب مکّی :-

آپ کا نام محمد بن علی بن عطیہؒ ہے۔[2] اور کنیت ابوطالب مکی۔ آپ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔ مکّۂ مکرّمہ میں نشو و نما پائی[3] پھر بصرہ چلے گئے۔[4] ابوالحسن محمد بن ابی عبداللہ بن احمد بن سالم بصریؒ سے خوب فیض پایا۔[5] جب بغداد تشریف لے گئے تو مسندِ علم کو خوب رونق بخشی۔ علمِ توحید میں آپ کی تصنیف "قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف طریق المرید الی مقام التوحید" بے نظیر کتاب ہے۔

جناب حاجی خلیفہ لکھتے ہیں :-

"وقالوا لم یصنف مثلہٗ فی دقائق الطریقۃ ولمؤلفہ کلام فی ھذہ العلوم لم یسبق الی مثلہٖ[6]"

کہا جاتا ہے کہ دقائقِ طریقت میں اس جیسی کوئی دوسری کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔

اس کتاب کا اختصار شیخ الامام محمد بن خلف الاموی الاندلسی (م ۴۸۵ ھجری) نے بنام الوصول الی الغرض المطلوب من جواھر قوت القلوب" کیا۔[7]

ابن خلکان لکھتے ہیں :-

"ابوطالب محمد بن علی بن عطیۃ الحارثی صاحب کتاب قوت القلوب کان رجلاً صالحًا مجتھدًا فی العبادۃ ویتکلم فی الجامع ولہٗ مصنفات فی التوحید[8]"

---

[1] تاریخِ تصوّف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، ص ۳۷۔

[2] وفیات الاعیان و أنباء الزّمان، ابن خلکان ج ۔۴۔ ص ۶۰۲۔

[3] نفحات الانس، مولانا عبدالرحمان جامیؒ۔ ص ۸۳۔

[4] شذرات الذہب عبدالحیّ بن العماد ج ۔۳ ص ۱۲۰۔

[5] ایضاً۔ نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ ص ۸۳۔

[6] کشف الظنون، حاجی خلیفہ، ج ۔۲، ص ۱۳۶۱، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج ۔۲ ص ۲۱۲۔

[7] ایضاً۔

[8] وفیات الاعیان، ابن خلکان ج ۔۴ ص ۶۰۳

اپنے زمانے کے مشہور محدث، فقیہ اور صوفی تھے۔ ایک عرصے تک سالمیہ عقائد کے امام اور پیشوا رہے۔ اس کے بعد بغداد چلے گئے[۱]

"ولہ کتب فی التوحید وتوفی سادس جمادی الآخرۃ ببغداد و دفن بمقبرۃ المالکیۃ بالجانب الشرقی"۔[۲]

جمادی الآخر ۳۸۶ھ ہجری میں آپ نے انتقال فرمایا[۳]۔

عبد الرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ:-

آپ کا اسم گرامی محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی تھا[۴]۔ آپ شیخ ابو القاسم نصیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور جناب شیخ ابو القاسم حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے[۵]۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی تصانیف میں تفسیر حقائق اور طبقات مشائخ کا ذکر کیا ہے[۶] اور جناب پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری نے کتاب السنن کا بھی ذکر کیا ہے[۷]۔

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:-

لابی عبد الرحمٰن محمد بن حسین السلمی النیشاپوری المتوفی سنہ ۴۱۲ اثنتی عشرۃ واربعمائۃ رتب علی خمس طبقات وجعل الطبقۃ عبارۃ عن جماعۃ ظہرت منہم انوار الولایۃ وآثار الہدایۃ فی زمن واحد وازمنۃ متقاربۃ رحل الیہم فی الآفاق وذکر فی کل طبقۃ عشرین رجلا من مشائخ الطریقۃ وعلمائہا وفیہ من اسماء المشائخ اکثر من خمس وخمسمائۃ[۸]

ابی عبد الرحمٰن محمد بن حسین السلمی نیشاپوری المتوفی ۴۱۲ھ ہجری نے علوم معرفت کے علماء کو پانچ طبقات میں ترتیب دیا۔ ہر طبقے سے مراد علماء کی ایک جماعت ہے۔ ان طبقات کے علماء میں ولایت کے انوار اور ہدایت کی علامات ظاہر ہیں اور ہر طبقے میں مشہور بیس صاحبان طریقت اور علمائے کرام

---

[۱] شذرات الذہب، عبد الحی بن العماد ج۔۳ ص۱۲۱۔ [۲] ایضاً

[۳] نفحات الانس، مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ ص۳۰۶، خزینۃ الاصفیاء ص۱۴۵، تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص۴۰۴

[۴] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ص۱۴۹۔ شریف التواریخ ص۲۶۔ قصر عارفان (قلمی) ص۲۵۹-ص۲۶۰

[۵] نفحات الانس، مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ ص۵۴۵۔

[۶] ایضاً

[۷] امام ابن تیمیہؒ۔ پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری ص۲۶۶، خزینۃ الاصفیاء ج۔۲ ص۲۱۶۔

[۸] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ص۱۱۰۴۔

کا ذکر ہے اور پانچ سو پانچ مشائخ سے زیادہ کا تذکرہ کیا گیا۔

وقال الخطيب قد رأي ابي عبد الرحمٰن عند أهل بلده جليل وكان مع ذلك مجودًا اصاحب حديث وله بنيشاپور دويرة للصوفيه توفى في شعبان سنة اثنتي عشرة واربعمائة[1]

آپ نے ۴۱۲ھ ہجری میں وفات پائی[2]

حافظ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ

ابو نعیم الاصبہانی احمد بن عبداللہ بن احمد الحافظ الصوفی جناب محمد بن یوسف البنا اصفہانی کے پوتے تھے[3]

"وقال ابن النجار هو تاج المحدثين وأحد أعلام الدين[4]"۔

اور ابن النجار نے کہا کہ آپ عظیم المرتبت محدث اور اپنے وقت کے علامہ تھے۔

آپ کی گرانقدر تصنیف حلیۃ الاولیاء کے بارے میں کہا جاتا ہے۔

"وصنف التصانيف الكبار المشهورة في الاقطار منها كتاب حلية الاولياء[5]"

اور آپ نے عظیم المرتبت کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں مشہور ترین کتاب حلیۃ الاولیاء ہے۔

وهو كتاب حسن معتبر يتضمن اسامي جماعة من الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة الاعلام المحققين والمتصوفة والنساك[6]

یہ ایک نہایت ہی بہترین اور معتبر کتاب ہے۔ جس میں ممتاز صحابہ تابعین اور ان کے بعد محققین علامہ اجل، صوفیاء اور اکابر زاہدوں کا ذکر ہے۔

آپ کی یہ مایہ ناز تصنیف دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ جس میں خلفاء اربعہ، عظیم و جلیل القدر صحابہ اور تابعین جو کہ صاحبان زہد و عبادت تھے اور حضرات صوفیہ کا ذکر کیا گیا ہے[7]۔ آپ نے ان حضرات کے سوانح حالات ہی نہیں بلکہ ان بزرگوں کے اقوال اور پاکیزہ کلمات بھی نقل کئے ہیں[8]۔ الغرض آپ کی کتاب کا دائرہ شیخ سلمی نیشاپوری کی طبقات سے زیادہ وسیع ہے[9]

---

[1] شذرات الذہب، عبدالحئی بن العماد ج ۳ ص ۱۹۶۔ [2] شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت ج-۱ ص ۲۶ خزینۃ الاصفیاء ص ۲۱۶ ج-۲ ۔ مقدمہ قلائد الجواہر، مولانا شمس بریلوی۔ [3] شذرات الذہب، عبدالحئی بن العماد ج-۳ ص ۲۴۵۔ [4] ایضاً ۔ [5] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج-۱، ص ۶۸۱۔

[6] امام ابن تیمیہ، پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری ص ۲۶، کشف الظنون۔ ج-۱ ص ۶۸۹،

[7] مقدمہ بر قلائد الجواہر، مولانا شمس بریلوی۔ [8] ایضاً۔

آپ نے ۴۳۰ھ ہجری میں وفات پائی [1]

امام قشیری [2] رحمۃ اللہ علیہ:-

ابو القسم قشیری عبد الکریم بن ہوازن النیشاپوری الصوفی الزاھد شیخ خراسان [3] ربیع الاول ۳۷۶ھ ہجری نیشاپور کے موضع استوا میں پیدا ہوئے [4]۔

کان علامۃ فی الفقہ، والتفسیر والحدیث والاصول والادب والشعر والکتابۃ و علم التصوف، جمع بین الشریعۃ والحقیقۃ أصلہ من ناحیۃ أستوا من العرب الذین قدموا خراسان، توفی أبوہ وھو صغیر وقرأ الادب فی صباہ [5]

آپ فقہ، تفسیر، حدیث، اصول، ادب، شعر، کتابت اور علم تصوف میں علامہ تھے۔ آپ نے شریعت و حقیقت میں تطبیق کی۔ اصلاً عرب کی بستی استوا کے رہنے والے تھے اور خراسان کے ان لوگوں میں سے تھے۔ جو پہلے پہل یہاں آئے آپ چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والد کا انتقال ہوگیا اور آپ نے بچپن ہی میں ادب پڑھ لیا۔

وقال السخاوی عبد الکریم بن ھوازن بن عبد الملک ابن طلحۃ بن محمد القشیری ابو القسم المفسر المحدث، الفقیہ الشافعی المتکلم، الأصولی، الأدیب النحوی، الکاتب الشاعر الصوفی لسان عصرہ وسید وقتہ سید لم یر مثل نفسہ فی کمالہ وبراعتہ جمع بین العلمی الشریعۃ والحقیقۃ وصنف التفسیر الکبیر قبل العشر والاربعمائۃ وخرج

عبد الکریم بن ہوازن بن عبد المالک بن طلحہ بن محمد القشیری ابو القاسم مفسر، محدث۔ فقیہ، شافعی، متکلم، اصولی، ادیب، نحوی، کاتب، شاعر، اپنے زمانے کے بہترین ترجمان اور اپنے دور کے سردار تھے۔ ایسے سردار کہ جن کی مثل کمال اور انتہائی فضیلت علم میں نہیں ملتی۔ علم شریعت و حقیقت میں تطبیق کی۔ ۴۱۰ھ ہجری سے پہلے ایک عظیم المرتبت

---

[1] شذرات الذہب، عبد الحی بن العماد ج ۳ ص ۲۴۵ ۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۶۸۹۔

[2] والقشیری:- بضم القاف، وفتح الشین المعجمۃ وسکون (الیاء) المثناۃ من تحتھا۔ وبعدھا راء۔ ھذہ النسبۃ الی قشیر بن کعب وھو قبیلۃ کبیرۃ۔ وفیات الاعیان۔ ابن خلکان ج ۳۔ ص ۳۷۸

[3] شذرات الذہب، عبد الحی بن العماد ج ۳ ص ۳۱۹، وفیات الاعیان، ابن خلکان ج ۳۔ ص ۳۷۵۔

[4] تاریخ تصوف، پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص ۴۵۵ شذرات الذہب، عبد الحی بن العماد ج ۳ ص ۳۲۰، وفیات الاعیان ج ۳ ص ۳۷۶

[5] وفیات الاعیان ۔ج ۳۔ ص ۳۷۵۔ [6] وسماہ "التفسیر فی علم التفسیر" وھو من اجود التفاسیر، وفیات الاعیان۔ ایضاً۔ علاوہ ازیں لطائف الاشارات، کتاب الجواہر وعیون الأجوبۃ فی اصول الأسئلۃ، کتاب المناجاۃ، کتاب نکت اولی النھی، کتاب احکام السماع وغیرہ ذلک شذرات الذہب ج ۳ ص ۳۲۰۔

فی رفقة الی الحج فیها الامام ابو محمد الجوینی واحمد بن الحسین البیہقی الامام وکان أملح خلق الله وأظرفهم شمائل ولد سنة ست وسبعین وثلثمائة فی ربیع الاول وتوفی فی صبیحة یوم الاحد قبل طلوع الشمس سادس عشر ربیع الآخر ودفن فی المدرسة بجانب شیخه ابی علی الدقاق[1]

تفسیر لکھی اور حج کے لئے اپنے رفیقوں کے ساتھ نکلے جن میں امام ابو محمد الجوینی اور احمد بن الحسین البیہقی بھی تھے آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہت زیادہ وجیہ اور مکارم اخلاق میں بہت ہی اعلیٰ شان رکھتے تھے۔ ربیع الاول ۳۷۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۶ ربیع الآخر بروز اتوار سورج نکلنے سے پہلے فوت ہوئے اور اپنے شیخ ابی علی الدقاق کے پہلو میں مدرسے کے اندر ہی دفن کئے گئے۔

آپ نے اپنے وقت کے معروف ترین علمائے کرام اور مشائخ عظام سے علمِ شریعت اور علمِ تصوّف پڑھا، مشہور و معروف بزرگ ابوالحسن بن علی الدقاق کے مرید و داماد تھے۔ جبکہ شیخ ابو علی فارمدی کے اُستادِ معظم تھے۔ عربی، صرف، نحو، لغت اور ادب میں جناب ابوالقاسم الیمانی، علمِ فقہ میں شیخ ابوبکر محمد بن ابی بکر الطوسیؒ (م ۴۰۵ھ ہجری) علمِ اصول میں ابن فورک (م ۴۰۶ھ ہجری) اور کمل علوم اسلامیہ کا درس استاذ ابواسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرائینیؒ (م ۴۱۸ھ ہجری) کے دارالعلوم سے حاصل کیا۔ حصولِ علمِ متداولہ کے ساتھ اپنے شیخ طریقت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کی صحبتوں سے مستفیض ہو کر سلوک و معرفت کی دشوار گزار گھاٹیوں کو طے کیا۔ آپ کی گرانمایہ تصانیف میں رسالہ قشیریہ سرفہرست ہے۔ جو ۴۳۷ھ ہجری میں تصنیف کیا گیا[3]۔ نکلسن کتاب اللمع کے مقدمے میں اس رسالے کے بارے میں لکھتا ہے:۔

کہ تصوّف کی ان آٹھ بنیادی کتابوں[4] میں رسالہ قشیریہ بھی شامل ہے[5]۔

---

[1] شذرات الذہب۔ عبد الحی بن العماد ج ۳ ص ۳۲۲۔ [2] وفیات العیان، ابن خلکان ج ۲ ص ۳۷۵-۳۷۶، شذرات الذہب ج ۳ ص ۳۲۱-۳۲۲

[3] تاریخ تصوف، پروفیسر محمد یوسف سلیم چشتی ص ۴۷۲۔ [4] The kitab-al-Luma, by Abu-Nasr-al-sarraj (378 A.H.) The kitab al Ta'arruf li-madhhab ahl-al-Tasawwuf by Abu Bakr-al-kalabadhi (380 or 390 A.H.) — (3) The Qutab-al-Qulub by Abu Talib-al-Makki 386 A.H.) (4) The Tabaqat-al-sufiyya by Abu-al-Rahman-al-Sulamani (412 A.H.) The Hilyat al Awliya by Abu Nuaym-al-Isbahani (430 A.H.) The Risalat-al-Qushayriyya by Abu-i-Quasim al Qushari (405 A.H.) The kashf-al-Majub, by Ali b Ushman al Hujwiri (circa 470 A.H.) The Tadhkirat-al-Awliya by Fariduddin Attar (circa 620 A.H.) From Introduction of kitab-al-Luma P.12 edited by R.A. Nicholson

آپ نے ۴۶۵ھ ہجری ربیع الثانی میں وفات پائی۔[۱]

شیخ علی بن عثمان بن علی ھجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ داتا گنج بخش

آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔[۲] آپ مشائخ کبار کی صحبت سے مستفید ہُوئے۔ خود بھی زبردست عالم اور عارف تھے۔ آپ کی تصنیف "کشف المحجوب الارباب القلوب" علوم تصوّف میں فارسی کی سب سے پہلی تصنیف ہے۔[۳] اپنے مرشد کے ارشاد پر غزنی سے لاہور آئے یہاں پر درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ دن میں طلباء کو درس و تعلیم دیتے اور رات میں مریدوں کو تلقین کرتے بہت سے صلحاء و علماء نے آپ کے دامنِ تربیت سے وافر حصہ پایا۔[۴] آپ نے دینِ اسلام کے لئے جو خدمات سرانجام دیں۔ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

مفتی غلام سرور لکھتے ہیں :-

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جب آپ کے مزار پر حاضر ہوئے تو فرمایا ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما[۵]

اُسی دن سے آپ کا لقب گنج بخش ہجویری مشہور ہوگیا۔ آپ نے ۴۶۵ھ ۷۳-۱۰۷۲ء میں وفات پائی۔[۶]

امام ابوحامد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ :-

آپ کی کنیت ابوحامد نام محمد بن محمد الغزالی لقب حجۃ الاسلام و زین الدین ہے۔

---

[۱] نفحات الانس، مولانا عبدالرحمن جامیؒ ص۳۱۴، شذرات الذہب ج ۳ ص۳۱۹، وفیات الاعیان ابن خلکان ج۔۲ ص۳۷۴
تاریخ تصوّف ص۱۶۶، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۔۲ ص۲۳۵، تاریخ مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۹۶۔
[۲] کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲۔ ص۱۴۹۴۔
[۳] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ص۲۳۴، مقدمہ بر قلائد الجواہر، مولانا شمس بریلوی ص۵۔
[۴] تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمان علی ص۱۸۵۔
[۵] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج۔۲ ص۲۳۴۔
[۶] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۔۲ ص۱۴۹۴، تذکرہ علمائے ہند ص۱۴۵، تاریخ مشائخ چشت ص۹۶۔
[۷] وفیات الاعیان۔ ابن خلکان ج ۳ ص۳۵۳، شذرات الذہب ج۔۴ ص۱۰۔
دیباچہ بر مذاق العارفین، ترجمہ احیاء علوم دین، مولانا محمد احسن نانوتوی ص۲۔

۴۵۰ھ / ۱۰۵۷ء میں خراسان کے ضلع طوس کے گاؤں طابران[1] میں پیدا ہوئے۔ فقہ کی ابتدائی کتابیں احمد بن رازکانی سے پڑھیں[2]۔

نیشاپور میں امام الحرمین عبدالملک الملقب بہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابواسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل علم کیا۔ امام الحرمین کے مرنے کے بعد ابوالقاسم اسکانی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہوئے۔ اس وقت آپ مدرسہ بہقیہ کے مدرس اعظم تھے[3]۔ یہاں سے فراغت علوم متداولہ کے بعد بغداد چلے گئے۔ امام صاحب کی پہلی تصنیف مستظہری[4] ہے۔ جو آپ نے مستظہر باللہ کے کہنے پر فرقہ باطنہ کے رد میں لکھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امام صاحب کے خیالات میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا۔ جس کا تذکرہ امام صاحب اپنی تصنیف "المنقذ من الضلال" میں کرتے ہیں عمر کے آخری حصے میں طبیعت تصوف کی طرف مائل ہوگئی۔ اور شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے ملفوظات پڑھے۔ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی قوت القلوب اور حارث بن اسد محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف پڑھنے کے بعد شام کی راہ لی[5]۔ ۴۸۸ھ ہجری میں تلاش حق کے لئے بغداد سے نکلے اور شام پہنچے[6]۔ آپ نے حافظ عمر بن ابی الحسن الرواسی جو کہ محدث تھے، سے صحیح بخاری اور مسلم کی سند لی تھی۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے صحیح بخاری ابواسماعیل حفصی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی[7]۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً ہر ایک موضوع پر کوئی نہ کوئی تصنیف چھوڑی۔ علم فقہ۔ علم اصول فقہ، منطق، دیگر علوم مثلاً فلسفہ اخلاق، الٰہیات، تفاسیر اور احادیث کی تشریحات وغیرہ پر ہر نوع کی کتاب موجود ہے مگر مقبول عام تصنیف "احیاء العلوم" ہے۔ علمائے اسلام اور خصوصاً صوفیائے کرام تو اس کتاب کو فلسفہ مذہب اور اخلاق کے علاوہ الہامات ربانی کی کتاب سمجھتے ہیں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ یورپ کے فلاسفر ہنری لوکیس نے تاریخ فلسفہ میں اس کی نسبت لکھا ہے۔

"کہ اگر ڈیکارٹ کے زمانے میں احیاء العلوم کا ترجمہ فرنچ زبان میں ہو چکا ہوتا تو ہر شخص یہی کہتا کہ ڈیکارٹ نے احیاء العلوم کو چرا لیا ہے"[9]۔

---

[1] والطابران۔ بفتح الطاء المھملۃ والموحدۃ، فراء مھملۃ، وبعد الألف الثانیۃ نون وھی احد بلد تی طوس"۔ وفیات الاعیان۔ ابن خلکان ج ۳ ص ۳۵۵۔ [2] فہرست لباب المعارف، اسلامیہ کالج پشاور ص ۱۲۷، عدد مسلسل ۱۹۳، ابن خلکان ص ۳۵۵، شذرات الذہب ج ۴ ص ۱۱۔ [3] دیباچہ بر مذاق العارفین ترجمہ احیائے علوم دین، مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی ج ۱ ص ۱۱، وفیات الاعیان ص ۳۵۳۔ [4] وفیات الاعیان، ابن خلکان ج ۳ ص ۳۵۳۔ شذرات الذہب ج ۴ ص ۱۲۔

[5] امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، المنقذ من الضلال ص ۴۱۔ [6] ایضاً ص ۴۳۔ [7] ایضاً ص ۴۹

[8] شرح احیاء العلوم، علامہ ابن جوزی ص ۱۵

[9] تذکرۃ الحفاظ، حافظ ابن عساکر تذکرہ رواسی، مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم دین ص ۳۳، تاریخ فلسفہ، جارج ہنری لوکیس ص ۵۔ ایڈیشن ۴ ج ۲۔ مطبوعہ لندن۔

علمائے کرام نے احیاء العلوم کی تلخیص بھی کی[۱]۔ اسلام میں فنِ اخلاق عموماً نصیحت و موعظت کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے جبکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تصنیف میں فلسفہ اخلاق کو ایک تاریخی حیثیت اور فلسفیانہ نقطہ نظر سے پیش کیا۔ آپ نے ۱۴ جمادی الآخر ۵۰۵ھ ہجری ۱۱۱۱ء عیسوی میں وفات پائی[۲]۔

غوث الصمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ :-

آپ کا اسم گرامی عبدالقادر، کنیت ابو محمد اور لقب محی الدینؒ ہے۔ جبکہ والد بزرگوار کا نام موسیٰ، کنیت ابوصالح اور لقب نور الدینؒ تھا۔ والد گرامی کی طرف سے سلسلۂ نسب حسنی ہے اور والدۂ ماجدہ سے حسینی۔ یکم رمضان ۴۷۰ھ کو بمقام گیلان میں پیدا ہوئے[۳]۔ اٹھارہ برس کی عمر میں بغداد سے حصول علم کے لئے نکلے۔ علم فقہ اور اصول میں آپ کے اساتذہ ابو الوفا علی بن عقیل حنبلیؒ، ابو الخطاب محفوظ بن احمد الکلوذنی الحنبلیؒ، قاضی ابو سعید المخزمی الحنبلی ہیں[۴]۔ جبکہ علم حدیث میں آپ کے بے شمار اساتذہ تھے۔ جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔
ابو غالب محمد بن حسن الباقلانیؒ، ابو سعید محمد بن عبدالکریم بن خشیشؒ، ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین القاری السراجؒ ابو القاسم علی بن محمد بن احمد بن جعفر الاصفہانیؒ، ابو البرکات ھبۃ اللہ بن مبارک بن موسیٰ سقطیؒ وغیرہ وغیرہ[۵]۔ جناب حضرت قاضی شیخ ابو سعید مبارک مخزمیؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی[۶]۔ آپ نے اپنی تعلیمات کی اشاعت وعظ سے شروع کی۔ تقریباً ستر ہزار آدمی حاضر ہوتے۔ چار سو لکھنے والے قلم دوات لئے موجود ہوتے۔ جو آپ کی تعلیمات اسی وقت بصحت تمام لکھ لیتے[۷]۔ آپ کے مواعظ کا موضوع جیسا کہ فتوح الغیب کے مقالۂ اوّل میں تحریر ہے۔
کہ تین چیزوں کا ہونا بہر حال ضروری ہے۔ "خدا کے حکم کی تعمیل کرے، جس چیز سے اس نے منع کیا اُس سے باز رہے۔ تقدیر پر راضی ہو۔ پس بہترین درجہ یہ ہے کہ ایماندار ان تینوں چیزوں سے کسی وقت بھی خالی نہ ہو"[۸]
مقالۂ دوم میں تحریر کرتے ہیں:-
کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔ بدعت نہ نکالو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہا مانو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۲) [۱] جناب شمس الدین محمد بن علی العجلونی البلالیؒ (م ۸۰۱ھ ہجری)، شیخ احمد بن محمد الغزالیؒ (م ۵۲۰ھ ہجری) شیخ محمد بن سعید الیمنیؒ (م ۵۹۵ھ ہجری) شیخ ابو العباس احمد بن موسیٰ الموصلیؒ (م ۶۲۲ھ ہجری) حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ ہجری) از کشف الظنون، حاجی خلیفہ، ذکر احیاء العلوم ج۔ ۱ ص ۲۴۔ [۲] فہرست لباب المعارف، جناب عبدالرحیم صاحب اسلامیہ کالج پشاور یونیورسٹی ص ۱۲۷ عدد مسلسل ۹۳-۸۔ کشف الظنون ج ۱ ص ۲۳، وفیات الاعیان، ابن خلکان ج ۳ ص ۳۵۳، شذرات الذہب ج ۴ ص ۱۰ [۳] امام ابن تیمیہ پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری ص ۲۷۔ قلائد الجواہر محمد بن یحییٰ التاذفی ص ۳ ۔ [۴] شذرات الذہب عبدالحی بن العماد ج ۴ ص ۱۹۹-۲۰۰ ۔ [۵] شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج ۱ ص ۶۴-۶۵۔
[۶] مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین ص ۳۵۵ ، [۷] اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص ۱۲
[۸] فتوح الغیب، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۰۔

اور ان کے حکم سے باہر نہ نکلو، خدا کو ایک جانو، اس کے ساتھ شرک نہ کرو، خدا کو ہر عیب و نقص سے پاک جانو، اس پر کوئی تہمت نہ رکھو جو اس کی درگاہ بے پرواہ کے لائق نہیں۔ دین اسلام کو سچ مانو۔ اس میں شک نہ کرو مصیبتوں میں صبر کرو، بے صبری نہ کرو۔ اپنی جگہ میں ثابت قدم رہو، بھاگو نہیں۔ خدا سے فضل طلب کرو[1]

آپ کے خطبات میں بھی فصاحت و بلاغت کے ساتھ توحید، رسالت، مسلمانوں کا آپس میں محبت اور شفقت کا سلوک اور نواہی پر عمل کرنے کی ترغیب حد درجہ حکیمانہ انداز میں پائی جاتی ہے۔ آپ کے مواعظ حسنہ کے دو مجموعے فتوح الغیب[2] اور فتح ربانی[3] اب بھی دستیاب ہوتے ہیں۔ فتوح الغیب میں اور فتح ربانی میں جو خطبات شامل ہیں وہ آپ نے ۵۴۵ھ ہجری اور ۵۴۶ھ ہجری میں دیئے تھے۔ ان خطبات کا ایک ایک حرف دل سے نکلا ہے اور اسی بنا پر وہ دل کی انتہائی گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کرتا ہے۔ ایک متعصب مستشرق پروفیسر مارگولیتھ ( ) کو بھی ان کے پُرتاثیر ہونے کا اعتراف کرنا پڑا ہے[4]۔ آپ کی تصانیف میں **غنیۃ الطالبین**، فتوح الغیب، **فتح الربانی والفیض الرحمانی**، مکتوبات غوثیہ، قصیدہ قطبیہ، الہاماتِ غوثیہ، قصیدہ مطالبیہ، درود کبریتِ احمر وغیرہ مشہور ہیں سلسلۂ عالیہ قادریہ آپ ہی کے نام نامی کے ساتھ منسوب ہے[5]۔

آپ کی وفات گیارہ ربیع الثانی ۵۶۱ھ ہجری ۱۱۶۶ عیسوی المستنجد باللہ ابو المظفر یوسف بن المستقفی کے عہد میں ہوئی[6]۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ:-

شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن محمد بن حمویۃ السہروردی[7]۔ آپ جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ غوث اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص اور مقرب لوگوں میں سے تھے۔ آپ نے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ اَنْتَ آخرُ المشہورین بالعراق[8]

علم توحید اور علم تصوف میں آپ کی تصانیف عوارف المعارف، رشف النصائح، اعلام الہدیٰ اور بہجۃ الابرار مشہور ہیں[9]۔ آپ نے اپنے عم بزرگوار شیخ ابو النجیب سہروردی سے بھی خلافت پائی[10]

---

[1] فتوح الغیب، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ص۱۱ [2] مطبوعہ مصر ۱۳۰۴ھ ہجری [3] مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ ہجری
[4] Professor D.S. Margoliouth - Ency of Islam P. 41 Vol (1)
[5] شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج۔۱ ص۶۸۶ ۔ [6] شذرات الذہب عبد الحیٔ ابن العماد ج۔۴ ص۱۹۸ تا ۲۰۰
کشف الظنون حاجی خلیفہ ج۲ ص۱۲۴۰ ، شریف التواریخ ج۱ ص۷۵۳ ۔ [7] امام ابن تیمیہؒ پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری ص۲۷۹
[8] نفحات الانس، مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ ص۲۳۸ ۔ خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص۱۳
[9] ایضاً۔ [10] شریف التواریخ جناب سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ ج۔۱ ص۷۳۹ ۔

آپ نے ۶۳۶ھ ہجری میں انتقال فرمایا اور بغداد میں دفن ہوئے۔ آپ کے خلفاء بہاء الدین ذکریا ملتانیؒ حمید الدین ناگوریؒ اور مطیع الدین شیرازی ہوئے ہیں[1]۔ آپ نے سلسلۂ سہروردیہ کی بنیاد رکھی اور اپنے شاگردوں کو عالمِ اسلام کے دُور دراز علاقوں میں بھیجا۔ جہاں خلائق کی رہنمائی کا کام ہوتا رہا۔ اس سلسلے کے جلیل القدر بزرگان نے خراسان سے نکل کر مصر، افریقہ اور برِصغیر پاک و ہند میں اپنی خانقاہیں قائم کیں[2]۔

امام تاج الدین سبکی لکھتے ہیں:۔

حضرت شیخ الشیوخ شہابُ الدین عمر سہروردی، فقیہ، فاضل، عالم، عارف، کامل، زاہد متورع اور علم حقیقت میں اپنے وقت کے شیخ اور امام جلیل تھے۔ مریدین و طالبین کی تربیت، خلق کی خالق کی طرف دعوت، مخلوق کی رشد و ہدایت، تکمیل سلوک سالکان اور تعلیم و تلقینِ طریقِ عبادت و خلوت وغیرہ آپ پر ختم تھی[3]۔

شیخ فرید الدّین عطّارؒ رحمۃ اللہ علیہ:۔

شیخ فرید الدّین محمد بن ابراہیم عطّار نیشاپوریؒ آپ کا مکمل اسم گرامی ہے[4]۔ آپ موضع کدکن کے رہنے والے تھے۔ جو نیشاپور کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ آپ شیخ مجد الدین بغدادی کے مرید تھے۔ بہت بڑے عالم و فاضل تھے۔ فلسفہ توحید میں جناب حسین منصور حلاج (م ۳۰۹ھ ہجری) کے پیرو تھے۔ آپ کی تمام تر تصانیف میں فلسفہ، توحید اجاگر و نمایاں ہے۔ صاحب نفحات الانس لکھتے ہیں۔ ”کہ توحید و اسرار کے جتنے معارف حضرت فرید الدین عطارؒ کی مثنویوں اور غزلیات میں پائے جاتے ہیں وہ کسی دوسرے صوفی شاعر کے ہاں نہیں ملتے[4]“۔

طبقات الصوفیہ کے طرز پر فارسی زبان میں ”تذکرے“ بھی مرتب ہوئے۔ ان تذکروں میں اوّلیت کا شرف شیخ فرید الدین عطارؒ کے تذکرۃ الاولیاء کو حاصل ہے[5][6]۔

آپ نے ۶۲۸ھ ہجری یا ۶۲۷ھ ہجری میں وفات پائی۔ تاتاری کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے آپ کا مزار نیشاپور میں واقع ہے[7]۔

---

[1] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص ۱۳، شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج ۱ ص ۴۳۹
[2] خزینۃ الاصفیاء۔ صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی ترجمہ خصوصی مقالہ ”چھٹی صدی ہجری کے صوفیاء کے افکار و احوال پر ایک نظر“ ص ۲۳۱۔ [3] شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ ج ۱ ص ۲۰، طبقات الشافعیہ، امام سبکی ج ۵ ص ۱۴۳-۱۴۴
[4] نفحات الانس، مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ ص ۸۶۲۔
[5] یہ تذکرہ رینالڈ الین نکلسن مشہور برطانوی مستشرق نے دو جلدوں میں کافی تصحیح اور تقابل کے بعد لیڈن سے شائع کیا۔
مقدمہ قلائد الجواہر، مولانا شمس بریلوی ص ۱۷۔
[6] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۳۸۵، نفحات الانس مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ ص ۸۶۳
[7] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص ۲۶۳۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ :-

آپ کا نام محمد کنیت ابو بکر، لقب محی الدین اور شیخ الاکبر تھا۔ سلسلۂ نسب علی بن محمد العربی بن احمد بن عبد اللہ الطائی الحاتمی ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو ابن العربی حاتمی اور طائی کہتے ہیں[۱]۔ آپ نے قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم شیخ ابو بکر بن خلف سے حاصل کی۔ بعد ازاں حجاز، مصر، شام اور ممالک اسلامی میں بزرگان دین سے بھی ملے[۲]۔ ابو بکر بن خلف الشریح ابوالقاسم قرطبی بن زرکون، عبد الحق ذردی، حافظ السلفی، ابن عساکر، ابوالفرج بن الجوزی سے مکمل کی۔ ۵۹۱ھ ہجری میں بغداد اور موصل میں اساتذۂ وقت سے حدیث سُنی[۳]۔ ابوالفرج ابن الجوزی سے سند حاصل کی۔ ۶۲۰ھ ہجری کے قریب یا اس سے کچھ عرصہ قبل آپ دمشق تشریف لائے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے[۴]۔

اسی مقام پر آپ نے ۲۲ ربیع الثانی ۶۳۸ھ ہجری میں وفات پائی۔ اور جبل قاسیون کے دامن میں دفن کئے گئے[۵]۔ آپ کو عربی نظم و نثر پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ علامہ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عربی کی زبان میں مہارت شعر پر قدرت و ذہانت کا جواب نہ تھا[۶]۔ آپ کی مشہور و معروف تصانیف فتوحات مکیہ، فصوص الحکم، تفسیر قرآن مجید آٹھ جلدوں میں، جبکہ پروفیسر کلمان کی فہرست کے مطابق آپ کی ۱۵۰ کتابیں تھیں مگر کتب خانوں میں ۲۵ یا ۳۰ کتابیں ہیں باقی حادثات کی نذر ہو گئیں[۷]۔ آپ کے نظریات، عقائد اور تعلیمات پر فتوحات مکیہ ایک عظیم المرتبت کتاب ہے فتوحات مکیہ چار ضخیم جلدوں میں تقریباً تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے[۸]۔ جو چھ فصلوں میں منقسم ہے۔ معارف، معاملات، احوال، منازل، منازلات اور مقامات آپ کی تصنیف فصوص الحکم ایک مقدمہ اور ستائیس فصوص پر مشتمل ہے۔ ہر فص ایک نبی کے نام سے موسوم ہے۔ فص کی جمع فصوص ہے۔ اور فص کے معنی نگینہ کے ہیں[۹]۔ اور قرآن مجید میں جو آیات انبیاء کرام کے متعلق وارد ہوئیں۔ انہیں نظریہ توحید کے تحت نہایت عجیب پیرائے میں تشریح

---

۱ تحقیق الامام فی شرح فصوص الحکم (اردو) ڈاکٹر محمد عطا اللہ قادری ص۴ مطبع خیبر پرنٹرز پشاور ناشر سلیم اللہ۔
امام ابن تیمیہؒ پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری ص۲۸۱ ۔ ۲ مقدمہ فتوحات مکیہ ڈاکٹر ابوالعلا عفیفی، طبع قاہرہ۔
۳ فتوحات مکیہ محی الدین ابن عربی ج ۳ ص۱۷، ج ۳ ص۹۵ تا ۵۴۹۔ ۴ فتوحات مکیہ محی الدین ابن عربی ج۔۴ ص۵۰۰
۵ شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہیؒ ص۳۵، تحقیق الامام فی شرح فصوص الحکم ڈاکٹر محمد عطا اللہ ص۵، امام ابن تیمیہؒ پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری ص۲۸۳ ۔ نفحات الانس مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ ص۸۱۳ پر لکھتے ہیں! "شیخ محی الدین ابن عربی ملک اندلس کے شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت شب دو شنبہ ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ ہجری ہے اور آپ نے بروز پنجشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ دمشق (مملکت شام) میں انتقال فرمایا۔ شہر دمشق کے باہر موضع سفح میں جو کوہ قاسیون کے دامن میں ہے دفن کیا گیا آج کل یہ جگہ صالحیہ کے نام سے مشہور ہے۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ ص۱۲۳۸، ۶ تحقیق الامام فی شرح فصوص الحکم ص۵۔ ۷ ایضاً ص۱۲
۸ فتوحات مکیہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر۔
۹ شرح فصوص الحکم (قلمی) حضرت شاہ محمد غوثؒ ص۹ پر لکھتے ہیں۔ "بدانکہ فص عبارت است نگینہ انگشتر است۔"

بیان کیا ہے۔ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری نے ابن عربی سے کہا تم علمِ توحید میں امام ہو۔ تم نے وہ کچھ جان لیا ہے جس کو میں نہیں جان سکتا۔[۱]

چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں نظریہ توحید پر جو معرکۃ الآراء تصانیف لکھی گئیں اور جلیل القدر علمائے کرام و مشائخ عظام اس نظریئے کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن محو تھے۔ اس دور میں ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جس امام مجدد عصر شیخ الاسلام علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ الحرانی الدمشقی (م ۷۲۸ھ ہجری) تھے۔ آپ اپنے وقت کے صاحب تصنیف عالم تھے۔ آپ کی تصانیف میں تحقیق کے علاوہ دوسرے علماء پر تنقید کا پہلو نمایاں ہے۔ جیسا کہ آپ کے سوانح نگار پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری صاحب تحریر کرتے ہیں۔

"کہ آپ کی تنقید کا نشانہ شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ علی الحریری" شیخ نجم الدین ابن اسرائیل" شیخ عبد الحق ابن سبعین" شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی"، شیخ عفیف الدین تلمسانی" شیخ عبد الکریم آملی" شیخ ابن عطاء اللہ اسکندرانی" وغیرہ ہے۔ اور ان کے خلاف زبردست قلمی و لسانی جہاد کیا۔[۲]

آپ کی تصانیف میں سے بہت سی کتب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں، جو چھبیس کے قریب ہیں۔[۳]

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

حصل من العلوم ما لا یبلغہ الشیوخ الکبار وتفنن فی الحدیث والنحو والتصریف والفقہ والتفسیر والاصلین والتاریخ والقرأت ولہ مجامیع والتالیف مفیدۃ کثیرۃ۔[۴]

انہوں نے وہ علمی درجہ حاصل کیا جس تک بڑے بڑے معمر علماء و اساتذہ عام طور پر نہیں پہنچ سکتے۔ حدیث، نحو، صرف، فقہ، تفسیر، اصول فقہ، اصول حدیث، تاریخ، قرأت تمام علوم میں ان کو کمال تھا آپ کے بہت سے مفید مجموعے اور تصنیفات ہیں۔

حافظ ابن عبد الہادی نے اپنی کتاب "العقود الدریہ" میں آپ کی بہت سی کتابوں اور رسالوں کا ذکر کیا ہے[۵] آپ نے نظریہ توحید کی نہایت شدت سے مخالفت کی۔ اس نظریے کی رد میں کتابیں لکھیں۔ بحث و مناظرے کئے اور باقاعدہ طور پر ایک مکتبہ فکر کی بنیاد رکھی جس میں آپ کے شاگردوں نے آپ کے ساتھ کام کیا۔[۶]

---

[۱] رسائل ابن عربی، جزو ثانی کتاب التجلیات ص ۳۰ [۲] محمد یوسف کوکن عمری۔ امام ابن تیمیہ ص ۲۶ [۳] محمد یوسف کوکن عمری ص ۶۴۲ تا ص ۶۵۳ پر مفصل ذکر موجود ہے۔ [۴] البدایۃ والنہایۃ ج ۱۴ ص ۱۳۷۔ [۵] امام ابن تیمیہ ص ۲۵۵۔

[۶] حافظ ابن قیم ۱۳ رجب (م ۷۵۱ھ ہجری) اسم گرامی محمد کنیت ابو عبد اللہ اور لقب شمس الدین تھا جبکہ المشہور ابن قیم تھے۔ حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ ہجری) نام اسماعیل کنیت ابو الفداء۔ لقب عماد الدین اور ابن کثیر سے مشہور تھے۔ حافظ ابن عبد الہادی (م ۷۴۴ھ) ابن الوردی (م ۷۴۹ھ ہجری) نام عمر لقب زین الدین تھا۔ شیخ ذہبی (م ۷۴۸ھ ہجری) نام محمد کنیت ابو عبد اللہ لقب شمس الدین تھا۔ شیخ بدر الدین ابن الصائغ (م ۷۲۹ھ ہجری) نام محمد کنیت ابو الیسر لقب بدر الدین تھا۔ شیخ نور الدین ابن الصائغ (م ۷۴۹ھ ہجری) نام محمد لقب نور الدین تھا۔ شیخ احمد بن فضل اللہ العمری (م ۷۴۹ھ ہجری) نام احمد کنیت ابو العباس لقب شہاب الدین احمد بن قدامہ مقدسی (م ۷۷۱ھ ہجری) نام احمد کنیت ابو العباس لقب شرف الدین۔ امین الدین ابن الوانی (م ۷۳۵ھ ہجری) امین الدین لقب ابو عبد اللہ کنیت اور محمد نام تھا۔ وغیرھم (حاشیہ جاری ہے۔)

ساتویں صدی ہجری میں جناب نجم الدین محمد المعروف ابن اسرائیل الشیبانی الدمشقیؒ گزرے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول ۶۰۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردیؒ کے مرید تھے۔ ان کی وفات کے بعد شیخ علی الحریریؒ کی صحبت اختیار کی۔ آپ عربی زبان کے بلند پایہ شاعر، ادیب اور نظریہ وحدت الوجود کے مؤید تھے آپ نے ۶۷۷ھ ہجری ۱۴ ربیع الثانی میں بمقام دمشق وفات پائی۔ اور شیخ رسلان کے مقبرے میں مدفون ہیں۔[1]

قطب الدین عبدالحق ابن سبعین المقدسی الرقوطیؒ ۶۱۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ وحدت الوجود کے مقام نبوت اور ختم ولایت کے قائل تھے۔ شریعت کے ظاہری مراسم کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ چونکہ شیخ مکہ آپ کا احترام کرتے تھے اس لئے علامہ قطب الدین قسطلانیؒ کی مخالفت آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکی۔ بلکہ قسطلانی کو خود مکہ چھوڑنا پڑا۔ اکثر غار حرا میں مراقب رہتے۔ ۲۸ شوال ۶۶۹ھ ہجری میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔[2]

صدرالدین ابو المعالی محمد بن اسحاق آپ کا اسم گرامی ہے۔ قونیہ ترکی کے مشہور شہر میں پیدا ہوئے۔ اسی لئے قونوی نسبت رکھتے تھے۔ والد کی وفات کے بعد آپ کی والدہ نے علامہ ابن عربیؒ سے شادی کرلی۔ اسی لئے آپ کا تمام تر علم علامہ ابن عربی کا مرہون منت ہے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ جن میں کتاب مفتاح الغیب اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر مشہور و مقبول ہوئیں۔ سورۂ فاتحہ کی تفسیر اعجاز البیان فی تفسیر ام القرآن حیدر آباد سے شائع ہو چکی ہیں۔ اس میں ظاہر و باطن، حقیقت و مجاز کی روشنی میں آیتوں کی تشریح کی گئی ہے۔ آپ نے ۶۷۳ھ ہجری میں وفات پائی۔[3]

عفیف الدین ابو الربیع سلیمان بن علی الکوفی التلمسانیؒ۔ آپ کا پورا نام ہے۔ آپ عربی ادب اور تصوف کے متبحر عالم تھے۔ نظریہ توحید کے بہت بڑے مبلغ تھے۔ عربی کے بہترین شاعر تھے[4] اسی لئے عربی دیوان اور کئی کتابیں تحریر کیں۔ آپ نے "المواقف" مصنفہ شیخ محمد بن عبدالجبار بن حسن النفری الصوفی (م ۳۵۴ھ ہجری) کی شرح بھی لکھی۔ شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ کی کتاب منازل السائرین کی شرح تحریر کی۔ آپ کے دور میں امام ابن تیمیہؒ کی عمر تیس برس تھی۔ اسی لئے انہوں نے آپ کی تعلیمات پر شدت سے گرفت اور تنقید کی۔ مگر باوجود مخالفت کے وہ آپ کی شاعری کے معترف تھے آپ نے ۵ رجب ۶۹۰ھ ہجری میں دمشق میں وفات پائی۔[5]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) آپ کے مشہور تلامذہ گزرے ہیں۔ شمس الدین محمد نام۔ العماد لقب ابو عبداللہ اور ابو العباس کنیت، عام طور پر ابن عبدالہادی کے نام سے مشہور ہیں۔ دمشق میں ۷۰۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔

[1] قصر عارفان (قلمی) جناب مولوی احمد علی صفحہ ۱۷۶، امام ابن تیمیہؒ، پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری صفحہ ۳۱۸ - ۳۱۹

[2] ایضاً۔ [3] امام ابن تیمیہؒ، محمد یوسف کوکن عمری صفحہ ۳۲۰، قصر عارفان (قلمی)، مولوی احمد علی صفحہ ۱۰۶ - ۱۰۷۔

[4] شذرات الذہب، عبدالحیٔ بن العماد ج ۴ صفحہ ۴۱۲۔

[5] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ صفحہ ۲۵۴، امام ابن تیمیہؒ، محمد یوسف کوکن عمری صفحہ ۳۲۲۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۱ صفحہ ۲۶۶۔

آٹھویں، نویں اور دسویں صدی ہجری ہیں جن علمائے متصوفین نے اپنی گرانقدر تعلیمات کو کتابی صورت میں مدوّن کیا۔ اُن میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر علماء نے مسئلۂ توحید پر دقیق و محققانہ بحث کی

شیخ احمد بن شیخ عبد الاحد "یعنی"

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فاروقی سرہندی ہیں۔ محبوبیت، وحدانیت اور فردیت کی محفلوں میں بالا نشینی کا مرتبہ آپ کو حاصل ہے صُوفی محمد صدیق، ہدایت تخلص ظہیر الدین حسن کسمیؒ کے فرزند اور مولانا خواجہ باقی نقشبندی اویسیؒ کے مرید ہیں۔[1] ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت عبد الاحد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی پھر سیالکوٹ چلے گئے۔ اور وہاں مولانا کمال الدین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۷ھ ہجری)[3] سے علم معقولات پڑھا۔ جبکہ شیخ یعقوب صرفی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۰۳ھ ہجری) سے منقولات کا درس لیا۔ قاضی بہلول بدخشی رحمۃ اللہ علیہ سے صحاح کی اجازت حاصل کی[2]۔ آپ حضرت خواجہ عبد الباقی نقشبندی المعروف خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۱۲ھ ہجری)، کے مرید ہونے کے بعد سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل ہو کر سلوک و معرفت کے منازل طے کئے اور سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ آپ ہی کے نام نامی سے منسُوب ہے۔ آپ صرف علمِ حدیث کے ہی متبحّر عالم نہ تھے، بلکہ اپنے سیاسی اور سماجی ماحول پر گہری نظر رکھتے تھے۔ اسی لیے سلاطین اور امراء پر سختی اور شدت کے ساتھ تنقید کرتے۔ کیونکہ اربابِ حکومت ارکانِ اسلام اور بنیادی عقائد کی مخالفت پر ڈٹے ہوئے تھے۔ تو آپ نے ایسے لوگوں کی اصلاح کے لئے کوشش کا عہد فرمائی۔ اور دینِ اسلام قرآن و حدیث کو عملاً نافذ کروانے کے لئے اُس کی ترقی و اشاعت میں ماحول اور حالات کو سازگار بنایا۔ نیز نام نہاد علماء و صوفیاء، جو تقدس کا لبادہ اوڑھ کر ہر قسم کی غیر اسلامی بدعات کو رواج دے رہے تھے۔ جس کی وجہ سے شریعت مطہرہ محمدیہ مسخ ہو رہی تھی۔ معاشرتی انتشار و تفرقہ روز افزوں ترقی کر رہا تھا۔ آپ نے غیر اسلامی رسم و رواج، بدعات اور گندم نما جو فروش علماء و صوفیا کو اصلاح احوال کی طرف متوجہ کیا۔ آپ کی انتھک محنت و کوشش کا یہ نتیجہ نکلا کہ وُہ دینِ اسلام جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیا ہوا تھا۔ اُس دورِ ضلالت میں نکھر کر سامنے آگیا۔ اس تبلیغی تحریک کے جاری کرنے میں جو صعوبتیں اور تکالیف آئیں آپ نے حوصلہ مندی اور جرأت سے برداشت کیں، بادشاہ

---

[1] گلزارِ ابرار، غیر مطبوعہ اردو ترجمہ اذکارِ ابرار، محمد غوثی شطاری مانڈوی، مترجم فضل احمد جیوری، مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن ص ۵۳۷۔

[2] نزہۃ الخواطر، عبدالحی حسنی، تذکرہ شیخ احمد مجدد ج ۵ ص ۵۳ تا ۵۳، حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی ص ۴۰۵-۴۰۶، خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج ۱ ص ۶۰۹، انوار العارفین، مولوی محمد حسن مُراد آبادی، مطبوعہ صدیقی بریلی ۱۲۹۰ ہجری ص ۳۷۹ تا ۳۸۹، زبدۃ المقامات، خواجہ محمد ہاشم کسمی ص ۱۴۱، تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی

[3] مولانا کمال الدین بن موسیٰ، ۹۰۱ ہجری میں کشمیر سے سیالکوٹ منتقل ہوئے اور تقریباً نصف صدی درس و تدریس میں مصروف رہ کر ۱۰۱۷ ہجری میں لاہور میں وفات پائی۔
(حاشیہ جاری ہے)

وقت جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں تین سال تک قید بھی رکھا مگر آپ کے پایۂ استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ آپ کی خدا پرستی، اسلام کی صداقت و حقانیت پر مکمل و اکمل یقین، زہد و تقویٰ اور ورع کی وجہ سے "مجدد الف ثانی" کا لقب دیا گیا۔ آپ نے اسلام کی حفاظت و تقویت کا وہ تاریخ ساز اور عہد آفریں کام انجام دیا۔ جس کو حدیث کی سادہ معروف اصلاح میں "تجدید" کہا گیا ہے۔[۱] آپ کے مکتوبات انسانی رہنمائی اور اصلاح کے لئے ایک عظیم خدمت ہیں، جو ہر اس دور میں جب اسلامی چراغ ٹمٹمانے لگیں تو یہ مکتوب اسلام کو روز روشن کی طرح جگمگا دیں گے۔ آپ کے ان عظیم المرتبت مکتوبات کی تعداد ۵۳۶ ہے۔ امراء، حکمران، صوفیاء، خلفاء، اور محبین کے نام پر ہیں، جن میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اصلاح نصیحت۔ استفسارات کے جوابات، سلوک و معرفت کے مقامات و منازل کی تشریح، اخلاقِ حسنہ کی دعوت غرضیکہ ہر اس مسئلے کا جواب باثواب موجود ہے جس کی اس ماحول میں ضرورت تھی۔ آپ کا مکتب سرہند میں تھا جو ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۰ء سے سکھوں کی غارت گری کا شکار بن گیا۔ اور ۱۱۷۶ھ ۱۷۶۲ء میں رام پور منتقل کر دیا گیا۔[۲] آپ نے اپنے مکتوب میں مسئلہ وحدت الوجود پر شدت سے تنقید کی جبکہ وحدت الشہود کی پر زور تائید و نصرت فرمائی۔ آپ کی تصانیف رسالۂ تہلیلیہ، رسالۂ اثباتِ النبوت۔ رسالہ مبداؤ معاد۔ رسالہ مکاشفات غیبیہ، رسالۂ آدابِ المریدین، رسالہ معارف لدنیہ، رسالۂ ردِ الشیعہ، تعلیمات العوارف، شرح رباعیات، خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ آپ نے ۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۴ ہجری سنہ ۱۶۲۴ عیسوی میں وفات پائی۔[۳]

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ الہند جناب عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

آپ کا اسمِ گرامی عبد الحق اور لقب شیخ الہند محدث دہلوی تھا۔ والد کا نام سیف الدین بن سعد اللہ ترکی تھا۔ آپ سنہ ۹۵۸ ہجری جنوری سنہ ۱۵۵۱ عیسوی میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد اور دیگر فقہا سے تعلیم مکمل کی۔[۴] علمِ حدیث مکہ مکرمہ میں جناب شیخ عبد الوہاب متقی (م سنہ ۱۰۰۱ ہجری) سے صحاحِ ستہ کی اجازت حاصل کی۔[۵] وہاں سے واپسی اختیار کرنے کے بعد دہلی میں مدرسہ و خانقاہ قائم کی۔ جس میں ایک بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا۔ آپ نے ایک سو سے زائد کتابیں لکھیں۔[۶]

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹) اور وہیں مدفون ہوئے، نزہتہ الخواطر، عبد الحی حسنی ج ۵ ص ۳۱۶۔ [۳] مولانا یعقوب بن الحسن الصرفی کشمیری کی ۹۰۸ء میں کشمیر میں ولادت ہوئی۔ تحصیل علم اور حصول طریقہ کے لئے سمرقند کا سفر کیا، جہاں شیخ حسین خوارزمی سے طریقہ کبرویہ حاصل کیا۔ ۱۲ ذیقعدہ ۳۰۰ ا ہجری میں وفات پائی، نزہتہ الخواطر ج ۵ ص ۴۳۹۔ [۱] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ج ۴ ص ۴۳۱۔

[۲] تذکرہ کاملان رامپور، احمد علی شوقی ص ۔ [۳] ہدیتہ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی ج ۵ ص ۱۵۶، اذکار ابرار، محمد غوثی شطاری، ماندوی، حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی ص ۴۰۵-۴۰۶۔ تذکرۂ علمائے ہند ص ۸۹۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ج II ص ۱۲۶ تا ۱۳۰۔

[۴] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ مطبوعہ فارسی نسخہ مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۰۹ ہجری اردو نسخہ مسلم پریس دہلوی سنہ ۱۳۲۶ ہجری ص ۲۲۳۔ [۵] شیخ عبد الوہاب سے درس لینے کی مدت ۳ سال کے قریب ہے، شیخ الاسلام شرح بخاری مخطوطہ بانکی پور ص ۱۲۰۸ فارسی مخطوطہ ص ۲۶۔ [۶] حیاتِ شیخ عبد الحق، پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۱۸۱۔ سنن ابی داؤد کی مشہور روایت ہے۔ ان اللہ عزوجل یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ اس حدیث کی شرح و تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، مقدمہ بر جامع المجددین، از مولانا سید سلیمان ندوی ص ۱۶ تا ۲۴، مصنف عبد الباری ندوی۔

خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:۔

"شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو تصوف پر بے بہا ذخیرہ چھوڑا۔ اس میں سے صرف دس کتابیں موجود ہیں[1]"

قال مؤلف سبحۃ المرجان بلغت تصانیفہ مائۃ مجلد[2]

صاحب سبحۃ المرجان نے کہا کہ آپ کی تصانیف کی تعداد سو تک پہنچتی ہے۔

شرح فتوح الغیب نہایت ہی قابل قدر تصنیف ہے۔ آپ نے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ۸۷ واعظوں کا حد درجہ عالمانہ انداز میں شرح کے ساتھ ترجمہ کیا۔ اس کی شرح آپ نے اپنے شیخ الحدیث عبدالوہاب متقیؒ اور حضرت شاہ ابوالمعالی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہوری کے لئے لکھی[3]

الغرض فقیہ، محدث بزرگوں کی نشانی آنے والوں کے لئے نمونہ اور جامع علوم ظاہر و باطن تھے۔ ہندوستان میں علم حدیث انہی کے ذریعے پھیلا۔ آپ کو خداداد مقبولیت حاصل تھی۔ کسی عقلمند اور فاضل نے آپ کی مقبولیت کا انکار نہیں کیا[4] آپ نے ۱۰۵۲ھ ہجری ۱۶۴۲ء عیسوی میں بمقام دہلی وفات پائی[5]

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

عبدالحکیم بن شمس الدین محمد السیالکوٹی، پنجابی الہندی الفقیہ الحنفی[6] آفتاب پنجاب کے لقب سے مشہور تھے[7]

آپ مولانا کمال الدین کشمیری کے شاگرد خاص تھے[8] جناب مفتی غلام سرور لکھتے ہیں:۔

"آپ اکابر علماء اور اعاظم فضلائے زمانہ میں سے تھے۔ ظاہری علوم میں فرید الدہر اور باطنی رموز میں وحید العصر تھے۔ حدیث فقہ اور علم تفسیر میں یکتائے زمانہ تھے[9]"

حاشیۃ عبد الغفور للفوائد الفیائیۃ فی النحو، حاشیۃ علی انوار التنزیل للبیضاوی، حاشیۃ علی شرح عقائد النسفی للتفتازانی، حاشیۃ علی شرح العقائد للخیالی، حاشیۃ علی شرح العقائد العضدیۃ للدوانی، حاشیۃ علی المطول، حاشیۃ علی مقدمات التلویح فی الاصول، الدرۃ الثمینۃ فی اثبات الواجب تعالیٰ[10]

---

۱ حیات شیخ عبدالحق، پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۱۸۱، ۳ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا، ج ۵ ص۵۰۳

۲ شرح فتوح الغیب، شیخ عبدالحق دہلویؒ ص۴۲۱، ۴ تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمان علی ص۲۷۷۔ ۵ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا ج ۵ ص۵۰۳، حیات شیخ عبدالحق، خلیق احمد نظامی ص۱۵۱، حدائق الحنفیہ ص۴۰۹، ۱۳۴۹ء، منتخب التواریخ ص۴۲۸-۴۲۹، رود کوثر ص۲۹۴-۳۳۴۔

۶ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا ج ۵ ص۵۰۴، ۷ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آپ کو آفتاب پنجاب کا لقب دیا۔ حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص۴۱۲

۸ شریف التواریخ، سید شریف احمد شرافت نوشاہی ج ۱ ص۹۹۱، ۹ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص۳۵۱، ۱۰ ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا ج ۵ ص۵۰۴، تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمان علی ص۲۸۱۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ:۔

آپ کا تاریخی نام عظیم الدین اور حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی منامی بشارت کی بناء پر قطب الدین بھی رکھا گیا[1] لقب شاہ ولی اللہ اور حجۃ الاسلام ہے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تحفہ اثنائے عشریہ میں ایک خاص مصلحت سے اپنا نام بھی غیر معروف نام غلام عبدالحکیم رکھا ہے۔ اس لئے ولایت میں بھی شاہ ولی اللہ کا غیر معروف ہی نام قطب الدین ذکر کیا ہے[2]۔ ہندوستان کے لوگوں کے حالات ہم سے پوشیدہ نہیں کہ یہیں کی پیدائش ہے اور یہیں عمر بسر ہوئی۔ ملک عرب کو خود دیکھا ہے اور اس کی سیاحت کی ہے افغانستان اور ایران کے لوگوں کے حالات وہاں کے معتبر لوگوں کی زبانی سنتے ہیں۔ اس سب کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوا کہ کوئی ایسا بزرگ جو مادۂ شریعت وطریقت پر اور کتاب وسنت کی پیروی میں اُن کی طرح استوار و مستقیم ہو اور طالبین کی رہنمائی میں اس کا پایہ اتنا بلند اور اس کی توجہ اتنی قوی ہو۔ ہمارے دور میں ان ملکوں میں سے کسی ملک میں جن کا اوپر ہم نے تذکرہ کیا ہے پایا نہیں جاتا۔ دور ماضی اور بزرگان سلف میں بے شک ہو سکتا ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ہر زمانے میں ایسے بزرگ زیادہ تعداد میں نہیں پائے جاتے۔ چہ جائیکہ ایسے زمانے میں جو فتنہ و فساد سے پُر ہو[3]۔ آپ کے والد کا نام شیخ عبدالرحیم تھا۔ ۴ ارشوال ۱۱۱۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ دنیائے اسلام کے جید عالم تھے۔ علم فضل۔ ورع اور تقوےٰ میں بے نظیر تھے۔ ساری عمر درس وتدریس میں گزاری۔ قرآن حکیم کی تفسیر بنام فتح الرحمٰن لکھی۔ موطاء امام مالک کی شرح عربی وفارسی سوی اور مصطفیٰ لکھی۔ اسلامی علوم فلاسفہ پر شہرہ آفاق تصنیف حجۃ البالغہ بے نظیر کتاب ہے۔ علم تصوف میں القول الجمیل۔ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ معات۔ الطاف القدس اور خصوصیت کے ساتھ تفہیمات الٰہیہ آپ کی گرانقدر تصانیف ہیں جس میں تصوف کے تمام پہلوؤں کو روشن کیا گیا ہے۔ آپ نے ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ جولائی ۱۷۶۲ء میں وفات پائی۔

جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ:۔

آپ کا نام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ہے آپ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ ہجری) کے مرید تھے۔ آپ کے تبحر علمی کی وجہ سے استاد شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیہقی وقت اور علم الھدیٰ کا لقب دیا ہے۔ آپ نے اپنے شیخ کے نام پر دس جلدوں میں تفسیر مظہری لکھی۔ جس میں تمام علوم اسلامیہ

---

[1] الجزاء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ لاہور ص۔ [2] انفاس العارفین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، مترجم سید محمد فاروق قادری، مطبوعہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ۱۳۹۴ھ ص۱۱۔ [3] کلمات طیبات ص ۱۲۴-۱۲۵ [4] الفرقان، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نمبر ص ۲۰۳، [5] تذکرۂ علمائے ہند، مولوی رحمٰن علی ص ۵۲۳۔ [6] حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی ص ۳۴۷ علمائے ہند کا شاندار ماضی، مولانا محمد میاں ص ۲ ج ۱۔ ابجد العلوم، نواب صدیق حسن خان ص ۹۱۲-۹۱۳۔ رود کوثر ڈاکٹر اکرام ص ۵۷۷-۵۸۰۔ نزہۃ الخواطر، عبدالحئی حسنی ص ۳۰۹-۴۱۵ ج ۶۔ [7] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ص ۶۸۹-۶۹۰ ج ۱۔ (حاشیہ جاری ہے)

اور خصوصاً علمِ تصوف مجددی نقطۂ نظر سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کی تعداد بیس سے زیادہ ہوگی۔ علمِ تصوف میں آپ کی کتاب سیف سلول قابلِ ذکر ہیں۔ آپ نے ۱۲۲۵ھ ہجری ۱۸۱۰ء عیسوی میں وفات پائی۔

آپ نے روحانی طور پر بڑے بڑے اولیائے کرام سے استفادہ کیا۔ جن میں حضرت شیخ المشائخ شاہ بلاول قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ نظریۂ توحید میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے متأثر تھے۔ ۱۶ ربیع الاوّل ۱۰۶۸ھ ہجری ۱۶۵۶ء میں وفات پائی اور سیالکوٹ ہی میں دفن ہوئے [1]

گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں مسئلہ توحید کے دو مکاتیب فکر موجود تھے۔ جن میں ایک مکتبۂ فکر وحدت الوجود کا قائل تھا اور دوسرا وحدت الشہود کا۔ اسی صدی ہجری میں جناب حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت علامہ قدوۃ العارفین قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ۔ جناب شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں تطبیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں [2]۔

جیسا کہ امام انقلاب علامہ عبید اللہ سندھی تحریر کرتے ہیں:۔

لیس منا من لم یتدبر کتاب اللہ ولم یتفہم حدیث نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیس منا من ترک ملازمۃ العلماء اعنی الصوفیۃ الذین لہم حظ من الکتاب والسنۃ والراسخین فی العلم الذین لہم حظ من الصوفیۃ او المحدثین الذین حظ من الفقہ او الفقہا الذین لہم حظ من الحدیث اما الجہال من الصوفیۃ والجاھدون للتصوف فاولٰئک قطاع الطریق ولصوص الدین فایاک وایاھم جعلنا اللہ سبحانہ ممن یطیعہ ویتبع رضوانہ ولا یشرک بہ شیئاً فانما نحن بہ ولہ والسلام [3]

جو اللہ کی کتاب میں تدبر نہیں کرتا اور حدیث میں فہم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔ جس نے علماء کی ملازمت اختیار نہیں کی جبکہ علماء سے مراد صوفیاء ہیں اور وہ صوفیا جو کتاب و سنت کا علم رکھتے ہیں یا وہ لوگ جو علم میں رسوخ رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہیں جو کہ صوفیاء سے وابستہ ہیں۔ تو وہ محدثین جو علم فقہ رکھتے ہیں یا وہ فقہا جو علم حدیث کا علم رکھتے ہیں جاہل صوفیاء اور جو باوجود علم رکھنے کے تصوف کا انکار کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ رہزن ہیں اور دین کے ڈاکو ہیں۔ پس ان سے بچو۔ اللہ جل جلالہٗ ہمیں اپنے مطیعوں میں سے کرے۔ اور اپنی رضا کے اتباع کی توفیق دے اور ہمیں ان میں سے بنائے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔

(بقیہ حاشیہ ۱۵۱) [8] تذکرۂ علمائے ہند۔ مولوی رحمان علی ص ۱۲۲۔ شریف التواریخ۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہی ص ۳۴۷ ج ۱۔
[9] نزھۃ الخواطر۔ مآخذ عبدالحی حسنی ص ۱۲۱ ج ۷۔ اتحاف النبلاء۔ نواب صدیق حسن خان ص ۲۳۰-۲۳۱۔ مقامات مظہری ص ۶۵ تا ۶۷۔
[1] ہدیۃ العارفین۔ اسماعیل پاشا۔ ص ۵۰۳ ج ۵۔ حدائق الحنفیہ۔ فقیر محمد جہلمی ص ۴۱۵۔ خزینۃ الاصفیاء۔ مفتی غلام سرور ص ۳۵۔ مآثر الکرام۔ غلام علی آزاد بلگرامی دفتر اول ص ۲۰۳-۲۰۵۔ رود کوثر۔ شیخ محمد اکرم ص ۳۳۲-۳۳۶۔ ابجد العلوم۔ نواب صدیق حسن ص ۹۰۳۔ [2] شاہ ولی اللہ کی تعلیم۔ غلام حسین جلبانی صدر شعبۂ عربی سندھ یونیورسٹی ص ۱۳۰-۱۳۱۔ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی۔ المعارف۔ ہندوستان میں وحدت الوجود (حاشیہ جاری ہے)

یورپ کے مستشرق جب اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی زوال کبھی ان کے دینی نظام کو تباہ نہ کر سکا۔

پروفیسر ہٹی لکھتے ہیں:-

اکثر ایسا ہُوا کہ سیاسی اسلام کے نازک ترین لمحات میں مذہبی اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں[۱]

جبکہ فریڈلوکے ٹارنے دبے انداز میں اس بات پر استعجاب کا اظہار کیا ہے کہ گو اسلام کا سیاسی زوال تو بار ہا ہُوا۔ لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا[۲]

کیا ان اسباب کا تجزیہ ممکن نہیں جنہوں نے مسلمانوں کی دینی زندگی کو سیاسی زوال کے خطرناک اثرات سے بچایا۔ اور زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے فکر و عمل میں تبدیلیاں پیدا کیں۔

پروفیسر ایچ ار گب اس انداز سے بیان کرتے ہیں۔

"تاریخ اسلام میں بارہا ایسے موقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ لیکن پھر وہ مغلوب نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیاء کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا۔ اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی"[۳]

اسلامی تاریخ میں صوفیہ کرام کے کارنامے یقیناً اس نظریئے سے خاص توجہ کے مستحق ہیں۔ مسلمانوں کی ملی زندگی میں جب کوئی مشکل مقام آیا ہے تو انہی بزرگوں نے بصیرت اور حکمت کے ساتھ نامساعد حالات کا مقابلہ کیا۔ اور اسلامی سوسائٹی کا صحیح مزاج قائم رکھنے کے لئے انہوں نے بڑی پُرخلوص جدوجہد کی۔ اور ارشادِ خداوندی کے مطابق ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر[۴]

"اور تمہیں ایک اُمت ہونا چاہیئے جو خیر کی طرف بُلائے اور ممنوعات سے روکے"۔

جیسا کہ میرخورد نے کہا:- وکانوا الدین اللہ حقاً مؤیداً وسند من سمیۃ خیر مرسل[۵]

وہ خدا کے دین اور پیغمبر کی سُنت کے لئے مضبوط قلعے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳) سے متعلق بعض فہمیوں کا ازالہ، سید صباح الدین عبدالرحمان، مارچ ۱۹۷۰ء دار المصنفین اعظم گڑھ۔

[۳] الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر کا دوسرا ایڈیشن، مولانا عبیداللہ سندھی ص ۳۳۳۔ تفہیمات الٰہیہ، شاہ ولی اللہ ص ۲۰۲ ج ۲

[۱] History of Arabs (London 1951) P. 475.

[۲] Islamic Taxation in the classic period. Frede LokkeGaard Capnhagen 1950)

[۳] Islamic Culture. Browne E.G. Combridge 1928. p. 265.

[۴] ۱۰۴ ال عمران ۳

[۵] سیر الاولیاء، میر خورد مطبع محب ہند دہلی ۱۳۰۲ ہجری ص

وحدت الوجود کی تعریف و توضیح:

وحدت الوجود مرکب اضافی ہے جو دو اجزاء پر مشتمل ہے ایک وحدت دوم وجود[۱]، وحدت وہ جس میں کسی وجہ سے کثرت نہ ہو اور وہ تجزی کو قبول نہ کرے نہ اس کے مقابلے میں کوئی ضد ہو، تجزی و تغیر و ضدیت و تشبیہ و اثنینیت کو وہ قبول نہیں کرتی"[۲] جبکہ وجود اور موجود کے متعلق صاحبانِ فلسفہ وجود اصلی اور اور وجودِ ظلی پر بحث کرتے ہیں۔ اور صاحبان تصوّف وجود اور موجود پر بحث کرتے ہیں۔

ڈاکٹر عنایت اللہ ابلاغ لکھتے ہیں:۔

"فلسفی اس میں اختلافِ نظر رکھتے ہیں اور کچھ فلاسفر دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔

اور وہ صاحبان جو کہ وجود اور موجود میں گفتگو کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

"کہ وجود چیزی و موجود چیزی دیگر نیست زیرا کہ وجود بر موجود عارض شدہ است"[۳]

"کسانیکہ وجود را بے (مابہ الموجودیۃ) تغیر میکند آنرا عین موجود انند"[۴]

اہل تصوّف اور دوسرے علماء میں فلسفانہ فرق یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کرنے کے بعد تعبیر کرتے ہیں جبکہ علمائے فلسفہ فرض یا اپنے فرض کے مطابق تعبیر کرتے ہیں۔ صاحبان تصوف کی کتابوں میں فلسفۂ وحدت الوجود پر بکثرت بحث پائی جاتی ہے۔ صوفیائے کرام قرآن حکیم احادیث نبویہ اقوال صحابہ و تابعین کی روشنی میں اپنے مشاہدات، جذبات اور انوار الٰہی کے حصول کو ہی بنیاد قرار دیتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل سلوک دینِ اسلام، توحید الٰہی، تقرب الٰہی اور اعمالِ صالحہ کے توسط سے انفرادی و اجتماعی زندگی حاصل کرتے ہیں مسئلہ وحدت الوجود میں جو اس معنی کے قائل ہیں کہ موجود حقیقی ایک ذات ہے اور تمام موجودات وجود نہیں رکھتے ہیں اور ان کا وجود ظلّی و اعتباری ہے اور انہیں ہم موجود حقیقی کا نام نہیں دے سکتے"۔ اس نظریے کے معترفین منصور حلاج کے پیرو ہیں اور صوفیائے کرام کی ایک بڑی اکثریت نے انہی کی پیروی اختیار کی ہے۔ پھر اس نظریہ وحدت الوجود میں صوفیائے کرام کے دو گروہ ہو گئے جن میں سے ایک طبقہ فناءِ مطلق اور ہستی میں ظہور تجلی کا قائل ہے جبکہ دوسرے طبقے کے نزدیک موجود حقیقی اور باقی ذات واحد خداوند تعالیٰ ہے اور وہی ہر چیز ہے یعنی ہر چیز وجودِ الٰہی کا منبع ہے اور فناء کی طرف چلا جاتا ہے ہر چیز اسی سے ہے یا وہ ہر شے ہے۔ یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

---

[۱] مولانا جلال الدین بلخی میاں صوفیہ و علماء کلام ڈاکٹر عنایت اللہ ابلاغ ص۸۸۔ [۲] سرِ دلبراں علامہ شاہ محمد فدق ص۳۳۳

[۳] مولانا جلال الدین بلخی میاں صوفیہ و علماء کلام ص۸۸

[۴] ایضاً " " " " " " " "

ڈاکٹر ابو العلاٰی عفیفی لکھتے ہیں:-

قضیہ کبریٰ قضیہ وحدت الوجود است کہ از مذہب ابن عربی ترجمانی میکند۔ تمام تفکیر وی پیرامون ہمین قضیہ دوران دارد۔ آفرین نتیجہ ای کہ از تتبع وی حاصل شدہ اینست کہ حقیقت وجود از نگاہ اصلی وجوہر یکی است و بہ اعتبار اسماء وصفات متعدد بنباشد۔ این حقیقت قدیم وازلی است۔ ہیچ گاہ تغیر را نمی پذیرد۔ آنچہ متغیر بشود صورت ہا۔ آنچہ از وجود تحت ادراک و احساس قرار میگیرد امواج ہمان حقیقت را از حیث ظہور در ممکن و ممکنات مشاہدہ کنی آن خلق و عالم است۔ ہمان یک حقیقت ہم حق است وہم خلق۔ ہم یک است وہم بسیار۔ ہم قدیم است و ہم حادث است۔ ہم اول است وہم آخر۔ ہم ظاہر است وہم باطن وہمہ متناقضاتی است کہ صاب آن مشکل بہ نظر میسر شد[1]۔

وحدت الوجود کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے جو کہ ابن عربی کے مذہب کی ترجمانی کرتا ہے۔ ان کا تمام فکر اسی مسئلے پر مرکوز ہے۔ آخر کار اس کی پیروی میں جو نتیجہ حاصل ہُوا وہ یہ ہے کہ حقیقت وجود نگاہ اصلی اور جوہر کے اعتبار سے متعدد ہے اور یہ حقیقت قدیم اور ازلی ہے۔ کسی وقت تغیر نہیں وہ جو جو متغیر ہو صورتیں ہیں۔ وجود جو ادراک اور احساس کے تحت قرار پکڑتا ہے اسی بحرِ عمیق کی امواج ہیں۔ اس بحر کی جو کہ اصل وجود ہے جب اس ذات کی حقیقت پر نگاہ کرتے ہو تو اُسے حق کہتے ہو۔ اور اگر اسماء کی صفات کو دیکھتے ہو۔ یعنی اس حقیقت کو ممکن اور ممکنات میں ظہور کی حیثیت سے مشاہدہ کرتے ہو تو وہ خلق اور عالم ہے وہی ایک حقیقت ہے جو کہ حق ہے اور خلق بھی وہ ایک ہی ہے۔ اور بہت قدیم بھی ہے اور حادث بھی اول بھی ہے اور آخر بھی ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ یہ متناقضات ہیں۔

وحدت الشہود بھی اسی طرح مرکب اضافی ہے جو دو اجزاء سے مرکب ہے۔ ایک وحدت دوم شہود۔ جب سالک تعینات اور موجودات صوریہ سے گذر کر توحید اعیانی کے مقام پر پہنچتا ہے تو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جس شی پر بھی نگاہ ڈالتا ہے تو اس میں اُسے حق کی تجلی ہی نظر آتی ہے اور یہ مشاہدہ بغیر حلول، اتحاد، اتصال وانفصال کے ہوتا ہے[2]۔

برصغیر میں مسئلہ مذکورہ پر بہت سے علمائے کرام نے خامہ فرسائی کی ہے۔ جن کے سرخیل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب بنام میر صالح نیشاپوری میں اس مسئلے کو نہایت شرح وبسط سے بیان کرتے ہیں۔

---

[1] مقدمہ فصوص الحکم ابن العربی۔ ڈاکٹر ابو العلای عفیفی، طبع قاہرہ ص ۱۷

[2] سر دلبراں، شاہ محمد ذوقی ص ۲۳۳۔

بمیر صالح نیشاپوری صدور یافتہ در بیان آنکہ عالم چہ صغیر و
چہ کبیر مظاہر اسماء و صفاتِ الٰہیہ اند تعالیٰ شانہٗ و عالم۔
با صانع خویش ہیچ نسبت نیست اِلّا المخلوقیّۃ
والمظہریۃ ومایناسب ذات اللّٰھم اَرِنا
حقائق الاشیاء کما ھی عالم چہ صغیر و چہ کبیر مظاہر
اسماء و صفاتِ الٰہیّہ است تعالیٰ شانہٗ و مرایا شیون
وَ خلف کمالیات ذاتیہ او عزّ سلطانہ گنجے بود
مخفی و سرّے بود مکنون خواست کہ از خلا بملا
عرض دھد و از اجمال بتفصیل آرد عالم را بر نہجی خلق فرمود
کہ بذواتِ صفات خویش دوال باشند بر ذات و صفات و
سبحانہٗ پس عالم را با صانع خویش ہیچ نسبتے نیست اِلّا
آنکہ مخلوقاتِ وی اند و دوال اند بر اسماء و شیونات او
تعالیٰ حکم باتحاد و عینیت و نسبتِ احاطہ و سریان و
معیت ذاتیہ آنجا از غلبہ حال و سکرِ وقت است اکابر
متقیم الاحوال کہ از قدحِ صحو ایشان را شربی ارزانی داشتہ اند
عالم را با صانع ہیچ نسبتے اثبات نمی کنند الا المخلوقیۃ
والمظہریۃ و احاطہ و سریان و معیت علمی میدانند
مطابق علمائے اہل حق اند شکر اللّٰہ تعالیٰ سعیہم
عجب است کہ جماعۃ صوفیہ کہ اثبات بعضی نسبت
ذاتیہ مینمایند کالاحاطۃ والمعیۃ مثلاً معترف
شوند بآنکہ از ذات جمیع نسب مسلوب است حتیٰ کہ صفات
ذاتیہ را نیز صلب می نمایند فھل ھٰذا الا تناقض
تکلف است در رنگ تدقیقات فلسفہ است،
ارباب کشف صحیح ذات را تعالیٰ مجرد بسیط حقیقی
میدانند و ماورائے او ہر چہ باشد داخلِ اسماء میمیز نلند
خرد فراقِ دوست اگر اندک است نیست ٭ درون دیدہ
اگر نیم موست بسیار است ٭ مثلے از برائے تحقیق این مبحث

یہ خط میر صالح نیشاپوری کی طرف بھیجا گیا۔ اس بیان میں
کہ عالم خواہ کبیر ہو یا صغیر صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء و
صفات کا مظہر ہے۔ باقی مخلوق کو خالص کے ساتھ
کیا نسبت ہے، اگر نسبت ہے تو ذاتِ باری مظہر
ہے اور مخلوق مظہر ہے یا ایسے ہی الفاظ استعمال کیے
جا سکتے ہیں اے مالک و خالق جس طرح چیزوں کی
حقیقت و ماہیّت ہے وہ ہمیں دکھلائے۔ عالم خواہ
صغیر ہو یا خواہ کبیر ہر دو اللہ تعالیٰ کے اوصاف اور
اس کے ذاتی کمالات کے لئے آئینہ ہیں۔ اس کی ثبت
یہ تھی کہ لامکان سے عالم سفلی میں جلوہ فرمائے اور
اختصار کو چھوڑ کر تفصیل اختیار کرے۔ اس نے پہلے
ہی عالم کی تخلیق اس طرح کی تھی کہ دنیا والے اپنی ہستیوں
سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلالت کریں. پس مصنوع کو
صانع کے ساتھ کوئی نسبت نہیں سوائے اس کے
کہ وہ اسی کی ذات کا پتہ دے رہا ہے اور اس کی
کیفیات و اسماء پر دلالت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ
کے ساتھ اتحاد اور عینیت اور اس کے علم کا محیط
ہو جانا، اس کے خلوص و اس کی ذاتی معیت کی
نسبتیں لگانا ان لوگوں کا کام ٹھہرا جو بد حواس
اور بے شعور ہیں، لیکن وہ حضرات تقدس سمات
جنہوں نے شرابِ معرفت کے صاف جام نوش کئے
ہیں وہ دنیا کی نسبت صانع حقیقی کے سوائے مظہریت
کے اور مظہریت کسی اور رشتے کے روادار نہیں اللہ
تعالیٰ ان کو ان کی مساعیٔ جمیلہ و تحقیق و تدقیق کی جزاء
دے اور وہ احاطہ و سریان و معیت کو اہل حق کے نظریے
کے مطابق علمی جانتے ہیں جسمانی نہیں جانتے۔ تعجب
کی بات ہے کہ ذات کی نسبت کے معترف ہوتے ہیں مثلاً

کہ جامع مرتبتین شد[۱]

اسی طرح معیت اور اتحاد کا حکم ان پر لگانا بالکل بے جا و بے محل ہے۔ معنی تو اپنی جگہ پر اسی طرح مستور ہیں اور اُن میں کوئی تغیّر و تبدل ہی واقع نہیں ہُوا۔ لیکن چونکہ ان معانی اور حروف و اصوات میں دال اور مدلول کا ربط بھی پایا جاتا ہے اور چند مستور معانی صرف خیالاً کے دائرے میں آجاتے ہیں اصل میں یہ جو تخیل آتے ہیں ان معانی سے پوشیدہ اور اسرار مکنونہ ہیں۔ جو ان کی ذات سے منزّا و مبرّا ہیں اس مسئلے میں ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ سوائے تعلق مظہر و مظہر اور کوئی نتیجہ ان زوائد معانی کا نکالنا مثلاً اتحاد عینیت، احاطہ یہ سب سکر سے ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تمام نسبتوں سے پاک اور ہر ایک مناسبت سے معرا اور مبرا ہے اس قدر رابطے کو یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات مظہر ہے اور بندہ مظہر ہے ثابت کر لینا وحدت الوجود ہو سکتا ہے تو درست ورنہ نہیں اور نہ ہو اور یہ عقیدہ بھی سو فسطائیہ کا ہے کہ ایک موجود ہے اور اس کے ماسوا سب عدم اور وہم اور محض خیال ہے۔

حضرت انسان میں دونوں صفات امکانیہ اور وجود نے اکٹھا ظہور کیا ہے لہٰذا اسے کائنات کی تمام اشیاء پر فضیلت حاصل ہو گئی اور دونوں مرتبے اس میں اکٹھے ہو گئے۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کی بالغ نظری اس کمال درجے کی تھی کہ آپ نے ان تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام کی تعلیمات اور کتب کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور وحدت الوجود جیسے موضوع کو عالمانہ توجیہات سے بیان کیا آپ نے عربی و فارسی زبان میں نہایت جامعیت کے ساتھ علم و فضل سے بھرپور مقالات[۲] تحریر کئے جن میں آپ کا طرزِ استدلال مجتہدانہ، دلائل ٹھوس دل و دماغ کی ہم آہنگی اور اختصار پسندی ایسی کہ الفاظ

۱۔ رسالہ در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ
۲۔ یہ قلمی نسخے حضرت محدث کبیر سیدنا شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کی اپنی قلم کے ہیں جو جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی (حاشیہ جاری ہے)

بیان کنیم مثلاً عالمے تحریرے ذوفنون خواہد کہ کمالاتِ مکنونۂ خودرا درعرصہ ظہور آرد بایجاد حروف واصوات نماید تا درپردۂ آن، آن کمالات راجلوہ دہد پس درین صورت این حروف واصوات دوال رابا معانی مخزونہ ہیچ نسبتے نیست الّا آنکہ این حروف واصوات مظاہر آن معانی مخفیہ است ومرایائے آن کمالات مخزونہ حروف واصوات راعین آن معانی مخفیہ گفتند معنی ندارد ؛ ہمچنین حکم باحاطہ ومعیّت درین صورت غیر واقع است معانی ہمان صرافت مخزونہ اند، ہیچ تغیرّے درذات وصفات آن معانی راہ نیافتست لیکن چون درمیان معانی واین حروف واصوات دوال نحوی ازمناسبت دالیہ ومدلولیۃ متحقق است بعضی معانی زائدہ ازآن درتخیّل می آید فی الحقیقت آن معانی مخزونہ ازآن معانی زائدہ منزّہ ومبرّا است آنچہ معتقد ماست درین مسئلہ اینست اثبات امرزائد ورائ مظہریّت نمودن ازاتحاد وعینیّت واحاطہ از سکراست ذاتِ اوتعالیٰ فی الحقیقت ازنسب معرااست وازمناسبت مبّرا کالتراب ورب الارباب بااین قدرمناسبتِ ظاہریۃ ومظہریۃ وحدۃ وجود گویند یانہ گویند فی الواقع حوادث متعدد است لیکن بطریق اسالت وظلیۃ مظاہریۃ ومظہریۃ نہ آنکہ یکے موجود است وَمَا سویٰ أو اوھام وخیالایت این مذہب بعینہ مذہب سوفسطائیت۔ [1]

احاطہ اورمعیتِ ذاتی وہ معترف ہیں کہ ذات سے تمام نسبت مسلوب ہے کہ صفاتِ ذاتیہ کوبھی مسلوب کردیتے ہیں ۔ کیا یہ دانشوروں اور محققین صوفیائے کرام کے ساتھ تناقض نہیں اوراس تناقض کو دُور کرنے کے لئے ایک اور تکلّف ان سے رُونما ہوتا ہے کہ ان مراتب کا ذات میں اثبات کرتے ہیں اور یہ فلسفہ کی تدقیقات کا ایک رنگ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات سوائے کہ اسے بسیطِ حقیقی کا نام دیں اور کچھ نہیں اور یہ اُن صوفیائے عظام کا نظریہ ہے جو مدقق، محقق ہونے کے باوجود صاحبانِ کشف ہیں اوراس کے ماسوا جو کچھ ہو اس کو تحت اسمار شمار کرتے ہیں ÷ دوست کی جُدائی اگرتھوڑی ہے۔ لیکن وہ تھوڑی نہیں اگر آنکھوں کو وہ نصف بال کے برابر نظر آتے ہیں تو وہ بھی کافی ہے ۔ کیونکہ طالب اپنے محبوب کے معمولی فراق پہ بھی گریاں رہتا ہے ۔ اس مبحث کی تحقیق کے لئے ایک مثال ہم بیان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک ماہر عالم چاہتا ہے کہ اپنے کمالات کو جو پوشیدہ ہیں، مخفی پردہ سے منصۂ شہود پر لائے تو وہ حروف کی آوازوں اورحروف کی ایجاد کرتا ہے تاکہ درپردہ اپنے کمالات کو ظاہر کرے ان حروف اور آوازوں کو جو صرف اس کے کمالاتِ مخفی پر دلالت کرتے ہیں ۔ الفاظ کے معنی سے کوئی نسبت نہیں، صرف اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ یہ حروف اور آوازیں ان الفاظ کے مخفی معانی کے مظاہر بن سکتے ہیں اوران پوشیدہ کمالات کے لئے آئینوں کا کام دیں، ان حروف اور آوازوں کے ظاہر معنی کو عین کہہ دینا جو نظر سے مستور اور بالکل خفیہ ہیں ۔ کچھ اہمیت نہیں رکھتا

[1] منتخبات از مکتوبات امام ربانی شیخ احمد سرہندی ۔ استنبول ترکی ہجری ۱۳۹۸ھ میلادی ۱۹۷۸ء صلا۹ – تا صلا۹۵

کم اور معنی زیادہ آپ ہی کی تحریر کی نمایاں خصوصیت ہے۔ گیارہویں صدی ہجری میں مسلمان حکمرانوں کی بے جا رواداری کے باعث مسلمانوں کی زندگی کے مختلف شعبوں میں ہندو تصوف یعنی ویدانت اور یوگ کے اثرات پیدا ہو چکے تھے برصغیر کے اس حصے میں تحریک ایرانی شخصیت کے رنگ میں اور بایزید انصاری المعروف پیر روشان کے اختراع کردہ وحدت الوجود کو مسخ کر دیا۔ عوام الناس نفسانی خواہشوں میں مستغرق خود غرضیوں اور بداعمالیوں کا شکار اور حیوانیت وبہیمیت کا مظہر بن چکے تھے۔ ان تمام اخلاق ذمیمہ کی وجہ سے ان کی روحانی طور قلبی کیفیات توحید کو سمجھنے سے یکسر عاری ہو چکی تھیں۔ چنانچہ آپ نے نہایت آسان و دلنشین اور مدلل پیرائے میں مسئلہ وحدت الوجود کا صحیح نظریہ، صحیح مفہوم اور صحیح معنی بیان کیا تاکہ وہ غلط نظریات جو رونما ہو چکے تھے۔ ان کا ازالہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہو جائے۔

اسی لئے آپ لکھتے ہیں:-

انّ اکثر المشائخ الصوفیہ قائلون بوحدۃ الوجود فیُرد علیٰ ھٰذا القول اشکالات مخالف الشرع فلابد من بیانھا لوجہ کان لا یخالف الشرع[۳]

اکثر مشائخ صوفیہ وحدت الوجود کے قائل ہیں اور ان کے اس قول پر شرع مطہر کے خلاف بہت سے مشتبہ سوالات پیدا ہوئے۔ اس لئے یہ بات ضروری ٹھہری کہ ان مشتبہ سوالات کو شریعت محمدی کے موافق بیان کیا جائے۔

محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئلہ وحدت الوجود پر اس طرح سے بحث کرتے ہیں:-

کہ چون در نظر سالک غیر حق نماند وحق تعالیٰ بندہ را در خود فانی ساخت وبخود باقی نمود پس از نظر سالک غیر حق محو میشود وہر چہ در نظر ش می آید تجلیات آن نوری نماید وبجز واحد حقیقی نمی بیند وایں را۔ **توحید شہودی** "میگویند چنانچہ اکثر بزرگان میفرمایند کہ توحید شہودی است نہ وجودی یعنی این بزرگان میفرمایند ہر چند غیر حق نے

جب سالک کی نظر میں سوائے حق تعالیٰ کے سب غیر حق معدوم ہو جائے اور حق تعالیٰ بندے کو اپنی ذات میں محو کر دے اور اپنے آپ میں باقی کر دے اس وقت تک سالک کی نظر میں سوائے حق تعالیٰ کے سب کچھ مطلقاً محو ہو جاتا ہے اور جو کچھ بھی اس سالک کو نظر آتا ہے۔ اسی نور کی تجلیات ہوتی ہیں سالک اس مقام پر سوائے واحد حقیقی کے اور کوئی چیز نہیں دیکھ پاتا۔

(بقیہ حاشیہ ۲) سابق وائس پرنسپل کیڈٹ کالج حسن ابدال الحال راولپنڈی کے پاس موجود ہیں ان ہر دو کی فوٹو سٹیٹ کاپی سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ [۳] اسرار التوحید (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱

موجود است اما در نظر سالک نمی نماید وبعضے بزرگان میفرمایند که فی الحقیقت ہمہ غیر حق موجود نیست واین کثرۃ در عالم ظہور صُوَرِ مختلفہ است چون صُورِ علمیہ کہ الزا اعیان ثابتہ میگویند در مرتبہ علم ظہور یافتند وتجلے علم تقاضاءِ آن کرد اسمان وصفات حق محو نمود بر آن اعیان تجلی نمودند بعضی منظہر مفصل ومنظہر ہادی وبعضی منظہر جلال وبعضی رحیم وبعضی منظہر قہار ہمیں فقاس منظہر اسماء گشتند وآنچہ صفات بشریہ امکانیہ است مقتضا آن اعیان است زیرآنکہ اعیان ثابتہ استعدادات واقتضا دات خود در عالم ظہور یافتند چوں نور صفاتِ حق بر آنہا قافت ہرچہ در آنہا مضمر بود آنہم ظاہر شد چنانچہ صوصت کہ در آئینہ مرئے میشود صورت آئینہ از اسدارہ وطول عرض ظاہر میشود آواز انعکاس صفات ہم بہوہ یافتند چنانچہ سمع وبصر وعلم وغیر آن پس انسان جامع صفاتِ امکانیہ ووجودیہ گشت ودیگر کائنات بسبب تجلی صفات حق بعضات خود ظہور یافتند وصفاتِ حق در آنہا منظہر گشتند وظاہر شدند ودر انسان ہر دو صفات وجودیہ وامکانیہ ظہور نمودند لہذا اورا ز دیگر کائنات تفضل شد۔

اس کو توحید شہودی کہتے ہیں اور بعض بزرگ فرماتے ہیں، یہ توحیدِ شہودی ہے نہ کہ وجودی اس کا معنی یہ ہے۔ کہ ہر چند غیر حق موجود ہے مگر سالک کی نظر میں دکھائی نہیں دیتا جیسا کہ عاشق کی نظر میں معشوق کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ سوائے حق تعالیٰ کے کچھ بھی موجود نہیں اور یہ کثرت جو عالم میں پائی جاتی ہے اور یہ مختلف صورتوں کا جو ظہور پایا جاتا ہے۔ یہ تمام کا تمام صفات الٰہی کا پَرتو ہے جو کہ اعیانِ ثابتہ نے پائے ہیں جب صُورِ علمیہ کہ جنہیں اعیان ثابتہ بھی کہتے ہیں جو ذاتِ اقدس کے فیض سے مرتبہ علم میں ظہور پذیر ہوئیں اور تجلیٔ علم نے اس کا تقاضا بھی کیا۔ اسمار الٰہی اور صفاتِ الٰہی صور اشیاء خارجی میں جلوہ نما ہُوئے۔ بعض منظہر مفضل، بعض ہادی، بعض منظہر جلال، بعض منظہر جمال بعض منظہر رحیم اور بعض منظہر قہار ہوگئے۔ فی الحقیقت یہ خارجی اشیاء ہی صور اسمار ہیں جو کہ صفاتِ بشریہ امکانیہ ہیں۔ اور وہ ان خارجی اشیاء کی مقتضا ہیں۔ اس لئے کہ اعیانِ ثابتہ با استعداد اور حسب خواہش خود مرتبہ علم میں ظاہر ہوئی ہیں۔ جب صفات حق کا نور ان پر چمکا تو جس طرح شکل انسانی آئینے میں دیکھی جاتی ہے تو جو کچھ ان میں چھپا ہُوا تھا وہ ویسے ظاہر ہوگیا اور انہوں نے صفاتِ حق کے پرتو سے بھی حصہ پالیا جیسا کہ سمع بصر اور علم وغیرہ پس انسان صفات امکانیہ اور وجودیہ کا جامع منظہر ہے اور باقی کائنات صفاتِ حق کی تجلی کی بدولت اپنی اپنی صنعتوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوتی گئیں اور صفاتِ الٰہیہ جو اس میں مضمر تھیں ظاہر ہوتی گئیں۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کافی بحث و تمحیص کے بعد مسئلہ مذکورہ پر لکھتے ہیں:۔
"کہ یہاں یہ امر بھی واضح کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ قرآن کی متعدد تصریحات ہیں۔ جنہیں اگر وحدۃ الوجودی تصور کی طرف لے جایا جائے تو بلا تکلف دُور تک جا سکتی ہیں۔ مثلاً ھوالاول والاٰخر والظاھر والباطن اور اینما تولّوا فثم وجہ اللہ" ونحن اقرب الیہ من حبل الورید" کل یوم ھو فی شان" یا تمام اس طرح کی تصریحات جن میں موجودات کا بالآخر اللہ کی طرف لوٹنا بیان کیا گیا ہے۔ توحید وجودی کے قائل ان تمام آیات سے مسئلہ وحدۃ الوجود پر استدلال کرتے ہیں" اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر میں مسئلہ وحدت الوجود کو ثابت کرنا چاہوں تو قرآن و حدیث کے تمام نصوص و ظواہر سے اثبات کر سکتا ہوں"، لیکن صاف بات جو اس بارے میں معلوم ہوتی ہے، وہ یہی ہے کہ ان تصریحات کو ان کے قریبی محامل سے دُور نہیں لے جانا چاہیئے۔ اور ان معانی سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ جو صدرِ اوّل کے مخاطبوں نے سمجھے تھے۔ باقی رہا حقیقت کے کشف و عرفان کا وہ مقام جو عرفاءِ طریق کو پیش آتا ہے۔ تو وہ کسی طرح بھی قرآن کے تصورِ الٰہی کے عقیدے کے خلاف نہیں، اس کا تصور ایک جامع تصور ہے۔ اور ہر توحیدی تصور کی اس میں گنجائش موجود ہے۔ اور ہر توحیدی تصور کی اس میں گنجائش موجود ہے، جو افراد خاصہ مقام احسان تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ وہ حقیقت کو اس کے پس پردہ جلوہ طرازیوں میں بھی دیکھ لیتے ہیں اور عرفان وہ منتہیٰ مرتبہ جو فکرِ انسانی کے دسترس میں ہے انھیں حاصل ہو جاتا ہے۔ و من لم یذق لم یدرک۔

سہ
تو نظر باز نۂ ورنہ تغافل نگہ است
تو زبان فہم نۂ ورنہ خموشی سخن ست [1]

---

[1] ترجمان القرآن مولانا ابوالکلام آزادؒ ص۲۰۳۔

اسرار التوحید (قلمی) کا ترجمہ مع حواشی

اکثر مشائخ صوفیاء کرام وحدت الوجود[1] کے قائل ہیں اور ان کے اس قول پر شرعِ مطہرہ کے خلاف بہت سے مشتبہ سوالات پیدا ہوئے اس لئے یہ امر ضروری ٹھہرا کہ ان مشتبہ سوالات کو شریعت محمدی صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے موافق بیان کیا جائے۔ پس وہ یہ ہے کہ وجود واحد ہے اور صوفیائے کرام اس وجود سے مراد کون[2] اور حصول[3] نہیں لیتے۔

---

[1] لغوی اعتبار سے وحدت کے معنی "عدم انقسام" کے ہیں۔ لسان العرب المصطلحات العلمیۃ والفنیۃ۔ یوسف وندیم مرعشلی مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ ۱۴۰۵ھ ہجری۔ ج ۱۸ ص ۱۹۱۔ وجودٌ تحقق الشیئ فی الذہن او فی الخارج ومنہ الوجود المادی او فی التجربیۃ الوجود العقلی والمنطقی" "وکسی چیز کا ذہن سے خارج یا ذہن میں ثابت ہونا اور اس وجود سے وجود مادی یا تجربۂ وجود عقلی یا منطقی بھی مراد ہے" جب یہ وجود ذات کے ساتھ آئے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو اس کے ذاتی وجود کے ساتھ قائم ہے۔ اس وجود کے مقابلے میں دوسرے غیر وجود کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ایضاً ج ۱۸ ص ۱۹۶۔ علامہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "ھو من حیث الوجود عین الموجودات فالمسمٰی محدثات" یعنی وہی حق تعالیٰ باعتبار وجود کے عین موجودات کا ہے۔ پس ان کا نام محدثات ہے۔ شرح فصوص الحکم مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ مطبع الدخانی المسمیٰ فیض بخش فیروزپور ص ۱۳۲۔ جبکہ جناب ڈاکٹر عطاء اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس لئے کہ حق تعالیٰ کے وجود کا حدوث یعنی ظہورِ موجودات سے ہے پس از روئے حقیقت کوئی نہیں موجود مگر اللہ۔ ؎ نظر بر حقیقت ہمہ عین است۔ اور یہی ہمہ اوست ہے جو صوفیائے عظام رحمۃ اللہ علیہ کا مشرب اور حال ہے۔ تحقیق الامم فی شرح فصوص الحکم جناب ڈاکٹر عطاء اللہ مطبوعہ خیبر پرنٹرز پشاور ص ۱۴۲، ص ۱۴۳۔

[2] کون:۔ ہر موجود کو کون کہتے ہیں۔ اصطلاحات صوفیہ جناب شاہ عبدالصمد مطبوعہ مکہ بکس ص ۱۲۲۔

(۱) الاجرام التی۔ یتکون منہا العالم۔ وہ اجرام جن سے عالم بنایا گیا ہو۔ (۲) العالم فی نظام الحکم المرتب۔ وہ جہاں جو ایک مضبوط نظام کے ساتھ مرتب کیا گیا ہو۔ (۳) یطلق الکون علی حصول الصورۃ فی المادۃ۔ کون مادہ میں شکل کے حاصل ہونے کا نام ہے۔ لسان العرب ج ۱۷ ص ۸۵۔ محی الدین ابن عربی فصوص الحکم میں کلمہ صودیہ کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ "الکون کلہ" جبکہ مولانا جامیؒ اس کی تشریح کرتے ہیں۔ ای الموجودات کلہا لانہا صورۃ والصورۃ عین ذی الصورۃ بوجہ" شرح فصوص الحکم ص ۲۲۷۔

[3] حصل:۔ الحاصل من کل شیئ۔ ہر ایک چیز سے جو ملے وہ حاصل ہے۔ لسان العرب ج ۱۱ ص ۱۵۴
حصول سے مراد وہ جو بذریعہ امور خارجی حاصل ہو۔ شاہ محمد ذوقی "سرِّ دلبراں" مطبع آئیڈیل پیکجز کراچی محفل ذوقیہ سنہ ۱۴۰۷ھ ہجری ص ۲۶۹

کیونکہ کون اور حصول محض اعتباری[1] ہیں اور وہ چیزوں کے لئے مبدأ[2] آثار[3] اور اعلانِ حکم[4] برحق[5] کا مصداق نہیں بن سکتے پس مشائخ صوفیاء کے نزدیک وجود اس مکمل ذات سے عبارت ہے جو اپنی ذات اور اپنے فعل کے ساتھ بذاتِ خود تمام کمالات رکھتی ہے۔ نہ کسی دوسرے کی محتاج ہے اور وہی ذات[6] الحق ہے۔

---

[1] اعتباری:- الامر الاعتباری ھو الّذی لاوجود له الا فی عقل المعتبر ما دام معتبرًا۔ اعتباری ایسا امر ہے جو کہ وجود نہیں مگر ہمیشہ عقل اسے معتبر کرتی ہے۔ لسان العرب الملحق بہ ج ۱۶ ص ۱۴۳۔ العبرة والاعتبار اس حالت کو کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی دیکھی چیز کی وساطت سے ان دیکھے نتائج تک پہنچا جائے۔ قال الخلیل العبرة والاعتبار معناہ التذکر من الحوادث السالفة۔ خلیل نے کہا کہ عبرة اور اعتبار کے معنی یہ ہیں کہ گذرے ہوئے حادثات کو یاد رکھا جائے۔ المفردات القرآن امام راغب الاصفہانی حاشیہ و ترجمہ شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہٗ فیروزپوری مطبوعہ اہلحدیث اکادمی لاہور ۱۹۷۱ء ص ۶۶۵ ج۲۔

[2] مبداء۔ بذات بکذا وابدأت وابتدأت۔ میں نے اسے مقدم کیا۔ اس کے ساتھ ابتدا کی۔ مبداء الشی۔ جس سے کوئی چیز مرکب ہو یا اس سے بنے مثلاً حروف تہجی کو مبداء کلام کہا جاتا ہے۔ المفردات القرآن۔ ص۔ ۷۵۔ مبدأ لغت میں جائے آغاز اور جائے ظہور کو کہتے ہیں۔ حضرات صوفیاء کے نزدیک مختلف اعتبارات سے ان الفاظ کا استعمال مختلف موقعوں پر کیا جاتا ہے۔ چونکہ اسمائے کلی کونی کی راہ ہوتی ہے اس لئے انھیں مبداء کہتے ہیں۔ سرِ دلبراں شاہ محمد ذوقی ص۳۱۔

[3] اثر:- الاثر له اربعة معان؛ الاول بمعنی النتیجته وھو الحاصل من الشیٔ الثانی بمعنی العلامة الثالث بمعنی الخبر الرابع ما یترتب علی الشیٔ وھو المسمیٰ با الحکم عند الفقھا۔ معنی اول وہ نتیجہ جو کسی چیز سے حاصل ہو دوسرا معنی نشانی تیسرا خبر (حدیث یا سنت) چہارم فقہا کے نزدیک وہ چیز پر کوئی حکم مرتب ہو۔ لسان العرب ج ۱۶ ص ۶۔

[4] حکم:- وظیفة عقلیة تقوم علی الاثبات اوالنفی۔ حکم ایک عقلی عمل ہے جو نفی اثبات پر قائم ہوتا ہے لسان العرب ج ۱۶ ص ۱۶۷۔ یعنی حکم اصطلاحی لفظ ہے جس سے مراد کسی چیز پر کسی نسبت حکم لگانا جیسا کہ اثبات کا حکم۔ نفی کا حکم وغیرہ۔

[5] الحق:- اسمٌ من اسماء اللہ تعالیٰ۔ الحق یساوی الوجود۔ کل موجود فی الاعیان فانہٗ من حیث حقیقة الذاتیة التی بھا ھو حقٌ۔ وکیل من صفاته۔ قال ابن الاثیر ھو الموجود حقیقةً المتحقق وجودہ والٰھیة۔ والحق ضدٌ الباطل۔ لسان العرب ج ۱۱ ص ۵۰۔ عربی میں "حقق" کا خاصہ ثبوت اور قیام ہے۔ یعنی جو بات ثابت ہو۔ اٹل ہو۔ انمٹ ہو اسے حق کہیں گے۔ "باطل" ٹھیک ٹھیک اس کا نقیض ہے ایسی چیز جس میں ثبات و قیام نہ ہو۔ ٹل جانے والی ہو۔ ختم ہو جانے والی ہو۔ (حاشیہ جاری ہے)

کمالاتِ[1] اشیاء[2] بذاتِ خود نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ کی ذات کی طرف سے ہیں۔ اشیاء کا وجود مبداء آثار نہیں ہے بلکہ ان اشیاء کے کمالات صفاتِ[3] الٰہیہ کا پرتو ہیں۔ اور ان اشیاء پر اسماءِ الٰہیہ کی تجلیات[4] ہیں۔ پس وجود کے پرتو سے اس (خارجی وجود) کا حصول ہُوا۔ پس وجود پر تجلی حیات کا فیض پڑا۔ اس وجود نے زندگی کو حاصل کر لیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۳) مٹ جانے والی ہو۔ باقی نہ رہنے والی ہو۔ اللہ کی نسبت الحق کی صفت استعمال کرنا اس کی ہستی سے بڑھ کر اور کون سی حقیقت ہے۔ جو ثابت اور اٹل ہو سکتی ہے۔ ترجمان القرآن۔ مولانا ابوالکلام آزاد ج ۱ صفحہ ۱۲۔ اہلِ باطن اس سے ذاتِ خداوندی مراد لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اوّل سے آخر اور ظاہر سے باطن تک حق ہی حق ہے۔ اور حق تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے ایک نام بھی رکھا ہے۔ "آفتاب ہجویر" پیام شاہجہانپوری علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۳ء ص ۱۳۸۔

[1] کمال:- یقال علی الموجود الذی لا یفوقه موجود آخر۔ کان یقال "طبیب کامل" فمعنی ذالک ان هٰذا الطبیب لا ینقصه صفة من صفات فن الطبیب عند ویکاهت۔ الله هو الموجود المطلق الکمال الّذی لا یمکن ان ینقصه کمال ما۔ لسان العرب ج ۷، ص ۷۸۔

[2] الشیئ:- بعض کے نزدیک شیئ وہ ہوتی ہے جس کا علم ہو سکے اور جس کے متعلق خبر دی جا سکے۔ اکثر متکلمین کے نزدیک یہ اسم مشترک ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے ماسوا پر بھی بولا جاتا ہے۔ المفردات القرآن ص ۵۶۰۔ اشیاء جمع شیئ کی ہے اور شیئ مصدر ہے شاء یشاء سے جس کے معنی چاہنے اور مشیت الٰہی کے ہیں۔ اس میں یہ اشارہ مذکور ہے کہ کوئی چیز بغیر ارادۂ الٰہی کے اور بغیر خدا کے چاہنے کے ظہور پذیر نہیں ہوتی۔ نہ اس کے ظہور میں آنے سے قبل کوئی اس کا وجود خلقی ہوتا ہے مگر ہر چیز اپنے خلقی وجود سے پہلے خدا کے علم میں ہوتی ہے مشیت اور ارادہ الٰہی سے اُسے ظہور کا لباس پہنایا جاتا ہے۔ اس سے قبل نہ اس کا کوئی مادہ ہوتا ہے نہ ہی کوئی اس کی اصلیت ہوتی ہے۔ لفظ شیئ میں خدا تعالیٰ کے خالق الکل ہونے کا ایماء ہے۔ "سرّ دلبراں" شاہ محمد ذوقی ص ۵۴۔ ان الشیئ معنی ما یعلم و یخبر عنه لا یخلو امّا ان یقتضی وجوده او عدمه اولا یقتضی شیئاً منها، فالاول الواجب، والثانی الممتنع والثالث الممکن الخاص۔ کلمة الحق۔

[3] صفات صفت کی جمع ہے۔ ظہور ذات کو صفت کہتے ہیں۔ شاہ محمد عبد الصمد، اصطلاحاتِ صوفیہ ص ۸۵ صفات الذات:- انما الموجود نفسه۔ اما مع اضافة، کما لو قیل ان الله جوهر؛ ای مسلوب عنه الکون فی موضوع، و اما مع صلب کما لو قیل انّ الله واحد۔ ای مسلوب عنه القسمة بالکم او بالقول او بالشریک فهی اعتبارات مختلفة لا توجب مغایرة ولا کثرة۔ صفات ذات، یہ اس کے ساتھ موجود ہوتی ہیں اگرچہ یہ اضافی ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر کہا جائے کہ بیشک اللہ تعالیٰ واحد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات تقسیم یا شریک ہونے کے اعتبار سے مسلوب ہے، تو یہ مختلف اعتبارات ہیں جن سے مغائرت یا کثرت لازم نہیں آتی۔ لسان العرب الملحق بہ ج ۱۸ صفحہ ۲۹۔

[4] تجلی:- وفلانا الامر کشفه عنه کجلاه وجلی عنه وقد انجلی و تجلی۔ قاموس ج ۴ صفحہ ۲۱۶۔ التجلی:- تجلی خدا کا جلوہ انسان پر۔ المعجم الاعظم ج ۱ صفحہ ۴۸۲۔ التجلی کے معنی ظاہر ہونا اور کبھی یہ بالذات ہوتی ہے جیسے "والنهار اذا تجلّی" (۹۲-۲) اور کبھی بذریعہ امر اور فعل کے ہوتی ہے (حاشیہ جاری ہے)

اور وُہ وجود زندگی کی ضد ہے یعنی موت، تجلی علم کے فیض سے جہالت ختم ہو جاتی ہے. جب یہ کہ وُہ قائم ہے۔ اسی طرح دوسری صفاتِ الٰہیہ بھی فیضان سے متصف کرتی ہیں. جب کبھی اشیاء کو کمالات حاصل ہوں. تو وہ الحق کے لئے ہیں اور الحق کی طرف سے ہیں اور اشیاء میں جو نقائص ہیں وہ اشیاء کی اپنی استعدادات[1] کی وجہ سے ہیں اور وہ صورِ علمیہ[2] ہیں۔ جب الحق نے اشیاء اور اس کے توابع کو اپنے وجود کی تجلی سے فیضیاب کیا تو وہ الحق کے وجود سے موجود ہو گئیں پس معلوم ہو گیا کہ جسے وجود کہنا چاہیئے وہ واجب[3] الوجود کا ہی وجود ہے۔

(بقیہ حاشیہ ۱۱) جیسے فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل (۷۔۱۴۳) مفردات القرآن۔ امام راغب اصفہانی ص۱۸۹۔
جلا القوم عن اوطانهم يجلون واجلوا اذا اخرجوا من بلد الى بلد۔ یعنی جلا کے معنی قوم کا اپنے وطنوں سے نکلنا جب لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکلیں۔ وقال السيبويه جلا، فعلٌ ماضي، كانه معناه جلوا الامور وفيها وكشفها۔ لسان العرب ج۴ ص۱۴۹۔ تجلیات تجلی کی جمع ہے۔ "سرِ دلبراں" ص ۱۱۲

[1] استعدادات:۔ روح یعنی استعداد اور قابلیت ہے. اور وہ انسان محل فیہ ہے جو انسان کے شایانِ شان ہے فصوص الحکم۔ ڈاکٹر عطاء اللہ ص۴۹۔ استعداد و اہلیت۔ صفة جمية او نفسية تؤهل صاحبها من اجادة وظيفة ما وهذا اللفظ شائع فى علم النفس والتربية۔ لسان العرب المحلق بہ ج۲ ص۱۴۵۔ استعداد کا معنی یہاں ظرف ہے اور ظرف اصطلاح صوفیہ میں اس اہلیت کو کہتے ہیں جو کسی نفس کے اندر موجود ہو۔ [2] علمِ باری تعالیٰ میں اشیاء ذاتی کی کئی صورتیں ہیں جو باعتبار ہم لوگوں کے معقول ہیں. کیونکہ ذات باری تعالیٰ اپنی ذات اور اسماء اور صفات سب کا عالم ہے۔ اور صور علمیہ اس اعتبار سے کہ وہ عینِ ذات ہیں اور تعین خاص نسبت معین سے اس کی تجلی ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے ان کا نام اہل اللہ کی اصطلاح میں اعیان ثابتہ ہے. خواہ وہ کلی ہو یا جزوی. کلی کا نام ماہیت اور حقائق ہے۔ اور جزوی کا نام ہویت ہے۔ فصوص الحکم ترجمہ شیخ محمد عبد اللہ مطبوعہ مجتبائی پریس لکھنؤ ۱۹۲۶ء ۱۳۴۵ھ ص۲۵۔ صور علمیہ۔ علم الٰہی میں جو حقائق ہیں عالم کی تمام صورتیں محفوظ ہیں. ان میں صور علمیہ، حقائق اشیاء اور اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اصطلاحات صوفیہ شاہ محمد عبد الصمد ص۵۔ "والصور العلمية، هو العلم ليس بمغائر الله" جو اللہ تعالیٰ کے علم سے مغائر نہیں وہ صور علمیہ ہے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ شرح فصوص الحکم (قلمی) ص ۲۰۔ [3] والواجب الوجود الذى وحدة معروفة ومسلمة عند العقل فكل موجودٍ خالقا كان او مخلوقاً واجب۔ واجب الوجود کی وحدت از روئے عقل مسلمہ ہے۔ اور معلوم ہے پس ہر موجود خواہ خالق ہو یا مخلوق ہو بالضرور واجب ہے۔ قدوۃ العارفین، زبدۃ الواصلین مولانا شیخ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وجود عالم عدمِ واجب کو مستلزم ہے اس لئے کہ وجود عالم کی صورت میں اگر تو واجب وجود عالم سے خارج ہے تو وہ محدود ہو گیا۔ اور واجب کبھی محدود نہیں ہو سکتا اور اگر واجب موجود عالم میں داخل ہے تو حلول لازم آتا ہے۔ اور ذاتِ حق حلول سے پاک ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر طرح سے عدمِ ممکنات کی تردید کی جائے۔ تو ثابت ہو گیا کہ عالم تعینات اعتباری سے عبارت ہے اور حقیقت وجود کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کرتا ہوں کہ وُہ معدوم ہے جو کہ اپنی ذات میں خود قائم ہے۔" انفاس العارفین۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ص۲۲۰۔

اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ اسی کا ظل[1] ہے۔ جیسا کہ حجت الاسلام امام غزالی[2] رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اربعین[3] میں اسم اللہ اکبر کے معنی بیان کرتے کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس کی ذات کی کنہ[4] (تہہ) کو کوئی نہیں دریافت کر سکتا اور سوائے اس کے اسے کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر اُسے کسی نے پہچانا تو اسی نے پہچانا۔ اس لئے اس کے ساتھ اس کا کوئی غیر نہیں یعنی اس کا کوئی عین[5] نہیں۔ حتیٰ کہ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے غیر سے اکبر ہے۔ کیونکہ اس کے ماسوا سب اس کا غیر ہیں۔ پس ہر ایک ذرّہ اس صفت قدامت نور سے منوّر ہو کر وجود کے نام سے مسمیٰ ہوا۔ یہ توحید کے مرتبہ چہارم کے بارے میں ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ وجود تو حقیقتاً ایک ہی ہے اور کثرتِ وجود مغالطۂ نظر ہے۔

---

[1] ذات کے ہر ظہور اور ہر یقین کو ظل کہتے ہیں کیونکہ تمام ممکنات عدمِ محض ہیں جن کا ظہور اسم نور کے مظہر (وجود خارجی) سے ہوا اور اس وجودِ خارجی نے ان ممکنات کے عدم کی ظلمت کو اپنے گوناگوں نورانی صورتوں اور رنگوں میں چھپالیا۔ اور وجود حقیقی کا ظل بن گیا۔ ظلّ وجودِ اضافی کو کہتے ہیں۔ الم تر الی ربك کیف مد ظل۔ کیا تم نے اپنے رب کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کس طرح پھیلایا ہے۔ ظل اول حقیقتِ محمدیہ کو کہتے ہیں۔ ظل اللہ انسان کامل کو کہتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ ممکنات کا انتظام اس کے ذریعے سے فرماتا ہے۔ ظل الامرتبۂ واحدیت جس کو حقیقتِ آدم کہتے ہیں۔" اصطلاحاتِ صوفیہ شاہ عبد الصمد ص ۹۳

الظّل بالکسر نقیض الضحّ اوھو الفئ اوھو بالغداۃ والفئ بالعشي۔ القاموس ج ۴ ص ۱۰۔
والظل نقیض الضحّ، وبعضھم یجعل الظل الفئ قال روبۃ کُلّ موضع یکون فیه الشمس فتذول عنه فھو اظل۔ وفی وقیل الفئ بالعشي والظل بالغداۃ، فالظّل ماکان قبل الشمس والفئ مافاء بعد۔ سایہ روشنی کی ضد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ظل فئ ہے۔ جیسا کہ روبہ نے کہا۔ ہر وہ چیز جس پر سورج اثر انداز ہو اور اس سے جو تاریکی پیدا ہوتی ہے وہ اس کا سایہ ہے۔ پس سورج سے پہلے جو سایہ ہوتا ہے وہ ظل ہے اور فئ سے مراد سورج کے بعد کا سایہ ہے۔ لسان العرب ج ۱۱ ص ۴۱۶۔

[2] ملاحظہ کیجئے۔ ص ۱۴۳۔ [3] حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالیؒ کی تصنیف ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت کا نچوڑ ہے۔ [4] کنہ:۔ ہر شے کی ماہیت اور حقیقت کو کہتے ہیں۔ اصطلاحات صوفیہ شاہ عبد الصمد ص ۱۲۲۔ [5] العین:۔ حاسۃ البصر والرؤیۃ؛ اُنثیٰ، تکون للانسان وغیرہ من الحیوان، قال ابن السکیت، العین التی یبصر بھا الناظر، والجمع اعیان وأعین واعینات، الأخیرۃ جمع الجمع والکثیر عیون وتصغیر العین عینیۃ۔
العین:۔ بینائی کی طاقت اور دیکھنے کی حس، پر مؤنث استعمال ہوتی ہے۔ انسانوں کے لئے بھی اور علاوہ اس کے حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے۔ ابن السکیت نے کہا۔ العین وہ شے ہے جسے دیکھنے والا دیکھتا اور اس کی جمع اعیان۔ اعین اور اعینات اور آخری جمع الجمع ہے۔ اور کثیر عیون ہے جبکہ العین کی تصغیر عینیہ ہے۔ لسان العرب ج ۱۳ ص ۳۰۱
عین ذات حق تعالیٰ کے ساتھ اتحاد ہستی حق میں گم ہونا۔ سالک کا ذاتِ حق میں محو ہو جانا اور لذتِ وصال پانا۔ مقام بقا باللہ میں پہنچنا۔ "سرّ دلبراں" ص ۲۵۔

جیسا کہ ایک شخص کسی انسان کے پہلے پاؤں دیکھتا ہے پھر ہاتھ پھر چہرہ اور پھر سر۔ پس یہ کثرت اس کے لئے باعثِ نقصان ہے اگر وہ یکبار پورا انسان ہی دیکھے تو ان اعضاء کا خیال اس کے دل پر ہی نہیں گزریگا۔ بلکہ اسے اس وقت ایک ہی شے کا ادراک ہوگا۔ پس مُوحدؔ[1] کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نظر میں تفرقہ[2] پیدا نہ کرے جیسے آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں اور تمام موجودات کو الگ الگ نہ سمجھے بلکہ انہیں ایک ہی شے کے حکم میں جانے۔ اگر کسی کو مکمل تفسیر، تشریح اور عقدہ کشائی کی ضرورت ہو تو وہ میری کتاب[3] التوحید کا مطالعہ کرے۔ اور توحید کے مکمل اسرار تبھی منکشف ہوں گے کہ اگر ایک سالک واجب الوجود کے ساتھ ایسے استغراق کا رابطہ پیدا کرے کہ وہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی غیر کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ہی اپنے نفس کی طرف۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخلوق کو ظلمت[4] میں پیدا کیا پھر اس پر اپنے نور کی ضیاء پاشی کی تو اس سے مخلوق کے افراد ظاہر ہوئے[5]۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ تمام مخلوق میرے نور سے ہے اور میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے نور سے ہوں[6]۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے[7]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اس طرح نہیں اس لئے کہ یہ صور علمیہ ہے اور موجود ہونے والی اشیاء کی ماہیتیں کلمۂ کائنہ میں موجود ہیں۔ اور صُورِ علمیہ وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم سے مغائر نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کے علم کے مغائر ہوتا تو اللہ سبحانہ، تعالیٰ باری باری یکے بعد دیگرے اشیاء کو کُن فرماتا۔ اس طرح سے ایک اور تسلسل لازم آتا ہے جس سے یہ قباحت پیدا ہوئی کہ صُورِ علمیہ اللہ تعالیٰ کے مغائر ہو جاتا ہے اور ان کے ظہور کی علت وجود باری کا حکم نہ ہوگا اور اللہ جل جلالہٗ کا معلول ہونا بھی اٹھ جاتا ہے تو یہ دونوں باتیں باطل ہیں۔ اس لئے کہ احادیث اور آیاتِ قرآنی

---

[1] مُوحد:۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے عارف کو مُوحد کہتے ہیں۔ مُوحد کے نزدیک غیر حق کا وجود نہیں وہ اشیاء کو کسی حیثیت سے نہیں پہچانتا سوائے اس کے کہ اشیاء ومظاہر اور مجازی حق ہیں۔ "سِرِّ دلبراں" شاہ محمد ذوقی صفحہ ۲۵۔ سالک تمام مراتب سلوک طے کر کے جملہ اعتبارات غیریت فنا کر کے اپنی ہستی وجود مٹا کر جب ذاتِ احدیت میں پہنچتا ہے تو وہ اپنی ہستی اور جملہ موجودات اور حق سبحانہ تعالیٰ کو جانتا ہے اور عشقِ ذات میں مستغرق و محو رہتا ہے۔ اصطلاحات صوفیہ۔ شاہ محمد عبدالصمد صفحہ ۳۲۔

[2] تفرقہ:۔ ذات وصفاتِ حق سبحانہ، میں فرق کرنا۔ یعنی ذات کو ذات دیکھنا اور خلق کو خلق دیکھنا۔ ایضاً۔

[3] کتاب التوحید:۔ یہ تصنیف محدثِ کبیر سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو کلکتہ (بھارت) میں جناب مولانا عبدالرؤف داناپوری مؤلف اصح السیر کے کتب خانے میں مخطوط موجود ہے۔ [4] لغت میں الظلمۃ الظلمۃ یعنی تاریکی ج ظلم وظلمات وظلمات وظلمات کے ہیں۔ مصباح اللغات صفحہ ۵۰۲۔ ظلمت عدم کو کہتے ہیں جو ادراک میں نہیں آسکتا۔ اور جو ادراک میں نہ آئے وہی ظلمت ہے۔ اصطلاحات صوفیہ صفحہ ۹۴۔ [5] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال۔ علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی مطبوعہ بیروت سنہ ۱۳۹۹ ھجری ج ۱۔ صفحہ ۳۵۵۔ حضرت امام شاہ ولی اللہؒ بھی اپنی تصنیف انفاس العارفین میں "ظلمت عدم سے وجود خارجی تک" یہی حدیث نقل فرماتے ہیں صفحہ ۲۲۴۔ [6] مسلم وزرقانی وعبدالرزاق صفحہ ۳۶-۳۲۔ [7] ۸۲-م- ۳۶ یٰسین

اس معنی پر دلالت نہیں کرتیں۔ جبکہ ارشادِ خداوندی ہے[1]

"وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے"۔

اسی طرح دوسری آیات بھی وارد ہوئی ہیں جو حصر[2] پر دلالت کرتی ہیں۔ اولیائے کرام کو ریاضات، مجاہدات اور کاملین کی صحبت میں رہنے کے بعد یہ معانی شریعت مطہّرہ کے خلاف نہیں ہو سکتے۔ اگر وجود ایک ہی ہو لیکن عالمِ کائنات میں اس کے مظاہر بہت ہوں تو اس کے واحد ہونے پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جیسے سورج بذاتِ خود تمام گندگیوں اور آلائشوں پر پہنچنے کے باوجود ان سے مبرّہ اور منزّہ ہے۔ اور گھروں میں حلول نہیں کرتا باوجود اس اعتبار کے کہ سورج کے انعکاس[3] اور تجلیات جو گندگیوں کے ساتھ پیوست نظر آتی ہیں اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ وہ گھروں اور مکانوں پر اثر انداز ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ مختلف مقامات اور امکنہ میں دیکھے گئے ہیں۔ بلکہ دوسرے حیوانات کی صورت میں بھی اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں کہ ان کی اپنی صورتیں قائم رہتی ہیں حالانکہ ہمیشہ کے لئے اپنی اصلی حالت کی بقاء کی نعمت سے مشرف ہیں۔ پس یہ صورتیں ان کی تابع و مطیع ہیں اور ان کے ارادے کی بھی تابع و مطیع ہیں۔ پس ان دونوں صورتوں کو معدوم و ہلاک کرنا یہ دونوں امر بھی ان ہی کے ارادے کے ماتحت ہیں۔ ضروری نہیں کہ ان صورتوں کے ہلاک ہونے سے وہ بھی ہلاک ہوں (اولیاء اللہ) اور ان کے قتل ہونے سے وہ بھی قتل ہوں۔ باوجود اس کے کہ یہ انعکاسی صورت ان کے مغائر نہیں ہے بلکہ وہ ہی ہیں جو وہ خود ہیں جیسا کہ سورج کی روشنی کو سورج کہتے ہیں جبکہ سورج آسمان میں ہوتا ہے۔ اس کو یہ نام دینا انعکاس کی اصطلاح میں جائز ہے۔ اعتباری لحاظ سے وہ شکل جو انعکاس کے عمل کے بعد پیدا ہوئی ہو وہ اصل سے غیر ہو پس اگر یہ کہا جائے کہ جنت اور دوزخ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں **اسمائے جلالیہ و جمالیہ**، ہدایت و ضلالت، لطف و قہر کی تجلیات کا مظہر ہیں[4]۔ پس اگر کہا جائے کہ سعادت و شقاوت اسمائے الٰہیہ کے متقاضی یعنی نتیجہ ہیں تو پیغمبروں کے بھیجنے

---

[1] ۵۷ - الحدید، ۳ - ۳ - ۵۷۔ [2] حصر سے مراد اللہ تعالیٰ ہی کو مکمل اور ذاتی علم غیب ہے جو کہ بالاستقلال اور بالکمال ہے۔

[3] انعکاس — انعکاس الضوء من جدار النقرة المرکزیة بالشبکیة انعکاس ردّ فعل النّور، نورٌ منعکسٌ (لسان العرب ج ۱۶ ص ۱۷۱)۔

[4] تصوف میں ان الفاظ کے استعمال سے جمالِ الٰہی اور جلالِ الٰہی کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ کائنات میں حقیقتاً حسنِ مطلق کا ہی ظہور ہے۔ اس بناء پر فی الاصل ہر چیز ہی ملیح ہے۔ وجود مع کمال کے ایک صورتِ حسن ہے اور تمام چیزیں اسی کے حسن و جمال کی صورتیں اور اسی کے کمال کا پرتو ہیں، برائی کا وجود مطلق مفقود ہے۔ کوئی چیز اپنی ذات کے لحاظ سے بُری نہیں جبکہ اس پر بُرائی کا حکم لگایا جاتا ہے تو وہ محض اعتباری ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ بُرائی اس چیز پر عارض ہوتی ہے۔ جب وہ وجہ جاتی رہتی ہے تو برائی کا حکم بھی اٹھ جاتا ہے۔ اسی لئے اسماء و صفات کو جلال و جمال میں تقسیم کیا گیا ہے ہر جلال کے لئے جمال اور ہر جمال کے لئے جلال لازم ہے۔ ہر جمال شدتِ ظہور سے جلال اور ہر جلال صفتِ ظہور سے جمال ہو جاتا ہے۔ صفاتِ قہاری و جباری اور وہ اسماء جو کہ اہلِ ضلالت اور اہلِ حجاب سے متعلق ہیں سب جلال کے تحت آتے ہیں۔ "سِرّ دلبراں"، صفحہ ۱۲۶۔

کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہدایت اور ضلالت اس وقت تک ظہور پذیر نہیں ہوتی جب تک کہ پیغمبر تشریف نہ لائیں۔ اس لئے کہ ہدایت اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے اور ضلالت اُن کی مخالفت کا نام ہے۔ پیغمبروں کے بھیجنے کا مقصد مخلوق پر حجت قائم کرنا ہے اگر پیغمبروں کا ارسال نہ ہوتا اور بعض مخلوق کو عذاب دیا جاتا تو وہ کہتے تو نے مجھے بغیر گناہ کے کیوں عذاب دیا؟ پس انبیاء کا بھیجنا ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامل حجت قائم کرنا ہے پس ربوبیت[1] اور عبودیت[2] ثابت ہو گئی۔ نیز بندے کا مکلف ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اس میں علمِ نباتات کے جاننے والوں کا بھی رد ہے کہ وہ درخت اور پھلوں کے لئے ہمت اور ارادوں کو غالب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ مفروضہ کسی حقیقت پر مبنی نہیں اور شریعت کی مغائرت و مخالفت کرنے کا یہ معنیٰ ہے۔ کہ شریعت کے حکم کو رد کیا جائے اس مقام پر یہ کیفیت نہیں ہے بلکہ شریعتِ مطہرہ اس معاملے میں خاموش ہے۔ اور جس شخص کو یہ وہم[3] پیدا ہُوا کہ انعکاس اس چیز پر پڑتا ہے جو موجود ہو پس جبکہ صور علمیہ ہی موجود نہیں تو صفاتِ الٰہیہ کا انعکاس کس چیز پر پڑے گا۔ عدم محض صفات کے قابل کس طرح ہو سکتی ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس غیر موجود شئے کا موجود پر ہے۔ حالانکہ یہی انعکاس اجسام ہے، اور یہ مذعومہ بالکل باطل ہے۔ انعکاس صفات باری تعالیٰ اُن اشیاء پر پڑیں جو کہ خارج میں معدوم اور اس کے علم میں معلوم تھیں۔ تاکہ وہ اشیاء موجود ہو جائیں اور صفات سے موصوف ہو جائیں۔ جب وجود کا سایہ جو محض نور ہے۔ کسی امر معدوم پر ہو جائے تو وہ موجود ہو جاتا ہے۔ جب اس پر علم کا پَرتو پڑا تو یہ چیز دوسری صفات کو چھوڑ کر علم کی صفت سے مشرف ہو کر عالم ہو گئی۔ اس مسئلے کو بہت ہی توجہ سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ قول اجماع[4] کے خلاف ہے۔ تو اس کا یہ کہنا

---

[1] الرب: هو الله عزوجل. هو رب كل شيئ اى مالكه، وله الربوبية على جميع الخلق لاشريك له، وهو رب الارباب ومالك الملوك والاملاك ولا يقال الرب في غير الله إلّا بالاضافة، قال ويقال الرّب، بالألف واللام. لغير الله، لسان العرب ج ۱ الطبع ۳۹۹ ربوبیت کے معنی پالنے کو اس کے وسیع اور کامل معنوں میں لینا چاہئیے۔ اسی لئے بعض آئمہ لغت نے اس کی تعریف ان معنوں میں کی ہے۔ "هو النشاء الشيئ فحالاً فحالاً الى حد التمام"۔ یعنی کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اسی طرح نشوونما دیتے رہیں کہ اپنی حدِ کمال تک پہنچ جائیں۔ ترجمان القرآن۔ مولانا ابوالکلام آزاد ج ۱ ص ۶۵۔ [2] عبودیت: یقین کامل اور سچی نیت سے محض اللہ تعالیٰ کی محبت میں اس کی اطاعت کرنا بلا کسی طمعِ ثواب کے اور خوفِ عذاب کے یہ خاص لوگوں کا حصہ۔ اصطلاحاتِ صوفیہ شاہ عبدالصمد ص ۹۶

[3] وهم: دل میں جو خطرہ گذرے۔ ج اوہام، قوت وہمیہ پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ قوتِ وہمیہ اُس حس باطنی کو کہتے ہیں جس کا کام معانی جزئیہ کا ادراک کرنا ہے۔ مصباح اللغات ص ۹۸۵ من خطرات القلب او مرجوح طرفي المتردد فيه ج اوهام و وهوم۔ القاموس ج ۴ ص ۱۸۹۔ [4] اتفاق المجتهدين من المسلمين في عصر من العصور على حكم شرعي، وهو اصل من اصول الفقه الاسلامي۔ زمانوں میں سے کسی ایک زمانے میں حکم شریعت پر مسلمانوں کے مجتہدین کا اتفاق کرنا اور یہی اصول فقہ اسلامی کی بنیاد ہے۔ لسان العرب ج ۱۶ ص ۱۲۳۔

قطعاً غلط ہے کیونکہ علمائے محققین اور اکابر مشائخ کی بہت زیادہ تعداد مثلاً امام غزالیؒ رحمۃ اللہ علیہ۔ امام عراقیؒ رحمۃ اللہ علیہ۔ امام جلال الدین رومیؒ اور امام شیخ ابن عربیؒ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسی طرح بیان کیا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ تو یہ مسئلہ کیسے اجماع کے خلاف ہو سکتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ یہ منکر کے فہم کا قصور سمجھا جائے نہ کہ مشائخ کرام کا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ سایہ اجسام کے ساتھ مختص ہے تو یہ خیال بھی فساد سے خالی نہیں۔ اس لئے کہ صوفیائے کرام کے نزدیک ظل سے فیضیاب ہونے والا اس فیض سے مشابہ تھا جو ظل سے ہوا۔ لہٰذا یہ ظل اخص نہیں بلکہ اعم ہے اس کی مثال یوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بادشاہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا ظل ہے۔ بادشاہ ظل اللہ کہنا اس لحاظ سے ہے کہ بادشاہ کا اثر تمام رعیت پر پڑتا ہے۔ اور سایا تر جو اس کے ہر پیرو کو مستفید کرتا ہے۔ وہ مشابہ ہے۔ اور بعض امور میں پورے طور سے مشابہت قرار دینا جائز ہے جیسا کہ لفظ مَثَلُ یعنی ـــَـــَـ دو زبروں کے ساتھ اس مثل کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے جائز ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ "اس کے نور کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ طاقچے میں رکھا ہوا چراغ ہو۔ برعکس المِثْل کے جو کم اور ث کے ساتھ ہے تو گویا مِثل کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناجائز ہے۔ "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ دو زبروں کے ساتھ لفظ مَثَلُ جیسا کہ انسان بحیثیت انسان کے اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کے مشابہ صفات سے متصف ہو چکا ہے اور مثل دو زبروں کے ساتھ کلی طور پر صفات میں مشابہ نہیں بلکہ بعض اوصاف میں انسانی صفات کے مشابہ ہے جیسا کہ سمع، بصر فہم اور علم میں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب الحمد للہ و اوّلہٖ و اٰخرہٖ و ظاہرہٖ و باطنہٖ

۱؎ ملاحظہ کیجئے ص۱۴۳

۲؎ للحافظ زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی المتوفی خمس وثمانمائۃ (۸۰۵ھجری) کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۱ ص۲۱۸۔

۳؎ محمد بن محمد تلخی قونوی معروف بہ رومی، وصال ۶۰۴ ھجری در شہرستان بلخ ام البلاد۔ تولد درسال ۶۷۲ ھجری در قونیہ وفات یافت۔ مولانا جلال الدین بلخی میان صوفیہ و علماء کلام۔ ص۱۔ ۴؎ ملاحظہ کیجئے ص۱۳۵۔

۵؎

۶؎ ۳۵-م- النور ۲۴۔

رسالہ اصُولِ حدیث

علمِ اصُولِ حدیث کی تعریف وتوضیح

دینِ اسلام میں قرآنِ حکیم کے بعد حدیثِ مبُارکہ دُوسری دلیلِ قطعی اور حجّتِ شرعیہ ہے۔ نیز عُلمائے اُصولِ فقہ کے نزدیک بھی حدیث مبارکہ نصِ قطعی میں دُوسرے مقام کی حامل ہے۔ کتاب وسُنّت دونوں دینِ اسلام کی بنیادی اساس اور راہِ ہدایت دکھانے والی نورانی مشعلیں ہیں حضرت محمّد مصُطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ اقدس نُورِ ہدایت اور صراطِ مستقیم بایں معنی ہے کہ آپ نے قرآنِ حکیم پر عمل پیرا ہوکر صراطِ مستقیم اور منزلِ مقصود کا تعیّن فرمایا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس اعتبار سے کتابِ مبین کی تشریح، توضیح اور تفسیر کا بیان کُلی طور پر سے آپ کے سپُرد فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ [۱]

اور آپ پر قرآنِ حکیم اس لئے اُتارا کہ آپ لوگوں کے لئے اس کی شرح وتوضیح فرمائیں۔

اس لئے قرآنِ حکیم نے آپ کی پیروی اور اطاعت کو ہمارے لئے امرِ وجُوبی قرار دیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ [۲]

جس نے جنابِ محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کی گویا اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کی۔

دُوسرے مقام پر فرمایا۔ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا [۳]

اور (دینِ اسلام کے متعلق) جو کچھ جنابِ محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تمہیں دیں وہ لے لو۔ اور جن باتوں کے کرنے سے منع کریں پس اس کے کرنے سے رُک جاؤ۔

محدّثین کرام وفقہاءِ عظام نے اس کی حفاظت کے لئے مختلف طور پر کوششیں کیں اور علمی اعتبار سے علمِ حدیث کیلئے اصُول[۴] قواعد اور

---

[۱] ۴۴ پ۱۴، النحل ۱۶۔ [۲] ۸۰ م، النساء ۴۔ [۳] ۷ م، الحشر ۵۹۔

[۴] وهو علم بقوانين يتعرف بها احوال السند والمتن من صحةٍ وضعفٍ وعلوٍ ونزولٍ وغير ذالك جواهر الاصول فى مصطلح احاديث الرسول، شیخ الحدیث ابو عبید مولانا عبدالرحمٰن مطبوعہ اشرف المجلس العلمی چارسدہ ۱۹۷۵ء ص۳"۔ علم اصولِ روایت ایک ایسا علم ہے جس میں روایت حدیث کی حقیقت اس کے شروط، انواع واحکام راویوں کے احوال اور شروطِ مسرویّات کے اقسام اور ان کے متعلقات سے بحث کی جاتی ہے۔ اس علم کو "علم مصطلح الحدیث" بھی کہتے ہیں۔ اس علم سے پتہ چلتا ہے کہ احادیث میں کونسی مقبول ہیں اور مردود کونسی، تاریخ حدیث ومحدثین الاستاذ محمد ابو زہد۔ مترجم پروفیسر غلام احمد حریری۔ مطبع مسلم پرنٹنگ پریس لاہور ص۹۔

ضوابط منضبط کیے تاکہ علم حدیث، واضعین حدیث، مطاعن حدیث، صحابہ کرام کو ہدفِ تنقید بنانے والوں، سند حدیث پر اعتراض کرنے والوں، شریعتِ اسلامیہ کے تاریخی حقائق کو غلط رنگ دینے اور حقیقت کو خلط ملط کرنے والوں کے دستبرد سے محفوظ رہے۔ لہٰذا علمائے محدثین نے علمِ حدیث کو ان تمام برائیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے علمِ اصُولِ حدیث وضع کیا۔

اقسام اصول حدیث

علم حدیث دو بڑی قسموں پر مشتمل ہے۔ (۱) روایت الحدیث (ب) درایت الحدیث
علم روایت الحدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اقوال و افعال و تقاریر پر سکوت اور پسندیدگی سے بحث کی جاتی ہے۔ جب کہ علم درایت الحدیث کی بہت سی ذیلی قسمیں ہیں۔

(ا) علمِ الجرح والتعدیل!

علمِ حدیث کی اس صنف میں علمائے حدیث کے مخصوص الفاظ میں راویوں کے اصول پر نقد و تزکیہ کے اعتبار سے پرکھا جاتا ہے۔ تاکہ حدیث کے صحیح و سقیم کے مابین فرق و امتیاز کو سمجھا جائے۔

(ب) علمِ اسماء الرجال!

حدیث بیان کرنے والے افراد کے احوال، ان کی تاریخ پیدائش و تاریخ وفات اور دیگر ضروری امور جن سے یہ معرفت حاصل ہو کہ یہ روایت حدیث کے افراد ہیں۔

(ج) علمِ مختلف الحدیث!

اس میں حدیث کے ظاہری تعارض و تناقض، ان میں تطبیق کرنا یا ایک حدیث کو دوسری حدیث پر ترجیح دینا۔ ایسے طریق سے جس سے تعارض رفع ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے مسائل پر بحث ہوتی ہے۔

(د) علمِ غریب الحدیث!

اس میں حدیث کے ان دقیق و عمیق کلمات سے بحث ہوتی ہے۔ جو نادر الاستعمال ہونے کی وجہ سے لوگوں کو حدیث کے سمجھنے میں مشکل پیش آتے ہیں۔

(ہ) علمِ علل الحدیث!

اس علم میں ان پوشیدہ اور دقیق اسباب کو دریافت کیا جاتا ہے جو حدیث کی صحت میں قدح وارد کرنے والے ہوں اور بظاہر حدیث میں کوئی عیب نہ پایا جاتا ہو۔

(ی) علمِ ناسخ الحدیث و منسوخہ:

اِس علم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث کا تاریخی تعین کیا جاتا ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ پہلی حدیث کب وارد ہوئی اور دُوسری کب، لہٰذا تعارض کے وقت دوسری حدیث پر عمل کیا جائے اور پہلی کو منسوخ سمجھتے ہوئے ترک کر دیا جائے۔

علم اصولِ حدیث کی ابتدا

اس مختصر سی تمہید میں جس فنِ جلیلہ کا ذکر کیا گیا۔ اس فن پر عُلمائے کرام نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ تاکہ عوام کو ان غلطیوں سے محفوظ رکھا جائے۔ یہ علم ابتدائی تین صدیوں میں اس طرح مدون صورت میں تھا۔ جیسا کہ آج کل کتابی شکل میں موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں نہ تو اصُولِ حدیث کی باقاعدہ شکل تھی۔ اور نہ ہی اس میں کوئی مستقل تصنیف تھی۔ حدیث کو قبول اور ردّ کرتے وقت بہت ہی احتیاط اور کوشش کے ساتھ چھان بین کی جاتی تھی۔ جہاں تک اس امر کا تعلق ہے کہ علوم حدیث کی جملہ انواع کو جمع کر کے ایک ہی تصنیف میں ان پر بحث کی جائے۔ تو یہ طریقہ چوتھی صدی ہجری کے نصف میں جاری ہُوا۔

علامہ ابن حجر العسقلانی[1] رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"فان التصانیف فی اصطلاح اهل الحدیث قد کثرت علا ئمۃ فی القدیم والحدیث فمن التصانیف فی ذالک القاضی ابو محمّد الرامهرمزی[2] کتابه کتابه المحدث الفاصل"[3]

اصطلاح اہلِ حدیث میں بہت سی کتابیں آئمہ قدیم نے لکھیں۔ پس سب سے پہلے مصنف جنہوں نے اس فن پر کتاب "المحدث الفاصل" لکھی۔ وہ قاضی ابو محمد الرامھرمزی تھے۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی کا اسم گرامی حافظ شہاب الدین احمد بن علی العسقلانی المشهور به ابن حجر عسقلانی ہے المتوفی سنۃ ۸۵۲ ھجری۔ اثنین وخمسین وثمانمائۃ وشرح المسمی بنزهۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۹۳۶۔ [2] قاضی ابو محمد الرامھرمزی کا نام الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد ہے۔ رامهرمزی بتشدید الراء وفتح المیم الاول وضم الثانیۃ مع الهاء واسکان الرا وکسر الزاء اصله رکب من رام وهرمز" قال یاقوت فی المعجم الرام بالفارسیۃ معناه الحواء والمقصود وهرمز احد الاکاسرۃ فمعنی هذا اللفظ مقصود هرمز والمراد ههنا المنسوب برامهرمز۔ جواهر الاصول فی مصطلح احادیث الرسول۔ مولانا عبدالرحمٰن ص ۳۱

[3] حاجی خلیفہ لکھتے ہیں۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی، للقاضی محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد الرامهرمزی۔ [4] حاشیہ نزہۃ النظر ابن حجر العسقلانی مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۵ھ ص ۳۔ جواہر الاصول فی مصطلح احادیث الرسول مولانا عبدالرحمٰن ص ۳۵

قاضی ابو محمد الرامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری[1] کی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" اس فن پر جلیل القدر تصنیف ہے۔

امام حاکم اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں:۔

جب میں نے دیکھا کہ ہمارے دور میں بدعات کی کثرت ہو گئی ہے اور اصول سنن کی واقفیت اگرچہ احادیث کی کتابت اور اغلاطِ کتاب کی تلاش میں لوگوں کو بڑی دلچسپی و انہماک ہے۔ تو مجھے ایک ایسی مختصر کتاب تصنیف کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو علوم حدیث کی انواع و اقسام پر مشتمل ہو اور جو طلبائے حدیث اور کاتبینِ حدیث کے لئے ضروری ہے۔"[2]

ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:۔

لکنّہ لم یھذب ولم یرتب[3]

حاکم اپنی کتاب کی باقاعدہ ترتیب و تہذیب نہیں کر سکے۔

جبکہ علامہ ابن خلدون رقمطراز ہیں:۔

"کہ علوم حدیث میں لوگوں نے متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ لیکن اس فن کے یگانۂ روزگار آئمہ و علمائے فحول میں ابو عبد اللہ حاکم ہیں۔ ان کی کتابیں مشہور ہیں۔ انہوں نے اس فن کو باقاعدہ مرتب و مہذب کیا اور اس کے محاسن اچھی طرح منقح اور نمایاں کئے۔"[4]

حاجی خلیفہ لکھتے ہیں:۔

اس فن کی جانب سب سے پہلے ابو عبد اللہ حاکم نے اعتناء کیا۔ اس کے بعد علامہ ابن صلاح نے علوم الحدیث کے نام سے بڑی اہم اور قابلِ ذکر کتاب لکھی۔ جو مقدمہ ابن صلاح کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں انہوں نے بعض انواع کا مفید اضافہ کیا ہے۔ لیکن حاکم کی حیثیت متقدم و متبوع کی ہے اور ابن صلاح ان کے تابع ہیں، انہوں نے اکثر چیزیں حاکم کے حوالے سے لکھی ہیں[5]۔

---

[1] محمد نام۔ ابو عبد اللہ اور ابن ربیع کنیت اور حاکم لقب ہے۔ نسب نامہ اس طرح ہے۔ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم بن حکم، وضیات الاعیان، ابن خلکان ج ۲ ص۲۸۴۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی ج ۵ ص۴۷۳۔ ضیاء الدین اصلاحی۔ تذکرۃ المحدثین۔ ضیاء الدین اصلاحی۔ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۹۷ھ ۱۹۷۷ء ج ۲ ص۱۲۹۔ [2] حاکم، مقدمہ حاکم ابو عبد اللہ حاکم ص۲۰۱، مترجم مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی، معارفِ حدیث ص۳۴۳۔ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور۔

[3] ابن حجر عسقلانی نزھۃ النظر، فی شرح نخبۃ الفکر ص۳، تدریب الراوی ص۹

[4] مقدمہ ابن خلدون، ابن خلدون ص۴۸۵۔ [5] کشف الظنون، حاجی خلیفہ ج ۲ ص۱۲۹

اس تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ اس موضوع پر یہ دوسری باقاعدہ اور پہلی مکمل و جامع کتاب ہے جو پانچ اجزاء اور باون انواع پر مشتمل ہے، اس میں مصنف نے حدیث کے اسناد و متون وغیرہ گوناگوں انواع و اقسام اور راویوں کے مختلف درجات و طبقات ان کے مراتب اور اصولِ حدیث کے مہمات مسائل پر سیر حاصل اور عمدہ بحثیں کی ہیں[1]۔

ابونعیم اصفہانی[2] رحمۃ اللہ علیہ نے امام حاکم کی تصنیف پر مستخرج لکھی[3]۔ جس میں بہت سے مسائل حل کئے گئے لیکن کچھ آنے والوں کے لئے بھی چھوڑ دیا۔ جبکہ خطیب بغدادی[4] نے علمِ حدیث کے فنون میں سے شاذ ہی کوئی ایسا فن ہوگا جس پر کوئی تصنیف نہ کی ہو، بلکہ آنے والوں نے آپ کے علم سے استفادہ کیا۔ گویا کہ آپ آخر المتقدمین اور اوّل المتأخرین علماء میں سے ہیں۔ آپ نے اس فنِ عظیم میں قوانینِ روایت کو سامنے رکھتے ہوئے "الکفایہ فی معرفت اصول الروائیہ" لکھی اور آداب روایت پر "الجامع الادب الراوی والسامع" لکھی[5]۔ آپ کے بعد اور بھی کچھ حضرات گزرے جنہوں نے اس موضوع پر لکھا۔ جس میں قاضی عیاض[6]

---

[1] تذکرۃ المحدثین ضیاء الدین اصلاحی ج ۲ ص۱۱۱۔ [2] نعم النون وفتح العین (الاصفہانی) بکسر همزة وبفتح وبفاء مفتوحه فی اللغة اهل شرق وبموحدة فی العرب شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات اهل الاثر ص۱ آپ کا اسم گرامی الحافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق ابن موسیٰ بن مہران الاصفہانی ہے۔ وتوفی فی صفر وقیل: یوم الاثنین الحادی والعشرین من المحرم سنة ثلاثین واربعمائة باصبهان۔ وفیات الاعیان۔ علامہ ابن خلکان ج ۱ ص۷۵، تذکرہ المحدثین ضیاء الدین اصلاحی ج ۲ ص۲۲۱۔

[3] تاریخ حدیث و محدثون محمد ابوزھو ص۴۶۵۔ تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص۲۲۲۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ ص۱۶۴۳

[4] احمد نام کنیت ابوبکر خطیب لقب اور سلسلۂ نسب یوں ہے۔ احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت۔ سات ذوالحجہ ۴۶۳ ھجری میں وفات پائی۔ وفیات الاعیان علامہ ابن خلکان ج ۱ ص۷۶۔ تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص۲۸۵۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ ص۱۴۹۹

[5] معارف حدیث۔ محمد جعفر شاہ پھلواروی ص۲۵۔ اصول حدیث فی معرفت مصطلحات علم الحدیث پروفیسر محمد ادریس ص۷۔ کشف الظنون ج ۲ ص۱۴۹۹۔ تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص۳۰۳ و ص۳۰۴

[6] عیاض نام ابوالفضل کنیت ہے۔ علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔
وعیاض: بکسر العین المهملة وفتح الیاء المثناة من تحتها، وبعد الالف ضاد معجمة۔ وفیات الاعیان ج ۳ ص۱۵۴۔
آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ و بن عیاض تذکرۃ المحدثین ضیاء الدین اصلاحی ج ۲ ص۳۷۲۔

"الاَلماع"[1] ایک عمدہ اور گرانقدر کتاب ہے۔ اس کے بعد ابو حفظ المیانجی[2] کی تصنیف "مالا یسع المحدث جہلہ" تحریر کی۔ پھر مشہور و معروف حافظ فقیہہ ابو عمر عثمان بن صلاح عبدالرحمٰن الشہرزوری مقیم دمشق نے کتاب "مقدمہ ابن الصلاح"[3] لکھی۔ ان لوگوں کا شمار ہی نہیں جنہوں نے اس کتاب کو منظوم کیا۔ اس کا خلاصہ تحریر کیا۔ اس پر استدراک لکھا۔ اور تنقید کی۔ حافظ زین الدین عبدالرحیم ابن الحسین عراقی (م ۸۰۵ھ) نے منظوم کیا۔ جس کا نام "نظم الدرر فی علم الاثر" ہے۔ اس کتاب کی بھی ہر دور میں شروح لکھی گئی۔ جناب السید الشریف الجرجانی (م ۸۱۶ھ) نے المختصر مصطلح اھل الاثر" تحریر کی[4]۔ اس فنِ لطیف پر شہاب الدین احمد ابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲ھ) کی تصنیف "نخبۃ الفکر فی مصطلحات اھل الاثر" مفید اور جامع متن۔ جس کی شرح آپ نے خود ہی "نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر" کے نام سے تحریر کی۔ جناب سید ہبۃ اللہ المعروف بہ شاہ میر گجراتی (م ۱۰۰۵ھ) نے تمام اقسام حدیث کو نہایت ہی سلیقہ سے جمع کیا اور کتاب کا نام "سود مند" رکھا۔ امام الہند شاہ عبدالحق محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۵۲ھ) نے "مشکوٰۃ المصابیح" پر "مقدمہ فی بیان بعض مصطلحات علم الحدیث" تحریر کیا جس میں احادیث کے تمام مباحث پر بطور متن بحث کی۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح بخاری کرنے سے پہلے علم اصول حدیث پر ایک جامع اور مختصر رسالہ تحریر کیا۔ جو اپنے اندر تمام علم حدیث کے قواعد و ضوابط کو سمیٹے ہوئے ہے۔ اور طالبان علمِ حدیث کے لئے ایک مکمل رہنما ہے اس رسالے کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے۔ فہرست اللباب المعارف عدد مسلسل ۴۳۹/د پر سات رسائل کا مجموعہ ہے جس میں تیسرا رسالہ اصول حدیث کا حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے ہے۔ اس کے کل چار ورق ہیں۔ نفسِ مضمون سات صفحات پر مشتمل ہے۔ آخری صفحہ یعنی آٹھواں خالی ہے۔ جس پر ہندی ورق کے نمبر دیئے گئے ہیں۔ ہر صفحے کا طول ۹" اور عرض ۶" ہے۔ پہلے صفحے پر کل سترہ سطریں ہیں۔ جبکہ دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں اور چھٹے صفحے پر بیس سطریں ہیں۔ رسالہ کے آغاز میں پہلے صفحہ کے اوپر والے حصے میں دائیں طرف "حافظ احمد قادری" کی مہر لگی ہوئی ہے۔ جس پر ۱۱۸۱ھجری درج ہے۔ صفحہ نمبر ۷ پر جہاں رسالہ ختم ہوتا ہے لکھائی کے نیچے بائیں طرف "حافظ احمد قادری" کی ہی مہر لگی ہوئی ہے اور اس پر یہی تاریخ درج ہے۔

---

[1] اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ دار الکتب ظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے۔ تاریخ حدیث و محدثین مترجم غلام احمد حریری ص ۶۵۱ فہرست لباب المعارف پشاور پروفیسر عبدالرحیم صاحب ص ۶۱-۶۲ جبکہ ایک قلمی نسخہ مکتبہ سندھیہ میں اور دوسرا کتب خانہ اباصوفیہ میں ہے بحوالہ تذکرۃ النوادر ص ۴۶۔ بکسرۃ الھمزۃ من لمع البرق واضاء کالمع وکان فیہ اشارات کاللمعات المرادات۔ شرح نخبۃ الفکر۔ علی بن سلطان محمد القاری ص ۱۱۔ [2] ابو حفص عمر بن عبدالمجید (م ۵۸۰ھ) معارف حدیث محمد جعفر شاہ ص ۲۵۔ ایضاً شذرات الذہب ج ۴ ص ۲۶۷۔ (حاشیہ جاری ہے ص ۱۳۶)

رسالہ اصول حدیث کی ابتدا الحمد للہ الذی میز الحدیث الصحیح من غیرہ بالمحدثین۔

تمت الرسالۃ فی علم اصول الحدیث فی تصنیفات شاہ محمد غوث بن سید حسن پشاوری علیہ الرحمۃ الباری۔

رسالے کا خط چھوٹے قلم کا اور خوشخط ہے۔ کالی سیاہی استعمال کی گئی ہے اور لفظ "فصل" سرخ سیاہی سے لکھا گیا ہے اور یہ چند مقامات پر سرخ سیاہی میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ کئی دوسرے قلمی نسخے بھی پائے جاتے ہیں جن میں ایک قلمی نسخہ جناب سید مقبول شاہ دم صحری کے کتب خانے میں ہے۔ جس کی فوٹوسٹیٹ کاپی سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اسی رسالے کا ایک قلمی نسخہ جناب پروفیسر اقبال مجددی نے سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کو تحفۃً دیا جو آپ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ رسالہ ہٰذا کا ایک قلمی نسخہ جناب عبدالمالک خان ساکن کافور ڈھیری ضلع پشاور کے پاس موجود ہے۔

رسالہ اصول حدیث

محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اس رسالے کی ابتداء یوں کرتے ہیں:۔

"الحمد للہ الذی میز الحدیث الصحیح من غیرہ بالمحدثین واحرز السنۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ بالعلمآء المتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ **محمد** سید الاولین والاٰخرین وعلیٰ الہ واصحابہ اجمعین **اما بعد** فیقول العبد الضعیف **محمد غوث** بن سید حسن غفراللہ تعالیٰ ذنوبہما وستر فی الدارین عیوبہما ان التقرب الحق تعالیٰ منوط بالمتابعۃ النبویۃ وھی موقوفۃ علی العلم بالاحادیث المصطفویۃ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام وامتیاز الصحیح فی الحدیث من غیرہ لا یحصل الا بمعرفۃ اقسام الحدیث وطرقہ وبیان حال الاسناد"[۷]

"جمیع حمد و ثنا اور شکر و سپاس اس ذات الٰہی کے لئے جس نے محدثین کے ذریعے سے صحیح اور غیر صحیح

بقیہ حاشیہ ص۱۳۶) [۳] ابو حفص عمر بن عبدالمجید بن عمر القرشی المیانشی وکتبہ من مکۃ (فی مکۃ) فی شعبان ۵۷۹۔ کشف الظنون ج ص ۲، ۱۵۷۶ [۴] تاریخ حدیث و محدثین مترجم غلام احمد حریری ص ۵۱۶۔ تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص ۱۴۰

[۵] ایضاً

[۶] حیات شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلویؒ۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۴۲۔

[۷] رسالہ اصول حدیث (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱۔

کا امتیاز بخشا۔ اور سنّتِ نبوی کے علماء متقین کے توسط سے حفاظت فرمائی اور درود وسلام اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ذاتِ گرامی اور آل واصحاب پر۔ اس کے بعد بندۂ ضعیف **محمد غوث** رحمۃ اللہ علیہ بن **سیّد حسن** رحمۃ اللہ علیہ غفر اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تقربِ الٰہی اتباعِ نبوی پر منحصر ہے اور اس کا دارومدار احادیثِ مصطفوی کے جاننے اور صحیح و غیر صحیح میں امتیاز کرنے پر موقوف ہے۔ اور یہ بات کہ حدیث کی قسمیں اور اسناد کے انداز کا حال معلوم کئے بغیر مکمل طور سے حاصل نہیں ہوسکتا۔"

محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ماحول پر علمی نقطۂ نگاہ سے عمیق نظر رکھتے تھے۔ اسی لئے آپ نے محسوس کیا کہ برصغیر کے اس حصّے میں علماء محدثین علمِ حدیث پڑھانے میں تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ لہٰذا آپ نے حد درجہ اہم اور موزوں قدم اٹھایا اور رائج الوقت زبان فارسی میں صحیح بخاری اور اصولِ حدیث کا عام فہم وسلیس ترجمہ اور تشریح تحریر کی۔ تاکہ علماء، احادیث پڑھنے کی طرف متوجہ ہوں۔ محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ اسی سبب کو رسالے میں بیان کرتے ہیں۔

وقد صُنِّفَ فیها کتب کثیرة لکن لما شاهدت تکاسل الناس عن مطالعتها اردت ان اکتب رسالةً مختصرةً مشتملةً لما لابد لطالب العلم منه"[1]

"اگرچہ اس سلسلے میں بہت سی تصانیف موجود ہیں لیکن جب مَیں نے یہ مشاہدہ کیا کہ لوگ ان کے مطالعے میں تساہل کرتے ہیں تو مَیں نے ارادہ کیا کہ ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھوں، جو حدیث کے طالب علم کے لئے انتہائی ضروری امور پر مشتمل ہو۔"

آپ کا یہ رسالہ چھ[2] فصلوں پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے حدیث، سند، اسناد، متن الحدیث، مرفوع، موقوف، مقطوع اور اثر، متصل، مسند، منقطع، معلق، تعلیق، مرسل، معضل، مدلس، مضطرب اور مدرج المتن پر بحث کی ہے۔

فصل فی تقسیم الحدیث بحسب کمیة الرجال

اعلم ان الحدیث ان کانت رواته کثیرة بحیث یکون تواطئهم علی الکذب وکذا وقوع الکذب منهم اتفاقا من غیر قصدٍ محالاً فی العادة عند العقل و یکون هذه الکثرة من اول السند الی آخره علی السویة ویکون مستند انتهائهم الحس لا العقل فهو الحدیث **المتواتر** لفظاً ومعنیً کحدیث الصلٰوت الخمس فی الاوقات المعینة وتعداد الرکعات وکون القرآن هذا المصحف المشهور ولم یوجد الحدیث القولی متواتر اللفظ والمعنی الا قلیلاً کحدیث مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار نقله من الصحابة جم غفیر فیهم العشرة المبشرة وغیرهم[3]

---

[1] رسالہ اصولِ حدیث (قلمی) حضرت شاہ محمد غوثؒ ص۱ [2] ایضاً ... ص۲-۳ [3] ایضاً ... ص۶

"جان لو کہ حدیث کی روایت کرنے والے اتنے کثیر تعداد میں ہوں کہ اُن کا جھوٹ پر اجتماع یا اُن سے بغیر ارادے اتفاقاً جھوٹ کا وقوع پذیر فطری طور پر عقل کے نزدیک محال ہو۔ اور یہ کثرت اوّل سے آخر تک برابر رہے۔ نیز روایت حس و عقل کے خلاف نہ ہو تو وہ لفظی اور معنوی دونوں حیثیت سے حدیثِ متواتر کہلاتی ہے جیسے اوقات معینہ میں نماز پنجگانہ کی حدیث اور تعداد رکعت اور قرآن پاک کا مصحف آسمانی ہونا۔ ایسی حدیثیں بہت ہی کم ہیں۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس نے قصداً میرے متعلق جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنایا۔ یہ روایت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے جم غفیر سے مروی ہے جس میں العشرۃ المبشرۃ بھی شامل ہیں۔

فصل فی تقسیم الحدیث باعتبار الکیفیۃ

اس عنوان کے تحت اقسام حدیث باعتبار کیفیت بیان کی۔ آپ لکھتے ہیں۔

"اعلم ان الحدیث صحیح وحسن وضعیف" [۱]

کیفیت کے لحاظ سے حدیث کی صحیح حسن اور ضعیف قسمیں ہیں :-

نیز الصحیح لذاتہٖ، الصحیح لغیرہٖ، حسن لذاتہٖ، حسن لغیرہٖ، معلل، شاذ، محفوظ، منکر، معروف، معطون، ضعیف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

فصل فی اسباب القادحۃ للصحۃ وکون الحدیث مطعوناً

اعلم ان الطعن اما ان یکون بکذب الراوی او تہمتہٖ او فحش غلطہ او غفلتہ او فسقہٖ او وھمہٖ بان یروی علی سبیل التوھیم او مخالفتہٖ لثقۃ او جہالتہ بان لا یعرف فیہ تعدیل ولا تجریح مبین او بدعتہٖ وھی اعتقاد ما احدث علی خلاف المعروف عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لا بمعاندۃ بل بنوع شبھۃ او لسوء حفظہٖ بان یکون غلطہ اقل من اصابتہ" [۲]

"جان لو کہ عیب یہ ہے کہ راوی پر جھوٹ، تہمت، غلطی فحش، غفلت اور فسق کا الزام ہو۔ وہ بطور توہم یا خلاف ثقہ روایت کرے یا اس کی جہالت سے تعدیل و تجریح ظاہر نہ ہوتی ہو یا بدعت پائی جائے۔ یعنی سنت نبویؐ کے اعتقاد کے خلاف لبطور معاندہ نہیں بلکہ غلط فہمی کے طور پر ہو۔"

علاوہ اسباب قادح، صحت اور حدیث کے مطعون ہونے کے موضوع، متروک، منکر، معلل، مدرج الاسناد، مدرج المتن، مقلوب، مضطرب، مصحف، شاذ اور مختلط کو بھی بیان کیا ہے۔

---

[۱] رسالہ اصولِ حدیث (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱۲
[۲] ایضاً . . . . ص۱۶ (حاشیہ و متن جاری ہے)

فصل اعلم ان کل حدیث روی باسناد وروٰاہ راوٍ اٰخر وافق ھذا الاسناد یقال لھٰذا الراوی الاٰخر **مُتَابِعٌ** بصیغۃ اسم الفاعل کما یقال تابعہ فلان و المتابعۃ موجبۃ لتقویۃ الاسناد والمتابع بصیغۃ اسم المفعول یکون اقوی عن المتابع بصیغۃ اسم الفاعل والمتابع ان کان موافقا فی اللفظ والمعنی یقال **نحوہ** وشروط المتابعۃ ان یروی کل منھما من صحابی واحد ولو روی کل منھما من صحابی اٰخر یقال لہ **الشاھد** کما یقال لہ شواھد ویشہد لہ حدیث فلان **والمتابعۃ** ان کانت من اول الاسناد ای من راوٍ کان یروی من شیخ الراوی فھو المتابعۃ الکاملۃ وان لم یکن من اولہ بل بعد الاول فھو الناقصۃ"[۳]

"جان لو کہ ہر حدیث جو اسناد کے ساتھ مروی ہو اور اس کے موافق ہی انہی اسناد سے دُوسرے راوی نے روایت کی۔ اس دوسرے راوی کو متابع کہا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں فلاں نے فلاں کی پیروی کی۔ متابعت سے تقویتِ اسناد ہوتی ہے۔ متابَع تابع سے قوی ہوتا ہے۔ اگر متابع لفظاً اور معانی دونوں میں موافق ہو تو اُسے نحوہٗ (اس کے مثل) کہتے ہیں۔ شرط متابعت یہ ہے کہ وہ دونوں ایک ہی صحابی سے روایت کریں۔ اگر ان میں سے ہر ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے سے روایت کیا تو اُسے شاہد کہا جاتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ اس کے شواہد ہیں اور فلاں حدیث شہادت دیتی ہے۔ اگر متابعت اول اسناد میں ہو یعنی شیخ الراوی ایک ہی ہو تو یہ متابعت کاملہ کہلاتی ہے۔ جب متابعت اوّل میں نہ ہو بلکہ بعد میں پائی جائے تو اسے متابعت ناقصہ کہتے ہیں"۔

فصل فی بعض ما یتعلق بھٰذا العلم

"**اعلم** انہ لا یحل نقل الموضوع وروایتہ للعالم بحالہ الا مقرونا ببیان الوضع ویعرف وضعہ باقرار واضعہ او یعرف برکاکۃ الفاظہ او رکاکۃ معانیہ او بلمخالفۃ للمشروع والمقطوع بہ کما یکون مناقضا لنص القراٰن او السنۃ المتواترۃ او الاجماع القطعی او صریح العقل حیث لا یقبل شیئ منھا التاویل او بالوقوف علی غلط **و** من الموضوع ما روی عن عکرمۃ عن ابن عباسؓ فی فضائل القراٰن سورۃ فسورۃ فقال واضعھا انی رأیت الناس قد اعرضوا عن القراٰن واشتغلوا بفقہ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ فوضعت ھٰذہ الاحادیث حسبۃ ای طلبا للثواب **والعجیب**

---

[۳] (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۰) [۳] رسالہ اصول حدیث (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱۱

ان البیضاوی وصاحب الکشاف مع انھم صنفوا فی الحدیث اوردوا ھذا الاحادیث الموضوعۃ فی تفسیریھما **وینبغی** ان یعلم انھم اختلفوا فی جواز النقل بالمعنی فذھب قوم الی منعہ وقوم الی جوازہ وقال الاکثرون من لیس عالماً بالالفاظ ومقاصدھا ولاخبیر بما یخل لمعانیھا لایجوز لہ الروایۃ بالمعنٰی بالاجماع بل یتعین اللفظ الذی سمعہ وان کان عالما بذالک فقد منعہ قوم من اصحاب الحدیث والفقہ والاصول وقالوا لایجوز الا بلفظہ وقال قوم لایجوز فی حدیث النبیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویجوز فی غیرہ وقال جمہور السلف والخلف من الطوائف یجوز فی الجمیع اذا قطع باداء المعنٰی ھٰذا فی غیر المصنفات واما فی المصنف فلا یجوز بغیر لفظہ اصلا وان کان معناہ"[1]

"جان لو کہ عالم کے لئے موضوع روایت نقل کرنا حلال نہیں سوائے اس صورت کے کہ اس کا موضوع ہونا بھی ساتھ ہی ساتھ بیان کر دیا جائے۔ روایت کا موضوع ہونا وضع کرنے والے کے اقرار سے سمجھا جاتا ہے۔ یا اس کے الفاظ و معانی کی رکاکت سے ظاہر ہوتا ہے یا اس کا مخالف شرع ہونا ثابت کرتا ہے مثلاً نص، قرآن، سُنّتِ متواترہ یا اجماع قطعی کے خلاف ہو یا اس قدر خلاف عقل ہو کہ اس کی کوئی تاویل ہی نہ ہو سکے، جیسے عکرمہ نے ابن عباس سے فضائل قرآن میں سورت وضع کی ہے۔ اُس نے کہا جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ قرآن سے گریز کرتے ہیں اور ابو حنیفہ کے فقہ سے دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ تو میں نے ثواب کے لئے یہ احادیث وضع کیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ بیضاوی اور کشاف کے مفسرین نے موضوع روایتیں لکھ لیں۔ یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ نقل بالمعنی میں اختلاف ہے بعض نے منع کیا ہے اور بعض جائز سمجھتے ہیں۔ اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ جو الفاظ و مقاصد کا علم نہیں رکھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ اس سے معنی میں کیا خلل ہو گا۔ اس کے لئے روایت بالمعنٰی جائز نہیں بلکہ جو لفظ سُنا ہے اُس کا ہی تعین ہونا چاہیئے۔ اور اگر اس کا علم رکھتا ہے تو اس کے لئے حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے علماء نے منع کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ روایت کی نقل اس کے لفظوں میں ہونی چاہیئے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں جائز علاوہ اس کے جائز ہے اور جمہور سلف و خلف کے نزدیک تصنیفات کے علاوہ جائز ہے۔ تصنیفات کے لئے دوسرے الفاظ روایت ہرگز جائز نہیں۔

فصل فی بیان تاریخ وفاۃ المجتھدین والمحدثین

اعلم ان الامام اباحنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ توفی ببغداد سنۃ خمسین ومائۃ

---

[1] رسالہ اصول حدیث (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۲۰-۲۱

وکان عمرہ سبعین و الامام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ توفی بالمدینۃ سنۃ تسع وتسعین ومائۃ وولد سنۃ ثلاثۃ او احدی او اربع او سبع و تسعین فتقدم ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عن مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولادۃً وموتًا و توفی الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بمصر سنۃ اربع ومأتین وولد سنۃ خمسین ومائۃ وتوفی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ببغداد سنۃ احدی واربعین ومأتین وولد اربع وستین ومائۃ و ولد البخاریؒ یوم الجمعۃ بحلب لثلثۃ عشر من شوال سنۃ اربعۃ وتسعین ومائۃ وتوفی لیلۃ عید الفطر سنۃ ستۃ وخمسین ومأتین بقریۃ من بخاری یقال لھا الخرتنک کان عمرہ ستین واثنتین سنۃ الاثلث عشر یومًا و مسلم مات بنیسابور سنۃ احدی وستین ومأتین وھو ابن خمس وخمسین و ابوداؤدؒ مات بالبصرۃ فی شوال سنۃ سبع وسبعین ومأتین و الترمذی ببلدۃ ترمذ فی رجب سنۃ تسع وسبعین ومأتین و النسائیؒ مات بمکۃ سنۃ ثلث وثلث مائۃ و الدارقطنی منسوب الی دار قطن محلۃ ببغداد وخربت الان مات سنۃ خمسین وثمانین وثلث مائۃ وولد بھا سنۃ ست وثلث مائۃ و الحاکمؒ مات بنیسابور سنۃ ثمان وخمسین واربع مائۃ وولد سنۃ احدی وثلث مائۃ و البیھقیؒ ولد سنۃ اربع وثلثین وثلث مائۃ ومات بنیسابور ثمان وخمسین واربع مائۃ و الخطیب البغدادیؒ ولد فی جمادی الاخر سنۃ اثنین وتسعین وثلث مائۃ ومات ببغداد فی ذی الحجۃ سنۃ ثلث وستین واربع مائۃ ھ [1]

"جان لو کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغداد میں ۱۵۰ سنہ ھجری میں وفات پائی جبکہ آپ کی عمر ۷۰ سترّ برس تھی اور امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدینہ منورہ میں ۱۹۹ سنہ ھجری میں وفات پائی اور ـــ سنہ ھجری کے درمیان پیدا ہوئے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ولادت اور وفات دونوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مقدم ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں ۲۰۴ سنہ ھجری میں وفات پائی۔ اور ۱۵۰ سنہ ھجری میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۴ سنہ ھجری میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ سنہ ھجری میں بغداد میں وفات

---

[1] رسالہ اصول حدیث (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۲ تا ۲۴

پائی۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حلب میں جمعہ کے روز ۱۳ شوال ۱۹۴ھ ہجری کو بغداد میں پیدا ہوئے اور عید الفطر کی رات ۲۵۶ھ ہجری میں بمقام بخارا وفات پائی۔ آپ کی عمر ۶۳ سال سے ۱۳ یوم کم ہوئی۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نیشاپور میں ۲۶۱ھ ہجری میں وفات پائی آپ کی عمر ۵۵ برس تھی۔ ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال بمقام بصرہ شوال ۲۷۷ھ ہجری میں ہوا۔ والترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال شہر ترمذ میں رجب ۲۷۹ھ میں ہوا۔ نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات بمقام مکہ ۳۰۳ھ ہجری میں ہوئی۔ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۳۸۰ھ ہجری میں بغداد کے محلہ دارقطنی میں انتقال ہوا۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ ۳۰۶ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور بمقام نیشاپور ۳۵۱ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ خطیب بغدادی کے رحمۃ اللہ علیہ جمادی الثانی ۳۹۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ذی الحجہ ۴۶۳ھ ہجری میں وفات پائی۔

شرحِ صحیح البُخاری

علامہ رشید رضا مصری اپنی کتاب کے مقدمے میں تحریر کرتے ہیں۔

"ولولا عنایة اخواننا علماء الهند بعلوم الحدیث فی هذا العصر لقضی علیها بالزوال من امصار الشرق" ؎۱

اگر ہمارے بھائیوں ہندوستان نے اس زمانے میں علومِ حدیث کے ساتھ اعتناء نہ کیا ہوتا تو مشرقی ممالک میں مکمل طور پر اُن کا زوال ہو چکا ہوتا۔"

عرب ممالک میں تو علم حدیث کے مختلف مراکز قائم ہی تھے مگر ہندوستان میں باقاعدہ طور پر کوئی ایسی درسگاہ نہیں ملتی جہاں سے تشنگانِ علمِ حدیث سیراب ہوتے۔ علمِ حدیث کے چشمے پھوٹتے اور ہندوستان علومِ نبوی سے سرسبز و شاداب ہو جاتا۔

جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر کرتے ہیں:۔

"بعض مصنفین کا خیال ہے کہ شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے ہندوستان کے مسلمان علمِ حدیث سے ناآشنا تھے۔ اور "مشارق الانوار" ؎۲ کے علاوہ کسی حدیث کی کتاب سے واقفیت نہ رکھتے تھے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اِن دو بزرگوں نے حدیث کا بہت چرچا کیا اور عوام کے استفادے کے لئے بہتر طریقے پر ان علوم کی اشاعت کی لیکن یہ کہنا کہ ان سے پہلے علمِ الحدیث یا کتب حدیث ہندوستان میں نہ تھیں، تاریخی حقائق کے خلاف ہے۔ اسلامی ہند نے اپنے ابتدائی دور میں سینکڑوں عالمِ حدیث پیدا کیے۔ اور علمِ حدیث پر متعدد کتب بیں لکھی گئیں" ؎۳۔

؎۱ "مفتاح کنوز السنة" مقدمہ ق، محمد فواد الباقی مطبوعہ قاہرہ ۱۹۳۴ء۔ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص۲۳۸ طبع دوم ۱۳۶۰ ہجری ۱۹۴۱ عیسوی۔ تاریخ مشائخ چشت۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۳۴۔ ؎۲ "مشارق الانوار النبویة من صحاح الاخبار المصطفویه" امام رضی الدین حسن بن محمد الصغانی (م ۶۵۰ھ) اس تصنیف میں بخاری اور مسلم کی جو روایات متفق علیہ ہے وہ بیان کی گئی ہے اور جو نہیں انھیں بخاری و مسلم کے حوالہ سے لکھا۔ اس کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں۔ تحفۃ الابرار شرح مشارق الانوار۔ شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفی (م ۷۸۶ ہجری) شرارق الاسرار العلیه فی شرح مشارق الانوار النبویه" شیخ مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشیرازی (م ۸۱۷ھ) کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ ص۱۶۸۸۔ اردو ترجمہ تحفۃ الاخیار کے نام سے جناب خرم علی بلہوری نے کیا۔ مطبوعہ کانپور ۱۹۱۷ء۔
؎۳ حیات شیخ عبدالحق ؒ پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۳

اگر تاریخی پس منظر میں علم حدیث کی ترقی و اشاعت اور علمائے ہند کی خدمات کا جائزہ لیا جائے تو اس امر کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ کہ اس سرزمین کے مسلمان علمِ حدیث کے فروغ دینے میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ سندھ میں عربوں کی فتوحات کے ساتھ ہی علم حدیث کی اشاعت شروع ہو چکی تھی جبکہ غزنوی سلاطین کے عہد میں لاہور علم حدیث کا بہت اہم مرکز تھا۔ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام نے سلاطین دہلی کے عہد میں اس علم پر خاص توجہ دی۔ نامور محدثین اور ان کے تلامذہ نے برصغیر میں اس علم کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ چوتھی صدی ہجری کے آخری حصے میں مسلمان سلطان محمود غزنوی کی زیر قیادت شمالی ہندوستان میں داخل ہو گئے[۱] اور سلطان نے پنجاب کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ خاندانِ غلامان کے سلاطین نے سلطنت کی حدود خلیج بنگال تک وسیع کر دی تھی[۲]۔ مسلمان کے اس پھیلتے ہوئے سیاسی اقتدار کے ساتھ شمالی ہند میں اسلامی علوم و فنون کی اشاعت ہونے لگی۔ ہمسایہ ممالک سے مسلمان علماء، اولیاء اور مبلغین اسلام بڑی تعداد میں ہند آنے لگے۔ جن کی ذاتی محنت، کوششں اور تحقیق اور تفحص سے اسلامی علوم و فنون کے بیش بہا خزانے آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رہ گئے۔

اس سلسلے کے محدثین متقدمین میں سب سے پہلے[۳] محدث جو لاہور (پنجاب) تشریف لائے وہ جناب شیخ المحدثین محمد اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ آپ بخارا سے ۳۹۵ھ ہجری ۱۰۰۴ء عیسوی میں وارد ہوئے اور یہیں سکونت اختیار کی۔ اسی وجہ سے آپ لاہوری مشہور ہو گئے۔ آپ فقہ، حدیث و تفسیر کے متبحر عالم تھے[۴] آپ ہی کی وجہ سے لاہور علم حدیث کا مرکز بن گیا۔ اور سو برس کے دوران ہی کئی مشہور محدث منظرِ عام پر آئے۔ اس لئے لاہور کی شہرت ہند سے باہر دوسرے ممالک میں بھی پھیل گئی۔ جس کا ذکر السمعانی نے کتاب الانساب نسبہ الاھوری کے ذیل میں کیا ہے[۵] اور ان محدثین کرام کے نام بھی لکھے ہیں[۶] جنہوں نے لاہور ہی میں زندگی بسر کی۔ اور اس شہر سے نسبت رکھتے تھے۔

۱۔ تاریخ فرشتہ، ابوالقاسم شاہ ج ۱ ص۲۷
۲۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا۔ ہیگ ج ۳ ص۲۶

۳۔ Indian's contribution to the study of Hadith Literature by Dr. Ishaq, published by Dacca University. p. 43-44.
مترجم شاھد حسین رزاقی ص۴۲-۱۷ مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور۔ خزینۃ الاصفیا، مفتی غلام سرور ج ۲ ص۲۳۲۔

۴۔ تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمان علی ص۱۲۹

۵۔ کتاب الانساب، السمعانی مطبوعہ گب میموریل سیریز لندن ص۴۹۷

۶۔ ابوالحسن بن عمر لاہوری (م ۵۲۹ھ ہجری) ابوالفتوح عبدالصمد بن عبدالرحمان لاہوری (م ۵۵۰ھ ہجری) ابوالقاسم محمد بن خلف لاہوری (م ۵۴۰ھ ہجری) وغیرہ۔ کتاب الانساب ص۴۹۷۔

آپ نے ۶۴۸ھ ہجری لاہور میں وفات[1] پائی۔

رضی الدین حسن بن محمد بن حسن الصغانی ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء

مولانا حسن صغانی بن محمد بن حسن بن حیدر صغانی ماوراء النہر کے ایک شہر صغان کے رہنے والے[2] تھے، جو چغان کا معرب ہے۔ آپ کے والد وہاں سے آکر لاہور میں مقیم ہو گئے۔ جہاں رضی الدین حسن ۱۰ یا ۱۵ صفر ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم مکہ معظمہ اور بغداد سے کیا۔ پھر دہلی آکر ۶۳۷ھ ہجری تک رہے پھر واپس بغداد[3] چلے گئے۔ اور ۶۵۰ھ/۱۲۵۲ء میں وفات[4] پائی۔ المشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ[5]۔ الرسالۃ الاحادیث الموضوعہ[6] مصباح الدجیٰ من صحاح الاحادیث المصطفیٰ[7]۔ شرح صحیح البخاری[8]، علاوہ احادیث کے علم فقہ، صرف و نحو اور شاعری پر بھی آپ کی تصانیف موجود ہیں۔

ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الھندی الغزنوی الدولۃ آبادی ۷۷۳ھ/۱۳۷۱ء

آپ ۷۰۴ھ ہجری بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ وجیہہ الدین دہلوی، شمس الدین خطیب اور سراج الدین ثقفی سے تحصیل علم کیا[9]۔ وہاں سے آپ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ چلے گئے۔ پھر وہیں سے قاہرہ کا رخ کیا۔ جہاں آپ کو

---

[1] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ صفحہ ۲۳۰۔ حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی صفحہ ۲۳۷/۲۳۹۔ گلزار ابرار محمد غوثی شطاری مانڈوی۔ مترجم احمد جیوری اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور صفحہ ۴۹۸

Preaching of Islam.

T.W. Arnold Lahore 1955. p. 280-281.

[2] Lands of Estern Caliphat. Le Strange Cambridge, 1905. p. 440

[3] Cambridge History of India. Heg. p. 40-41.

[4] کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ صفحہ ۱۶۸۸، مفتاح السعادۃ ج ۱ صفحہ ۹۸-۹۹ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۲۸ ہجری، مدینۃ العلوم مخطوطہ بانکی پور۔ الازنقی، ۹۰ ب، علی القاری، سبحۃ المرجان غلام علی آزاد بلگرامی مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۱ ہجری صفحہ ۲۹، مآثر الکرام مطبوعہ آگرہ ۱۳۱۰ ہجری صفحہ ۱۸۳/۱۸۴ ابجد العلوم نواب صدیق خان بھوپالی صفحہ ۲۹-۳۰۔ اتحاف النبلاء صفحہ ۲۴۳۔ تذکرہ علماء ہند مولوی رحمان علی صفحہ ۲۵۳/۲۵۵۔ معارف صفحہ ۲۵۲/۲۵۳ ش ۴ ج ۴۴-۲ ش ۵ صفحہ ۷ و ۱۳ مضمون امام صغانی السیدیری، فہرست بوحار ج ۲ صفحہ ۳۱/۳۲۔ فہرست بانکی پور ج ۲ صفحہ ۹۴/۹۵۔ ادارہ معارف اسلامیہ روداد اجلاس منعقدہ لاہور ۱۹۳۳ء۔ [5] برٹش میوزیم ۱۷۱۳ دالے یو ۳۵ ا۔ کشف الظنون ج ۲ صفحہ ۱۶۸۸۔

[6] کشف الظنون ج ۲ صفحہ ۱۴۰۵، فہرست قاہرہ ۷:۱۲۳-۱۲۳۔ [7] اتحاف النبلاء، نواب صدیق حسن خان بھوپالی صفحہ ۲۴۳

[8] ایضاً اتحاف النبلاء، نواب صدیق حسن خان بھوپالی صفحہ ۲۴۳۔ حدائق الحنفیہ صفحہ ۲۵۲/۲۵۵۔ [9] نزہۃ الخواطر۔ عبدالحی حسنی ج ۲ صفحہ ۹۵/۹۶ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ڈاکٹر زبید احمد مترجم شاہد حسین رزاقی ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور طبع اول ۱۹۷۳ء صفحہ ۲۷۹۔ تذکرہ علمائے ہند صفحہ ۳۵۷

قاضی القضاۃ بنایا گیا[۱]۔ حدیث میں شرح اربعین[۲] اور شرحِ توضیح البخاری[۳] آپ کی تصانیف ہیں علاوہ ازیں فقہ اور تصوف میں بھی آپ کی کتب موجود ہیں۔ آپ نے ۷۷۳ھ ہجری ۱۳۷۱/۷۲ء میں وفات[۴] پائی۔

بدرالدین محمد بن ابوبکر المعروف بہ ابن الدمامینیؒ ۷۶۳ھ ہجری ۱۳۶۱ء تا ۸۲۷ھ ہجری ۱۴۲۴ء

آپ سلطان احمد بن مظفر شاہ کے دور میں گجرات آئے[۵] اور صحیح بخاری کی شرح مصابیح الجامع[۶] لکھی۔ جسے اس وقت کے علم دوست بادشاہ کے نام پر معنون کیا۔ تعلیق الفرائض، تحفۃ الغریب، شرح مغنی اللبیب اور عین الحیات فی خلاصۃ حیات الحیوان نیز صرف و نحو پر ایک رسالہ المنحل فی شرح العرفی بھی تحریر کیا[۷]۔ آپ عربی لغت اور صرف و نحو پر سند مانے جاتے تھے۔ علامہ جلال الدین السیوطیؒ نے اپنی تصنیف بغیۃ الوعاۃ میں اسی حیثیت سے ذکر کیا ہے[۸]۔ مصابیح الجامع کا قلمی نسخہ کتب خانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے[۹]۔ اور اسی موضوع پر الفتح الربانی اور تعلیق المصابیح[۱۰] بھی اسی کتب خانہ میں ہیں۔ بہمنی حکومت کے دارالسلطنت گلبرگہ میں شعبان ۸۲۷ھ ہجری / جولائی ۱۴۲۴ء عیسوی میں وفات پائی[۱۱]۔

نورالدین احمد بن عبداللہ شیرازی الطاوسیؒ

اسی دور کے ایک مشہور و معروف محدث جناب نورالدین احمد بن عبداللہ شیرازی الطاوسی بھی[۱۲] تھے۔ آپ احمد شاہ کے دور میں گجرات[۱۳] آئے۔ آپ نورالدین مجدالدین فیروز آبادیؒ (م ۸۱۷ھ ہجری)، شمس الدین الجذریؒ (م ۸۳۶ھ)

---

[۱] نزہتہ الخواطر عبدالحی حسنی ج ۲ صفحہ ۹۶/۹۵، حدائق الحنفیہ، فقیر محمد جہلمی صفحہ ۲۹۴۔ [۲] ایوانوف، فہرست مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۲: ۳۴۰، ۵۱ سنہ ۱۹۲۴ء۔ [۳] فہرست کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میر عثمان علی ۴: ۲۴۸

[۴] نزہتہ الخواطر ج ۲ صفحہ ۹۶۔ [۵]

Catalogue of Arabic Manuscripts
in Indian office Library. No. 924 P. 267 London. 1877.

[۶] کشف الظنون ج ۲ صفحہ ۵۲۹ اتحاف النبلاء صفحہ ۵۳۔

[۷] المنحل الصفی فی شرح العرفی، المقدمہ الدمامینی مخطوطہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن سنہ ۱۶۵۸ء

[۸] بغیۃ الوعاۃ علامہ جلال السیوطیؒ مطبع مصر صفحہ ۲۷

[۹] فہرست کتب خانہ خدیویہ۔ قاہرہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری ج ۱ صفحہ ۴۲۲

[۱۰] قاموس التراجم ج ۳ صفحہ ۸۷

[۱۱] کشف الظنون ج ۲ صفحہ ۵۲۹۔ الضوء اللامع۔ علامہ السخاوی مطبوعہ قاہرہ سنہ ۱۳۵۲ھ ج ۷ صفحہ ۱۸۶

[۱۲] درگاہ طاؤس الحرمین سے نسبت کی وجہ سے طاؤسی کہلائے جاتے ہیں۔

[۱۳] یادِ ایام۔ عبدالحی حسنی مطبوعہ علی گڑھ سنہ ۱۹۱۹ء صفحہ ۳۴

اور بابا ھرویؒ کے شاگرد تھے[۱]۔ نورالدین احمد بن عبداللہ شیرازی نے صحیح بخاری کا درس بابا ھروی ؒ سے لیا تھا۔ مشکوٰۃ المصابیح کا درس شرف الدین عبدالرحیم سے[۲] اور انہوں نے امام الدین (جو کہ مشہور مصنف الخطیب بغدادی التبریزی (م ۷۹۳ھ) کے شاگرد تھے) حاصل کیا[۳]۔

یحییٰ بن عبدالرحمن بن ابی الخیر ہاشمی الشافعی ۷۸۹ھ/۱۲۸۷ء تا ۸۴۳ھ/۱۳۳۹ء

آپ کا تعلق مکہ معظمہ کے قبیلہ فہد کے محدثین سے تھا۔ اسی لئے آپ ابن فہد سے مشہور تھے۔ ۸۳۰ھ ہجری میں ہندوستان کے علاقہ کھمبائیت پہنچے[۳]۔ وہاں سے گلبرگہ چلے آئے۔ علامہ ابن الحجر العسقلانی اور مدینہ منورہ کے دوسرے شیوخ سے علم حدیث پڑھا۔ زین العابدین العراقی (م ۸۰۶ھ ہجری) اور نورالدین الحیثمی (م ۸۰۷ھ) نے آپ کو حدیث پڑھانے کا اجازت نامہ دیا تھا۔ آپ نے جمادی الثانی یا رجب ۸۴۳ھ میں جنوبی برار میں بمقام مہر وفات پائی[۴]۔

ابوالفتح بن رضی المکی ؒ ۸۸۶ھ ہجری/۱۴۸۱ء

آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے عبدالرحمن السخاوی (م ۹۰۲ھ ہجری) سے سماعت حدیث کی، پھر ہندوستان میں مالوہ کے دارالحکومت مانڈو آگئے۔ اور تیرہ سال تک درس حدیث دیتے رہے۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ واپس چلے گئے۔ اور ۸۸۶ھ ہجری میں وفات پائی[۵]۔

عمر بن محمد دمشقی تنزیل الکنبایت ۸۲۹ھ/۱۴۳۵ء تا ۹۰۰ھ/۱۴۹۴ء

آپ امام السخاوی ؒ کے شاگرد اور ہم سبق تھے۔ قاہرہ میں ایک خاتون محدثہ سارہ بنت جماعہ (م ۸۵۵ھ) اور طبرانی سے معجم الکبیر کا درس لیا۔ بحیثیت ایک تاجر کے ہندوستان کے علاقہ کنبائیت آئے۔ یہاں حدیث کا سلسلہ درس شروع کیا۔ آپ شافعی المذہب تھے۔ اس لئے آپ کو شافعیوں کا قاضی مقرر کیا گیا۔ علامہ السخاوی سے بھی حدیث کی اجازت لی۔ کنبائیت ہی میں مستقل سکونت اختیار کی اور علم حدیث کی خوب اشاعت کی۔ اسی لئے آپ کو تنزیل الکنبائیت کہا جاتا ہے[۶]۔

---

[۱] نزہتہ الخواطر عبدالحیٔ حسنی ج ۳ تذکرہ احمد بن عبداللہ شیرازی۔ [۲] نزہتہ الخواطر عبدالحیٔ حسنی ج ۳ تذکرہ احمد بن عبداللہ شیرازی۔
[۳] یہ علاقہ بھارت کے صوبہ گجرات میں شامل ہے۔

India's Contribution to the study of Hadith Literature Dr. Ishaq, p. 89.

[۴] In Bombay Presidency, lat 72:19N: Long 72·88·E. India's Contribution to the study of Hadith Literature. Dr. Ishaq. p. 89.

[۵] الضوء اللامع، علامہ السخاوی ص ۱۲۵ ، [۶] ایضاً . . . . ص ۲۰

عبدالمعطی الحضرمی ۹۸۹ھ سنہ ہجری / ۱۵۸۱ء سنہ

آپ ۹۰۵ سنہ ہجری میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام ذکریا الانصاری کے مکتب میں بمعہ اپنے والد الحسنؒ کے شریک درس ہوئے آپ دونوں نے شیخ الاسلام سے صحیح البخاری کا درس لیا۔ باپ قاری تھا اور بیٹا سامع ۹۶۳ھ سے پہلے عبدالمعطی احمد آباد تشریف لے آئے۔ احمد آباد میں درس حدیث جاری کیا۔ الخصوص بخاری شریف کا درس دیتے تھے۔ آپ نے کتاب اسماء الرجال البخاری لکھی۔ جس کا ذکر النور السافر میں ہے۔ ذی الحجہ ۹۸۹ھ جنوری ۱۵۸۱ء سنہ کو احمد آباد میں وفات پائی۔[1]

شیخ عبداللہ العیدروسیؒ ۹۹۰ سنہ ہجری / ۱۵۸۲ء سنہ

آپ النور السافر کے مصنف شیخ عبدالقادر عیدروسی کے والد تھے مکہ مکرمہ میں ابن حجر الہیثمی کے مکتب میں حدیث پڑھ کر اجازت حاصل کی۔ مشکوٰۃ المصابیح کی شرح لکھی[2]۔ شیخ عبداللہ ۹۵۸ سنہ ھ ۱۵۵۱ء میں احمد آباد آئے اور یہاں علم حدیث کا اتنا عظیم درس قائم کیا کہ آپ کی ذات تمام ہند کے علمائے کرام اور صوفیائے عظام کے لئے مرکز بن گئی۔ آپ نے رمضان ۹۹۰ سنہ ھ ۱۵۸۲ء میں احمد آباد میں وفات[3] پائی۔

وجیہ الدین محمد المالکیؒ ۸۵۶ سنہ ہجری / ۱۴۵۲ء سنہ تا ۹۱۹ سنہ ہجری / ۱۵۱۳ء سنہ

آپ نے علامہ ابن الحجر العسقلانی کے ساتھ حدیث پڑھی۔ السخاویؒ کی کتب میں شریک ہوئے۔ یمن کے مدرسہ زبیلع میں حدیث کا درس دیا۔ اور پھر یمن سے احمد آباد جانے کے لئے کنبائیت کے سفر پر روانہ ہوئے کنبائیت میں درس حدیث شروع کیا۔ سلطان محمود اول ۸۶۳ سنہ ہجری ۱۴۵۴ء تا ۹۱۷ سنہ ہجری ۱۵۱۱ء نے آپ کو "ملک المحدثین" کا خطاب عطا کیا[4]۔ احمد آباد میں ۹۱۹ سنہ ہجری ۱۵۱۳ سنہ ء میں وفات[5] پائی۔

جمال الدین محمد بن عمر حزرمی المعروف بحرق ۸۶۹ سنہ ہجری ۱۴۶۴ء تا ۹۳۰ سنہ ہجری ۱۵۲۴ء

آپ ۹۳۴ سنہ ہجری میں گجرات آئے۔ آپ گجرات کے حکمران مظفر ثانی کے استاد تھے۔ درس حدیث آپ ہی سے حاصل کیا[6]۔ المنذری کی کتاب "الترغیب والترھیب" کا خلاصہ "التقریب والتھذیب" کے نام سے لکھا جس کا ایک مخطوطہ رام پور کے سرکاری کتب خانے میں موجود[7] ہے۔

---

[1] النور السافر عن اخبار القرن العاشر۔ محی الدین عبدالقادر عیدروسی مطبوعہ بغداد ۱۹۳۴ سنہ ء صفحہ ۲۵۶ [2] یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی البتہ قلمی نسخے بمبئی اور سورت میں موجود ہیں۔ علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ۔ مترجم شاہد حسین رزاقی صفحہ ۹۸ [3] النور السافر صفحہ ۳۵۸ [4] النور السافر صفحہ ۱۰۱ ۔ [5] النور السافر صفحہ ۱۰۲ ۔ [6] النور السافر صفحہ ۱۴۷ ۔ [7] فہرست کتب خانہ رام پور ج ۱ نمبر ۵۹

تبصیر الحضرة الشاهیة الاحمدیه بسیرة الحضرة النبویه الاحمدیه یہ بھی آپ کی تصنیف ہے[1]۔ آپ کو سلطان مظفر شاہ کے دربار میں بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ لہٰذا حاسدین نے ۲۸ شعبان ۹۳۰ھ جون ۱۵۲۴ عیسوی کی رات زہر دے کر ہلاک کر دیا[2]۔

رفیع الدین صفوی ۹۵۴ھ ہجری / ۱۵۴۱ء

آپ علامہ السخاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد تھے۔ جب ۹۰۲ھ ہجری ۱۴۹۲ء میں علامہ السخاویؒ کی وفات ہوئی تو رفیع الدین گجرات چلے گئے۔ اس وقت سلطان محمود اول کے دور کا آخری وقت تھا۔ جناب شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"کہ ۸۹۴ھ ہجری تا ۹۲۳ھ ہجری میں سکندر لودھی نے آپ کے لئے شہر میں ایک مکان بنایا اور اس محلے کا نام بھی آپ کے نام پر رکھا گیا۔ اسی مقام پر جناب رفیع الدین نے چونتیس ۳۴ برس تک علم کا درس دیا اور ۹۵۴ھ ۱۵۴۱ء میں وفات پائی[3]"۔

میر کلاں محدث اکبر آبادی ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء

آپ خراسان کے ایک مشہور ولی خواجہ کوہیؒ کے پوتے تھے آپ نے نسیم الدین میرک شاہ بن جمال الدین محدث سے علم حدیث حاصل کیا۔ میر کلاں مکہ معظمہ میں حدیث کا درس پڑھاتے تھے۔ اسی لئے شیخ الحرم مکی کہلائے جاتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں منجملہ دوسرے لوگوں کے ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۶ھ ہجری) اور غضنفر بن جعفر نہروالیؒ (م ۱۰۰۰ھ ہجری) نے بھی مشکوٰۃ المصابیح کا درس آپ ہی سے لیا[4]۔ آپ نے محرم ۹۸۳ھ اپریل ۱۵۷۵ء بمقام اکبر آباد وفات پائی[5]۔

---

[1] عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ مترجم شاہد حسین رزاقی ص ۱۸۲۔ [2] النور السافر عبدالقادر عیدروسی ص ۱۴۳ تا ۱۵۱۔
[3] اخبار الاخیار شاہ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۵۶۔ حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۳۷۶۔ [4] منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی ص ۱۲۹
[5] کتاب الامداد در رسائل الاسانید عبداللہ بن سالم بصری مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۸ھ ج ۳ ص ۵۵۔ [6] قال العلامة الشریف عبدالحیٔ بن فخر الدین الحسنی فی کتابہ نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر ج ۴ ص ۳۳۳ ما نصہ الشیخ العالم المحدث محمد سعید بن مولانا خواجہ الحنفی الخراسانی المشهور بمیر کلاں کان من کبار العلماء ولد ونشأ وقرأ العلم علی العلامة عصام الدین ابراهیم بن عرب شاه الاسفرائنی وعلی غیره من العلماء ثم اخذ الحدیث عن السید نسیم الدین میرک شاه بن جمال الدین الحسینی الهروی ولازمه مدة ثم سافر الی الحرمین الشریفین فحج وزار وسکن بمکة المبارکة مدة۔ اخذ عنه الشیخ علی بن سلطان القاری الهروی صاحب المرقاة والسید غضنفر بن جعفر الحسنی النهروالی وخلق کثیر من العلماء
(حاشیہ جاری ہے)

شیخ یعقوب حسن صرفی کشمیری ۹۰۴ھ/۱۵۰۲ء تا ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۵ء

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۰۳۴ھ) کے علم حدیث میں استاد تھے ۹۰۸ھ کشمیر میں پیدا ہوئے۔ آپ ابن حجر الہیتمی کے شاگرد تھے۔ آپ نے ۱۸ ذیقعد ۱۰۰۳ھ جولائی ۱۵۹۵ء کو کشمیر میں وفات پائی[1]۔ آپ نے صحیح بخاری کی شرح لکھی اور دوسری بھی کئی تصانیف ہیں۔

مولانا عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم صدیقی حنفی سندھی ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ء[2]

آپ نے شیخ وجیہہ الدین (م ۹۹۸ھ ہجری)، قاضی محمد موہری رحمۃ اللہ تعالیٰ اور شیخ حسن بغدادی سے تحصیل علم کیا۔ شعبان ۱۰۰۸ھ ہجری فروری ۱۶۰۰ء میں آپ کو معہ سترہ افراد خاندان کے ڈاکوؤں نے شہید کر دیا[2]۔ آپ شرح صحیح بخاری (غایۃ التوضیح للجامع الصحیح تحریر کی[3]۔

شیخ احمد سرہندی ۹۷۱ھ ہجری/۱۵۶۴ء تا ۱۰۳۴ھ ہجری/۱۶۲۴ء

آپ کا اسم گرامی احمد تھا والد کا نام عبد الاحد اور نسباً آپ فاروقی تھے اور سکنٰ سرہندی تھے۔ سابق ریاست پٹیالہ میں ۱۴ شوال ۹۷۱ھ ہجری جون ۱۵۶۵ء میں پیدا ہوئے[4]۔ مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد سیالکوٹ اور پھر کشمیر چلے گئے۔ ملا کمال الدین کشمیری (م ۱۰۱۷ھ ہجری) اور شیخ یعقوب صرفی (م ۱۰۰۳ھ) سے علم حاصل کیا۔ شیخ یعقوب نے آپ کو صحیح بخاری، مشکوٰۃ اور جامع صغیر (سیوطی) کا درس دینے کی اجازت دی۔ پھر آپ نے قاضی بہلول بدخشی سے صحاح ستہ کی اجازت حاصل کی جو کہ مکہ مکرمہ کے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۹۱) وکان عالماً کبیراً محدثاً محققاً لما ینقلہ کثیر الفوائد جید المشارکۃ فی علوم لہ ید طولی فی الحدیث درس وافادہ مدۃ حیاۃ مع الطریقۃ الظاھرۃ والصلاح۔ مات ببلدۃ آکرہ سنۃ احدی وثمانین وتسع مائۃ ولہ ثمانون سنۃ وکرہ البدایونی ملا قاری مقدمہ محمد عبد الحلیم بن عبد الرحیم چشتی البعاعۃ المزجاۃ عن یطاع المرقاۃ فی شرح المشکاۃ مکتبہ امدادیہ ملتان مجلس اشاعت المعارف۔ ابجد العلوم ص ۹۰۴ حدائق الحنفیہ ص ۳۸۵۔ بوستان اخیار مولانا سعید احمد مارھروی آگرہ ص ۹۳۲/۲۱۹

[1] نزہۃ الخواطر عبد الحی حسنی ج ۵ ص ۳۶، حدائق الحنفیہ ص ۳۹۵/۳۹۴، تاریخ کشمیر اعظمی خواجہ محمد اعظم شاہ ص ۱۱۶/۱۱۱ منتخبۃ التواریخ ص ۶۶۶/۶۶۵

[2] نزہۃ الخواطر ج ۵، تذکرہ عثمان بن علی بن ابراہیم ص ۲۷، گلزار ابرار محمد غوثی شطاری مانڈوی ص ۵۳۷۔

[3] کتب خانہ انڈیا آفس لائبریری لوحہ فہرست ص ۱۲۹، کتب خانہ آصفیہ ج ا ص ۲۲۔

[4] ابجد العلوم ص ۸۹۹۔ احوال العارفین حافظ غلام فرید ص ۲۲ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۴۱

(حاشیہ اور متن جاری ہے)

مشہور محدث عبدالرحمٰن بن فہد کے شاگرد[1] تھے۔ آپ نے ۶۳ برس کی عمر میں ۲۸ صفر بروز شنبہ بوقت چاشت ۱۰۳۴ھ کو وفات پائی۔ اور سرہند ہی میں دفن ہوئے۔ آپ کے مکتوبات اور رسالہ اربعین احادیث سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کے صاحبزادوں میں جناب شیخ محمد سعید خازن رحمت ۱۰۰۳ ہجری تا ۱۰۷۰ ہجری اور شیخ محمد معصوم (م ۱۰۸۰ھ) بہت بڑے عالم حدیث تھے۔ ساری عمر درس وتدریس اور تزکیہ نفس میں گذاری۔ شیخ محمد سعید نے مشکوٰۃ المصابیح پر حاشیہ بھی لکھا[2] اور آپ کے صاحبزادے جناب فرخ شاہ (۱۰۳۸ھ تا ۱۱۲۲ھ) نہایت بلند پایہ اور عظیم الشان محدث تھے۔ آپ کو ستر ہزار احادیث معہ اسانید زبانی حفظ تھیں۔ اسی وجہ سے آپ حافظ کے لفظ سے مشہور تھے[3]۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"وکہ جامع علم باطن وظاہر وعالم زمان ومصنف وقت ومحدث بودند۔ زیارت کردم وصحبت یانمودم[4]"

"آپ علم ظاہر وباطن میں اکمل تھے۔ اپنے وقت کے بہترین مصنف امام زمانہ اور محدث تھے۔ میں نے آپ سے شرف ملاقات کیا۔ کئی دفعہ ہم نشینی نصیب ہوئی۔"

حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادہ جناب شیخ محمد معصوم المعروف عروۃ الوثقیٰ کے فرزند شیخ خواجہ سیف الدین سرہندی (م ۱۰۹۸ھ) نے اپنی ساری زندگی علم حدیث کی تعلیم وتدریس میں گذاری اسی لئے آپ کو محی السنۃ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کے صاحبزادہ شیخ خواجہ محمد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۵ء تا ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۲ء میں بڑے ممتاز محدث تھے۔ آپ نے فیض الباری شرح صحیح البخاری کے نام سے شرح لکھی[5]۔

گیارھویں ہجری ہی میں ایک بزرگ خانوادہ جس نے اپنے عظیم المرتبت مقام کے مطابق حدیث مبارکہ کی نہایت عظیم الشان خدمت سرانجام دی یہی خانوادہ شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تھا۔

شیخ الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۹۵۴ھ / ۱۵۵۱ء تا ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء

آپ کے والد کا اسم گرامی سیف الدین بن سعد اللہ تھا۔ آپ ترکی النسل دہلوی تھے۔ آپ کے والد شیخ سیف الدین متوفی سنہ ۹۹۰ھ تصوف کے بہترین عالم تھے۔ جنہوں نے تصوف پر کئی رسالے لکھے[6]۔ علم حدیث سے آپ کو

---

[1] نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۴۳ تا ص ۵۳، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۶۰۰ تا ص ۶۰۹۔ [2] حدائق الحنفیہ ص ۴۲۱، تذکرہ علماء ہند ص ۹۱ نزہۃ الخواطر ج ۵۔ تذکرہ سعید بن احمد سرہندی ص ۳۳۶۔ [3] الیانع الجنی فی اسانید شیخ عبد الغنی محمد بن یحییٰ المدعو محسن تیمی بکری ترہٹی مطبع صدیقی بریلی ۱۲۸۰ ہجری ص ۹۵۔ نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۲۲۲-۲۲۳ فقہائے ہند محمد اسحٰق بھٹی ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ج ۵ حصہ اول ص ۳۱۳۔ علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ ص ۱۶۲۔

[4] درکسب وسلوک وبیان حقیقت ومعرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۶۲

[5] معارف الاعوارف عبدالحئی حسنی عنوان شروح البخاری بحوالہ ڈاکٹر محمد اسحاق "علم حدیث میں پاک وہند کا حصہ" ص ۱۶۹

[6] فہرست بانکی پور ج ۱۳ ص ۱۱۱-۱۱۲۔

بہت زیادہ شغف تھا۔ فقہ کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مکہ معظمہ پہنچ کر شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۰۱۰ھ) سے حدیث کی تعلیم حاصل کی جو علی متقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برہان پوری (م ۹۷۵ھ) کے شاگرد تھے۔ آپ سے صحاح ستہ کی اجازت حاصل کرنے کے بعد علم حدیث کی تکمیل کر لی۔[1] تحصیل علم کے بعد واپس دہلی آکر خانقاہِ قادریہ میں ایک دارالعلوم قائم کیا جس میں علم حدیث کے متعلق جتنی زیادہ تعداد میں کتابیں ممکن ہو سکیں نقل کروا کر اپنے کتب خانے میں رکھیں۔ جناب طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کے مجمع بحار الانوار کے مخطوطہ پر یہ درج کیا گیا تھا[2] گویا آپ نے صرف احادیث اور ان کی شروح ہی جمع نہیں کیں۔ بلکہ احادیث کے موضوع پر کتابوں کی نقول بھی کروا کر اپنے کتب خانے میں رکھتے تھے۔ دہلی میں حوض شمسی کے قریب اپنے لئے ایک مقبرہ تعمیر کیا تھا۔ جس میں آپ سنہ ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں وفات پا کر دفن ہوئے آپ لاتعداد کتابوں کے مصنف تھے۔ جن میں تقریباً ۱۳ کتابیں حدیث کے موضوع سے متعلق ہیں۔[3] ان میں اشاعت اللمعات فارسی۔ لمعات التنقیح عربی میں ہے۔ آپ کی یہ دونوں تصانیف اس قدر مقبول ہیں کہ ان کی اشاعت کئی بار ہو چکی ہے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ الاسلام شیخ نور الحق سنہ ۹۸۳ھ/۱۵۱۵ء تا سنہ ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء نامور محدث، فقیہہ اور مؤرخ تھے۔ آپ نے اپنے والد سے علم اخذ کیا۔ اور تمام تر زندگی علم حدیث کی اشاعت و تبلیغ کے لئے وقف کر دی۔ سنہ ۱۰۷۳ھ/۱۶۶۲ء بمقام دہلی وفات پائی۔ آپ نے شرح بخاری بنام صحیح البخاری شرح تیسیر القاری تصنیف کی جو فارسی زبان میں ایک مکمل و جامع شرح ہے۔ پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ شرح الشمائل النبی الترمذی سے صرف شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرح ہے۔ آپ کے پڑپوتے حافظ عبدالصمد فخر الدین محب اللہ قمقام عالم حدیث تھے۔ آپ کے والد محب اللہ نے اپنے دادا شیخ نور الحق سے علوم حاصل کئے۔ آپ نے صحیح مسلم کی شرح منبع العلم فی شرح صحیح مسلم تحریر کی۔[4] آپ نے اپنے والد گرامی کی اس تصنیف پر مناسب اضافے بھی کئے۔ اور تراجم بھی کیں۔ حافظ فخر الدین کے صاحبزادے شیخ ابو الاسلام (م ۱۱۸۰ھ) نے صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث کی اجازت اپنے والد سے حاصل کی۔ آپ نے بخاری کی شرح لکھی جو شیخ الاسلام کے سے مشہور رہے۔ شیخ نور الحق کے پوتے شیخ سیف اللہ بن نور اللہ سنہ ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء تا سنہ ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء جو اورنگزیب عالمگیر کے عہد حکومت میں بڑے نامور عالم و محدث گزرے ہیں۔[5]

---

[1] حیات شیخ عبدالحق پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۱۶۱۔

[2] ایضاً ″ ″ ″ ″ ص ۱۶۴

[3] کتب خانہ رام پور نمبر ۴ ۱۹ء احمد پریس رام پور سنہ ۱۹۰۲ء

[4] فہرست کتب خانہ بانکی پور نمبر ۱۲۰۷ اے۔ ایس۔ بی نمبر ۱۰۰۷

[5] نزہۃ الخواطر عبدالحئی حسنی ج ۶، تذکرہ سیف اللہ بخاری ص ۱۰۲

شیخ الھند محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پڑپوتے ہیں۔ شمائل النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شرح بنام اشرف الوسائل فی شرح الشمائل لکھی[1]۔

جناب شیخ الھند محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کی اولاد امجاد کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ جنہوں نے مختلف علاقوں میں علمِ حدیث کی خوب تبلیغ و اشاعت کی جن میں خواجہ معین الدین (م ۱۰۸۵ھ) خواجہ حیدر چلو کشمیری (م ۱۰۵۷ھ ہجری)[2] اور میر سید بلگرامی ۱۰۳۳ھ ہجری تا ۱۱۱۵ھ ہجری میں جیسے جلیل القدر محدثین تھے۔ گیارہویں و بارہویں صدی ہجری کے محدثین نے علمِ حدیث پہ جو گراں قدر سرمایہ چھوڑا اور سلسلۂ حدیث کی تبلیغ و تدریس اور ترویج و اشاعت کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر محمد اسحاق لکھتے ہیں:-

"Lahore became an important center of Hadith learning under Mowlana Muhammad (circ. 900 – 1000) The Mufti and one of the most respected teacher's of the city. Who tought for many years the "Sahih-al-Bukhari and the Mishkat-al-Masabih" to a number of pupils of whome some had been the most learned man of their time."[3]

"کہ لاھور، مولانا مفتی محمد ۹۰۰ھ ہجری تا ۱۰۰۰ھ ہجری کی سرگرمیوں کے باعث علمِ حدیث کا مرکز بن گیا۔ آپ شہر کے ممتاز ترین عالم تھے۔ کئی سالوں تک صحیح بخاری اور مشکوٰۃ المصابیح کا درس دیتے رہے جس میں بکثرت شاگرد اور اس دور کے چند نہایت قابل علماء بھی شامل تھے[4]"

شیخ منصور بن عبد المجید بن عبد الشکور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۱۰ھ / ۱۶۰۳ء

آپ سعد اللہ بنی اسرائیلی (م ۱۰۰۰ھ)[5] اور اسحاق کاکو (م ۹۹۶ھ)[6] کے شاگرد تھے۔ تحصیل کے

---

[1] نزہۃ الخواطر عبد الحی حسنی ج ۶ تذکرہ سیف اللہ بخاری ص ۱۰۱ ۔ فقہائے ہند محمد اسحاق بھٹی ج ۵ حصہ اول ص ۱۹۱

[2] تاریخ کشمیر اعظمی خواجہ محمد اعظم شاہ ص ۱۲۸ ۔ [3] ایضاً ...... ص ۱۴۳ حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۴۰۸/۴۰۹

تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص ۵۲ ۔ [4] Indias contribution to the story of Hadith literature. Dr M. Ishaq P, 111

[5] منتخب التواریخ عبد القادر بدایونی ص ۵۲ ۔ [6] منتخب التواریخ عبد القادر بدایونی ص ۵۲ ۔

بعد اکبر بادشاہ نے آپ کو ۹۸۵ھ ہجری میں مالوہ کا عالی قدر منصب[۱] دیا۔ چونکہ آپ حد درجہ راسخ العقیدہ عالم تھے اس لئے اکبر کے ساتھ آپ کی نہ بنی۔ اور پانچ برس تک قلعہ گوالیار میں قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے حتیٰ کہ آگرہ میں آپ کو منتقل کر دیا گیا۔ اور وہیں پہ ناروا مظالم سہتے ہوئے ۱۲ ذیقعد ۱۰۱۰ھ ہجری اپریل ۱۶۰۲ء کو وفات پائی۔ حدیث کی مشہور کتاب مشارق الانوار الصغانی کی شرح اور حصن حصین مصنفہ الجزری[۲] کی شروح کیں[۳]۔

محی الدین عبدالقادر بن شیخ عبداللہ العیدروسی الحضری الهندی احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ یمن کے ایک اعلیٰ خاندان عیدروس کے فرد تھے۔ آپ کے والد ۱۵۷۰ء کو اسی شہر میں پیدا ہوئے[۴]۔ آپ عالم، صوفی اور بلند پایہ محدث تھے۔ احمد آباد میں والد کی وفات کے بعد انہی کے دار العلوم میں حدیث و تصوف کا درس دیتے تھے۔ آپ نے تقریباً بیس[۲] کتابیں تصنیف کیں[۵]۔ جن میں "المنح الباری بختم الصحیح البخاری"[۶] اور "النور السافر عن اخبار القرن العاشر" مشہور کتابیں ہیں۔ موصوف ۱۰ محرم ۱۰۳۷ھ ہجری ستمبر ۱۶۲۷ء کو احمد آباد ہی میں فوت ہوئے[۷]۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۱۱۴ھ ہجری ۱۷۰۳ء تا ۱۱۷۶ھ ہجری ۱۷۶۵ء

بارہویں صدی ہجری میں محدثین کا علمی مرکز امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دار العلوم تھا۔ آپ کا اسم گرامی قطب الدین احمد بن عبدالرحیم تھا۔ حضرت عمر فاروق کی اولاد میں سے تھے۔ مذہباً حنفی تھے اور شاہ ولی اللہ کے نام سے مشہور تھے۔ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ ہجری بروز چہارشنبہ فروری ۱۷۰۳ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ حفظِ قرآن مجید کے بعد تمام علوم سے ۱۵ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی۔ حدیث مبارکہ کا کچھ درس جناب افضل سیالکوٹی (م ۱۱۴۶ھ) اور اپنے والدِ بزرگوار جناب شاہ عبدالرحیم (م ۱۱۳۱ھ)

[۱] گلزار ابرار محمد غوثی شطاری مانڈوی ص ۱۲۲۔ [۲] ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر دمشق کے رہنے والے تھے۔ ابن الجزری کے لقب سے مشہور ہیں ۷۵۱ھ میں بمقام دمشق پیدا ہوئے اور ۸۳۳ھ ہجری میں انتقال ہوا۔ بستان المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۳۱/۱۴۱۔ [۳] نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۹۸
[۴] عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ ڈاکٹر زبید احمد مترجم شاہد حسین رزاقی ص ۱۸۱۔
[۵] تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص ۱۲۶۔

[۶] النور السافر، عبدالقادر عیدروسی ص ۲۳۸۔
[۷] حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۴۰۲، ص ۴۰۳، تذکرہ علمائے ہند ص ۱۲۶
[۸] علم حدیث میں پاک و ہند کا حصہ۔ ڈاکٹر محمد اسحاق مترجم شاہد حسین رزاقی ص ۱۹۳

سے لیا۔ پھر آپ حرمین الشریفین تشریف لے گئے اور وہاں پر مختلف محدثین سے حدیث کا درس حاصل کیا۔ ابو طاہر بن ابراہیم قردی شافعی مدنی دم ۱۱۴۵ھ ہجری سے صحاح ستہ، مشکوٰۃ المصابیح اور حصن حصین جبکہ وفد اللہ المالکی المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے موطا، امام مالک[1] اور تاج الدین قلعی المکی اور عمر بن احمد المکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی علم حدیث کا درس لیکر تعلیم حدیث مکمل کر لی[2]۔ اجازت حدیث حاصل کرنے کے بعد ۱۱۴۶ھ ہجری میں واپس آئے اور مدرسہ رحیمیہ میں درس حدیث دینا شروع کر دیا۔ حدیث کے موضوع پر آپ کی مندرجہ ذیل کتابیں ہیں۔ رسالہ اربعین[3] الدر الثمین[4] فی مبشرات النبیؐ الامین، الفضل المبین فی المسلسل[5] من حدیث النبیؐ الامین، تراجم البخاری[6]، شرح تراجم ابواب[7] البخاری، مصفیٰ شرح موطا[8]۔ سویٰ شرح موطاؒ اور آپ کی مایہ ناز حجۃ اللہ البالغہ[9] جس میں علم حدیث، فقہ، دینیات، طبیعات الٰہیہ، تدبیر المنازل، سیاست المدن، اسرار دین جیسے اہم موضوعات پر نہایت ہی عالمانہ و فاضلانہ بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کی جس قدر بھی عظمت اور تعریف بیان کی جائے کم ہے۔ آپ نے ۱۱۷۶ھ ہجری ۱۷۶۲ء بمقام دہلی وفات پائی[10]۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۱۵۹ھ ۱۷۴۶ء تا ۱۲۳۹ھ ۱۸۲۳ء میں گذرے ہیں۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم والد گرامی مرتبت سے حاصل کی۔ بیس برس کی عمر میں تحصیل علم کے بعد ۱۱۷۶ھ میں حضرت شاہ ولی اللہ کی وفات کے بعد اپنے ہی مدرسے میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ نے ساٹھ برس سے زیادہ عرصے تک درس قرآن و حدیث دیا[11]۔

---

[1] عجالہ نافع حضرت شاہ عبد العزیز دہلویؒ مطبوعہ لاہور ۱۳۰۳ھ ہجری ص۲۲ تا ص۳۰۔
[2] مصفیٰ شرح موطا حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ج ۱ ص۲۲۔ فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ
[3] رسالہ اربعین مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوا۔ اردو ترجمہ مع مختصر تشریح چہل حدیث ولی اللہی مولانا عبید اللہ دریا آبادی ۱۳۸۰ھ ہجری۔ [4] الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کتب خانہ سہارنپور ۱۹۷۰ء۔
[5] یہ رسالہ مطبوعہ عربی زبان میں ہے اور مسلسلات کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس کا موضوع فن حدیث سے متعلق ہے۔ [6] تراجم البخاری حضرت شاہ ولی اللہؒ مطبع نور الانوار آرہ، دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۲۳ھ ہجری۔
[7] شرح تراجم ابواب البخاری حضرت شاہ ولی اللہؒ دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۲۳ھ ہجری۔
[8] مصفیٰ شرح موطا حضرت شاہ ولی اللہؒ مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ ہجری۔
[9] حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہؒ مطبع المنیریہ ۱۳۵۲ھ ہجری
[10] الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ۱۳۶۰ھ ہجری ۱۹۴۱ء طبع دوم مرتبہ محمد منظور نعمانی عفی اللہ عنہ۔ علمائے ہند کا شاندار ماضی مولانا محمد میاں مطبوعہ دہلی ۱۹۵۷ء ج ۲ ص۲۰۴، ابجد العلوم نواب صدیق الحسن خان ص۹۱۲ و ص۹۱۴، اتحاف النبلاء ص۲۲۸/۲۳ ع
[11] تذکرہ علمائے ہند ص۱۲۳۔ ابجد العلوم ص۹۰۴۔

اس دارالعلوم نے علم حدیث کی ترقی واشاعت کے لئے جو خدمات سرانجام دیں وہ نہایت ہی قابلِ تحسین ہیں۔ آج برصغیر پاک وہند کے کونے کونے میں علماء دیوبند کے نام سے جواب تک ایک خاص مکتبۂ فکر سے موسوم ہو چکا ہے۔ یہ سب کا سب شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضانِ حدیث کا ثمرہ ہے۔

لاہور میں ایک ممتاز و جلیل القدر عالم حدیث حافظ محمد اسمٰعیل المعروف وڈے میاں سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دارالعلوم بھی قائم تھا جس میں پنجاب (پاکستان) کے عظیم المرتبت محدثین کرام نے علمِ حدیث کی جو عظیم الشان اور ناقابلِ فراموش خدمات سرانجام دیں وہ گیارہویں و بارہویں صدی ہجری میں اس دبستان کی علمی حیثیت کو اُجاگر کرتی ہیں، جس سے دُور دراز سے آنے والے طالبانِ علمِ حدیث نے اپنی تشنگی کو سیراب کیا۔

شیخ محمد اسمٰعیل المعروف وڈے میاں ۹۹۵ھ ہجری تا ۱۰۸۵ھ

جناب محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد کا اسم گرامی فتح اللہ بن عبداللہ خان تھا۔ آپ موضع ترگڑ علاقہ پوٹھوہار میں ۹۹۵ھ میں پیدا ہوئے مکمل تعلیم مولانا شیخ عبدالکریم[۱] سے حاصل کی[۲]

جناب مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:۔

"از بزرگانِ دین و مشائخ اہلِ یقین صاحبِ مقاماتِ بلند و کرامات ارجمند صاحب تدریسِ قرآنی جامع علوم ہمدانی بود و در سلسلۂ عالیہ سہروردیہ مرید و شاگرد شیخ عبدالکریم[۳] است۔

آپ بزرگانِ دین و مشائخ اہلِ یقین میں سے تھے اعلیٰ درجات کے مالک اور صاحبِ کرامت تھے۔ قرآن مجید کے مدرس اور تمام علوم کے جامع تھے سلسلہ سہروردیہ میں جناب شیخ عبدالکریم کے شاگرد و مرید تھے۔

۴۵ برس کی عمر میں لاہور تشریف فرما ہوئے محلہ تیل واڑا یا تیل پورہ میں قیام اختیار کر کے ایک مدرسہ قائم کیا جو بعد میں عظیم الشان دارالعلوم کی شکل اختیار کر گیا جس میں قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی ۱۰۰۸ھ ہجری ۱۵۹۹ء میں آپ نے دارالعلوم کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کی۔ اس دارالعلوم سے بہت سے علماء و فضلاء پیدا ہوئے[۴] آپ کی وفات بعہدِ عالمگیر ۱۰۸۵ھ میں ہوئی[۵]۔

---

[۱] شیخ العالم الصالح عبدالکریم بن عبداللہ بن شمس الدین سلطان پوری ثم لاہوری اپنے وقت کے جید علماء میں سے تھے۔ آپ نے تمام تر علوم درسیہ اپنے والد سے حاصل کئے۔ والد کی وفات کے بعد لاہور میں مقیم ہو گئے، حدیث، فقہ اور اصول کا درس دیتے تھے۔ ۲۷ رجب ۱۰۴۵ھ ہجری میں بمقام لاہور وفات پائی۔ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص ۲۴۳

[۲] اسرار التصوف حکیم احمد علی خان ج ۲ ص ۹۵۔ مدینۃ الاولیاء، محمد دین کلیم ص ۳۷

[۳] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص ۱۰۵

[۴] جناب شیخ جان محمد سہروردیؒ۔ حافظ میاں محمد صالحؒ۔ جناب شیخ عبدالکریم قصوریؒ۔ جناب شیخ عبدالحمید لاہوری وغیرہ۔ مدینۃ الاولیاء محمد دین کلیم ص ۳۷۔ [۵] اسرار التصوف حکیم احمد علی خان ج ۲ ص ۹۵۔

حضرت نور محمد مدقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ عالم و فاضل اور محدث و فقیہہ تھے۔ حضرت محمد عاقل شارح احادیث النبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے شاگرد رشید تھے۔ جناب محمد عاقل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"اما بعد کہ بندۂ خاکسار قاضی محمد عاقل بن شیخ محمد خاکی کہ بآستان بوسی مدرسہ امام المحققین رئیس المدققین شیخ نور محمد لاہوری بہرہ ور گشتہ[1]"

اس کے بعد بندۂ خاکسار قاضی محمد عاقل بن شیخ محمد خاکی جو کہ امام المحققین رئیس المدققین شیخ نور محمد لاہوری کے دار العلوم سے بہرہ ور تھا۔

آپ نے عربی صرف و نحو پر حواشیہ جات اور تعلیلات تحریر کیں اس کے قلمی نسخے اسلامیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہیں[2]

مولانا تیمور سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا تیمور سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جناب مولانا محمد اسمٰعیل المعروف وڈے میاں کے خاص تعلقدار تھے۔ آپ اپنے وقت کے علماء میں نہایت ممتاز اور عظیم المرتبت تھے۔ آپ کے بے شمار شاگرد لاہور اور مضافات میں پائے جاتے تھے۔ مولانا مفتی غلام سرور لکھتے ہیں۔

"از اکابر علماء وقت در لاہور بود[3]"

آپ کی درس گاہ سے ہزارہا طالبان علم حدیث نے استفادہ فرمایا۔ صاحبزادہ حافظ محمد شفیع نے اپنی کتاب سوانح عمری حضرت "وڈے میاں" میں آپ کے شاگردوں کے نام تحریر کیے ہیں[4]۔ شیخ جان محمد سہروردی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔

محدث جلیل جان محمد سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۱۲۰ھ ۱۷۰۸ء)

جناب جان محمد کلاں چاہ میراں اور کوٹ خواجہ سعید کے درمیان لاہور کے مضاف میں فالیزہ آباد (منڈی پرویز آباد) میں سکونت پذیر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولانا عبد الحمید لاہوری سے حاصل کی۔ جو مولانا محمد اسماعیل کے مرید و خلیفہ تھے۔ پھر آپ

---

[1] شرح شمائل ترمذی بنام حلاوۃ المتعلمین (قلمی) قاضی محمد عاقل۔ جناب سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

[2] شرح صرف میر جامع تعلیلات (فارسی) فہرست اسلامیہ کالج عدد مسلسل ۱۲۵۲ ص ۲۴۵۔ شرح صرف میر المعروف نور محمد مدقق (فارسی) عدد مسلسل ۱۲۳۸ ص ۲۵۵۔ [3] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور ج ۲ ص ۱۱۳۔ [4] حضرت مولانا جان محمد فیروز آبادی ساکن قصائیورہ۔ میاں محمد ہاشم ساکنہ محلہ شفلاتیاں۔ جناب میاں عبد المجید۔ میاں عبد الہادی۔ میاں حامد القاری۔ شیخ عبد الکریم۔ اخوند فتح محمد۔ میاں دوست محمد۔ اخوند عمر۔ اخوند عثمان وغیرہ۔ مدینۃ الاولیاء ص ۲۴۶

حضرت شیخ تیمور لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علوم سے بہرہ ور ہو کر علمائے پنجاب میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔ نیز سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت وڈے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت حاصل کی۔ ایک دفعہ آپ اپنے استادِ محترم مولانا عبدالحمید کے ساتھ جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنجنابؒ نے آپ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا "برخوردار جب تم پڑھ لکھ کر عالم فاضل بن جاؤ گے تو میرے ساتھ حدیث کا دورہ کیا کرنا۔ چونکہ آپ کم عمر تھے۔ اس لئے خاموش رہے۔ مگر ایک وقت ایسا آیا کہ جان محمد رحمۃ اللہ علیہ وڈے میاںؒ کے ساتھ ہفتے میں دو دن یعنی دوشنبہ اور جمعہ کو حدیث مبارکہ کا دورہ کیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ مولانا محمد اسمٰعیل کے وصال تک قائم رہا۔ جہاں کہیں بھی شبہ پیدا ہوا تو مراقبے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے تصحیح فرما لیتے"[1]۔

آپ کی وفات ۱۱۲۰ھ ہجری بہادر شاہ اول کے عہد میں ہوئی[2]

علمِ حدیث کے اس تاریخی پس منظر کی روشنی میں محدث کبیر سیدنا حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات آنے والی علم حدیث کی تحقیق کے لئے ایک گراں بہا خزینہ ہے۔ جس سے علمائے حدیث اپنی پیاس کو سیراب کر سکیں گے۔ آپ نے جو خدماتِ جلیلہ علمِ حدیث کی تبلیغ و اشاعت اور فروغ کے سلسلے میں کیں۔ اگلے صفحات میں اُن پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

---

[1] تحقیقاتِ چشتی، مولوی نور احمد رحمۃ اللہ علیہ ص۴۲۰۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص۱۱۱

[2] ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نقوش لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء ص۵۰۲۔

لاہور کے اولیائے سہروردؒ، محمد دین کلیم ص۲۹۶۔

مدینۃ الاولیاء ص۳۷۴۔

علمِ حدیث کے فروغ میں محدّثِ کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ جلیلہ

برصغیر کے علمائے کرام نے مختلف علوم و فنون کی ترقی و اشاعت میں جو قابلِ قدر محنت و کاوشیں کیں وہ ناقابلِ فراموش ہیں۔ اسی طرح علم حدیث کے سلسلے میں اُن تمام علمائے محدثین (جن کا ذکر گذر چکا ہے) نے انتہائی جان کاہی اور عزمِ راسخ سے تاریخِ برصغیر میں اَنمٹ، مستند اور جامع نقوش ثبت کر دیئے۔ علمِ حدیث کی تعلیم و تدریس، ترویج و اشاعت میں جو بھرپور تحریری اور زبانی خدمات سرانجام دیں وہ ایک گرانقدر ورثہ ہے۔ علم حدیث سے کسی مؤرّخ و عالم کا استفادہ کیے بغیر ممکن نہیں۔ علمائے محدثین نے علم حدیث پر مساجد، مدارس اور خانقاہوں میں بیٹھ کر وہ نادرِ روزگار تصانیف تحریر کیں جو عربی ادب میں ایک ایسا گراں بہا اضافہ ہے جن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ نیز صرف تصنیف و تحریر کے ذریعے ہی نہیں بلکہ ان علمائے کرام نے اپنے معاشرے اور حکومت کے غیر شرعی و نامنصفانہ اقدامات پر انتہائی جراٴت و ہمت اور استقلال کے ساتھ جرح و تنقید کی۔ اور سنتِ نبوی کی روشنی میں سماجی بُرائیوں کی اصلاح کی۔ اُمرائے وقت کے غیر شرعی فکری رُجحانات کو سنتِ نبوی کی روشنی میں مناظروں، ملاقاتوں اور مکتوبات کے ذریعے بدلنے کی کوششیں کیں جس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔ اِن محدثینِ کرام نے انتہائی تجسس، تحقیق، تفحص اور عالمانہ تحقیق کے ساتھ حدیث کی سریع الفہم شرح لکھ کر نہایت ہی وثوق اور محققانہ علمی ذرائع کے ساتھ ہم لوگوں کو مستفیض اور مستفید کیا۔ ان علمائے کرام اور مشائخِ عظام کی کوششوں و محنتوں کا نتیجہ ہے کہ موجودہ دَور میں برصغیر کے شہر شہر، قریہ قریہ اور گوشے گوشے میں احادیث کی ترویج و اشاعت قدم قدم پہ دکھائی دے رہی ہے۔ اگر علمِ حدیث کے فیوض و برکات اس طرح روشن و اجاگر نہ ہوتے تو برصغیر کے مسلمانوں کے فکری رُجحانات اور ہندوانہ ذہنیت اور یورپ کی چکا چوند کر دینے والی تہذیب کی نذر ہو جاتے۔

محدّثِ کبیر حضرت سیّدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس طرح علمِ تصوّف، فلسفۂ الٰہیات، فلسفۂ حکمت، فلسفۂ عبادات و ریاضات اور فلسفۂ توحید پر علمائے متقدمین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے تحریر و تصنیف کے ذریعے عالمانہ و محققانہ تحقیقات کیں بعینہٖ علمِ حدیث کے فروغ و اشاعت میں بھی ایک لازوال، بے مثال اور رہتی دنیا میں بینظیر کوشش و سعی فرمائی۔ اور احادیثِ نبویہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نُور سے برصغیر کے اس حصے کو بقعۂ نور بنا دیا۔

شیخ الھند جناب شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی اولاد، امجاد اور شاگرد، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی آپ کی اولاد اور شاگرد، حضرت امام شاہ ولی اللہ دھلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی اولاد اور شاگرد اور بالخصوص لاہور میں علمائے محدثین علمِ حدیث کی اشاعت و ترویج میں ہمہ تن مصروف تھے۔

۱۱۳۸ھ ہجری ۱۷۲۵ء میں افغانستان کی فقیہانہ فضا میں کابل کے مضافہ پشاور میں فخر المحدثین حضرت سیدنا **شاہ محمّد غوث** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی علمی شان وشوکت کے ساتھ مسند حدیث پر جلوہ افروز تھے علمِ حدیث کی اشاعت جس طرح دوسرے علاقوں میں ہورہی تھی۔ توآپ اس مقام پر منصب تبلیغِ حدیث کی تمام ذمہ داریوں کو سنبھالے ہُوئے تھے۔ جس کا بیّن ثبوت "شرح صحیح البخاری" ہے۔

لاہور میں تحصیل علمِ حدیث واذنِ حدیث

پشاور، جلال آباد اور افغانستان کے جلیل القدر علمائے کرام سے اصُولِ فقہ، فقہ، منطق، صرف نحو، فلسفہ اور دیگر علومِ متداولہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد حصُولِ حدیث کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ چنانچہ محدّثِ کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:۔

"لاہور رفتم علماء وفقراء۔ ومشائخ ہمہ را دیدم، چنانچہ حضرت میاں جان محمد در منڈی فالیزہ آباد ومیاں جان محمد در قصاب پورہ وہر دو صاحبِ کمال در علم ظاہر وباطن بودہ بخدمتِ اوشاں رفت، استفادہ بعض امور نمودہ شد۔ چنانچہ استماعِ حدیث از خدمت میاں جان محمد کلاں کہ در منڈی فالیزہ آباد بودہ می نمودم واذنِ حدیث گرفتم"[۱]

میں لاہور پہنچا تو لاہور کے تمام علماء، فقراء اور مشائخ سے ملاقات کی۔ حضرت میاں جان محمد جو منڈی فالیزہ آباد میں تھے اور میاں جان محمد جو قصاب پورہ میں تھے یہ دونوں حضرات علمِ ظاہر و باطن میں کامل و اکمل تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر بعض امور کا استفادہ کیا خصوصاً استماع حدیث حضرت میاں جان محمد کلاں جو منڈی فالیزہ آباد میں تھے سے کیا اور حدیث کی اجازت حاصل کی۔

سندِ حدیث

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث کی سند جان محمد کلاں سے حاصل کی۔ انہوں نے (جان محمد کلاں) مولانا عبدالحمید لاہوری اور مولانا تیمور لاہوری سے نیز مولانا محمد اسماعیل المعروف وڈّے میاں سے بھی سندِ حدیث حاصل کی۔ ان ہر دو بزرگوں نے بھی وڈّے میاں صاحب سے ہی اخذِ علم کیا ہے[۲]۔ وڈّے میاں صاحب نے مولانا عبدالکریم سہرِ وردی سے انہوں نے شیخ عبداللہ بن شمس الدین القادری السلطان پوری[۳]

---

[۱] درکسب وسلوک وبیانِ حقیقت ومعرفت (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۶۴

[۲] تفصیل ملاحظہ کیجئے ص۲۰۸

[۳] جناب عبدالحیٔ حسنی لکھتے ہیں "ثم دخل دھلی واخذ الحدیث عن الشیخ ابراھیم ابن المعین الحسینی الایرجی۔ نزہۃ الخواطر ج ۵ ص۲۴۳

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی محمد سید المرسلین وآله واصحابه اجمعین
اما بعد میگوید بنده ضعیف حقیر محمد غوث بن حسن غفر الله تعالی ذنوبهما وستر فی
الله ارحم ... حصول فوز بسعادات موقوف بر اتباع نبوی علیه افضل الصلوات
والتسلیمات است و اتباع بی اطلاع بر علم حدیث میسر نگشتم و از جوامع الکتب المصنفة
در علم حدیث کتاب صحیح البخاری است لهذا ... از شوق مطالعه او غالب بود و اکثر اوقات
به مطالعه او ... است و درین ایام قصد بر آن شد که شرح او را ملاحظه نموده ترجمه او بزبان
فارسی باید نوشت تا نفع او عام شود و اگرچه این ... مندان را این استعداد کجاست لیکن
بامید فضل حق ... جناب نبوی علیه الصلوٰة والسلام شروع نمود والله الموفق للاتمام
... السبیل

هذا اول الکتاب صحیح البخاری
لمحمد بن اسمعیل البخاری رحمة الله علیه
کنیته ابو عبد الله

مندرجہ بالا محدثِ کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی شرح غوثیہ (بخاری شریف) کا پہلا صفحہ ہے (مملوکہ سید محمد اسد شاہ قادری گیلانی)۔

سے اور انہوں نے شیخ ابراہیم بن معین بن عبدالقادر الحسینی الایرجی ثم دھلوی رحمۃ اللہ علیہم سے، انہوں نے الشیخ علیم الدین المحدث سے سندِ حدیث حاصل کی۔ اور جناب سید عبدالحیٔ الحسنی لکھتے ہیں۔

"سافر الی الحرمین الشریفین فحج و زار و اخذ الحدیث ثم رجع الی الھند و دخل مندو فی عھد غیاث الدین خلجی۔" [۱]

سندِ حدیث حاصل کرنے کے بعد محدثِ کبیر نے اپنی تمام زندگی احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درس وتدریس، نشر واشاعت اور تبلیغ کے لئے وقف کر دی۔ سوائے حدیث شریف کے مطالعہ اور اس پر عمل پیرا ہونے کے کوئی اور شغل نہ تھا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

واکثر اشغال در ظاہر بہ علم حدیث ہم می باشد۔ کہ شوق فقیر بمتابعت نبوی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام بسیار است [۲]	میرے اکثر اشغال ظاہرہ علم حدیث پر ہی ہیں اس لئے کہ یہ فقیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرنے کا بہت ہی شوق رکھتا ہے۔

اس مطالعہ، عرفان، ذوق اور شوق کا یہ نتیجہ ظاہر ہُوا کہ آپ نے صحیح بخاری کا ترجمہ وشرح لکھی۔ آپ کے نظریئے کے مطابق بغیر حدیث پڑھنے اور سمجھنے کے شریعت محمدیہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ آپ لکھتے ہیں:۔

ومتابعت بدون مطالعہ کتب حدیث میسر نمی شد لہٰذا بہ شغل حدیث می باشم" [۴]	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی بغیر احادیث کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ لہٰذا میں ہر وقت حدیث کے مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں۔

شرح الصحیح البخاری (قلمی)

محدثِ کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماحول کو سمجھتے ہُوئے یہ مناسب اور موزوں جانا کہ علمِ حدیث کو عام لوگوں میں سمجھنے، عمل پیرا کرانے اور سریع الفہم کرنے کے لئے رائج الوقت زبان میں کیا جائے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

"او بہ زبان فارسی باید نوشت تا نفع او عام شود"
میں نے یہ فارسی زبان میں اس لئے لکھی تاکہ اس کا فائدہ عامۃ المسلمین کو پہنچے۔ [۵]

۱؎ نزہۃ الخواطر عبدالحی حسنی ج ۴ ص ۳ ۲؎ ایضاً . . . . . ج ۴ ص ۲۴۹
۳؎ درکسب وسلوک وبیان حقیقت ومعرفت (قلمی) شاہ محمد غوث ص ۶، ۴؎ ایضاً . . . . . ص ۶۸
۵؎ شرح صحیح بخاری (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۱

آپ کا یہ امر نہایت انسب اور درست تھا۔ اس لئے کہ برصغیر کا یہ خطہ علوم حدیث سے بالکل ناآشنا تھا علمائے کرام نے علوم حدیث سے انتہائی بے اعتنائی اور لاپرواہی اختیار کر رکھی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ احادیث کو درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعے عام فہم بنایا جائے۔ اسی لئے آپ نے ۱۳۸ھ میں پشاور شہر میں بخاری شریف کی شرح فارسی زبان میں لکھی۔ جس میں اسماء الرجال، تطبیقِ احادیث، صرفی و نحوی تراکیب، لغوی معانی، اعرابی کیفیات کو شرح و بسط سے بیان فرمایا۔

صاحبانِ علم و دانش اور فہم و فراست اپنی تصانیف و تالیف کے طویل و عریض مقدمات یا پیش لفظ لکھنے سے پرہیز کرتے ہیں، بلکہ دیباچہ ہی میں مقاصد و نتائج پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ابن ندیم[1] جیسا بہترین مفکر لکھتا ہے۔

"کہ لوگ مقدمات و تمہیدات کی بجائے نتائج معلوم کرنے کے زیادہ شائق ہوتے ہیں اور لمبی عبارتوں کی بجائے اصل مقصد کو پالینے میں زیادہ مسرت محسوس کرتے ہیں اس لئے ہم نے اپنی کتاب کے آغاز میں انہی کلمات پر اکتفا کیا ہے جو اس تالیف کے بنیادی مقصد پر دلالت کناں ہے[2]۔"

مفکرِ اسلام شارح الحدیث حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بخاری شریف کی شرح پر کسی قسم کا بسیط و عریض مقالہ نہیں لکھا بلکہ مقاصد و نتائج پر چند سطور ایسی تحریر فرمائی ہیں جو تمام مقاصد اور نتائج کا احاطہ کیئے ہوئے ہیں۔

"می گوید بندۂ ضعیف محمد غوث بن سید حسن غفر لہ اللہ تعالیٰ ذنوبہما و ستر فی الدارین عیوبہما کہ چوں فوز بسعادات موقوف بر اتباع نبوی علیہ افضل الصلوٰۃ و تسلیمات است و اتباع بی اطلاع بر علم حدیث میسر نمی شود۔ و اصح الکتب المصنف فی علم الحدیث، کتاب صحیح البخاری ست۔ لہٰذا فقیر را شوق مطالعہ او غالب بود و اکثر اوقات اشتغال بہ او داشت و درایں ایام قصد برآں شد کہ شرح آں را با ملاحظہ نمودہ ترجمہ او بزبانِ فارسی باید نوشت تا نفع او عام شود[3]۔"

بندۂ ضعیف محمد غوث بن سید حسن اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں کے گناہوں کو بخشے اور دونوں کے عیوب کی دونوں جہانوں میں پردہ پوشی فرمائے، کہتا ہے کہ جب نیکیوں کو پانا نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی پیروی میں منحصر ہے تو یہ پیروی بغیر علم حدیث کے حصول سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ نیز علم حدیث میں جتنی بھی صحیح کتابیں تصنیف کی گئیں ہیں ان میں صحیح ترین کتاب صحیح البخاری ہے لہٰذا احقر کو اس کتاب کے مطالعہ کا شوق بہت غالب تھا اور ہمیشہ اس کا مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ انہی دنوں میں یہ ارادہ ہوا کہ اس کی شرح کا مطالعہ کر کے فارسی زبان میں اس کا ترجمہ لکھوں تاکہ اس کا فائدہ عام ہو۔

---

[1] محمد بن اسحاق ابی یعقوب الندیم بغداد کے رہنے والے تھے کتابوں کی تصحیح و ترتیب اور نقل و فروخت اس وقت کا معزز پیشہ تھا۔ اس لئے آپ کو وراق کہا گیا۔ بیس شعبان ۳۸۵ھ ہجری میں وفات پائی۔ معجم الدبا ج ۱۸ ص۱، الفہرست ابن ندیم پیش لفظ از اسحاق بھٹی ص۶۔ [2] ایضاً ص۳ [3] شرح صحیح بخاری (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱

محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی صرف اس ایک جامع و اکمل ٹکڑے میں اپنا مدعا اور غرض نہایت خوش اسلوبی سے بیان فرمادی۔ برصغیر کے اس خطے میں فقیہانہ اور منطقی فضا میں حدیث کی نشر و اشاعت کی کسی حد تک کمی تھی جس کی ادائیگی کا فرض آپ نے کماحقہٗ ادا کیا اور جس خلا کو آپ کی دور رس ذہانت نے محسوس کر لیا تھا۔ اس کا سدباب احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو درس و تدریس و تصنیف و تالیف کے ذریعے کیا۔ گیارہویں و بارہویں صدی ہجری میں برصغیر کے اس شمالی حصے میں باوجود تلاش، تحقیق اور تفحص کے کوئی محدث نظر نہیں آتا۔ اور اس کی اہم وجہ یہی دکھائی دیتی ہے کہ محدث کبیر سیدنا حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصولِ علم کے لئے لاہور تشریف لے گئے۔ اور جناب جان محمد فالیزہ آبادی (م ۱۱۲۰ھجری) سے اجازتِ حدیث لے کر واپس تشریف لائے۔ شہر پشاور موضع سلطان پور خانقاہ ابوالبرکات حضرت سید حسن (م ۱۱۱۵ھجری) سے متصل مسجد میں بیٹھ کر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے برصغیر کے اس حصے کو بقعۂ نور بنا دیا۔ آپ کی اس تمام سعیٔ حسن کا اصل مقصد اور نتیجہ یہی تھا کہ عوام الناس میں دین اسلام کے سمجھنے اور احکامات پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ اپنی اصل روح کے ساتھ بیدار ہو۔ اور اسلامی معاشرہ صحیح بنیادوں پر استوار رہ سکے۔ انتہائی تلاش کے بعد اس شرح کے تین پارے دستیاب ہوئے ہیں جو ۱۰۰۶ صفحات پر مشتمل ہیں ان تین ابتدائی پاروں کا ترجمہ فارسی النشکل خط میں کیا گیا ہے جبکہ بخاری شریف کی عبارت عربی الشکل ہے۔ شنگرفی لکیر متن پر ڈالی گئی ہے۔ لفظ "باب"، "حدثنا" اور "قال" کو شنگرفی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔

تقطیع ۱/۲ ۱۳" × ۱/۲ ۹"

آپ پہلے پارے کے اختتام پر لکھتے ہیں۔

"تم الجزء الاول من ثلثین جزء من الصحیح للامام البخاری وتمت ترجمۃ من ید العبد الضعیف محمد غوث عفی اللہ تعالیٰ عنہٗ فی سنۃ الف ومائۃ وثلثین وثمان من الہجرۃ الشریفۃ فی بلدہ پشاور من مضافات کابل صانہا اللہ تعالیٰ من الآفات"[1]

"تیس پاروں میں سے پہلا پارہ امام بخاری کی صحیح کا مکمل ہوا اس کا ترجمہ بندۂ ضعیف محمد غوث کے ہاتھ سے ۱۱۳۸ھ مبارکہ میں پشاور شہر جو مضافہٗ کابل میں مکمل ہوا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمائے اور اس شہر کو آفات سے محفوظ رکھے۔

اس کا قلمی نسخہ جناب سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانے میں موجود ہے۔ پشاور یونیورسٹی میں بھی انہی تین پاروں کی نقل ۱۲۷۰ھجری میں کی گئی جو پشاور یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس نسخہ کی فوٹوسٹیٹ کاپی بھی جناب سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانے میں موجود ہے۔

---

[1] شرح صحیح بخاری (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۵۲

شرحِ صحیح بخاری کی خصوصیات

"باب کیف کان بدءُ الوحی الیٰ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم" وقول اللہ تعالیٰ اِنّا اوحینا الیک کما اوحینا الیٰ نوحٍ والنّبیّین من بعدہٖ

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"در لفظ باب سہ وجہ جائز است، رفع با تنوین بلا تنوین بر اضافت و درین ہر دو صورت خبر مبتدا محذوف است. درینجا اکتفا بر باب کرد۔ ولفظ کتاب نگفت زیرا آنکہ کتاب مشتمل بر ابواب مے باشد، واین خبر بر یک فصل مشتمل نیست ولفظ کانَ قصہ است وبدءٌ بفتح مُوحدہ وسکون دال وہمزہ بمعنی ابتداء وبواوٌ بمعنی ظہور است اسم کانَ است وکَیفَ خبر او است ومضاف بسوی مقدر ای کَیفَ الوحیُ کانَ بَدءُ ووحی در لغت بمعنی اعلام است باخفاء ودر شرح عبارت است از کلام منزّل از حق تعالیٰ بر نبی از انبیا ومراد ابتداءِ وحی ابتدای است بآنچہ متعلق است شان وحی، ووجہ تقدیم این باب بر ابواب دیگر آنست کہ ابتدای وحی مقدم است بر جمیع احوال دیگر در وجود پس تقدیم او در ذکر ہم اولیٰ است"[1]

اعراب کے لحاظ سے لفظ باب تین طرح سے جائز ہے پیش کی تنوین کے ساتھ یعنی بابٌ اور بغیر پیش کی تنوین کے یعنی بابُ اور اضافت کے ساتھ۔ ان دونوں پہلی صورتوں میں خبر مبتداء محذوف ہے یعنی ھٰذا بابٌ اور تیسری صورت میں تعداد کی بناء پر وقف ہے۔ اس جگہ صرف باب پر اکتفا کیا اور لفظ کتاب نہیں کہا، اس لئے کہ کتاب کا لفظ ابواب پر مشتمل ہوتا ہے، اور یہ جز ایک فصل پر مشتمل نہیں۔ لفظ کانَ ناقصہ ہے اور لفظ بَدْءٌ بائے مُوحدہ کی زبر، دال کی جزم اور ہمزہ سے ہے جس کے معنی ابتداء کے ہیں اور واؤ کے ساتھ ظہور کے معنی میں ہے لہٰذا یہ اسم کانَ ہے اور کَیفَ اس کی خبر ہے جو اپنے مقدر کی طرف مضاف ہے یعنی کیف الوحی کان بدءٌ۔ اور لغت میں وحی کے معنی چھپی ہوئی چیز کا اظہار کرنے کے ہیں۔ شرح میں انبیاء میں سے کسی ایک نبی کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اترے ہوئے کلام کو کہتے ہیں۔ ابتدائے وحی سے مراد جس طرح وحی اپنی شان (بلا کیف) کے ساتھ پہلی بار شروع ہوئی اس باب کو دوسرے ابواب پر مقدم کیا اس لئے کہ دوسرے تمام احوال پر وہی مقدم ہے۔ لہٰذا اس کا سب سے پہلے بیان رکھا گیا۔

[1] شرحِ صحیح بخاری (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صہ۲

محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح کرتے وقت بخاری شریف کی عبارات سے جو نکات خود اخذ کرتے ہیں وہ لفظ بدانکہ یا باید دانست سے بیان کرتے ہیں. آپ نے کمال تحقیق و تفحص سے اسماء الرجال کو پورے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

بخاری شریف کے پہلے راوی سے لیکر آخری راوی تک ہر ایک کی زندگی، اس کا علم، حفظ، ضبط، نسیان، دیگر علماء سے ملاقات، علمائے کرام میں اس کا مقام، اس کے اساتذہ باہم نام تے کوئی تصنیف کی ہو اس کا فرق و امتیاز، اس کی عمر اور جہاں تک ممکن تھا تاریخ وفات بھی بیان کر دی۔ نام کے تلفظ کی ادائیگی کے لئے ہر نام پر اعراب بھی بیان فرمائے۔ باب بدء الوحی کی پہلی حدیث میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ۔

حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ. میگوید امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہ حدیث کرد مارا حمیدی بصیغۂ تصغیر بضم حاء مہملہ واسم او عبداللہ وکنیت او ابوبکر و حمیدی از آنجہت میگویند کہ منسوب است بحمید کہ یکی از اجداد اعلاء اوست واو عالم محدث و ثقہ است واز اصحاب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ است و رحلت کرد با شافعی رحمۃ اللہ علیہ بسوی مصر و چوں شافعی وفات یافت او بمکہ آمد واخذ نمود علم را از وے بخاری رحمۃ اللہ علیہ ونیز او از اصحاب سفیان بن عیینہ است ونیست او صاحب کتاب الجمع بین الصحیحین کہ آں حمیدی دیگر است وفات یافت در سال دو صد و نوزدہ از ہجرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حمیدی نے حدیث بیان کی. حمیدی تصغیر کا صیغہ ہے اور حاء مہملہ پر پیش ہے. اور اس کا نام عبداللہ ہے کنیت ابوبکر ہے۔ حمیدی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حمید کی طرف منسوب ہے۔ جو اس کے جد اعلیٰ تھے۔ آپ عالم، محدث اور ثقہ ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب سے تھے اور امام شافعی کے ساتھ مصر کا سفر بھی کیا۔ جب امام شافعی نے رحلت فرمائی تو پھر آپ مکہ آگئے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ سے علم سیکھتے تھے۔ آپ سفیان بن عیینہ کے اصحاب میں سے ہیں. اور یہ حمیدی کتاب "الجمع بین الصحیحین" مصنف نہیں بلکہ وہ دوسرے حمیدی ہیں۔ آپ نے ۲۱۹ھ ہجری میں وفات پائی۔

قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. گفت حمیدی کہ حدیث کرد مارا سفیان بضم سین مہملہ بر لغت مشہور وکسر وفتح نیز آمدہ کنیت او ابو محمد است ابن عیینہ بن ابی عمران ہلالی کوفی مکی تبع تابعی است واز شیوخ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حمیدی نے کہا کہ ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی سین مہملہ پر پیش ہے اور یہ مشہور لغت ہے. ویسے تو کسرہ (زیر) اور فتح (زبر) کے ساتھ بھی آیا ہے. اور آپ کی کنیت ابو محمد ہے ابن عیینہ بن ابی عمران ہلالی کوفی مکی تبع تابعی ہے اور امام

است واز شرکار امام مالک است ۔ در اکثر شیوخ سکونت کرد در مکہ وفات یافت دراں وخواند قرآن را در چہار سالگی و نوشت حدیث را در ہفت سالگی در روایت است برادر زادہ او حسن بن عمران بن عیینہ کہ ہفتاد بار سفیان در مزدلفہ رسید وہر بار میگفت "اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنْ ھٰذَا الْمَکَانِ" وفات یافت در سال یکصد و نود و ہشت وسفیان ثوری کہ او نیز تبع تابعین است روایت می کند بالواسطہ از سفیان بن عیینہ ۔

شافعی کے شیخ ہیں امام مالک کے شرکار میں سے اکثر شیوخ کے پاس سکونت رہی مکہ میں وفات پائی۔ چار برس کی عمر میں قرآن پڑھ لیا اور سات سال کی عمر میں حدیث کی روایت شروع کر دی ۔ آپ کے برادر زادہ حسن بن عمران بن عیینہ سے روایت ہے کہ سفیان ستر بار مزدلفہ گئے اور یہ دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْہُ اٰخِرَ الْعَھْدِ مِنْ ھٰذَا الْمَکَانِ" ۱۹۸ھ ہجری میں وفات پائی نیز سفیان ثوری جو کہ تبع تابعین سے ہیں بالواسطہ سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں ۔

قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ سَعِیْدِ الْاَنْصَارِیُّ گفت سفیان کہ حدیث کرد مارا یحییٰ بن سعید انصاری مدنی کہ قاضی مدینہ بود تابعی است بہ علم و عدالت وضبط و حفظ او وامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در شان وی گفتہ یحییٰ بْنُ سَعِیْدٍ اَثْبَتُ النَّاسِ واو را انصاری از انجہت گویند کہ نسبت دارد بانصار کہ دو قبیلہ اند از اہل مدینہ مسمی باوس وخزرج کہ نصرت دادند حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودر شان آن ہا وارد است این آیت (وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا الی اخر الاٰیۃ) وفات یافت یحییٰ در سال یکصد و چہل وسہ یا چہار یا شش در عراق ۔

سفیان نے کہا کہ ہمیں یحییٰ بن سعید الانصاری نے حدیث بیان کی جو کہ مدینہ منورہ کے قاضی تھے ۔ تابعی تھے ۔ آپ کے علم، عدالت، ضبط اور حفظ پر اتفاق ہے ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی شان میں کہا ہے کہ یحییٰ بن سعید اَثْبَتُ النَّاس ہیں ۔ انصاری اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کی نسبت انصار سے تھی ۔ اہل مدینہ کے دو قبیلے تھے ایک کا نام اوس اور دوسرے کا خزرج تھا ۔ انہوں نے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی تو ان کی شان میں قرآن کریم کی آیۃ کریمہ نازل ہوئی ۔ (وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا الٰی اٰخِرِ الْاٰیۃ) نے ۱۴۳ھ یا ۱۴۴ھ یا ۱۴۶ھ میں عراق کے مقام پر وفات پائی ۔

قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ گفت یحییٰ کہ خبر داد مرا محمد بن ابراہیم کہ او نیز تابعی مدنی است وفات یافت در مدینہ در سال یکصد و بست و یک ۔

یحییٰ نے کہا کہ مجھے محمد بن ابراہیم نے خبر دی کہ آپ بھی تابعی مدنی ہیں ۔ آپ نے ۱۲۱ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا ۔

أَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بن وقاص کہ آں محمد بن ابراھیم
شنید علقمہ را بفتح عین مہملہ وسکون لام وفتح قاف بن
وقاص بتشدید کاف لیثی بیاء تحتانیہ مثناہ وساء مثلثہ
ویاء نسبتیہ منسوب بلیث علقمہ نیز تابعی است وفات یافت
در مدینہ در خلافت عبدالمالک۔ بَقَوْل سمعت عمر
بن الخطاب میگوید علقمہ بن وقاص کہ شنیدم عمر بن
خطاب را رضی اللہ تعالیٰ عنہ در آں حال کہ او بر منبر
بود یعنی بر منبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ در
مدینہ است و عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی جلیل
عظیم است۔ خلیفہ دوم است ومناقب او از حصر و
احصار بیرون است کنیت او ابوحفص است ولقب
او امیر المؤمنین است۔ واو اوّل کسے است کہ ملقب
شد باین لقب از خلفاء۔ چنانچہ ملقب شد بفاروق و
خطاب بن نفیل بن عبدالعزّیٰ بن رباح بمثناۃ تحتہ بن
عبداللہ بن قرط بضم قاف وبطاء مہملہ بن رزاح
مفتوحہ وزاء منقولہ بن عدی بن کعب قرشی عدوی ست
اسلام آورد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ در مکہ قدیماً
او حاضر شد ہمہ مشاہد را ومدت خلافت او دہ سال و
پنج ماہ یا شش ماہ است مجروح شد از دست ابولولو
روز چہار شنبہ در آخر ماہ ذی الحجہ در سال بست وسہ
از ہجرت وفات یافت در اوّل محرم وعمر او شصت
وسہ بود موافق عمر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم وعمر حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ومدفون شد بحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم وحضرت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ در حجرہ حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونماز جنازہ خواند بر وصہیب [1]

یہ کہ محمد ابن ابراہیم نے علقمہ سے سُنا عین مہملہ پر فتح (زبر)
ہے اور لام ساکن ہے قاف پر فتح (زبر) ہے بن وقاص
قاف پر تشدید (شد) ہے لیثی یائے تحتانیہ مثناۃ
اور ثاء مثلثہ اور یائے نسبتی ہے۔ آپ علقمہ تابعی ہیں۔
عبدالمالک کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ علقمہ
بن وقاص نے کہا کہ میں نے عمر بن خطاب سے سُنا
اس حالت میں آپ منبر پر بیٹھے۔ یعنی منبر رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مدینہ منورہ میں ہے۔ جناب
عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عظیم اور جلیل القدر
صحابی ہیں۔ خلیفہ دوم ہیں اور آپ کے مناقب ان گنت
ہیں آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب امیر المؤمنین
ہے۔ خلفاء میں آپ پہلے شخص ہیں جو اس لقب سے
ملقب ہوئے آپ کا لقب فاروق ہے اور خطاب
بن نفیل بن عبدالعزّیٰ بن رباح عبداللہ بن قرط۔ قاف
کی پیش طاء مہملہ کے ساتھ۔ بن رزاح زکی پیش زنقطہ
کے ساتھ۔ بن عدی بن کعب قرشی عدوی ہے۔
پہلے پہل مکہ میں ایمان لائے اور تمام جہادوں میں موجود
تھے۔ آپ کی خلافت دس سال پانچ ماہ یا چھ ماہ تھی۔
ابولولو کے ہاتھ سے بدھ کے دن ذی الحجہ کے آخری
عشرے میں ۲۳ھ میں زخمی ہوئے اور یکم محرم الحرام
کو وفات پائی۔ آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی طرح۔ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے ساتھ حجرہ عائشہ میں دفن ہوئے اور جناب صہیب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

---

[1] شرح صحیح بخاری (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۳ تا ص۵

محدّث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی طرح تمام روایات کے اسماء الرجال کو تفصیل سے بیان فرمایا نیز ہر صحابیؓ سے بخاری شریف میں جتنی روایات بھی مروی ہیں یا دیگر کتب احادیث میں ہیں ان کی تعداد بھی تحریر فرمائی۔ اسی باب کی دوسری حدیث مبارکہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔ آپ کے حالات لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں۔

"روایت کردہ است از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یک ہزار دوصد و دہ (۱۲۱۰) حدیث وامام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوصد و بست و ہشت (۲۲۸) حدیث از مرویات او در کتاب خود آوردہ" [۱]

آپ نے ایک ہزار دو سو دس احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف دو سو اٹھائیس احادیث آپ سے اپنی کتاب میں روایت کی ہیں۔

تیسری حدیث کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں۔

"کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روایت کردہ است از رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکہزار و پانصد و چہل و در بخاری اند ہشتاد و چہار حدیث یا نود حدیث منقول است" [۲]

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث روایت کیں اور بخاری میں آپ کی چوراسی یا نوے احادیث منقول ہیں۔

"بَابُ مِنَ الدِّيْنِ الفِرَارُ مِنَ الفِتَنِ" کی پہلی حدیث میں ابو سعید خدری کے حالات تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ آپ نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک ہزار ایک سو ستر احادیث روایت کیں جبکہ امام بخاریؒ نے ان سے باسٹھ احادیث روایت کیں [۳]

غرض یہ کہ محدّث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتہائی کوشش، تلاش، تحقیق اور چھان بین سے علم اسماء الرجال کو کما حقہٗ آسان سے آسان تر بنایا اور علم حدیث کے طالب علم کو اس موضوع پر کتب احادیث ہزارہا اوراق کی، ورق گردانی سے نجات دلادی۔ اس شرح کے مطالعے کے بعد اس موضوع پر ایک مکمل اور جامع کتاب مرتب کی جا سکتی ہے۔

محدّث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح بخاری میں نہایت ہی شائستگی اور حد درجہ احترام کے ساتھ بیان احکام کے وقت آئمہ اربعہ کے مذہب کو بیان کیا۔ آپ کی تحریر ان تمام مسائل میں متانت

---

[۱] شرح صحیح بخاری (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۸

[۲] ایضاً 〃 〃 〃 〃 〃 ص۲۲

[۳] ایضاً 〃 〃 〃 〃 ص

سنجیدگی اور باضبطگی کا مظہر ہے مکمل شرح کے مطالعے کے بعد کسی ایک مقام پر بھی تفرقہ، تشتت، فرقہ بندی اور اصولی اختلاف نظر نہیں آتا بلکہ مسائل میں باہم توفیق اور تطبیق روشن ہے جیسا کہ محدث کبیر رحمۃ اللہ علیہ "انّما الاعمال بالنّیات" کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:-

"باید دانست کہ در اعمال مقصودہ لذاتہا مثل صلوٰۃ و صوم و امثالِ آں چون نیت مفقود شود ثواب نماند۔ و از فقدانِ ثواب فقدان صحت آنہا شود و در اعمال کہ وسیلۂ اعمال دیگر اند مثل وضو و نحو آں اگرچہ بفقدان نیت فقدان ثواب می شود، اما صحت او باقی مے باشد۔ فنماز بہ آں وضوء درست می شود۔ مذہب امام ابوحنیفہ ہمیں است و نزدِ آئمہ دیگر وضو بی نیت صحیح نیست و نماز بداں جائز نباشد[1]"

جان لیں کہ تمام عبادتوں سے مقصود ایک ہی ہے کہ وہ اعمال جن کا بالذات ارادہ کیا جائے مثلاً نماز، روزہ اور انہی کی طرح، جب ان کی نیت نہ کی جائے تو ثواب نہیں ہوتا اور ثواب کے نہ ہونے سے ان کی صحت باقی نہیں رہتی اور وہ اعمال جو ایک دوسرے اعمال کا ذریعہ ہیں جیسے وضو اور ان کی مانند۔ ان کی نیت نہ کرنے سے ثواب نہیں ہوتا مگر ان کی صحت باقی رہتی ہے اور ایسے وضو سے نماز درست ہوتی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ" کا یہی مذہب ہے اور دیگر آئمہ کے نزدیک بغیر نیت کے وضو صحیح نہیں ایسے وضو سے نماز نہیں ہوتی۔

"کتابُ الایمان" میں ایمان کی کمی اور زیادتی جو کہ علمائے محدثین کے نزدیک اور علمائے احناف کے نزدیک ایک نزاعی مسئلہ ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"باید دانست کہ ایمان عبارت است از گردیدن و اعتقاد کردن۔ بداں چہ پیغمبر خُدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از نزدِ خدائے تعالیٰ آوردہ و بہ بندگان رسانیدہ۔ و آوردن آں بیقین معلوم شد خواہ گردیدن بوجہ اجمال باشد بالتفصیل بود۔ چنانچہ جُدا جُدا ہر حکمی کہ آوردہ ایمان بسیار و ایمان اجمالی در اصل ایمان کافیست لیکن درجۂ تفصیلی اتم است و اقرار بزبان شرط اجرائے احکام است۔ اگر مانعی ازاں نباشد مثل کنکی اکراہ و ایمان و اسلام واحد است نزد ما۔ و بعضے فرق کردہ اند۔ باآں کہ ایمان عبارت

جان لینا چاہیئے کہ ایمان اس چیز سے عبارت ہے جو پیغمبر خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ تعالیٰ کی جانب سے لائے اور وہ بندوں تک پہنچائی اُس پر یقین و اعتقاد کرنا ہے اور اُس کا لانا یقین کے ساتھ جان بھی لیا ہو۔ خواہ یہ یقین اجمالی ہو یا تفصیلی۔ چنانچہ جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم لائے ہیں ایمان لائے۔ اور ایمان اجمالی بھی حقیقتاً ایمان لانے کے لئے کافی ہے لیکن ایمان تفصیلی کا مکمل اور زبانی اقرار احکام کے اجراء میں ضروری شرط ہے بشرطیکہ اس کا کوئی مانع موجود نہ

---

[1] شرح صحیح بخاری (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵

از تصدیق قلبی است و اسلام از اعمال ظاہر و نزد ما و بعضے داخل در ایمان است پس بر این تقدیر اسلام جزءِ ایمان خواہد شد۔ اگر مراد از اسلام اعمال ظاہر بگیرند زیادہ وکم شدن ایمان را ہم ہمین اعتبار میگویند کہ چوں اعمال کم وزیادہ می شود ایمان کہ مشتمل است بر وے زیادہ وکم می شود و نزد ما اعمال داخل نیست بر ایمان۔ اما کمال ایمان باعمال می شود۔ وآیات واحادیث کہ دلالت دارند بر زیادہ شدن ایمان از آں جہت است کہ چوں در زمان نبوت علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ احکام تمام نازل شدند وایمان بتمام آنہا آوردند لازم است پس کم وزیادہ می شود[1]

نہ ہو۔ جیسے گنہگار ہونا یا زبردستی جُرم کرنا۔ اور ہمارے نزدیک (احناف) ایمان اور اسلام ایک ہی ہیں۔ اور بعض نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ اس طرح کہ ایمان تصدیقِ قلبی سے عبارت ہے اور اسلام اعمالِ ظاہری ہے۔ اور بعض کے نزدیک اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے اسلام جزوِ ایمان ہوگا۔ اگر اسلام سے مراد اعمال ظاہرہ لیں تو ایمان جو کہ اعمال پر مشتمل ہے زیادہ اور کم ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک اعمال ایمان میں داخل نہیں لیکن اعمال سے کمالِ ایمان ہوتا ہے اور ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا۔ آیات قرآنی اور احادیث جو کہ ایمان کے زیادہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں وہ اس وجہ سے ہے کہ نبوت کے زمانے میں وقتاً فوقتاً احکام نازل ہوتے تھے اور ہر حکم جو اُترتا تھا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لہٰذا ایمانِ تفصیلی میں زیادہ ہونے کا تصور پایا جاتا ہے لیکن اس زمانے کے بعد یہ صورت نہیں۔

محدّثِ کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے وہ احادیث مبارکہ جو مختلف مقامات پر مختلف الفاظ سے آئیں انہیں مناسب باب کے ضمن میں بیان کیا اور پھر ان کے معنی طالب علم کے لئے بیان فرما دیئے تاکہ وہ حدیث کے سیاق وسباق سے صحیح مفہوم تک رسائی حاصل کر لیں۔ جیسا کہ "انما الاعمال بالنیات" کو بیان کیا۔ کہ "دریں روایت واکثر آں این چنین آمدہ و در بعض روایات "الاعمال بالنیات" بی کلمہ انما و در بعضی العمل بالنیۃ نیز آمدہ و مقصود از ہمہ عبارت واحد است[2]"۔ اور اکثر روایتیں اسی طرح سے ہیں۔ بعض روایات میں الاعمال بالنیات بغیر کلمہ انما کے بھی آیا ہے۔ اور بعض میں "العمل بالنیۃ" بھی ہے۔ اور تمام عبارتوں سے مقصود ایک ہی ہے۔

آپ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ مکمل حدیث فلاں مقام پر ذکر کی گئی ہے اور فلاں باب میں موجود ہے۔ ساتھ ہی مذکورہ حدیث بھی بیان کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ باب "استعمال فضل وضوء الناس[3]" کے تحت امام بخاری فرماتے ہیں۔

---

[1] شرحِ صحیح بخاری (قلمی)، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی الاسلام علیٰ خمس ص ۲۶
[2] ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۵
[3] شرح صحیح بخاری (قلمی)، شاہ محمد غوثؒ ص ۳۰۴

"دو کہ ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا، پھر دونوں ہاتھ اس میں دھوئے اور منہ بھی دھویا اور اپنے منہ مبارک کا پانی بھی ڈال دیا۔ پھر بلال رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ یہ پانی پی لو۔ اور اپنے منہ اور سینے پر چھڑک لو"۔

یہ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

کہ تمام مذکور نیست درا ینجا مذکور است در غزوۂ طائف"۔[1]

"و در احادیث دیگر آمدہ کہ آب دہن و آب بینی مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پاکیزہ تر بود نزد صحابہ از مشک زیرا کہ تر افع می کردند بایک دیگر وی و می مالیدند و با او روئے خود را ز جہت برکت و خوشبو ساختہ بود اللہ تعالیٰ ہمہ چیزہا راکہ از بدن مبارک می بر آمد ندا ز جہت مناجات با ملائکہ"۔[2]

اور دوسری حدیث میں بھی آیا ہے کہ آپ کے منہ اور ناک کا پانی صحابۂ کرام کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ تر تھا۔ وہ برکت اور خوشبو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کو دیتے۔ اور اپنے چہروں پر ملتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بوجہ ملائکہ کے ساتھ مناجات کرنے کے آپ کے بدن مبارک سے جو چیز بھی نکلتی تھی اس میں خوشبو اور برکت کر دی تھی۔

جس مقام پر بھی اصطلاحات احادیث آئیں آپ نے اُن کی نہایت سلیس زبان میں تشریح فرمائی۔ تاکہ علم اصول کا یہ پہلو بھی تشنہ نہ رہے۔ محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک طالب علم کے لئے فہم حدیث کو نہایت ہی سلیس اور آسان طرز سے بیان کیا۔ "تطبیق احادیث، مصطلحات حدیث، ضبط اسماء الرجال اور لغت کو جو زبان کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ دلنشین پیرائے میں سمجھایا ہے تاکہ علم حدیث کے طالب علم کو کسی قسم کی مشکل اور پریشانی کا سامنا کرنا نہ پڑے اور یہ ایک محدث کبیر کے کمال علم کی دلیل ہے۔ آپ نے حدیث سے متعلق کسی بھی پہلو کو سمجھانے میں نظر انداز نہیں ہونے دیا۔ آپ کی اس گرانمایہ کوشش، کاوش اور محنت کو طالبان علم حدیث کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ آپ کا یہ علمی سرمایہ بالخصوص طلباء کے لئے ایک انمول شہ پارہ ہے۔

---

[1] شرح صحیح بخاری (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۳۰۵

[2] ایضاً " " " " " " ص ۳۰۶

مناجات

مناسبان فقیر ظاهر آراسته

و باطن خراب گشته افتاده‌ام به معنی معتقد درویشان

بلکه خاکپای ایشان پر از عیب و لوث بنده محمد غوث عفا الله عنه

که بجناب صحیفه احمد ذنفس الامر لقوبا بنقش نوشته است مشا

ان دعا را قبول کنند و بموجب حکم رسانا کرده‌اند و بکسی ازین درویشان فقیر

تلمذ نکرده‌اند

مندرجہ بالا تحریر محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوثؒ بن سید حسنؒ
کے اپنے قلم سے ہے ۔ (مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری)

مُناجات

تعریف وغرضِ مُناجات

بارگاہ ربُّ العزّت میں عبودیت، فقر و احتیاج، عاجزی، ناتوانی، بے نوائی، بے بضاعتی عجز و مسکنت اور اپنی کمزوری و ماندگی کا اظہار نہایت ادب و احترام کے ساتھ کرنے کو مُناجات و دُعا کہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حاکمیت، غلبہ، قوت، عظمت و جلال کا انتہائی درماندگی، بے حقیقتی اور بے بسی کے ساتھ اقرار کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بدعا ہو کر اپنی حاجتوں کا پیش کرنا ہی مُناجات کا احسن طریقہ ہے۔ کبھی ان کلمات پر بھی مُناجات کا اطلاق ہوتا ہے۔ جو صرف حمد وثنائے الٰہی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ تعریف، توصیف اور ستائش میں طلب وسوال کا پہلو نہاں ہوتا ہے۔ اور یہ طلب وغرض حاجت کا ایک لطیف انداز ہے۔ جس سے دل اُمڈ آتا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ اور رحمت خداوندی کا نزول اوضح ہوتا ہے۔ مناجات کرنے والا اللہ تبارک وتعالیٰ کو مالک حقیقی سمجھ کر کبھی تو اپنے دل کی دل میں اس گرامی مرتبت کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے کبھی اپنی زبان کے ساتھ رب عزّ وجل کے حضور عرض ومعروض پیش کرتا ہے۔ اور کبھی کبھار تو دل و دماغ کی صلاحیتوں کو یکجا کر کے نوک قلم سے اس کے حضور عرضداشت پیش کرتا ہے۔

ایک بات مسلّمہ ہے کہ مانگنے والا خواہ جس طریق سے بھی مانگتا ہے ماسوائے اللہ سے اپنی تمام آرزوؤں تمناؤں اور دُنیا سے رُخ موڑ کر صرف اور صرف اللہ جلّ جلالہٗ کی بارگاہ تقدس مآب میں اپنا دامنِ گدائی پھیلاتا ہے چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ "الدعاءُ مخ العبادۃ"[1] (دعا عبادت کا مغز ہے)

عبادت کی حقیقت بھی وہی ہے جو مناجات اور دُعاء کی ہے۔ یعنی انسان خالق کائنات کے حضور اپنی پستی، ذلّت اور عبودیت کا اظہار کرے اور خلوصِ قلب کے ساتھ اللہ جلّ جلالہٗ کے معبود حقیقی ہونے کا اقرار کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین[2]O

---

[1] الترمذی باب دعا ص۱

[2] پ ۲۴، ع ۱۶، غافر ۶۰

"اور فرمایا کہ میرے حضور میں دعا کرو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میری عبادت پر گھمنڈ کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔"

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

الدعاء هو العبادة ثم قرأ فقال ربكم ادعوني استجب لكم ان الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنم داخرين [1]

دعاء عین عبادت ہے۔ پھر آپ نے تلاوت فرمائی۔ اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ میرے حضور میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میری عبادت پر گھمنڈ کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نہ صرف دُعا و مناجات کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ دُعا و مناجات کے انکار پر سخت وعید فرمائی ہے۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے اپنے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالخصوص اور اپنے بندوں کو بالعموم دعاء و مناجات کرنے کا حکم دیا ہے۔ پیغمبروں اور اس کے مقبول بندوں نے حد درجہ عاجزی کے ساتھ گڑگڑا کر انفرادی اور اجتماعی شکل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے دامنِ طلب پھیلایا ہے۔ حیات انسانی کے ہر لمحے، ہر گام، ہر غرض اور ہر مقصد کے لئے کشکولِ گدائی پھیلا کر مانگا ہے۔ طالبان علم و حکمت نے ازدیادِ علم کے لئے سالکانِ رہِ طریقت نے حصول حقیقت و معرفت کی خاطر طالع آزماؤں نے غلبہ و اقتدار حاصل کرنے کے واسطے، اللہ کے پرہیزگاروں نے برائی سے پناہ مانگتے اور گناہوں کی بخشش کے لئے خدا کے نیک بندوں نے اپنے نامۂ اعمال میں نیکیوں کی زیادتی اور طلبِ مغفرت کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیشہ دستِ سوال دراز کیا اور بقدر ظرف حاصل کرتے رہے۔ غرض یہ کہ مہد سے لے کر لحد تک دین و دنیا کی ہر ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر دُعا کرنا عین عبادت ہے۔ اور یہ حقیقت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ سے دُعاء و مناجات کرنا عین عبادت ہے اسی طرح سوائے اللہ عزّ و جل کے کسی اور سے بالذات دعائیں مانگنا، حاجات طلبی کرنا، اپنی درماندگی، پستی اور عجز کا اظہار کرنا شرکِ جلی ہے۔ چونکہ دُعا اور مناجات سے توحید اور شرک الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کثرت سے دعا مانگا کرو، جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فاكثروا الدعاء [2]

---

[1] الترمذی باب التفسیر ص۱۶۱ ج۲ ابن ماجہ باب الدعاء ص۱ مسند احمد بن حنبل ص۲۶۷ ج۴

[2] المسلم باب الصلوٰۃ ص۲۱۵۔ النسائی باب المواقیت ص۳۵

"سجدے کی حالت میں بندہ اپنے رب تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے پس تم بکثرت دعا مانگو"
ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دعا کرنے کے بہت سے فوائد بیان فرمائے صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب تو ہم بہت دعا مانگیں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا فضل تمہاری دعاؤں سے بہت زیادہ ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "من لم یسأل اللہ یغضب علیہ"
بعینہٖ جس طرح اللہ تعالیٰ دعا نہ مانگنے والے سے ناراض ہوتا ہے۔ اسی طرح دعا کرنے والے کی دعا کو رد بھی نہیں کرتا۔ اور یہ اس کی شان کے عین مناسب ہے کہ جو بھی حضورِ قلب کے ساتھ اس کی بارگاہ میں دعا، التجا اور مناجات کرتا ہے وہ بتقاضائے شانِ بندہ نوازی اُسے قبول فرماتا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"ان ربکم حیی کریم یستحی من عبد اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا"[1]

"بندہ جب اللہ جل جلالہ کے حضور دامنِ سوال پھیلاتا ہے تو خالقِ اکبر کی صفت حیا، اس سے التجا کرتی ہے۔ کہ مانگنے والے کی جھولی بھر دے اور یہی تیری شانِ کریمی کا تقاضا ہے۔"
چونکہ علم تصوف یادِ الٰہی، تلاوت قرآن حکیم، اتباع سنت اور ماسوا اللہ سے قطعی طور پر منقطع ہونے کی تعلیم دیتا ہے اور علمائے مسترشدین نے اپنی تمام تعلیمات کو یادِ الٰہی، زہد و عبادت، تقوی، پرہیزگاری اور دنیاداری سے کلی طور پر یکسوئی کو بنیاد ٹھہرایا۔ لہٰذا ان کی تمام امیدوں، آرزوؤں اور التجاؤں کا محور و مرکز صرف ذاتِ الٰہی ہے۔ اسی نقطۂ نظر سے ہر وقت، ہر لمحہ، ہر لحظہ ان کی توجہ دعا اور مناجات پہ مرکوز ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں صحابہ کرام ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور دعا و مناجات کرتے تھے۔ ایک دفعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کے موقع پر قدوسی گروہ کے ساتھ اللہ جل جلالہ کے حضور اپنی عاجزی و ماندگی اور فقر و احتیاج کا اظہار دعا و مناجات کے ان جامع و مانع الفاظ میں کیا۔ "اللّٰھم انک تسمع کلامی وتریٰ مکانی وتعلم سرّی وعلانیتی لا یخفی علیک شیئ من امری وانا البائس الفقیر المستغیث المستجیر الوجل المشفق المقر المعترف بذنبہ اسالک مسئلۃ المسکین وابتھل الیک ابتھال المذنب الذلیل وادعوک دعاء الخائف العزیز، دعاء من خفعت لک رقبتہ فاضت لک عبرتہ وذل لک جسمہ ورغم لک انفسہ، اللّٰھم لا تجعلنی بدعائک شقیا وکن بی رؤفا رحیما یا خیر المسئولین ویا خیر المعطین"[2]

[1] الترمذی دعوات ۱۰۴، ابن ماجہ باب الدعا ۱۳، ابو داود وتر ۲۳، المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث نبوی ج ۱ ص ۴۵ (حاشیہ جاری ہے)

"اے اللہ تو میری بات کو سنتا ہے اور میری جگہ کو دیکھتا ہے۔ میرے پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ تجھ سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں مصیبت زدہ ہوں محتاج ہوں، فریادی ہوں، پناہ جو ہوں پریشان ہوں، ہراساں ہوں، اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا ہوں۔ اعتراف کرنے والا ہوں۔ تیرے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار، ذلیل و خوار گڑگڑاتا ہے۔ اور تجھ سے طلب کرتا ہے جیسے خوفزدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے۔ جیسے وہ شخص طلب کرتا ہے جس کی گردن تیرے سامنے جھکی ہو اس کے آنسو بہہ رہے ہوں۔ اور تن بدن سے تیرے آگے وہ فروتنی کئے ہوئے ہو اور اپنی ناک تیرے سامنے رگڑ رہا ہو۔ اے اللہ تو مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ رکھ۔ اے سب مانگنے والوں سے بہتر، اے سب دینے والوں سے اچھے میرے حق میں بڑا مہربان و رحیم ہو جا۔"

ایسی مخلصانہ و عاجزانہ التجا حضرت حق جلّ و علیٰ شانہٗ کے حضور میں پیش کرنے سے رحمتِ الٰہی جوش مار کر اُمڈ آتی ہے کہنے والے کے دل و جگر سے آنکھوں کے ذریعے بہتے ہوئے آنسو قبولیت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ایسی دعاؤں کو اگر جمع کیا جائے تو دفتر کے دفتر بھر جائیں گے۔

یہاں بیان کرنے کا مقصود یہ ہے کہ دُعا و مناجات اتباعِ سنتِ نبوی کا ایک روشن طریقہ ہے جس پر چل کر صحابہ کرام اور علمائے مسترشدین نے ہمیشہ دعا و مناجات لکھیں۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے تقریباً گیارہ اشعار کی ایک مناجات منقول ہے[۱]۔ آپ لکھتے ہیں:۔

خذ بلطفك يا الٰهي من لهٗ زادٌ قليل ۞ مفلس بالصدق ياتي عند بابك يا جليل

"اے میرے آقا و مولا تو اس گنہگار اور ناچیز بندے پر رحم فرما جس کے پاس زادِ آخرت بہت کم ہے۔ میرے مولا وہ تو مفلس ہے لیکن صدق و نیاز لیکر تیرے دروازے پر آیا ہے۔"

یہ تمام تر مناجات اس وحدہٗ لاشریک کے حضور میں اپنی عاجزی، پستی، انکساری اور بے بضاعتی کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت، جلال، کبریائی اور معبودیت کو انتہائی رفعتِ شان کے ساتھ بیان کرتی ہے اسی طرح خلیفہ چہارم امام الاولیا، حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کئی مناجاتیں تحریر فرمائیں اُن میں سے بطور نمونہ اول و آخر شعر ایک مناجات سے تحریر کیا جاتا ہے۔

الٰهي انت ذو فضل و منّ ۞ واني ذو خطايا فاعف عني

"اے اللہ تو فضل و احسان کے خزانے بانٹنے والا ہے اور میں پُر از گناہ و خطا ہوں مجھے معاف فرمادے"

ليظن الناس بي خيراً واني ۞ شر الناس ان لم تعف عني[۲]

(بقیہ حاشیہ ص۲۱۷) [۲] کنز العمال عن ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ فاران سیرت نمبر کراچی جنوری ۱۹۵۶ء صفحہ ۲۲۔

[۱] مناجات از حضرت ابوبکر صدیقؓ (قلمی) جناب سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

[۲] الدیوان لسیدنا علی رضی اللہ عنہٗ مع حاشیہ لعمدۃ البیان باہتمام مولوی محمد اسحاق کتبخانہ رحیمیہ دیوبند یوپی ۱۳۷۱ھ صفحہ ۱۱۹

"لوگ میرے متعلق گمان کرتے ہیں کہ میں نیک ہوں اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے تو میں سب سے بُرا انسان ہوں"۔

اسی روش کو قائم رکھتے ہوئے تمام اولیائے کرام نے اپنے اپنے حسب حال نظم اور نثر میں مناجاتیں و دعائیں کہی ہیں بلکہ بعض اولیائے کرام نے اپنی ان مناجاتوں کو قلمبند بھی کرایا تاکہ انھیں حفظ کیا جائے اور اُن کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف پورے طور سے متوجہ ہوں اور ان مناجات کے ذریعے تعلیم و ہدایت کا سلسلہ جاری رہے۔ حضرت امام زین العابدین نے اپنی مناجاتوں کو خود ترتیب دیا اور مدوّن کیا۔ اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت امام باقرؓ اور حضرت زیدؓ سے قلمبند کرائیں۔ اس وقت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ آج یہ نسخہ صحیفہ کاملہؒ کے نام سے دُنیائے اسلام میں موجود ہے۔

محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات لکھی۔ یہ مناجات عربی ادب کا ایک شاہکار ہے۔ ایجاز، الفاظ کی موزونیت اور شیرینی، معانی کی وسعت اور ہمہ گیری، اثر آفرینی اور منفرد انداز، عجز و انکساری اور فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کا ایک نادر نمونہ ہے۔

مفکر و مبلغ اسلام جناب سید ابوالحسن علی ندوی حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دعاء و مناجات کا ایک منفرد پہلو نہایت ہی شاندار الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

"یہ دُعا اپنی روحانی و معنوی قدر و قیمت کے علاوہ اعلیٰ ادبی قدر و قیمت کی حامل ہیں۔ دنیا کے ادبی ذخیرے کے وہ نوادر اور شہ پارے ہیں جن کی نظیر انسانی لٹریچر میں نہیں مل سکتی۔ بہت سے ناقدین ادب نے نجی خطوط کو اس وجہ سے ادب میں اعلیٰ مقام دیا ہے کہ وہ بے ساختہ اور تکلفات سے دُور ہوتے ہیں اور اُن میں دلی جذبات کی بے تکلف ترجمانی ہوتی ہے لیکن ان کو معلوم نہیں کہ ع

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

ادب کی ایک اور صنف بھی ہے جس میں خطوط سے زیادہ بے تکلفی اور بے ساختگی پائی جاتی ہے جس میں سارے حجابات اور اصطلاحات اُٹھ جاتے ہیں۔ جس میں صاحب کلام اپنا دل کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اور اس کی زبان اس کے دل کی حقیقی ترجمان بن جاتی ہے۔ جب متکلم داد و تحسین سے بے پرواہ ہوتا ہے سامعین کی خاطر بات نہیں کرتا بلکہ اپنے دل کے تقاضے سے گویا ہوتا ہے، ادب عالی کی یہ صنف دعا و مناجات ہے"۔[۲]

محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کو عربی ادب کی اس صنف میں کمال دسترس اور عبور حاصل تھا۔ آپ کی مناجات میں تراکیب کی ندرت، الفاظ میں شوکت، لفظی و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ

---

[۱] صحیفۂ کاملہ، حضرت امام زین العابدین بن علی بن الحسینؓ مع ترجمہ و حواشی مولانا مفتی جعفر حسین۔ ناشر امامیہ کتب خانہ لاہور ص۸

[۲] "فاران" کراچی "سیرت نمبر" مقالہ "بر دعا" ابوالحسن علی ندوی طبع دوم ۲۱ر جنوری ۱۹۵۶ء ص۲۰

مربوط و موزوں جملے تشبیہ پسندیدہ اور مضمون اور مضمون مدلل و منطقی ہے۔ اس کی ہر ایک سطر عربی ادب کے اعتبار سے نہایت ہی مرصع، مسجع، اور مقفیٰ ہے۔ مناجات کے پڑھنے سے اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔ فیوضات روحانی کے حصول کا ذریعہ ہے۔ برکاتِ عالیہ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نوازشات کا مظہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخلص بندے کا ایک سچا تعلق قائم کرتی ہے۔ بندے کو ماسوا اللہ سے کاٹ کر خداوند قدوس کے حضور میں پیش کرتی ہے اور اس کے دل و دماغ میں خوف و رجا کی کیفیات پیدا کرتی ہے۔ یہ صرف ادب کا ہی شہہ پارہ نہیں بلکہ ایک سچے مومن کا اللہ جل جلالہٗ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ گہری وابستگی، قریبی تعلق اور ایک اَنمٹ جذبۂ صادقہ کی عکاسی کرتی ہے ــــ محدثِ کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جس طرح تقدس فکر و نظر، عظمتِ قول و فعل، پابندیٔ کتاب و سنت، روحانی درجات کی رفعت اور شریعت و طریقت کی منفرد خدمت گزاری میں **اظہر من الشمس** تھے۔ اسی طرح مناجات کے ہر ایک لفظ سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ ہمہ وقت عاجزی، انکساری، خوف و خشیت میں منہمک اور مستغرق رہتے تھے۔ تمام مناجات میں باوجود کمالِ زہد و ورع کے اپنی عاجزی کا اظہار کیا ہے۔ اور باوصف اپنے کمالِ علم و فضل، اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی کم علمی اور بے مائیگی کی فریاد کی ہے۔ صاحبِ مکارمِ اخلاق ہونے کے باوجود اللہ کے حضور میں اپنے عیوب کی ستر پوشی کی التجا کی ہے باوجود اس کے کہ آپ ایک مرشدِ کامل اور ایک عظیم رہبر تھے۔ آپ نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ التجاء کی ہے کہ وہ ذاتِ بابرکات منازلِ سلوک میں انھیں مزید بلندی درجات عطا فرمائے۔ آپ نے اس مناجات میں اُن تمام اعمالِ صالحہ اور فضائلِ کاملہ کی تمنا فرمائی جو ایک سچے مُسلمان کا طُرّۂ امتیاز ہے۔ نیز ان تمام اعمالِ قبیحہ اور رذائلِ خبیثہ سے مامون و مصئون ہونے کی آرزو کی جن کی وجہ سے شیطان کے نقشِ قدم پر چلنے کا ہلکا سا شائبہ بھی پایا جاتا ہو۔ غرض یہ کہ مناجات کے ہر صفحہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی اور انکساری کے جذبات نمایاں طور پر مترشح ہیں۔ چند صفحات پر مشتمل یہ دعا اپنی گوناگوں خوبیوں کی بناء پر جامع الصفات اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بے نظیر و یکتا ہے۔ الحاد و گمرہی کے اُس دَور میں یہ مناجات اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے خداوندِ بزرگ و برتر کے ساتھ لسانی، قلبی اور روحانی روابط استوار کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔

مناجات محدثِ کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ترجمہ مع ضروری ادبی و لغوی نکات کے تحریر کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الٰهی مضٰی عُمری فی الغفلة[1] والقسوة[2] والمعصية وغرّنی الشّيطان بطول اَمَلي[3] وتسويف عملي وضعف يقيني وغلبتنی نفسي وهوائي واطعتها وافنيت حياتي فی المعاصي والاٰثام۔

(ترجمہ) اے میرے اللہ میری عمر غفلت، سنگدلی اور گناہوں میں گذر گئی اور ابلیس لعین نے مجھے دھوکا دیا۔ اُمید دلاتا رہا اور عمل میں تاخیر کا باعث بنتا رہا۔ میرے یقین میں کمزوری پیدا کرتا رہا۔ میرے نفسِ امّارہ اور میری خواہشات نے مجھ پر غلبہ پا لیا۔ میں نے ان کی پیروی میں اپنی زندگی نافرمانی اور گناہوں میں برباد کر دی۔

[1] اَلْغَفْلَة:۔ (غَفَلَ) عن الشيئ من باب دَخَلَ (غفلةً) ایضاً مختار الصحاح۔ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی، الناشر دار الکتب العربیہ بیروت ص٤٧٤۔

غ ف ل۔ مضت غفلاتُ العیش۔ اساس البلاغة، امام الکبیر جار اللہ ابی القاسم محمد بن عمر الزمخشری بتحقیق الاستاذ عبدالرحیم محمود المعروف الاستاذ الکبیر ابن الخولی ٣٢٦

غَفَلَ عنهُ یَغْفُلُ غفُولاً وغفلة واُغفله عنه غیره واَغفله: ترکه وسها عنه والاسم الغفلة والغفل، لسان العرب علامه ابن منظور ج ١١ ص٤٩٨۔

[2] ق س و۔ حجرٌ قاسٍ: صُلبٌ" وهو اَقسٰی من الصخر" ومن المجاز: قسا قلبه علیّ وفیه قسوة وقساوة۔ اساس البلاغة علامہ زمخشری ص٣٦٦۔ قسا: سخت و درشت ہونا۔ بیرحم ہونا، کڑا ہونا۔ المعجم الاعظم محمد حسن الاعظمی۔ ادارہ معارف اسلامیہ حیدرآباد دکن ١٩٤٦ء ج ٤ ص٢٨٥۔ قسا: القساء مصدر قسا القلب یقسو قساء۔ والقسوة۔ الصّلابة فی کل شیئ۔ لسان العرب ج ١٥ ص ١٨٠ القسوة۔ قساَ قلبهٗ قسواً۔ وقسوة وقساة وقساءً۔ صَلُبَ وغَلُظَ ج قسیانٌ والذنبُ مقساةٌ للقلب ای یقسیه۔ مصباح اللغات۔ محمد حفیظ بلیاوی مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی ١٣٦٩ھ ص٣٨٠۔ ق س ا (قسا) قَلْبُهُ غَلُظَ واشتد یقسو (قساءٌ) بالفتح والمدّ و(قسْوَةٌ) و(قساوة)۔ ایضاً صحاح المختار ص٥٢٥

[3] اَمَلي: اَمَل، الاَمَل والاُمل والاِمل: الرّجا؛ والجمع اٰمال۔ لسان العرب ج ١١ ص ٢٧۔ امل بالفتح امید داشتن۔ ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد، صراح مع قراح۔ مطبع مجیدی کانپور ١٣٢٨ھ ص٤٢١۔ کسی چیز کی امید رکھنا۔ آرزو کرنا۔ المعجم الاعظم ج ١ ص١٦٥۔ اَمَل۔ کجبلٍ ونجمٍ وشبرٍ الرجا، ج آمالٌ۔ قاموس المحیط محمد بن یعقوب الفیروزآبادی۔ مطبع میمنیہ بمصر ١٣١٩ھ ج ٣ ص٣٣١۔ (حاشیہ جاری ہے۔)

الٰهي خلقتني لمعرفتك[1] وعبادتك[2] وانا دمتُ على معصيتك فانا محجوبٌ[3] عن بابك وانا عبدٌ آبقٌ[4] مصرٌّ على كفران[5] نعمتك الواصلة اليّ فكيف حيلتني يا اكرم الاكرمين

(ترجمہ:۔) اے میرے اللہ تو نے مجھے اپنی معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کیا۔ لیکن میں نے ہمیشہ گناہ کیا۔ میں تیرے دروازے پر حاضر ہونے سے محروم رہا۔ گو کہ میں ایک بھاگا ہُوا غلام ہوں لیکن اُن نعمتوں کا جو تیری جانب سے مجھے پہنچی تھیں، میں اُن کی ناشکری پر مصر رہا۔ اے اکرم الاکرمین اب میری نجات کی کیا تدبیر ہوگی۔

تقلیہ الفناء: نقیض البقاء۔ والفعل فنی یفنی نادر، لسان العرب ج ۵ ص۱۶۴۔ فَنِيَ وَفَنَا یفنی فنا، معدوم ہونا۔ مصباح اللغات ص۶۳۵۔ معدوم ہونا۔ برباد ہونا۔ فنا ہو جانا۔ ختم ہونا۔ نابود ہونا۔ المعجم الاعظم ج ۴ ص۲۱۷۸۔ ف ن ی: (فنیَ) الشيئ بالکسر (فناءً) و (تفانوا) افنى بعضهم بعضاً فى العرب و (فناء) الدار ما امتدّ من جوانبها والجمع (أفنيةٌ) صحاح المختار ص۵۱۳۔ ۵ عصى، یعصى عصیاً ومعصیةً، نافرمانی کرنا مخالفت کرنا۔ مصباح اللغات ص۵۳۶۔ العصیان خلاف الطاعة عصاه یعصیه عصیا ومعصیه ومحاصاة قاموس المحیط ج ۴ ص۳۶۵۔ ۶ الاثم: الذّنب، وقیل: هو ان یعمل ما لا یحل له وفى التنزیل العزیز: والاثم والبغى بغیر الحق۔ لسان العرب ج ۱ ص۵۔ اث م۔ (الاثم) الذّنب وقد (اثم) بالکسر اثما ومأثماً اذا وقع فى الاثم فهو (آثم)، و (اثیم) و (اثوم) ایضاً صحاح المختار ۶۔ گناہ کرنا اور جہنم میں ایک جنگل بھی ہے۔ المعجم الاعظم ج ۱ ص۱۰۳۔ لہ عَرَفَ۔ عرفه یعرفه عرفة وعرفاناً ومعرفةً۔ لسان العرب ج ۹ ص۲۳۶۔ کسی چیز سے واقف ہونا۔ پہچان لینا۔ بدلہ لینا۔ تسلیم کرنا۔ المعجم الاعظم ج ۳ ص۱۸۲۹۔ المعرفة۔ حقیقت کو پالینا۔ مصباح اللغات ص۵۳۴۔ ۲ والعبادة۔ الطاعة۔ لسان العرب ج ۳ ص۲۴۲ عبد عبادةً وعبودةً وعبودیةً ومعبداً ومعبدةً۔ پرستش کرنا۔ اطاعت کرنا۔ پوجنا۔ تعریف کرنا۔ حمد کرنا۔ خدا کی بندگی کرنا۔ غلامی کرنا۔ کسی کے آگے ذلیل ہونا۔ خدمت کرنا۔ ایک جاننا۔ مصباح اللغات ص۵۰۵۔ واصل العبودیة الخضوع والذّل صحاح المختار ص۴۰۸ علامہ زمخشری، اساس البلاغة ص۲۹۱۔ ۳ المحجوب والمحجوب الضریر لسان العرب ج ۔ ص۲۹۹۔ ایضاً قاموس ج ۱ ص۵۵۔ مصباح اللغات ص۱۱۳۔ صراح ص۲۳۔ المحجوب۔ پردہ کیا ہُوا۔ چھپایا ہُوا۔ نابینا۔ المعجم الاعظم ج ۳ ص۱۵۵۵۔ ۴ آبق۔ العبد ذهب بلا خوف ولا کد عمل او استخفى ثم ذهب، ثم ذهب فهو آبق۔ قاموس ج ۳ ص۲۱۵۔ ایضاً لسان العرب ج ۱۰ ص۳۔ ابق، اباق گریختن بندہ۔ صراح ص۳۶۰۔ ۵ وکفراناً۔ وکفر نعمة الله وبها کفوراً وکفراناً۔ قاموس ج ۲ ص۱۳۲۔ والکفر: کفر النعمة۔ وهو ضد الشکر۔ والکفر: جحود النعمة، وهو ضد الشکر لسان العرب ج ۵ ص۱۴۴۔ ایضاً صحاح المختار ص۵۷۳۔

(حاشیہ جاری ہے)

اَلٰہِی لَا مُخْلِصَ[1] لِيْ اِلَّا کَرَمُكَ[2] اَلٰہِی اَتُوْبُ[3] وَلَا اُوْفٰی[4] بِالتَّوْبَةِ اِلَّا بِعِصْمَتِكَ[5]

(ترجمہ) اے میرے اللہ سوائے تیری بخشش کے میرا نجات دہندہ کوئی نہیں۔ اے میرے اللہ میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں سوائے تیری مہربانی کے میری توبہ مکمل نہیں ہوسکتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۲) (کفرا وکفراً وکفوراً وکفراناً) نعم اللہ وبنعم اللہ، ناشکری کرنا۔ ناشکر ہونا جب کفران نعمت کے ساتھ آئے تو معنی ناشکری کے ہیں۔ المعجم الاعظم ج ۴ ص ۲۴۹۳۔

[1] مُخْلِص: النجاة من الخطية ومن الاثم. لسان العرب الملحق ج ۱۶ ص ۲۱۰۔ خلص یخلص خلوصاً وخلاصاً صاف ہونا۔ بے کھوٹ ہونا۔ خالص ہونا۔ نجات پانا۔ بچ جانا۔ محفوظ ہونا۔ المخلص۔ نجات دینے والا۔ المعجم الاعظم ج ۲ ص ۱۸۸۱۔ ایضاً مصباح اللغات ص ۱۹۱۔ ایضاً مختار الصحاح ص ۱۸۳۔ و یاقوت متخلص۔ متقی وھذہ خلاصة السمن ای ماخلص منه. ومن المجاز: أخلص له المودة واخلص الله دينه، وخلص الله دينه، وھو عبد مخلص ومخلَص. اساس البلاغة علامہ زمخشری ص ۱۱۸۔ [2] کَرُمَ، کَرَمَةً وکرامَةً۔ عزیز ونفیس ہونا۔ آسانی سے دینا۔ اور بخشش کرنا۔ فیاض ہونا۔ مصباح اللغات ص ۷۲۲۔ ک ر م۔ (الکَرَم) بفتحین ضد اللّؤم وقد (کَرُمَ) بالضم (کرمًا) فھو کریم۔ مختار الصحاح ص ۵۶۸۔ ایضاً لسان العرب ج ۱۲ ص ۵۱۰۔ صراح مع قراح ۴۹۰
[3] اَتُوْبُ الیه (تاب) الی الله توباً وتوبةً ومتاباً وتابةً رجع عن المعصية وھو تائب۔ قاموس ص ۴۱ ج ۱
توب۔ توبة۔ بازگشتن از گناه۔ یقال تاب الی الله توبه ومتاباً وتاب الله علیه۔ صراح ص ۱۹۔ تاب الی الله (ن) گناہ چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا۔ نادم و پشیمان ہونا۔ تائب کی صفت ہے۔ تاب اللہ علیه۔ بخشش دینا۔ دوبارہ مہربان ہونا صفت تواب ہے۔ مصباح اللغات ص ۶۴۔ توب: التوبة الرجوع من الذنب. وفي الحديث الندم توبة والتوابُ مثله. لسان العرب ج ۱ ص ۲۳۳۔
[4] 'و' یہاں ماقبل جملہ پر عطف ہے۔ وَفَا: (وفیٌ) وفا ضدُّ غدر کاوفی۔ قاموس المحیط ج ۴ ص ۳۰۳ (وفیاً) الشیئ۔ کامل ہونا اور بہت ہونا۔ مکمل اور پورا ہونا۔ المعجم الاعظم ج ۵ ص ۳۱۵۶۔ وفي: الوفاءُ: ضد الغدر۔ لسان العرب ج ۱۵ ص ۳۹۸۔
[5] عصم: اَلعِصْمَةُ في كلام العرب۔ المنع وعصمة الله عبدهٗ۔ ان یعصمه مما یوبقهٗ عصمه یعصمهٗ عصماً منعهٗ ووقاهٗ۔ لسان العرب ج ۱۲ ص ۴۰۳۔
عَصَمَ۔ یَعْصِمُ۔ عصماً۔ بچانا۔ محفوظ کرنا اور جب الیٰ کے صلہ کے ساتھ آئے تو پناہ دینا۔ کسی پر اعتماد کرنا۔ بھروسہ کرنا۔ المعجم الاعظم ج ۴ ص ۱۸۶۸۔
وَقَد (عصمه) يعصمه بالكسر (عصمةً فانعصم) و(اعتصم) بالله اى امتنع بلطفه من المعصية۔ مختار الصحاح ص ۴۳۸۔

وَلَا اِسْتِمْسَاكَ[1] لِيْ عَنِ الْخَطَايَا اِلَّا بِقُوَّتِكَ فَقَوِّنِيْ بِقُوَّةٍ كَافِيَةٍ وَتَوَلَّنِيْ بِعِصْمَةٍ مَانِعَةٍ وَاجْعَلْ تَوْبَتِيْ تَوْبَةً نَصُوْحًا[2] تَوْبَةً بَعْدَهَا تَوْبَةً اِلَيَّ مُوْجِبَةً لِمَحْوِ مَا سَلَفَ وَالسَّلَامَةِ فِيْمَا بَقِيَ اِلٰهِيْ كَمَا سَتَرْتَنِيْ[3] بِعَفْوِكَ وَتَغَمَّدْتَنِيْ[4] بِفَضْلِكَ فِي الدُّنْيَا فَاسْتُرْنِيْ وَاَجِرْنِيْ مِنْ فَضِيْحَاتِ[5] الْعُقْبٰى۔

(ترجمہ) تیری مدد کے بغیر میں گناہوں سے رُک نہیں سکتا۔ پس اپنی پوری طاقت کے ساتھ مجھے قوت عطا فرما اور عصمت و عفت کی چادر پہنا تاکہ میں گناہوں سے رُک جاؤں اور میری توبہ کو توبہ نصوح بنا دے۔ ایسی توبہ جو میرے گذرے ہوئے گناہوں کی بخشش کا سبب ہو۔ اور میں باقی عمر ان گناہوں سے محفوظ رہوں۔ اے میرے اللہ جس طرح ازراہ کرم تُونے میرے گناہوں کو چھپا لیا اور اپنے فضل کی چادر سے اس دُنیا میں مجھے ڈھانپ لیا۔ اسی طرح مجھے چھپائے رکھ اور عاقبت کی رُسوائی سے مجھے پناہ دے۔

---

[1] اِسْتِمْسَاکَ۔ جب عن کے ساتھ ہو تو اس کے معنی باز رہنا، رُک جانے کے ہیں۔ المعجم الاعظم ج ۴ ص ۲۷۳۔ وَمَسَکَ بِالشَّيْءِ وَاَمْسَکَ بِهٖ وَتَمَسَّکَ وَتَمَاسَکَ وَاسْتَمْسَکَ وَمَسَّکَ، کُلُّهٗ اِحْتَبَسَ۔ لسان العرب ج ۱ ص ۲۸۸

[2] وَالتَّوْبَةُ النَّصُوْحُ: الخالصة، وقيل، هِيَ اَنْ لَا يَرْجِعَ الْعَبْدُ اِلٰى مَا تَابَ عَنْهُ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ لسان العرب ج ۲ ص ۶۱۲۔ وَالتَّوْبَةُ النَّصُوْحُ الصَّادِقَةُ اَوْ اَنْ لَا يَرْجِعَ اِلٰى مَا تَابَ عَنْهُ. اَوْ اَنْ لَا يَنْوِيَ الرُّجُوْعَ قاموس ج ۱ ص ۲۶۳۔ منه التوبة النصوح بالفتح والضم وهي الصادقة۔ صراح ص ۱۱۱

[3] ستر۔ (ن۔ص) سترًا وسترًا وسِترًا کسی چیز کو چھپانا یا ڈھانپنا۔ مصباح اللغات ص ۳۳۶۔ ایضًا المعجم الاعظم ج ۳ ص ۱۳۲۳۔ س ت ر۔ (السِتر) جمع (ستور) و(استار) و(السُّتْرَۃ) ما يستر به كائنًا ما كان وكذا (الستارة) والجمع (الستائر) و(ستر) الشيء غطاه وبابه نصر (فاستتر) هو (تستر) اي تغطى۔ مختار الصحاح ص ۲۸۵۔ ایضًا۔ لسان العرب ج ۴ ص ۳۴۳۔

[4] غَمَدَ وَتَغَمَّدَ۔ عیوب و قصور کو چھپانا۔ جب برحمتہ کے ساتھ آئے تو معنی رحمت میں چھپا لینا۔ رحمت کے سائے میں رکھنا۔ المعجم الاعظم ج ۳ ص ۲۰۴۴۔ وَتَغَمَّدَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ اي غَمَرَهٗ بها۔ صراح ص ۱۴۱۔ ایضًا۔ اساس البلاغۃ ص ۳۲۸۔ وتغمّده الله برحمته غمره فيها وغمره بها۔ وفي الحديث: ان النبي صلى الله عليه واٰله وسلّم۔ قال: ما احد يدخل الجنة۔ لسان العرب ج ۳ ص ۳۲۶۔

[5] فَضَحَ فَضِيحًا۔ برائیاں ظاہر کرنا۔ کسی کے بُرے افعال کو کھولنا۔ رُسوا کرنا۔ بے عزت کرنا۔ الفضيحة۔ عیب۔ شرمندگی۔ رسوائی۔ برائیوں کا انکشاف۔ المعجم الاعظم ج ۴ ص ۲۱۴۸۔ فضح۔ فضيحة۔ فضوح۔ رسوائی۔ يقال فضحه۔ فافتضح۔ صراح ص ۱۰۰۔

إِلٰهِي سَتَرْتَ قَبِيْحَ[1] أَعْمَالِيْ وَأَظْهَرْتَ الْجَمِيْلَ[2] لِيْ عِنْدَ النَّاسِ فَأَنَا أَرْجُوْ مِنْ كَرَمِكَ أَنْ تَفْعَلَ بِيْ هٰكَذَا فِيْ يَوْمِ الْجَزَاءِ إِلٰهِيْ تَرَدَّدْتُ[3] وَتَمَنَّيْتُ[4] أَنْ أَكُوْنَ مَرْضِيًّا عِنْدَكَ مُطِيْعًا وَمُحِبًّا لَكَ وَمُقَرَّبًا عِنْدَكَ لٰكِنْ غَلَبَتْنِيْ شَقْوَتِيْ[5] فَلَمْ يَحْصُلْ مِنِّيْ شَيْءٌ مِمَّا يُقَرِّبُنِيْ[6] إِلَيْكَ بَلْ حَصَلَ مِنِّيْ مَا يُبْعِدُنِيْ عَنْكَ وَلَا أَدْرِيْ مَا أَفْعَلُ بِهٰذَا أَوَلَا أَرْجُوْ شَيْئًا سِوٰى كَرَمِكَ وَفَضْلِكَ۔

(ترجمہ) اے میرے اللہ تُو نے میرے بُرے اعمال کو چُھپا کر مجھے اچھا کر کے دکھایا۔ اس لئے میں تیری بخشش سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن بھی تو میرے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔ اے میرے اللہ میں نے تیرے حضور بار بار حاضر ہونے کی آرزو کی کہ میں تیرے حضور میں اطاعت کرتے ہوئے تیری رضا حاصل کروں اور خاص تیری ہی محبت مجھے نصیب ہو۔ خاص تیرا قرب مجھے حاصل ہو۔ لیکن میری بدبختی نے مجھ پر غلبہ پایا اور میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہوگا اب تیرے فضل و کرم کے سوا کوئی اُمید باقی نہیں رہی۔

---

[1] قبح۔ القبح۔ ضد الحسن والفعل قَبُحَ يقبح قُبحًا وقُبوحًا وقَباحًا وقَباحةً وقبوحةً وهو قبيح۔ لسان العرب ج ۲ ص۵۵۲۔ بُرا ہونا۔ بدصورت ہونا، ذلیل و خوار ہونا، رُسوا ہونا، بدنما، شرمناک۔ المعجم الاعظم ج ۴ ص۲۲۔ [2] والجَمال۔ مصدر الجميل۔ والفعل جمل۔ لسان العرب ج ۱۱ ص۱۲۶۔ الجميل خوبصورت خوش خلق، عمدہ چال چلن والا۔ خوب۔ المعجم الاعظم ج ۱ ص۴۹۳۔ [3] تردد۔ جب الیٰ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی بار بار آنا کے ہیں۔ المعجم الاعظم ج ۲ ص۱۹۳۔ ردد: ردّ السائل۔ ورده عن حاجته۔ اساس البلاغۃ ص۱۵۹۔ ردد: الرد۔ صرف الشيء ورجعه والردّ۔ مصدر رددت الشيء۔ لسان العرب ج ۳ ص۳۷۶۔ [4] الأُمنية جمع أمانيّ۔ آرزو کرنا۔ مصباح اللغات ص۸۴۔ منّى يمنى منيًا تمنية۔ آرزو کرنا یا آرزو مند ہونا۔ آرزو دلانا۔ ترغیب دینا۔ المعجم الاعظم ج ۴ ص۲۵۲۔ [5] شقا۔ الشقاء والشقاوة، بالفتح۔ ضد السعادة يمدّ ويقصر، شقي۔ يشقى شقاءً وشقاءً وشقوةً وشقوةً۔ لسان العرب ج ۴ ص۴۳۸۔ ایضاً قاموس ج ۴ ص۳۵۱۔ [6] قرب۔ القُرْبُ نقيض البعد۔ لسان العرب ج ۱ ص۶۶۲۔ تقرب، تقربًا وتقرابًا الى الله بالقربان قربت ڈھونڈنا۔ مصباح اللغات ص۶۵۶۔ ایضاً قاموس ج ۱ ص۱۱۸۔ (حاشیہ جاری ہے)

اِلٰهِی مَضٰی کَثِیْرُ عُمْرِیْ فِی الْبَاطِلِ وَلَا تَحْرِمْنِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَنِیْ وَلَا تَجْعَلْ فِی الْبَاطِلِ مَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَحْرُوْمًا مِمَّا اَعْطَیْتَ عِبَادَكَ الْمُقَرَّبِیْنَ اِلٰهِیْ كَثْرَةُ الْمَعَاصِیْ مَانِعَةٌ عَنِ السُّؤَالِ مِنْكَ لٰكِنْ لَیْسَ لِیْ سِوَاكَ مَلْجَاءٌ وَمَلَاذٌ وَمَعَاذٌ مِمَّنْ اَسْئَلُ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنْتَ رَبِّیْ وَلَا رَبَّ لِیْ سِوَاكَ۔

(ترجمہ) اے میرے اللہ میری عمر کا زیادہ حصہ ناروا کام کرتے ہُوئے گذرا اور جو کچھ تُو نے مجھے عطا کیا ہے مجھے اُس سے محروم نہ رکھ۔ اور میری بقیہ عمر اُمورِ ناکارہ میں نہ گذار، جو تُو نے اپنے مقرب بندوں کو عطا کیا ہے اس سے مجھے محروم نہ کر۔ اے میرے اللہ میرے گناہوں کی بہتات تجھ سے سوال کرنے میں آڑے آتی ہے۔ لیکن سوائے تیرے نہ کوئی میری پناہ ہے اور نہ امان کی جگہ ہے کہ میں اس سے سوال کروں میں تیرا بندہ ہوں اور تُو ہی میرا رب ہے سوائے تیرے میرا کوئی پروردگار نہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۲۵) ۷ البُعد: خلاف القرب۔ لعبُدَ الرجل، بالضم، وبعد، بالکسر، بعدًا و بعدًا فهو بعیدٌ و بعادٌ لسان العرب ج ۳ ص۸۹۔ ایضاً صراح ص۲۲۳۔ دُور ہونا۔ ہلاک ہونا۔ صفت باعد مصباح اللغات ص۶۱

۱ مضی: مضیَ الشئ یمضی مضیًا ومضاء ومضوًا خلا وذهب۔ لسان العرب ج ۱۵ ص۲۸۳۔ مضا۔ مضا مضیٰ بالضم رفتن وگذشتن یقال منها مضی الشئ ای ذهب صراح ص۵۸۹۔

۲ بَطَل۔ بَطَل الشئ۔ یبطل بطلًا وبطولًا وبطلانًا۔ ذهب ضیاعًا وخسرًا۔ فهو باطل والباطل۔ نقیض الحق۔ والجمع أباطیل لسان العرب ج ۱۱ ص۵۶۔ ایضاً مختار الصحاح ص۵۶۔ الباطل۔ فا۔ ج أباطیل۔ باطل، ناچیز، ضدِ حق، جھوٹ، بے فائدہ۔ المعجم الاعظم ج ۱ ص۲۶۔ ۳ ل ج أ۔ لجات الیه ولجئت و التجات الیه۔ وهو حسن اللجأ الی الله۔ وهو ملجأ القوم ولجأهم۔ اساس البلاغۃ علامہ زمخشری ص۴۰۴

۴ الملاذة۔ مصدر مَلَذه مَلَذًا ومَلَاذةً والملوذُ۔ الذی لایصدق فی مودلة۔ لسان العرب ج ۳ ص۵۹

۵ عوذ: عاذ به یعوذ عَوذًا وعیاذًا ومعاذًا۔ لاذ به ولجأ الله واعتصم، والمعاذ: المصدر والمکان والزمان اي قد لجأت الی ملجإٍ ولذت بملاذ والله عزّ وجلّ معاذ من عاذ به وملجأ من لجأ الیه والبلاد مثل المعاذ: وهو عیاذی ای ملجئ۔ لسان العرب ج ۳ ص۴۹۸ (حاشیہ جاری ہے)

اِلٰهِی وَاِنْ عَصَیْتُ كَثِیْرًا وَلٰكِنَّ حَبْلَ رَجَائِیْ مِنْكَ لَا یَنْقَطِعُ لِاَنِّیْ اَعْلَمُ
اَنَّ فَضْلَكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَذُنُوْبِیْ وَذُنُوْبُ جَمِیْعِ الْعَالَمِ
عِنْدَ فَضْلِكَ كَقَطْرَةٍ عِنْدَ الْبَحْرِ الْمُحِیْطِ فَلِهٰذَا اَسْاَلُكَ اَنْ
تُنَجِّیَنِیْ مِنْ هَوَائِ نَفْسِیْ وَمِنْ حُبِّ الدُّنْیَا وَحُبِّ
الْجَاهِ وَمِنْ اِطَاعَةِ النَّفْسِ وَالشَّیْطَانِ وَمِنْ نِسْیَانِ
ذِكْرِكَ وَفِكْرِكَ وَاَنْ تُوْصِلَنِیْ اِلٰی جَنَابِ الْقُرْبِ مِنْكَ
وَانْظُرْ اِلٰی كَرَمِكَ الْعَمِیْمِ وَفَضْلِكَ الْعَظِیْمِ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی
عِصْیَانِ الَّذِیْ فِیْ جَنْبِ غُفْرَانِكَ كَالْعَدِیْمِ یَا ذَالْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ یَا ذَا الْقُوَّةِ الْقَاهِرَةِ وَقُدْرَةِ الْكَامِلَةِ یَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِیْنَ
یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۝

(ترجمہ) اے میرے اللہ اگرچہ میں نے بہت نافرمانی کی ہے لیکن تیرے حضور میں میری اُمید کی ڈوری بندھی ہوئی ہے۔ جو نہیں ٹوٹی۔ اس لئے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ تیرا فضل میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے گناہ اور تمام جہانوں کے گناہ تیرے فضل وکرم کے مقابلے میں ایسے ہیں کہ جیسے تیرا فضل بحرِ محیط اور یہ ایک قطرہ کی مانند۔ پس اس لئے میں تجھ سے دُعا کرتا ہوں کہ مجھے خواہشاتِ نفس، دنیاوی محبت، حُبّ جاہ وجلال نفس وشیطان کی پیروی اور اپنے ذکر وفکر کی بھول سے نجات دے۔ اور مجھے اپنی قربت کے وصال کا شرف عطا فرما۔ اپنی عالمگیر بخشش اور عظیم الشان فضل کی طرف نظر کر اور میری گناہوں کی طرف نہ دیکھ جو تیری بخشش کے مقابل نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اے جلال وبزرگی کے مالک اے اکرم الاکرمین اے ارحم الراحمین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ۱) ع وذ۔ أعیذك باللہ ان تفعل كذا۔ (حاشیہ جاری ہے)

اِلٰهِی تَمَنَّیْتُ وَاجْتَهَدْتُّ لِقَآءَ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِكَ الْمُقَرَّبِیْنَ یَدُلُّنِیْ
وَیُقَرِّبُنِیْٓ اِلَیْكَ فَلَمْ اَجِدْهُ وَاِنْ وَجَدْتُّهٗ لَمْ اَعْرِفْهُ وَاِنْ عَرَفْتُهٗ
لَمْ اَخْدِمْهُ حَقَّ الْخِدْمَةِ وَلَمْ اُلَازِمْهُ حَقَّ الْمُلَازَمَةِ فَلَمْ اَسْتَفِدْ
مِنْ فُیُوْضِهٖ وَبَرَکَاتِهٖ حَقَّ الْاِسْتِفَادَةِ وَاَنْتَ اَغْنَی الْاَغْنِیَآءِ الَّذِیْ
لَا یَبْقَی السَّآئِلُ بِبَابِكَ مَحْرُوْمًا وَلَوْ اَعْطَیْتَ مَسْئُوْلَاتِ جَمِیْعِ
الْعَالَمِیْنَ لَا یَنْقُصُ مِنْ مُّلْکِكَ اِلَّا کَمَا یَنْقُصُ الْبَحْرُ الْمُحِیْطُ بِالْکَاْسِ
فَاجْذِبْنِیْٓ اِلَیْكَ بِالْجَذْبَةِ الْکَامِلَةِ الَّتِیْ جَذَبْتَ بِهَا اَوْلِیَآئَكَ
الَّتِیْ لَا یَبْقٰی مَعَهَا مِنْ صِفَاتِیْ وَذَاتِیْ شَیْءٌ وَّاَفْنِیْ فِیْ تَجَلِّیَاتِ
ذَاتِكَ وَصِفَاتِكَ وَاحْتَرِقْ مَعَهَا بِنَارِ عِشْقِكَ وَیَصِیْرُ فِیْ نَظَرِیْ
کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَكَ الْکَرِیْمِ وَلَا یَبْقٰی فِیْ بَصِیْرَتِیْ وَبَصَرِیْ
اِلَّا وَجْهَكَ الْکَرِیْمِ وَاَرْسِلْ اِلَیَّ اَحَدًا مِّنْ اَوْلِیَآئِكَ یَجْذِبُنِیْٓ
اِلَیْكَ اَلٰهِیْ اَرْجُوْ مِنْ فَضْلِكَ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ
یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۰ اٰمِیْنَ۔ (ترجمہ و حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجیے)

(ترجمہ) اے میرے اللہ میں نے آرزو کی اور بہت کوشش کی کہ تیرے مقرب بندوں میں سے کسی ایسے بندے سے ملاقات کروں کہ وہ مجھے تیری معرفت کے حصول کی طرف رہنمائی کرے۔ اور تیرے حضور میں مجھے قریب کرے لیکن میں نے کوئی ایسا شخص نہیں پایا اور اگر مجھے ایسا بندہ ملا بھی ہو تو میں نے اُسے نہیں پہچانا اور اگر میں نے اُسے پہچانا بھی تو کما حقہٗ اس کی خدمت نہیں کر سکا۔ اے میرے اللہ تو غنیوں میں ایسا غنی ہے کہ تیرے دروازے سے کوئی سائل محروم نہیں جاتا۔ اگر تو تمام عالمین کے مانگنے والوں کو عطا فرمائے تو تیری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ جیسے بحرِ محیط میں سے ایک پیالہ بھر مقدار نکالی جائے تو اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی اگر تو مخلوقات کی مرادیں پوری کر کے انہیں عطیات سے نوازیں تو پھر بھی تیرے جود و کرم کے بحرِ محیط سے ایک پیالہ بھر مقدار بھی کم نہیں ہوگی اے الٰہی مجھ پر اپنی تجلیات میں سے ایک کامل تجلی اس طرح ڈال کہ جس طرح تو نے اپنے محبین، عاشقین اولیاء پر ڈالی ہے یعنی ایسی تجلی کہ میری ذات و صفات دونوں فنا ہو جائیں اور دونوں میں سے کچھ بھی باقی نہ رہے تیرے عشق کی آگ سے میرا وجود و عوارض سب جل جائیں اور میری نظر میں سوائے تیری ذات کے سب کچھ فنا ہی فنا معلوم ہو۔ میری بصیرت اور میری بصارت سوائے تیرے رُخِ انور کی لمعات کے اور کچھ موجود نہ رہے۔ میں پھر استدعا کرتا ہوں کہ اپنے مقرب اولیاء میں سے میری طرف کوئی ایسا ولی بھیج جو مجھے تیری طرف کھینچ لے جائے۔ اے میرے اللہ میں تیرے فضل سے یہ امید رکھتا ہوں کہ مجھے جہنم سے بچائے رکھنا۔ برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین آمین

(بقیہ حاشیہ ص۲۲۸) ویقول للمستعیذ باللہ: لقد عذت بمعاذٍ۔ ومعاذ اللہ۔ وعیاذ اللہ اساس البلاغۃ۔ علامہ زمخشری ص۳۱۶۔ ۱؎ المحیط۔ احاطہ کرنے والا۔ گھیرنے والا۔ محافظ۔ دائرہ۔ حلقہ۔ البحر المحیط۔ بڑا سمندر۔ المعجم الاعظم ج ۲ ص۲۰۲۔ ۲؎ نجا: النجاءُ۔ الخلاص من شیءٍ۔ نجا ینجو نجواً ونجاءً۔ ممدودٌ ونجاةً مقصور ونجّا۔ واستنجی کنجاہ۔ لسان العرب ج ۱۵ ص۳۰۴۔ ایضاً قاموس ج ۴ ص۳۹۶۔ ایضاً مصباح اللغات ص۸۶۲

۳؎ العمیم: ج عمم۔ ہر چیز پر پہنچنے والا۔ عالمگیر۔ مکمل۔ عام۔ المعجم الاعظم ج ۳ ص۱۹۳۳۔ ایضاً مصباح اللغات ص۵۵۳ والعمیم۔ وکلّ ما اجتمع وکثر: عمیم والجمع عُمُمٌ۔ لسان العرب ج ۱۲ ص۴۲۵۔

۴؎ عظم: من صفات اللہ عزّوجلّ العلی العظیم ویُسبّح العبد به فیقول۔ سبحان ربّی العظیم العظیم الّذی جاوز قدرہ وجلّ عن حدود العقول حتّیٰ لا تتصوّر الاحاطۃ بکنھہٖ وحقیقتہٖ۔ لسان العرب ج ۱۲ ص۴۰۹۔ ۵؎ والعدیم۔ الفقیر الّذی لا مال له۔ وجمعه عدماءُ فی الحدیث: من یقرض غیر عدیم ولا ظلوم۔ العدیم الّذی لا شیءَ عندہٗ فعیلٌ بمعنی فاعل۔ لسان العرب ج ۱۲ ص ۳۹۳۔ العدیمُ ھو عدیم النظیرِ وہ بے نظیر ہے۔ المعجم الاعظم ج ۳ ص۱۸۰۶ ۶؎ الاستفادہ: فائدہ آنچہ گرفتہ یاد شود۔ از دانش ومال۔ صراح ص۱۴۲۔ افادہ: الرجل۔ علماً او مالاً۔ حاصل کرنا۔ مصباح اللغات ص۶۳۹۔

(حاشیہ جاری ہے)

(بقیہ حاشیہ صـ۲۲۹) ۲؎ اغنی ۔ اغنا ۔ الرجل ۔ مالدار کردینا ۔ مصباح اللغات صـ۵۹۸ ۔ جب اغناہ عنہ کے ساتھ آجائے تو اس کے معنی کسی کو اس کی حاجت سے بے پرواہ کر دینا ۔ المعجم الاعظم ج۳ طـ۲۰۵ ۔ اغنیاء ۔ بے نیاز کردن ۔ صراح صـ۵۸۰ ۔ الغنی ضد الفقر ۔ والغنی ذوالفقرای المال الکثیر ج اغنیاء قاموس ج۴ صـ۳۷۴

۳؎ کأس ۔ ج کؤس و اکوس ۔ پیالہ ، پینے کا کٹورا ۔ المعجم الاعظم ج۴ صـ۲۴۱۷ ۔ کأس : ابن السکیت : ھی الکأس والفأس والرأس مھموزات ، وھورابط الجاش والکأس مؤنثۃ ۔ قال اللہ تعالیٰ الکأس من معین بیضاء ۔ لسان العرب ج۶ صـ۱۸۸ (الکأس) الإناء یشرب فیہ ۔ قاموس ج۲ طـ۳۵۱ ۔

۴؎ تجلیات تجلی کی جمع ہے ۔ لغت میں تجلی ظاہر ہونے کو کہتے ہیں ۔ جبکہ اصطلاحاً اسماء ، صفات اور افعال الٰہی کا کسی پر ہیبکا جانا تجلی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ نیز حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں لباس تعیّن کو تجلی کہتے ہیں ۔ ہر وہ شے یعنی وہ کیفیت اور حالت جس میں حقتعالیٰ کا یا اس کی کسی کیفیت کا اظہار ہو ، تجلی ہے ۔ سرّ دلبراں شاہ محمد ذوقی صـ۱۱۲ ۔ (التجلّی) تجلی ۔ خدا کا جلوہ انسان پر ۔ المعجم الاعظم ج۱ صـ۴۸۴ ۔

۵؎ ذات انا حقیقۃ الشیئ وتساوی الجوھر ۔ مجموعۃ الخصائص التی تمیز الشیئ عما عداہ وتساوی الماھیۃ ، وتطلق الذات ۔ ایضاً علی الجانب المدرک فی الانسان فی مقابل الموضوع ۔ لسان العرب المحتفر ج۱۶ صـ۳۴۵ ۔ الذات : وہ چیز جو جانے یا خبر دینے کے قابل ہو ذات الشیئ ۔ نفس شئ عین الشیئ جوھر الشیئ ۔ اسم الشیئ ۔ عند النحاۃ ۔ نحویوں کے نزدیک اسم ذات وہ ہے جو کسی ذات سے تعلق رکھتا ہو ۔ جیسے مرد ، شیر ۔ وغیرہ ۔ اور اس کے مقابلے میں اسم معنیٰ ہے جیسے علم ، شجاعت ، سخاوت وغیرہ ۔ مصباح اللغات صـ۲۴۴ ۔

۶؎ و ص ف ۔ (وصف) الشیئ من باب وَعَدَ و (صِفَۃً) ایضاً مختار الصحاح صـ۲۰۴ صفۃ ۔ نعت ۔ خوبی ۔ ہر وہ چیز جو موصوف کے ساتھ قائم ہو ۔ جیسے علم وجمال وغیرہ ۔ علامت جس سے موصوف پہچانا جائے ۔ مصباح اللغات صـ۹۳۷ ۔

۷؎ ۔ بصر : ابن الاثیر : فی اسماء اللہ تعالیٰ البصیر ، ھوالذی یشاھد الاشیاء کلھا ظاھرھا وخاصیتھا بغیر جارحۃ والبصر عبارۃ فی حقہ عن الصفۃ التی ینکشف بھا کمال نعوت المبصرات ، لسان العرب ج۴ صـ۶۴ ۔ بصیر ، بینا و دانا ، بصیرۃ ، حجۃ صراح صـ۱۶۱ ۔ البصیرت ، عقل ، زیرکی ، دانائی ۔ حجت کہا جاتا ہے ۔ فوارحہ ۔ بصیرۃٌ علیہ اس کے اعضاء اس پر گواہ ہیں ۔ وفراسۃٌ ذات بصیرۃ ۔ سچی فراست ۔ المعجم الاعظم ج۱ طـ۳۵۶ ۔

قصیدۂ غوثیہ

محدّثِ کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرانقدر علمی سرمائے میں شرح قصیدۂ غوثیہ ایک منفرد و ممتاز مقام کی حامل ہے۔ غوثِ صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قصیدے میں جو مشکل مقامات تھے۔ آپ نے انہیں نہایت ہی آسان اور سلیس زبان میں بیان کیا ہے۔ اس بے مثال قصیدے کی شرح میں تقریباً تمام ضروری مسائل کی تشریح موجود ہے۔ صرفی و نحوی علوم کی روشنی میں نہایت ہی وضاحت و بسط کے ساتھ تراکیب بیان کر کے قصیدے کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔ وہ مقامات جہاں علماء اور عرفاء کو سمجھنے میں دقّت و مشکل محسوس ہوئی وہاں آپ نے کمال عمدگی کے ساتھ اُسے سمجھانے کی کوشش کی۔ اور وہ تمام تر اشکال اور اشتبہات جو ان مقامات پر پیدا ہوئے تھے۔ رفع کر دیئے۔ اشعار کی تشریح کرتے ہوئے جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علوِ مرتبت کی بنیاد پر آپ کے افکار کو عام فہم بنانے کی سعی جمیل فرمائی جس میں آپ کافی حد تک کامیاب ہوئے۔

قصیدہ غوثیہ ہر عہد میں مقبول اور متداول رہا ہے۔ اس پر عُلمائے کرام اور فضلائے عظام نے شروح لکھیں۔ اور ظاہری و باطنی علوم و فیوض سے مستفیض ہوئے۔ ان اہلِ علم حضرات نے قصیدے پر لکھنا اپنے لئے سعادت اور روحانی برکات کے حصُول کا ذریعہ سمجھا۔

مشہور و معروف مصنف جناب حضرت علامہ شیخ فضل اللہ بن روزبہان (م ۹۲۷ھ ہجری) نے قصیدۂ غوثیہ کی شرح بنام قصیدۂ خمریہ (فارسی) میں لکھی۔ جس کا خطّی نسخہ لینن گراڈ اکیڈیمی میں پایا جاتا ہے[1]

رموز خمریہ شرح قصیدۂ غوثیہ (فارسی) جناب عالم ربّانی حضرت محمد فاضل کلانوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۱۰۸ھ ہجری میں لکھی[2]

قصیدہ غوثیہ مترجم پنجابی۔ پنجاب کے مشہور عالم و عارف رانجھا برخوردار نے ۱۱۰۹ھ ہجری میں پنجابی نظم میں اسکا ترجمہ کیا۔ بیان الاسرار فی شرح القصیدۃ للشیخ سید عبدالقادر جیلانی (عربی) حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی، (م ۱۱۵۱ھ ہجری)[3] ملا محمد بن ملا محمد شیرازی نے شرح قصیدہ خمریہ کے نام سے شرح لکھی نوشتہ ۱۲۹۹ھ[4]

---

[1] نمبر ۲۱۴۵-B (۲۵۹۸ ف) مکتوبہ ۱۲۹۹ھ (۳۸ پ، ۵۶ پ)

[2] مطبوعہ مطبع صبح صادق سیتاپوری صفحات ۴۴۔ سال تصنیف ۱۱۰۸ھ ہجری، سنِ طباعت ۱۳۰۶ھ ہجری

[3] یہ شرح ۳۰۴ صفحات ۲۰ سطر تقطیع ۸۰۵ × ۱۰-۹ مخرونہ ذخیرہ مولوی شمس الدین مرحوم و مغفور (م ۱۳۸۷ھ) تاجر کتب نادرہ لاہور۔ [4] لینن گراڈ اکیڈیمی ۲۴۵ ا بی (۲۵۹۹ ف) کیمپو شیکس ۳۴۴-۱

مقدمے میں قصیدے کی شرح کرنے کی غرض و غایت خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔

بعض الفاظ او غیر ظاہر المعنی بود بخاطر این احقر رسید کہ چوں این عاصی از کمترین خادمانِ آنجناب است موافق حوصلہ خود چیزی بیانِ معنی این الفاظ نماید کہ خوانندہ را بافہم معنی ذوق دست می دھد[1]

اس کے بعض الفاظ غیر ظاہر المعنی تھے اس لئے فقیر کے دل میں یہ خیال پیدا ہُوا۔ چونکہ یہ گنہگار آپ کے کمترین خدام سے ہے۔ لہٰذا اپنے علم کے مطابق اُن الفاظ کے کچھ معنی بیان کرے تاکہ پڑھنے والے کو معنی کے سمجھنے کا ذوق پیدا ہو جائے۔

آپ کی اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مقامات جو اشتباہ پیدا کرتے ہیں۔ یا ان کا سمجھنا مشکل ہے۔ اس کی وضاحت فرمادی۔ شرح کرتے وقت آپ نے ان تمام پہلوؤں پر نظر رکھی۔ جو اس قصیدے کے بنیادی مطالب سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً لغوی اعتبار سے اس مصرعے کی توضیح فرماتے ہیں۔ شربتم فضلتی من بعد سکری

لفظ فضلۃ بفتح خلاف ضمّ آن بمعنی آنچہ زیادہ شود بہ انداز شخص[2]

لفظ فضل ف کی زبر کے ساتھ اور پیش کے ساتھ اس معنی میں ہے کہ زیادتی کے باعث کسی شخص سے کچھ باقی رہ جائے۔ نیز تشریح کرتے ہُوئے لکھتے ہیں:۔

لیکن فتح ف بہتر است زیرا آنکہ اطلاق فضل بضمّ ف بر بیش افگندہ ہم آمدہ است[3]۔

لیکن ف کو زبر کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے اگر پیش کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی گندگی کے بھی آتے ہیں۔

گویا آپ نے اس مقام پر بعید الفہم معنی کی نشاندہی کر دی جو تہذیب کے پایہ سے گرے ہُوئے ہیں۔

دوسرے مصرعے کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

انا البازِیُّ اَشْھَبُ کُلِّ شَیْخٍ۔ من باز سفیدم درمیانِ ہر شیخ[4]

میں تمام مشائخ کے درمیان سفید باز ہوں۔

صرفی توضیح یوں ہے۔

و لفظ کلّ شیخ بفتح لام است۔ منصوب بنزع خافض اے فی کُلِّ شیخٍ۔

اور لفظ کلّ شیخ لام کی زبر سے ہے اور یہ منصوب بنزعِ خافض ہے۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۹) جس پر چالیس صفحات پر ایک بیش قیمت مقدمہ جناب الحاج حکیم محمد موسیٰ مدظلہ امرتسری نے تحریر کیا ہے۔

[1] شرح قصیدۂ غوثیہ (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱

[1] شرح قصیدہ غوثیہ (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱

[2] ایضاً ص۱

[3] ایضاً ص۱

[4] ایضاً ص۲

حضرت علامہ عالم فروع واصول مولانا مولوی غلام رسول صاحب ساکن ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور نے شرح قصیدہ غوثیہ کے نام سے بہت عمدہ شرح لکھی[۱]۔

حضرت خواجہ احمد حسین خاں امروہوی (م ۱۳۶۱ ہجری) نے شرح قصیدۂ غوثیہ کے نام سے اردو اور فارسی اشعار میں نظم اور اردو دو نثر میں شرح لکھی[۲]۔ العصیدہ الیوسفیہ لقاری القصیدۃ الغوثیہ لکھی[۳]۔ تحفۂ محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف شرح قصیدہ غوثیہ[۴]۔ اس شرح کا پنجابی اشعار میں ترجمہ اور اردو میں توضیح کی گئی ہے۔ اگرچہ مختصر شرح ہے مگر جامع و اکمل ہے۔ شارح جناب مولانا محمد نظام الدین ملتانی ثم وزیرآبادی ہیں۔

قصیدہ غوثیہ منظوم اردو ترجمہ!

جناب حاجی شمس الدین شائق ایزدی المعروف شمس الہند صوفی معنوی لاہوری (م ۱۹۳۰ء) نے اس کا ترجمہ کیا[۵]۔
پشاور شہر کے مشہور و معروف شاعر و ادیب جناب مظہر گیلانی نے قصیدہ غوثیہ کا منظوم اردو ترجمہ لکھا[۶]۔
الجواہر المفیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ۔ جناب حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات جناب عبدالمالک کھوڑوی (م ۱۳۶۰ھ) نے یہ شرح لکھی[۷]۔

غرضیکہ مختلف ادوار میں علمائے محققین اور مسترشدین نے قصیدے کی شرح لکھیں۔ اور اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا اور ان علمائے ربانیین نے اپنے فکر، علم اور بساط کے مطابق نہایت ہی محنت و کاوش سے اس کے مضامین اور اسرار و رموز کی وضاحت کی۔ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس طرح سلوک و معرفت کے ذریعے تربیت انسانی کی۔ توجہات باطنی سے تزکیۂ نفوس کیا۔ علم حدیث و فقہ کے ذریعے اعمال صالح کی تشریح فرمائی۔ اسی طرح آپ نے قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھ کر اذہان، نظریات اور خیالات میں جو شکوک و شبہات اور ابہام پیدا ہوتے تھے۔ روحانی اعتبار سے ان کی اصلاح علم تصوف کی روشنی میں کی۔

اس قصیدے کی ابتدا حمد و ثنا کے بعد ان الفاظ سے کی ہے :۔

اما بعد میگوید بندۂ گنہگار از رحمت پروردگار امیدوار پُر عیب و لوث محمد غوث بن سید حسن قادری کہ چون قصیدۂ مبارکہ خمریہ کہ منسوب آنجناب عالی حضرت غوث اعظم و قطب اضخم حضرت شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی است[۸]۔

پُر عیب و لوث بن محمد غوث بن سید حسن قادری امیدوار رحمت خداوندی عرض کرتا ہے کہ یہ قصیدۂ مبارکہ جناب حضرت غوث اعظم و قطب اضخم حضرت شیخ عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی سے منسوب ہے۔

۱؎ مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ مولانا موصوف نے یہ نہیں لکھا کہ یہ شرح قلمی ہے یا مطبوعہ صفحات ۴۰، مطبوعہ لاہور ۱۳۴۲ھ۔ ۲؎ ۱۹۰۸ء / ۱۳۲۶ھ مطبع ریاضی امروہیہ (بھارت) ۳؎ مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی ساکن میروال ضلع شیخوپورہ (م ۱۳۷۵ھ) مطبوعہ لاہور ۱۳۴۲ھ
۴؎ مذکورہ شرح ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے ۱۳۵۲ھ میں لکھی جو لاہور سے شائع ہوئی۔ ۵؎ صفحات ۱۴ کوآپریٹو سٹیم پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۰ء
۶؎ قصیدہ غوثیہ منظوم اردو ترجمہ سید مظہر گیلانی باہتمام سید فرالثقلین ذیشان گیلانی مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ پشاور۔ ۷؎ یہ شرح پہلی بار ۱۳۳۹ھ میں بہاولپور سے چھپی۔ جبکہ دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۵ھ میں نوری بک ڈپو گنج بخش لاہور سے چھپا۔ یہ شرح ۱۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ (حاشیہ جاری ہے)

یہاں عربی قواعد میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ کبھی کبھی جر اتار دیتے ہیں اور مجرور کو بجائے کسر کے فتح دیدیتے ہیں جیسا کہ
وَ اَسِرَّۃُ بِفَاعَ [1]
بفاع دراصل ببفاع تھا۔
یہاں منصوب بنزع خافض کے لحاظ سے آپ نے یہ ترجمہ کیا ہے۔
"اے فی کلّ شیخ" یعنی تمام مشائخ ہیں۔
دوسرے معنی یہ ہیں۔
واحتمال است کہ مفعول محذوف باشد اے اصید کلّ شیخ۔ یعنی مَنْ باز سفیدام کہ صید می کنم ہر شیخ را [2]
یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ فعل کا مفعول حذف کیا گیا ہو۔ یعنی میں ایسا سفید باز ہوں کہ ہر شیخ کو شکار کرتا ہوں۔
غرضیکہ آپ نے اسی طرح صرفی ولغوی اعتبار سے قصیدے کو سمجھنے میں کافی عقدہ کشائی کی ہے۔ اس مختصر مگر جامع شرح میں صاحبانِ علم و معرفت کے لئے بڑے نکتے کی باتیں فرمائی ہیں۔
سقانی الحب کاساتِ الوصالی کی شرح میں لکھتے ہیں۔
نوشانید مرا محبت کاسا ہائے وصال [3]
محبت نے مجھے وصل کے جام پہ جام پلائے۔
یہاں کاسۃ کی جمع کاسات ہے۔ یعنی پیالے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کی جمع لانے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ محبت میں ایک پیالے پر اکتفا نہیں ہوتا۔ بلکہ محبت ایک جام کے بعد دوسرا جام چاہتی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ نے کہا۔

شربتُ الحب کاساً بعد کاسٍ فما نفذ الشرب ولا رویتہ [4]

کاسۂ وصل کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
کاسۂ وصل عبارت است از کاسۂ شراب عالم قدس کہ حاصل است از وصل۔ و مراد از کاسہائے در اینجا مرتبہ ہائے ولایت است۔ کہ ولایت را مراتب بسیار است، چنانچہ کاسہ مشتمل است بر شراب ہمچنین ولایت مشتمل است بر مرتبۂ وصل و مراد از وصال نہ مثل وصال انسان است با انسان دیگر۔ کہ ہر دو ملاقی شوند۔ بلکہ وصال حق عبارت ازاں است کہ متجلی شود بر ذوات و صفاتِ حق و مضمحل و محو گردد ذات و صفاتِ بندہ در و چنانچہ نماند اثرے از او [5]

---

[1] شرح قصیدہ غوثیہ (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص
[2] ایضاً ،، ،، ،، ،، ،، ،، ،، ص
[3] ایضاً ،، ،، ،، ،، ،، ص [4] میں نے منزلِ حُبِ محبوب میں شراب کے کئی جام بھر بھر پیئے لیکن نہ تو شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیر ہوا۔ ایضاً۔ [5] شرح قصیدہ غوثیہ (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۱

کاسہ وصال سے مراد عالم قدس کی شراب کے جام ہیں اور اس مقام پر کاسہا سے مراد ولایت کے مراتب ہیں اور ولایت کے کئی مراتب ہیں۔ عالم قدس کی شراب کے پیالوں کے پینے سے مراد وہ وصل نہیں ہے جو کہ ایک انسان کو دوسرے انسان کی ملاقات سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ اس وصال سے وہ تجلیات مراد ہیں جو کہ بندے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات و صفات سے وارد ہوتی ہیں جس سے بندے کی ذات و صفات کا اثر باقی نہیں رہتا۔

محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اس مصرعے میں ایک مشکل اور اہم مقام کو نہایت ہی احسن طریقے سے بیان کرتے ہیں۔

وَ اَطْلَعَنِیْ عَلٰی سِرٍّ قَدِیْمٍ۔

ومطلع ساخت مرا بر سرّ قدیم، مراد از "سرّ قدیم" تجلیٔ ذات وصفاتی است کہ چون ذاتِ الٰہی متجلی سازد صفاتِ قدیمہ خود را بر انسانِ کامل محو گرداند از او صفاتِ بشریہ و ظہوری نماید آثارِ صفاتِ الوہیہ مثل احیاء و امات و غیر آن از تعرفاتِ الٰہی و علمِ کائنات و قدرت بر ہمات[1]

سرّ قدیم سے مراد تجلیٔ ذاتی اور صفاتی ہے۔ جب ذاتِ الٰہی اپنی صفاتِ قدیمہ کو انسانِ کامل پر جلوہ آراء فرماتا ہے تو اس سے صفاتِ بشریہ محو ہو جاتی ہیں۔ اور صفاتِ الوہیت کے آثار جیسے مارنا۔ زندہ کرنا۔ علاوہ ازیں تعرفاتِ الٰہی علمِ کائنات اور سب چیزوں پر قدرت حاصل کرنے کے آثار ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں۔

پس معنی آنست کہ مطلع ساخت مرا بر سرّ قدیم یعنی متجلیٔ گشت برمن بہ صفاتِ قدیمۂ خود و محو و مضمحل گردانید از من صفاتِ حادثیہ مرا۔ و سرّ قدیم از صفاتِ قدیمہ الٰہی است[2]

پس اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے سرّ قدیم سے مطلع کیا گیا۔ یعنی مجھ پر اپنی صفاتِ قدیمہ کی انوار و تجلیات کی جلوہ آرائی کی۔ اور مجھ سے میری صفاتِ حادثیہ محو اور مضمحل کر دیں۔ سرّ قدیم سے عبارت صفاتِ قدیمہ الٰہی ہیں۔

آپ نے ہر ایک شعر کی توضیح و توجیہہ فرمائی۔ اور طالبانِ علوم کے لئے تحقیق و تفحص کی نئی نئی راہیں روشن کیں۔ محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تالیف صرف و نحو، ادب اور علوم تصوف کے نکات بیان کرنے میں اپنی نظیر آپ ہے۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شرح قصیدہ غوثیہ المعروف بہ خمریہ (فارسی) مخطوطہ جناب سید محمد امین شاہ صاحب قادری گیلانی کے کتبخانہ میں موجود ہے جو ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے یہ نسخہ ۱۲۸۲ھ میں نقل کیا گیا ہے خط نسخ و نستعلیق استعمال کیا گیا ہے۔ قصیدے کی اصل عربی عبارت کو شرح سے جدا کرنے کے لئے اس

---

[1] شرح قصیدہ غوثیہ (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۶/۵ [2] قصیدہ غوثیہ (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث ر ح ص ۳

[3] فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) ج ۳ مخطوطہ نمبر ۳۴۷ (ا) ص ۳۱۱

پر شنگرفی لکیر ڈالی گئی ہے۔

تقطیع ۱۷×۱۰ سنٹی میٹر ہے

اس کا ایک خطی نسخہ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور میں موجود ہے [۱] اور شرح مذکور کا خطی نسخہ لینن گراڈ یونیورسٹی کی لائبریری میں بھی موجود ہے [۲]

---

[۱] فہرست مخطوطات (عربی و فارسی) ج ۳ مخطوطہ نمبر ۱۳ ، (ل) ص ۳۱۱

[۲] کیموشکین ۱/۳۴۶ (بحوالہ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی) ج ۲۔ ص ۱۲۳۵

"درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت"

رسالہ درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت اگرچہ مختصر ہے۔ مگر جامعیت اور افادیت کے لحاظ سے جو یائے حقیقت اور سالکِ راہِ طریقت کے لئے مشعلِ ہدایت ہے۔ شاہراہ سلوک کے راہی کا مونس و ہمدم ہے۔ رہ نوردِ منزل شوق کے لئے سنگ میل ہے نو آموزوں کے لئے پیرِ کامل اور پختہ کاروں کے لئے ہادی و رہنما ہے۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

مبتدی را دو چیز لازم است یکے ذکرِ دوام دوئم فکرِ تمام کہ موجب شوق و محبت است و فکرِ موجب فناء معرفت است[۱]

مبتدی کے لئے دو چیزیں نہایت ہی ضروری ہیں۔ ایک ذکرِ دوام دوسری فکر تمام۔ ذکر شوق و محبت پیدا کرتا ہے اور فکر سے فناء و معرفت حاصل ہوتی ہے۔

فصلِ اوّل درمتابعت نبوی علیہ السلام

درحقیقت ایک سالک جو معرفتِ حق کی تلاش میں ہوتا ہے۔ محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اس کے لئے یہ امر بنیادی اور ضروری ٹھہراتے ہیں کہ وہ عبادات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے مطابق عمل پیرا ہو۔ اس لئے آپ نے لکھا ہے۔

اول سالک راہ لازم است کہ سعی درمتابعتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماید و قدم از متابعتِ او بیرون نہ نہد و در عقائد و اعمال و افعال و احوال در تبعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوشد[۲]

سالک کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ اتباع حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انتہائی کوشش کرے۔ اور بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے کوئی قدم نہ اٹھائے عقائد، اعمال، افعال اور احوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے میں کمال جد و جہد کرے۔

آپ نے متلاشی حق کے لئے یہ امر بھی ضروری قرار دیا کہ وہ فقہ و حدیث کا مطالعہ کرے اور فقہیانہ روایات جو احادیث کیمطابق ہوں ان پر عمل پیرا ہوں۔

درعبادات کتب فقہ و حدیث را مطالعہ نماید و روایات فقہ کہ موافقِ حدیث باشد برآں عمل نمودن اولیٰ تر است[۳]

اکثر فقہ شریف اور کتب احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتا رہے اور فقہ کی جو روایات حدیث کیمطابق ہوں۔ ان پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

---

[۱] درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (طریقت قلمی) حضرت شاہ محمد غوث صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص۲
[۲] ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۹ [۳] ایضاً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص۸

فصل در بیانِ ذوق وشوق

اس فصل میں طریقۂ عالیہ قادریہ اور طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں ایک نمایاں فرق واضح فرمایا۔ طریقۂ قادریہ میں شوق، درد، محبت، سکر، حال، ذکر اور فکر غالب ہوتا ہے۔ جبکہ طریقۂ نقشبندیہ میں ذکر، جمعیت اور مراقبہ حاصل ہوتا ہے نیز ذکر و فکر کا فرق بھی بیان کیا ہے۔ یعنی جو عمل الفاظ کے ساتھ کیا جائے اُسے ذکر کہتے ہیں اور جو عمل بدون الفاظ ملاحظۂ ذاتِ حق کیا جائے وہ "فکر" ہے۔

آپ لکھتے ہیں:-

که اگر یادِ حق بالفاظ و حروف باشد لفظ اللّٰه یا لفظ لآاِلٰہ اِلااللّٰہ یا دیگر الفاظ آنرا در ملاحظۂ حق بدون الفاظ باشد آنرا فکر می نامند[1]

یادِ حق الفاظ اور حروف سے ہو مثلاً اللّٰہ یا لآاِلٰہ اِلااللّٰہ یا اور الفاظ سے ہو ذکر کہتے ہیں اور اگر ملاحظۂ ذاتِ حق بغیر الفاظ کے ہو تو اُسے فکر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اس فصل میں فنا و بقا پر بھی بحث فرمائی۔ آخر میں آپ لکھتے ہیں۔

ہر چند تفاصیل طریقت و حقیقت و معرفت بسیار است اما بہ این کلمہ چند اختصار نمودہ شد کہ بندہ را ملال نشود[2]

ہر چند کہ طریقت، حقیقت اور معرفت کی تفصیل بہت زیادہ ہے مگر ان چند کلمات پر اکتفا کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو ملالِ خاطر نہ ہو اور اس کی لذت سے محروم نہ رہ جائے۔

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری فصل میں اپنے والدِ ماجد ابوالبرکات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اور اپنے بعض حالات قلمبند کیے یا جن جن علماء اور بزرگوں سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ تمام تر احوال بھی قلمبند کیے ہیں۔ والدِ گرامی سے جو خرقۂ خلافت ملا وہ بھی نقل کیا۔ اپنا شجرہ اور والدۂ ماجدہ کا شجرہ مبارکہ بھی تحریر کیا ہے۔

آخر میں آپ لکھتے ہیں:-

اگر طالب را طلب این پیدا شود، باید کہ اول مرشد کند، کہ کار بدون او نمی‌گشاید و حل این عقدہ بہ وصل اوست.[3]

اگر طالب کرنے والے کو اس راہ کی طلب پیدا ہو تو چاہیے کہ وہ پہلے مرشد کامل پکڑے۔ کیونکہ بغیر مرشد کامل کے یہ کام نہیں بن پڑتا۔ اور اس عقدہ کی گرہ کشائی مرشدِ کامل ہی سے ہو سکتی ہے۔

جہاں آپ نے اتباعِ سنّتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاکید کی۔ وہاں بدعتی اور نافرمان لوگوں کی صحبت سے بچنے کی نصیحت

---

[1] درکسبِ سلوک و بیان معرفت و حقیقت (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۲
[2] ایضاً " " " " " " " ص ۴۸، ۴۹
[3] ایضاً " " " " " " ص ۶۸

بھی فرمائی۔

فصل در بیان مراقبات

اس فصل میں مراقبۂ حضور، مراقبۂ شہود، مراقبۂ معیت، احاطۂ ذاتیہ اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اور فصل کے آخر میں معرفت اور طریقت کا فرق بھی واضح کر دیا۔

آپ لکھتے ہیں:۔

دریں مرتبہ بہ تجلی صفات بر سالک نماید از ہر صفحۂ ذوق ولذت علیحدہ می یابد ایں را معرفت می نامند در مرتبۂ حقیقت محض فنا درحق است در معرفت امتیاز می شود[1]

اس مقام میں سالک پر تجلی صفات کا ظہور ہوتا ہے تو وہ ایک ذوق اور لذت پاتا ہے۔ اسی کو معرفت کے نام سے موسوم کرتے ہیں جبکہ مرتبہ حقیقت ذاتِ حق میں بالکل فنا ہونا ہے اور یہ مرتبہ معرفت میں امتیاز ہے۔

اسی لئے آپ نے مذکورہ عنوان پر ایک مستقل فصل تحریر کی۔

فصل در بیان حقیقت و معرفت

آپ نے توحید شہودی، صفاتِ حسن، صفات وجودیہ وامکانیہ، توحید وجودی مرتبۂ عبودیت پر تبصرہ کیا۔

فصل در بیان مراتب وجود وظہور حق

اس فصل میں مرتبۂ احدیت، حقیقتِ محمدی، مرتبۂ صفات در ذات، مرتبۂ لاہوت، مرتبہ جبروت، صورتِ مثالی، سالک مجذوب و مجذوب سالک کی تعریف، علم الیقین کی تعریف نیز تجلیٔ وجودی، تجلیٔ شہودی کو بھی نہایت شرح وبسط سے بیان کیا ہے۔

فصل نسبتِ ذاتِ بحت!

اس فصل میں نسبتِ ذاتِ بحت کی تعریف، تشریح اور اس کے حصول کا طریقہ سکھایا، تاکہ طالب سلوکِ معرفت اس پر عمل پیرا ہو کر اپنا مقصود پالے۔

آپ نے اس رسالے میں اپنے تمام اوراد، اشغال واعمال کو نہایت ہی عالمانہ انداز میں تحریر کیا ہے آپ نے ان تمام اوراد، اعمال، اشغال پر بذاتِ خود عمل کرنے کے بعد بیان کیا جو کہ طالب صادق کے لئے ایک مکمل واکمل مرشد واستاد

---

[1] در کسب سلوک و بیانِ طریقت وحقیقت (قلمی)، حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفحہ ۶۸۔

کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی لئے آپ اپنے وثوق کی بناء پر لکھتے ہیں کہ اگر کامل استعداد رکھنے والا اس رسالے پر جو کہ محققین صاحب کمال لوگوں سے حاصل کر کے تحریر کیا گیا ہے عمل کرے۔ تو ضرور معرفت و سلوک کی منزلوں کو طے کرے گا۔

اگر ایں چنیں مرشد نیابد پس آنچہ درایں رسالہ مسطور است از محققان و صاحب کمالان حاصل نمودہ خلاصہ آن نوشتہ باید کہ برایں عمل نماید البتہ از فائدہ و نیہاں ای ایں راخالی نخواہد ماند و درایں انتفاعی خواہد شد و اگر استعداد کامل داشتہ باشد شاید کہ بمقصود رسد والا خالی نماید[1]

اگر طالب حق کو اس راہ کی طلب پیدا ہو تو چاہیئے کہ پہلے تو مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ کیونکہ بغیر مرشد کامل کے یہ معرفت نہیں ہو سکتی۔ اس مشکل کا حل مرشد کے ملنے سے ہے۔ اگر ایسا مرشد کامل نہ ملے تو جو کچھ اس رسالے میں لکھا گیا ہے۔ وہ محققین اور صاحبان کمال سے حاصل کر کے اس کا خلاصہ تحریر کیا گیا ہے۔ چاہیئے کہ اس پر عمل کرے تو اس کی گہرائی سے ضرور فائدہ اور نفع حاصل کریگا۔ اگر وہ کامل اہلیت رکھتا ہو تو شاید کہ اپنی منزل کو پالے۔ نہیں تو خالی ہاتھ رہے گا۔

غرضیکہ آپ کی یہ تصنیف سلوک و معرفت میں مکمل اور اکمل رہنما ہے۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے ایک نا مکمل اور ناقص انسان کامل ترین انسانیت کے مقام پر فائز ہو سکتا ہے۔

اہل دُنیا کی صحبت اور محبت کے احتراز کرنے کے ضمن میں محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

صحبت و محبت اہل دنیا برائے طمع دُنیا نہ کند و از صحبت مبتدع احتراز نماید[1]

اور دنیا داروں کی صحبت طلب دنیا کی خواہش کے لئے نہ کرے اور ان لوگوں کی صحبت سے جو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرتے ہیں احتراز کرے۔

تلاوت قرآن حکیم ادعیہ ماثورہ، نماز تہجد ادائیگی نوافل کا بھی تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔

فصل دربیان طریقت

مذکورہ فصل میں طریقت کے ہر پہلو پر بحث فرمائی اور طریقت کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

کہ طریقت عبادت است از راہ سلوک باطنی کہ اولیائے بہ سلوک آں راہ بمرتبہ ولایت رسیدہ اند[2]

طریقت کے معنی سلوک باطنی کا وہ راستہ ہے جسے طے کر کے اولیاء ولایت کے مرتبہ کو پہنچے ہیں۔

---

[1] دربیان کسب سلوک و طریقت و حقیقت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ ص ۸

[2] ایضاً ص ۱۳

آپ نے اس راہ کے حصول کے لئے شرائط و ارکان کا ذکر فرمایا جن میں نو[9] شرائط اور چار[4] ارکان بیان فرمائے
نو شرائط میں سے چار شرائط ظاہری اعمال سے اور پانچ باطنی اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) قلتِ طعام

(۲) قلتِ منام

(۳) قلتِ کلام

(۴) عزلتِ از خلق

باطنی اعمال اس طرح بیان کئے۔

وپنج کہ در باطن اند صدق[1] و توکل[2] و یقین[3] و صبر[4] و عزم[5]

اور یہ پانچ شرائط باطن سے تعلق رکھتے ہیں۔ صدق، توکل، یقین، صبر اور عزم۔ ان شرائط و ارکان کی وضاحت بھی فرمادی۔

ارکان میں مرشدِ کامل کی تلاش۔ مرشد کے بتائے ہوئے ذکر و شغل پر عمل کرنا۔ مراقبات میں مشغول رہنا۔ ذات حق میں محو رہنا اور ماسوا اللہ سے کلی طور پر قطع تعلق کر لینا۔ نیز اس فصل کے ضمن میں ان تمام اذکار، اشغال اور اسباق کا ذکر فرمایا جو آپ کو بزرگانِ کرام سے سینہ بہ سینہ ملے تھے۔

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس رسالے کے دو قلمی نسخے جناب سید محمد اسد اللہ شاہ صاحب قادری کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ایک نسخہ بہت قدیم ہے جس پر کوئی تاریخ وغیرہ درج نہیں جبکہ دوسرا نسخہ ۱۸۲۱ء میں نقل کیا گیا جو کہ حضرت میر محی الدین شاہ صاحب المعروف آغا میر جی صاحب المتوفی ۲۰ شعبان ۱۲۸۲ھ بن سید علی شاہ صاحب بن سید موسیٰ شاہ صاحب بن سید عابد شاہ صاحب بن سید شاہ محمد غوث صاحب نے حسب قاعدہ اپنے بھائی حضرت سید اکبر شاہ صاحب المعروف آغا پیر جان صاحب المتوفی ۲۸ جمادی الاول ۱۳۱۵ھ کو سندِ خلافت عطا کرنے کے وقت اپنی قلم سے تحریر کر کے دیا۔ اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ اس سلسلۂ عالیہ قادریہ میں جب بھی کسی کو ماذون کیا جاتا ہے تو صاحبِ مجاز کو سلوک و طریقت کی تعلیم و تربیت اور رہنمائی کے لئے یہ رسالہ دیا جاتا ہے تاکہ وہ ان افکار و نظریات اور تعلیمات کی روشنی میں معرفت اور حقیقت کی تعلیم دے۔

رسالہ ہذا کا اردو ترجمہ بنام اسرار الطریقت اللہ والے کی قومی دوکان سے چھپا جو کہ ناقص ہے اور اس میں ایک فصل کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔

اس کا ایک خطی نسخہ "فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی حوزۂ ملی پاکستان کراچی" کے ص۱۹۸ پر موجود ہے[2]
اور اسی رسالے کا ایک خطی نسخہ "فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان" عدد مسلسل ۲۲۲۲ پر موجود ہے[3]

---

[1] در کسب سلوک و بیان و حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۱۸
[2] ۵ ۷ ۴۷ - ۱۹۷۸ - ۱۰/۱۱/۱۷: نستعلیق، سدہ ۱۲ ھ ص۵۲
[3] رسالہ ہذا کے ۱۳ خطی نسخوں کا ذکر ہے جو کہ مختلف مقامات پر موجود ہیں ص۱۲۵۵ تا ص۱۲۵۷

محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

عربی ادب

کسی بھی زبان کا ادب اس زبان کے بولنے والوں کی تاریخ، جغرافیائی حقائق، تہذیب وتمدن، معاشی معاشرتی، ثقافتی زندگی نیز اخلاقی، مذہبی اور روحانی اقدار کا آئینہ دار ہوتا ہے الفاظ کے تانے بانے کچھ ایسی مہارت اور نفاست کے ساتھ بُنے جاتے ہیں کہ انسانی جذبات کی عکاسی انتہائی دلکش اور خوبصورت پیرائے میں کی جاتی ہے کسی قوم کو سمجھنے کے لئے اس کا ادب ایک اہم ذریعہ ہے۔

عربی ادب دنیا کا قدیم، اہم خوبصورت اور انتہائی قدیم روایات کا حامل ہے۔ اختصار اور ایجاز میں جامعیت اس ادب کا طرۂ امتیاز ہے۔ عربی ادب محاورات، ضرب الامثال حکیمانہ اقوال خطبات، توضیحات وغیرہ کے لحاظ سے دنیا کی دیگر زبانوں کے ادب کے مقابلے میں ایک نمایاں اور منفرد مقام رکھتا ہے۔ اسلام سے قبل کا دور زمانۂ جاہلیت سے موسوم کیا جاتا ہے اس جاہلی دور میں بھی عربی ادب اپنے ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ اور کئی بلند پایہ ادیب پیدا ہوئے اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ مکۂ مکرمہ وحدتِ زبان رکھتا تھا اس لئے کہ ہندوستان اور یمن کے تجار وہاں خرید وفروخت کرتے تھے لوگ شام اور مصر کے دوسرے راستوں سے وہاں پہنچتے کیونکہ مکہ معظمہ خانۂ خدا ہونے کی حیثیت سے نہایت محترم ومقدس مقام تھا۔ اسی سبب سے قریش بھی ایک ممتاز حیثیت کے مالک تھے تاجرانِ قریش بغرضِ تجارت مختلف شہروں اور ملتوں میں جایا کرتے تھے اس سے نہ صرف ان کے مال و دولت میں ترقی ہوتی بلکہ ان کے تجربات معلومات اور علم وفضل میں بھی اضافہ ہوتا تھا۔ ایام حج میں مختلف اقوام جمع ہونے سے میلے اور بازار لگتے تاجروں کا آپس میں میل جول بڑھتا۔ ادبی محفلوں کا انعقاد ہوتا اور اس اختلاط کے باعث اہل عرب ان سے معنوی اور لسانی استفادہ کرتے خصوصاً یہ لوگ یہودانِ یثرب کی ہمسائیگی کی بناء پر اور شام، نجران اور حیرہ کے نصاریٰ کے ساتھ میل جول کی وجہ سے آسمانی کتابوں کی تعلیمات سے بھی کسی حد تک مطلع ہوتے رہتے تھے ان تمام عوامل وعلل نے اہل قریش کے فکر ونظر زبان واسلوب کلام اور فصاحت وبلاغت کو خوب متاثر کیا اس طرح اہل قریش کے سخن دانوں اور سخنوروں کے لہجے نے کمالِ عروج اور شہرت پائی۔ نزولِ قرآن بھی انہی کے لہجے میں ہوا اور یہ لہجہ آسمانی بن گیا۔[1]

عربوں میں خط کی تحریر مختلف انواع پر تھی یمنی لوگ جس رسم الخط کو استعمال کرتے وہ "خطِ مسند" کہلاتا تھا۔ جناب حسن زیات لکھتے ہیں:۔

"آثار قدیمہ اور زبان جاننے والے محققین نے یہ انکشافات کئے ہیں کہ ضنیقی

---

[1] تاریخ الادب العربی احمد حسن الزیات مطبوعہ مصر ص۱۶-۱۷ - تاریخ ادبیات عرب ڈاکٹر اکبر بہروز، انتشارات دانش گاہ تبریز، اردیبہشت ۱۳۵۹ ص۲۱، ۲۲

خطوطِ سامی سے نکلا ہے اور خطِ آرامی دُمُسند النواعش، صفوی ثمودی، لحیانسی شمال سے حمیری اس کے جنوب سے مشتق ہُوا۔ جبکہ نبطی حوران میں سطرنجیلی، سریانی، عراق میں آرامی خط سے مشتق ہُوا اور یہ دونوں خطِ اصل خطِ عربی ہیں۔ خطِ نبطی نسخ کی شکل میں وجُود میں آیا اور سطرنجیلی، سریانی خطِ کوفی کی شکل میں پیدا ہُوا۔ جو قبل از اسلام جبری (منسوبہ) جبرہ سے معروف تھا۔"[1]

شمالی خط کے اعراب شام کی سیاحت کے زمانے میں شام سے لئے گئے جبکہ دُوسرا خط انبار سے اخذ کیا گیا یہ خط بشر بن عبدالمالک کندی جو کہ دومۃ الجندل کا حاکم تھا اور اسی ذریعے سے مکہ مکرمہ میں قریش کا معمول بنا۔ جس وقت کوفہ ایک شہر کی حیثیت سے سامنے آیا تو مساجد اور شہر کے محلات میں یہ خط شائع ہُوا، اور خطِ کوفی کے نام سے شہرت پائی۔ خطِ انباری وجبری حجاز میں منتقل ہوگیا جو خطِ حجازی سے منسُوب ہُوا اور اصل خطِ نسخ ہے۔[2] ظہورِ اسلام کے وقت لکھنے والوں کی تعداد بہت کم یعنی بارہ تھی جو اسی رسم الخط میں لکھتے تھے۔ جناب سیدِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بدر کی لڑائی میں فتح حاصل کی تو قیدیوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو لکھنا جانتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں اس شرط پر رہائی دی کہ وہ مدینہ منورہ کے لوگوں کو لکھنا سکھائیں۔ مسلمانوں میں خط کے استعمال نے اس طرح رواج پایا ابھی نزولِ قرآن مکمل بھی نہ ہُوا تھا کہ چالیس[4] کے قریب کاتبانِ وحی موجود تھے[3]

محققین علمائے ادب نے تاریخِ ادبیات کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ **دَورِ جاہلیّت**:۔ اس دور کا آغاز پانچویں صدی عیسوی کے وسط سے ہوتا ہے جبکہ عدنانیوں نے یمنیوں سے خود مختاری حاصل کی۔ یہ دور ۶۲۲ ق۔م سے شروع ہو کر زمانہ آغازِ اسلام پر ختم ہوتا ہے۔

۲۔ **صدرِ اسلام سے بنو اُمیّہ تک**:۔ یہ دور آغازِ اسلام سے شروع ہو کر عباسی دورِ حکومت کے قیام پر سنہ ۱۳۲ھجری میں اختتام پذیر ہُوا۔

۳۔ **دَورِ عباسی**:۔ سنہ ۱۳۲ھجری تا سنہ ۶۵۶ھجری۔

۴۔ **دَورِ ترکی**:۔ سنہ ۶۵۶ھجری تا سنہ ۱۲۲۰ھجری۔

۵۔ **دَورِ حاضر**:۔ سنہ ۱۲۲۰ھجری سے موجودہ وقت تک[4]

---

[1] تاریخ الادب العربی حسن زیات ص۴۸

[2] ایضاً " " " ص۴۸

[3] الوسیط ص۱۲۲

[4] تاریخ الادب العربی شوقی ضیف مطبوعہ مصر سنہ ۱۹۶۰ء ج ۱ ص ۱۵،۱۴ الوسیط ص۱
تاریخ ادبیاتِ عرب ص۲۶/۲۵، تاریخ ادبِ عربی حسن زیات ص۵

عُلمائے ادب نے ادبیاتِ عرب کی تاریخ کو یُوں بھی تقسیم کیا ہے۔

۱۔ **ادبِ قدیم:۔** قدیم زمانۂ جاہلیت سے اُموی دور تک جو تین سو سال پر مشتمل ہے۔

۲۔ **ادبِ محدث:۔** اُموی دور کے سقوط سے عباسی حکومت کے قیام تک۔

۳۔ **ادبِ جدید:۔** ۱۹ ویں میلادی سے عصرِ حاضر تک۔[۱]

عہدِ جاہلیت کے ادب میں شعر و نثر بہت کم دستیاب ہے جیسا کہ ابو عمرو بن العلاء[۲] نے کہا۔
"جو کچھ عربوں نے کہا وہ اب تک بہت کم پہنچا ہے۔ اگر وہ تمام کا تمام مل جاتا تو علم و شعر کا کافی ذخیرہ ہوتا۔"[۳] جاہلی ادب کی بنیاد نقلِ روایت پر تھی اکثر حافظ راوی لڑائیوں اور جہادوں میں قتل ہو گئے۔ لہٰذا جو کچھ میسر آیا وہ ضرب الامثال خطبات اور قصص سے ہمیں پہنچا جب جزیرۂ عرب میں اسلام کا آفتاب طلوع ہُوا۔ تو اس نے عرب کی کایا پلٹ دی دُوسرے اقوال اور احوال کی جگہ قرآن و حدیث کے افکار داخل لے لی۔ بُرے اخلاق و عادات کی بجائے اخلاقِ حسنہ اور مواعظِ کریمہ رواج پا گئے جس طرح جاہلی معاشر کی تمام اقدار پر اسلام اثر انداز ہُوا اسی طرح عربی شعر و ادب پر بھی اس کا نمایاں اثر ہُوا۔ ظہورِ اسلام سے دینی، سیاسی، اجتماعی، تمدنی، ثقافتی اور علمی انقلاب برپا ہُوا۔ جس نے نفوس اور اذہان کو انتہائی متاثر کیا اس کے نتیجے میں صدرِ اسلام کے ادب و علوم نے دورِ جاہلیت کے ادب کو تقدس و عظمت کے سانچے میں ڈھال دیا۔ ادیبوں، شاعروں، خطیبوں اور ناصحین نے ہر ایک پہلو سے اسلامی اقدار کو غالب کر دیا۔ زمانہ جاہلیت کی نثر اسلامی دور میں بہت کم موجود تھی جو ہمیں خطبوں یا ضرب الامثال کی صورت میں ملتی ہے اس دور کی نثر قرآن حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور خلفائے راشدین کے خطبات عسکری فرامین اور حد سے زیادہ روایات لغت و ادب، تاریخ اور قصص پر مبنی تھی۔ خصوصاً عربی ادب تو قرآنِ حکیم سے بہت زیادہ متاثر ہُوا اور اس طرح سے قرآنِ حکیم عربی زبان کی وہ سب سے پہلی کتاب ہے جسے مدوّن کیا گیا۔[۴] عرب قبائل کے بڑے بڑے فصحاء، بلغاء اور ادباء نے اس کلامِ بے نظیر کو سُنا اور اس لاثانی کلام کی جامع و اکمل ادبیت

---

[۱] تاریخ الادب اللغۃ العربیہ، جرجی زیدان مطبوعہ مصر ۱۹۵۷ء ج ۱ ص ۲۷، ۲۸۔
تاریخ الادب العربیہ کارلو نالینو مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۲۶، ۲۸، تاریخ الادب العربی عمر فروخ بیروت ۱۹۶۹ء ج ۱ ص ۵۵۔ [۲] ابو عمرو زبان بن علاسات مشہور قرّاء میں سے تھے ۶۷ ہجری میں بمقام مکہ مکرمہ پیدا ہوئے۔ علم قرأت کے علاوہ تاریخ عرب اور علوم اشعارِ عرب میں بڑا عالم تھا۔ بڑے بڑے نحویوں نے آپ سے علمِ نحو یاد کیا۔ کوفہ میں ۱۵۴ھ میں وفات پائی۔ تاریخ الادب اللغۃ العربیہ جرجی زیدان مطبوعہ مصر ۱۹۵۷ء ج ۲ ص ۱۱۴، تاریخ الادب العربی ج ۲ ص ۳۷، تاریخ ادبیاتِ عرب ص ۹۵
[۳] تاریخ الادب العربی حسن زیات ص ۳۳۔
[۴] ایضاً ״ ״ ص ۳۳

اور فصاحت و بلاغت کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اس دور میں جس قدر علوم ادبیات پیدا ہوئے وہ سب کے سب قرآنی ادب اور پیغمبرِ اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جامع و نادر ارشادات کے مرہونِ مِنّت ہیں۔
بنو اُمیّہ کے طویل دَور میں ادبیاتِ عربی کی اشاعت ہوئی اور بڑے بڑے خطباء اور انشاء پرداز ادیب شعراء منصۂ شہود پر آئے۔ جنھوں نے عربی ادب کی کماحقّہٗ خدمت کی۔
جناب حسن زیات نے بنو اُمیّہ اور بنو عباس کے ادبی دَور کے فرق و امتیاز کو اس نقطۂ نظر سے بیان کیا

"کہ سیاسی و عمرانی حالات کے لحاظ سے جن کا ادب پر نمایاں اور پائیدار اثر ہوتا ہے بنو عباس کی حکومت بنو اُمیّہ سے مختلف تھی کیونکہ ان کی پالیسی خالص اصولوں پر استوار تھی جب کہ اموی حکومت عربی قوم اور عربی زبان و ادب کی حمائت میں جانبداری و تعصب سے کام لیتی تھی اس نے اپنا پایۂ تخت دمشق بنایا جو عرب دیہاتوں کی سرحدوں پر واقع ہے اس کی فوج کمانڈر، دفتری کلرک، گورنر اور جملہ دیگر اہم خدمات انجام دینے والے سب عرب ہی تھے اس لئے زبان کے ادب میں اس عہد نے سوائے اس عصر کے کثرت آبادی اور تمدن کی ترقی کے لئے لازمی کوئی پائیدار اثر نہیں ڈالا[۱]"

عہد عباسی جسے علوم و فنون کے اعتبار سے ایک زریں عہد کہا جاتا ہے' میں عربی ادب کی خوب ترقی و ترویج اور اشاعت ہوئی۔ انشاء پردازی' خطابت' توقیعات' تقریریں' مکاتیب اور مقامات وغیرہ وغیرہ جیسے فنون کو انتہائی عروج نصیب ہوا اور علم و ادب کے چرچے ہر عام و خاص مجلس میں ہونے لگے تصنیف و تالیف کی طرف کافی سے زیادہ رجحان بڑھتا گیا۔ اوائل اسلام سے لے کر بنو عباس کے آخری دَور تک جو علمِ ادب کی بنیاد رکھی گئی اور اس سلسلے میں جو کام کیا گیا وہ عصرِ حاضر تک عربی تحریروں میں ادب' فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے منفرد و ممتاز مقام کا حامل ہے اور ہمیشہ رہے گا۔
"تاریخ ادبِ عربی کا بنظرِ غائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ خلفائے بنو عباس اور اس کے بعد کے ادوار میں کثیر نامور بلغاء، فصحاء اور ادیب گزرے ہیں جن کے گہرے اور اَنمٹ نقوش آنے والے ادب پر نمایاں نظر آتے ہیں۔
محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا عربی ادب پر عبور اور مکمل دسترس بیان کرنے سے پہلے علمائے ادبِ عربی کی آراء اس علم کے بارے میں بیان کرنا نہایت مناسب اور موزوں معلوم ہوتا ہے۔
جناب حاجی خلیفہ لکھتے ہیں۔

"هو علم يحترز به عن الخطاء في كلام العرب لفظاً وخطاً"[۲]

یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے ایک ادیب کلامِ عرب میں کوئی تحریری اور تقریری غلطی نہیں کرپاتا۔

---

[۱] تاریخ الادب العربی احمد حسن زیات ص ۳۰۶
[۲] کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۴۴

آپ لکھتے ہیں۔

"قال مولی ابو الخیر، استخرجوا من احوالها تقسیم انواعها الی اثنی عشر قسماً وسموها بالعلوم الادبیۃ لتوقف ادب الدرس علیها بالذات وادب النفس بالواسطۃ وبالعلوم العربیۃ ایضاً۔ لبحثهم عن الالفاظ العربیۃ فقط لوقوع شریعتنا التی هی احسن الشرائع واولادها علی افضل اللغات واکملها ذوقاً ووجداناً انتهیٰ"۔ ؎۱

مولیٰ ابوالخیر نے کہا کہ علماء کرام نے اس علم کو بارہ انواع پر تقسیم کیا ہے جنہیں علوم ادبیہ سے موسوم کیا جاتا ہے اس لئے کہ ادب بلحاظ درس ذاتی طور پر اور بنیادی طور پر اپنی جگہ مستقل ہو جائے نیز علوم شریعت کا مؤقف بھی اپنی جگہ قائم رہے تاکہ فقط عربی الفاظ سے علوم شریعت پر بحث کی جاسکے اور یہ فائدہ بھی حاصل ہو کہ ہماری شریعت جو تمام شرائع سے افضل ارفع اور برتر ہے لغات کے افضل واکمل الفاظ سے ذوق و وجدان کے مطابق ہو جائے۔

علم ادب عربی لغت، صرف، نحو، بدیع، اشتقاق، بیان ومعانی، مفردات، مرکبات، قافیہ، نقوش خطوط شعر، نثر، انشاء، محاضرات، توقیعات اور تاریخ پر مشتمل ہے۔ ادب عربی میں ان تمام مذکورہ اقسام پر غور وخوض اور کلی طور سے بحث کی جاتی ہے اگرچہ بعض علمائے ادب جیسے علامہ السیّدؒ اور السعدؒ کے درمیان بعض اقسام پر اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ وہ بعض اقسام کو بعض کا تتمہ قرار دیتے ہیں۔ ؎۲

علماء متقدمین علم معانی، بیان اور بدیع کو جُدا جُدا فن شمار کرتے تھے لیکن متاخرین علماء عموماً ان تینوں کے مجموعے پر علم بیان کا اطلاق کرتے ہیں۔ جعفر بن یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، امام جاحظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قدامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ علماء عربیت نے متفرق طور سے اس موضوع پر جو کچھ لکھا اس میں بتدریج ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ علامہ سکاکیؒ ؎۳

؎۱ کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۴۴۔

؎۲ ایضاً " " " ص ۴۴۔

؎۳ علامہ سراج الدین ابی یعقوب یوسف بن ابی بکر بن محمد بن علی السکاکی المتوفی سنۃ ۶۲۶ ھجری۔

آپ کی تصنیف مفتاح العلوم کی اہمیت علامہ شیرازی کے ان شعروں سے واضح ہوتی ہے۔

یا من یرید من العلوم مرامه فافهم بجدك نسخة المفتاح
لیس الوصول الی المرام مقفلا الا باقبال علی المفتاح

حاجی خلیفہ نے ۱۰۱۸ھ ھجری تک اس کی بہت سی شروح کا ذکر کیا ہے۔
کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۶۲۔

نے اس کی کماحقہ، تہذیب اور تنقیح کی۔ ان کے بعد جلال الدینؒ قزوینی نے کتاب الایضاح اور تلخیص کی۔ جس کا ماخذ علامہ مذکور کی مفتاح العلوم کا فن معانی و بیان ہے جس سے علامہ سعد الدینؒ تفتازانی کی چھوٹی اور بڑی شرح (مختصر المعانی اور مطول) ایسی متداول ہوئی کہ اس کے مقابلے میں دوسری شرحیں کالعدم ہوگئیں ۳؎

علم بیان اظہار کے ان طریقوں کا مطالعہ کرتا ہے جن کے ذریعے کسی واقعہ، خیال یا کیفیت کی صحیح تصویر کھینچ جائے اور مخاطب کا ذہن متکلم کے مافی الضمیر تک پہنچ جائے گویا کسی بات یا خیال کو پیرایوں میں اس طرح بیان کرنا جس سے اس کی ترسیل کا مقصد بھی پورا ہو جائے اور اس لطف و تاثیر کے علاوہ جدت اور ایجاز بھی پیدا ہو "علم بیان" کے ذیل میں آتا ہے۔ ۴؎

علمائے بلاغت لکھتے ہیں۔

قال: إيجاز الكلام، وحذف الفضول، وتقريب البعيد. ۵؎

کہا۔ کہ کلام کا اختصار، لاتعلق عناصر کا کلام سے استخراج اور بعید الفہم الفاظ کی بجائے قریب الفہم الفاظ کو بیان کرنا بلاغت ہے۔

صاحب العقد الفرید لکھتے ہیں:۔

"ان اردت تقریر حجۃ اللہ فی عقول المکلفینؔ وتخفیف المؤنۃ علی المستمعین وتزئین المعانی فی قلوب المستمعین بالالفاظ۔۔ الحسنۃ رغبۃ فی سرعۃ استجابتھم ۶؎

اگر تو ماننے والوں کی عقل میں دلائل حقانی جاگزیں کرنا چاہتا ہے تو سامعین کی تکلیف کو کم کر اور سمجھنے والوں کے دلوں میں بہترین الفاظ سے معانی مزین کر تاکہ جذبۂ قبولیت شوق کے ساتھ موجزن ہو جائے۔

جو کلام زبان کے روزمرہ کے مطابق ہو تنافر حروف، غریب و نامانوس الفاظ سے پاک ہو جس میں لغت اور نحو کے قواعد سے انحراف نہ ہو اور جس میں تعقید یا کوئی دوسرا عیب نہ پایا جائے فصیح کہلاتا ہے اور کلام

۱؎ جلال الدین محمد بن عبد الرحمن القزوینی المعروف بخطیب دمشق المتوفی سنۃ تسع وثلاثین وسبع مائۃ (۷۳۹ھ) کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۲۱۔ ۲؎ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی المتوفی سنۃ ۷۹۲ اثنین وتسعین وسبع مائۃ شرحاً عظیماً ممزوجاً وفرغ من تالیفہ فی صفر سنۃ ۷۴۸، کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۱ ص ۴۷۴۔ ۳؎ فہرست اسلامیہ کالج پشاور مولانا عبد الرحیم ص ۴۰۲، ۴؎ درس بلاغت ڈاکٹر صادق، ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۱ء ص ۱۸

۵؎ العقد الفرید ابی عمر احمد بن محمد عبد ربہ دار الکتب بیروت لبنان ج ۲ ص ۲۶

۶؎ کذا فی عیون الاخبار، وزہر الآداب ج ۱ ص ۱۱، والذی فی الأصول والبیان والتبیین ونھایہ۔ ۷؎ فی زہر الآداب "المریدین"

۸؎ العقد الفرید ابن عبد ربہ ج ۲ ص ۲۶

کے اس وصف کو فصاحت کہتے ہیں[1]

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس طرح دیگر علوم و فنون میں مہارتِ تامّہ حاصل کی اسی طرح عربی ادب میں بھی آپ نے اپنی تصانیف میں علومِ ادبیہ کے رموز کو ملحوظِ خاطر رکھا اور نہایت ہی فصاحت و بلاغت کے ساتھ اپنے مدّعا کو دلنشیں پیرائے میں بیان کیا آپ کی تحریر اقسامِ ادب سے بھرپور اور عیوب و سقم سے بالکل مبرّا ہے نہ تو تنافرِ حروف کا عیب نظر آتا ہے اور نہ ہی دُور از کار الفاظ و معانی کا استعمال ہے نہ فقروں میں تکرار ہے اور نہ اقتضائے حال کی کمی ہے بلکہ برجستہ، ہم آہنگ، باربط، مترادف الفاظ و معانی، مانوس اور سریع الفہم الفاظ کا استعمال موجود ہے بعینہٖ جس طرح علمائے ادبِ عربی نے انواعِ ادبیہ کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح آپ کی عربی عبارت کے ایک ایک فقرے میں عربی ادب کی خصوصیات نمایاں ہیں۔ آپ مناجات میں لکھتے ہیں۔

الٰہی مضیٰ عمری فی الغفلۃ والقسوۃ والمعصیۃ[2]

عربی کے اس مختصر سے فقرے میں علمِ بیان کی صنف "وجہٌ من وجوہ التحسین"[3] پائی جاتی ہیں الٰہی حرفِ منادیٰ ہے اس سے قبل حرف "یا"[4] محذوف ہے اور کلامِ ادب میں کبھی حرفِ ندا کبھی مضاف کبھی مضاف الیہ کبھی مسند اور مسند الیہ وغیرہ کا حذف کر دیتے ہیں جسے وجہ "من وجوہ التحسین" کہا جاتا ہے۔ نیز اس فقرے میں صنائع اور بدائع موجود ہیں جبکہ عبارت بھی مقفّٰی ہے جو فصاحت و بلاغت کی اقسام میں سے ہے۔ اس فقرے میں صنعت مراعات النظیر[5] بھی ہے۔ اس صنعت کے استعمال کی شرط یہ ہے کہ الفاظ کا آپس میں تضاد نہ ہو بلکہ تناسب و ربط ہو۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔

"الغفلۃ والقسوۃ والمعصیۃ" وغیرہا۔

---

[1] فصاحت و بلاغت پروفیسر طاہر فاروقی ص۱۔ [2] مناجات (قلمی) حضرت شاہ محمد غوثؒ ص۱۔ [3] وھو علم و یعرف بہ وجوہ تحسین الکلام ای بتصور معانیھا و یعلم اعدادھا وتفاصیلھا بقدر الطاقۃ۔ مختصر المعانی شرح تلخیص المعانی علامہ سعد الدین تفتازانی المکتبہ فاروقیہ ملتان ۱۳۱۲ھ ہجری ص۲۰۔ [4] جناب سعد الدین تفتازانی مبحث مسند الیہ کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ قال لی کیف انت قلتُ علیلٌ۔ اس نے مجھے کہا تیرا کیا حال ہے میں نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یہاں اَنَا محذوف ہے اور مسند الیہ ہے۔ حذف مضاف کی بے شمار امثلہ قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ کبھی فعل مع مفعول حذف ہو جاتا ہے جیسا کہ یا زید سے پہلے "ادعوک یا زید" ہے یعنی اے زید میں تجھے پکارتا ہوں ادعو فعل مضارع اور ضمیر خطاب مفعول کی جگہ محذوف ہے اور سب تحسین کلام کی وجوہ ہیں مختصر المعانی ص۱۰۔ والرجل والانسان یا غلام، ویا رجل۔ ویا انسان ویستثنیٰ من ذالک، احدھما: اسم اللہ تعالیٰ، شرح شذور الذھب ابی محمد عبد اللہ جمال الدین بن یوسف ص۱۵۵۔ الاکثر فی نداء اسم اللہ ان تحذف حرف النداء منتھی الادب بتحقیق شرح (حاشیہ جاری ہے)

ان کے معنی میں تضاد نہیں بلکہ جب ہم مضیٔ عمری کو مفعول ٹھہرا کر غفلة، قسوة اور معصیة سے مفسر کریں تو یہ صفت مشاکلہ[1] بن جاتی ہے علاوہ ازیں صنعت جمع بھی ہے یعنی "و" سے ان تمام الفاظ کو جمع کیا گیا ہے یہ مختصر سا جملہ ان تمام تر صنعتوں کا بہترین نمونہ ہے جب کہ مناجات ہی کے دوسرے جملوں میں صنعت قلب بعض[2] تقابل اور طباق[3] کو بھی اسی حسین امتزاج سے بیان کیا ہے آپ نے مکمل جملے کو ادعولک سے شروع کیا اور اکرم الاکرمین پر خاتمہ کیا۔ گویا اس طرح سے جملۂ دعائیہ مکمل کیا جس سے صنعت ایجاز[4] بھی پیدا ہو گئی اور اطناب

(بقیہ حاشیہ صل۲۴) شذور الذہب محمد محی الدین عبد الحمید ص۱۵۵ ؟

ھ ومنها من مراعات النظير ما يسميه بعضهم تشابه الاطراف... الخ مطول کے اس مقولہ اور تعریف پر "فزی" مشہور ماہر بلاغت نے تنقید کی ہے کہ الفاظ مفردات میں صرف ربط اور تعلق بھی کافی ہے جیسا کہ "الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر يسجدان" یہاں نجم کا شجر کے ساتھ ربط اور تعلق ہے کیونکہ نجم سبزی ہے اس کی ساق نہیں بلکہ شجر کی ساق ہوتی ہیں۔ والنجم ای النبات الذی ينجم ای يظهر من الارض لا ساق له كالبقول والشجر الذی له ساق۔ صاحب التجرید لکھتے ہیں۔ فالسجود مجاز عن الانقياد وقوله فيها خلقا له ای من الانتفاع، مختصر المعانی ص۴۰۶

اس صفت کو تناسب، توفیق، تلفیق بھی کہتے ہیں اور معمولی بول چال میں یہی صنعت ضلع جگت کے نام سے مشہور ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ کلام میں ایسے الفاظ کئے جائیں جن کے معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک نسبت واقع ہو۔ مگر یہ نسبت تضاد و تقابل کی نہ ہو۔ آئینۂ بلاغت مرزا محمد عسکری مطبوعہ اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ ص۱۰۶ اس صنعت کو تناسب، توفیق، ائتلاف اور تلفیق بھی کہتے ہیں اس میں ایسی اشیاء کا ذکر کرنا مراد ہے جس میں تضاد کے علاوہ کوئی اور مناسبت ہو۔ شمیم بلاغت مرتبہ علامہ اخلاق دہلوی، کو اپریٹیو سٹور لمیٹڈ دہلی طبع ثالث ۱۹۶۱ء ص۱۳ ایضاً نسیم البلاغت پروفیسر سید جلال الدین احمد جعفری ناشر جعفری برادر الہ آباد ۱۹۵۶ء ص۵۸۔

[1] وهی ذكر الشیئ بلفظ غيره لوقوعه ای وقوع ذٰلك الشیئ فی صحبة جزاً سيئة سيئة المختصر المعانی مبحث الارصاد والمشاكلة ص۴۰۷۔ مشاکلت (ہم شکل ہونا) پہلے دو چیزوں کے ذکر کا ارادہ کریں پھر ایک ہی جگہ ہونے سے ان میں سے ایک کے لئے ایسا لفظ لائیں جو معنی میں دوسرے سے مشابہت رکھتا ہو۔ شمیم البلاغت علامہ اخلاق دہلوی ص۵۱۔ [2] صنعت قلب سے مراد حروف اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر میں فرق کر دیا جائے اس کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔

(۱) مقلوب کل (۲) مقلوب بعض (۳) مقلوب مستوی (۴) مقلوب مجنح (۵) مقلوب مکرر، آئینۂ بلاغت مرزا محمد عسکری ص۶۱ تا ۶۲، حدائق البلاغہ مع اردو ترجمہ احمد بخش مطبوعہ نول کشور کانپور ص۹۴۔ ولاكن قدم فی احد اللفظين بعض الحروف واخر فی اللفظ الاٰخر مسمى هٰذا النوع تجنيس القلب نحو حسامه فتح الاوليائه حتف لاعدائه ويسمى قلب (حاشیہ جاری ہے)

مکمل اجتناب فرمایا جو علم بیان کا تقاضہ ہے آپ نے عربی فصاحت و بلاغت اور علمِ بیان کی خوبیوں کو ملحوظ رکھنے کے علاوہ علمِ نحو کو بھی نہایت ہی عالمانہ انداز میں بیان کر دیا جیسا کہ علمِ نحو میں اِلّا حرف استثنا ہے اور اس سے پہلے مستثنیٰ منہ کا وجود ہوتا ہے جبکہ اِلّا کے بعد مستثنیٰ آتا ہے چنانچہ اس فقرے میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مستثنیٰ منہ کو نبھایا ہے۔ لا مخلص لی ولا وفائی ولا استمساک لی عن الخطایا[۱] ان تینوں کے مقابلے میں تین مستثنیٰ بیان فرمائے۔ بکرمک، بعصمتک، بقوتک، قطع نظر مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ کے غور کیا جائے تو عبارت کا معنوی حسن بھی جاگزیں نظر آتا ہے جہاں لفظوں میں فصاحت ہے وہاں عبارت میں بلاغت بھی ہے مذکورہ فقرے میں مبدل منہ تو ایک ہے لیکن بدل دو ہیں۔ پہلی توبہ (توبتی) دوسری توبہ (توبۃ النصوح) کا بدل ہے جبکہ موجبۃ لمحو ما سلف تیسری توبہ کا بدل ہے اس عبارت میں صنعت تضاد اور صنعت طباق ایجابی کو نہایت احسن طریقے پر بیان کیا جیسا کہ سترتُ، اظهرتُ، قبیحٌ، جمیلٌ، یقربنی، یبعدنی میں صنعت تضاد ہے اور مرضیاً محبّاً اور مقرّباً صنعتِ طباق ایجابی ہے۔

نحوی اعتبار سے معاصی اور معانعۃٌ دو لفظ ہیں جس سے جملہ تام مفید بنتا ہے معاصی سے مضاف کا حذف واضح ہے یعنی کثرۃ معاصی (گناہوں کی کثرت) ان دو لفظوں سے جملہ خبریہ اسمیہ بنتا ہے۔ جس کی ترکیب یوں ہے۔ معاصی ــ مصدر عصیان سے ہے مبتداء ـــــ تقدیراً مرفوع ہے بنا بر ابتدائیت مانعۃٌ ـــ تائے تانیث معنوی بلحاظ جمع ہونے کے . . . . افرادِ غیر ذوی العقول

(بقیہ حاشیہ ص۲۵۲) کل لانعکاس ترتیب الحروف کلھا و نحو اللھم استر عورا تنا و امن روعاتنا ویسمی قلب بعض، مختصر المعانی ص۴۳۲ ۔ [۳] طباق یا تضاد یا مطابقت ـــ اس صنعت سے یہ مراد ہے کہ چند الفاظ جن میں فی الجملہ تقابل و تضاد واقع ہو۔ کلام میں ایک ساتھ لائے جائیں جیسے بلندی و پستی، نیکی و بدی وغیرہ اس قسم کا تقابل خواہ اسم، اسم میں یا فعل، فعل میں، یا حرف، حرف میں، یا ایک اسم اور ایک فعل میں ہو سکتا ہے۔ طباق کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) طباق ایجابی (۲) طباق سلبی (۳) اربع عناصر کا ذکر ایک جگہ کیا جائے۔ (۴) تدبیج (۵) ایہام میں تضاد آئینۂ بلاغت ص۹۶ تا ۹۸، مختصر المعانی ص۴۰۲ تا ص۴۰۴۔ [۴] اھم الامور فی تادیۃ المعانی ان تصطفی من احوال الشیٔ قلیلا یخبر عن کثیر۔ جمھرۃ البلاغۃ۔ عبد الحمید فراہی مطبع معارف اعظم گڑھ سنہ ۱۳۶۰ھ، ص۹۰۔ ایجاز الکلام وحذف الفضول وتقریب البعید۔ کلام کا اختصار یہ ہے کہ لایعنی عناصر کا کلام سے استخراج اور بعید الفہم الفاظ کی بجائے قریب الفہم الفاظ کو بیان کیا جائے۔ العقد الفرید ابی عمر احمد بن محمد عبد ربہ ج ۲ ص ۲۶۰، [۱] مناجات (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۔ [۲] الفصاحۃ یوصف بھا المفرد الکلام والمتکلم والبلاغۃ یوصف بھا الاخیران فقط فالفصاحۃ فی المفرد خلوصہ من تنافر الحروف والغرابۃ ومخالفۃ القیاس۔ تلخیص المفتاح مع شرح فیض الفتاح۔ مولانا عبد الرحمٰن قزوینی مطبوعہ محمودیہ میرٹھ ۱۳۵۵ھ ہجری۔

ہے۔ مبتداء اور خبر مل کر یعنی متعلقات جملہ اسمیہ ہوا۔ معاصی مانعۃٌ میں مجاز مرسل بھی ہے کیونکہ معاصی تو سوال سے منع نہیں کرتے بلکہ ان کا ارتکاب سوال کے لئے ایجاب ہے اور حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ابتہال کے نزدیک یہ ایک ایجابِ اکبر ہے جو سوال کرنے ہی نہیں دیتا۔ یہ کمال درجے کی کسرِ نفسی عجز اور واماندگی کا اظہار ہے۔

مختصر یہ کہ آپ کی مناجات فہم وفراست، مہارتِ کاملہ، فصاحت وبلاغت کا ایک بحرِ ناپید اکنار ہے جس میں صنائع، بدائع، صنعتِ تجنیس سے لیکر صنعتِ قلب تک کی خوبصورتی پیدا کی گئی ہے جس میں شعر ہی کی سی نغمگی ہے۔ نظم کو ترک کر کے نثر کو اختیار کرنا اسی علو علمی اور کمالِ مہارت کو ظاہر کرتا ہے جو شعراء کی نظم کی رنگینیوں اور نکتہ آفرینیوں سے بڑھ چڑھ کر نادر اور پرکشش ہے۔

رسالہ "جوازِ ذکرِ جہر" جو اپنی نوع میں مدلل، مکمل اور جامع بحث ومناظرہ پر مبنی ہے اس میں علماء کرام کے لئے سوال وجواب کے ذریعے مسئلہ مذکورہ پر قاطع براہین و دلائل پیش کئے گئے ہیں اور قرآن حکیم سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتبِ فقہ اور مشائخ کرام کے اقوال سے بھی جواز بیان کیا گیا ہے آپ کی تحریر ادبی اسقام سے پاک عربی ذوق کے مطابق سلیس و رواں اہل زبان کی سی قدرت روانی اور ادباء عرب کا سا کمال پایا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

" فیقول العبد الضعیف لانّ ذکرھم لآباءھم کان کثیرًا او کان علی صفۃ الجھر فینبغی ان یکون ذکر اللّٰہ بالمماثل لہٗ بھٰذین الصفتین [1]

اصولِ علمِ بلاغت کے مطابق یہاں ذکر اللہ کی دو خاصیتوں کو واضح کیا گیا ہے ایک کثرت اور دوسری جہر اگر کثرت کو مراد لیا جائے اور جہر کو چھوڑ دیا جائے تو مماثلت مکمل نہ ہوگی کیونکہ مماثلت کے عناصر نہیں ہیں۔

ادات تشبیہ	مشبہ بہٖ	مشبہ
کـ	ذکر آباءکم	ذکرکم

[1] جوازِ ذکرِ جہر (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۵ ۔ [2] الصفۃ المشبّہۃ، وھی کل صفۃ صحّ تحویل اسنادھا الی ضمیر موصوفھا، وتختصّ بالحال، وبالمعمول السببي المؤخر، وترفعہ فاعلاً او بدلاً، اوتنصبہ مشبھا او تمیزا، اوتجرہ بالاضافۃ إلا ان کانت بال وھو عار منھا شرح شذور الذہب ص۲۹۶ نیز آپ لکھتے ہیں ص۲۹۷۔ ان معمولھا لا یکون الا سببیًّا کما تقول فی صفۃ المشبہ۔ زیدٌ حسنٌ وجھہ۔ ای بوجہ منہٗ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ او اشد ذکرًا اعنی ذکرًا اشدّ ذکرا موصوف جو محذوف ہے وہ صفت پر مقدم ہوگیا اور شرح مذکور کی عبارت سے یہی مبرہن ہوتا ہے کہ زید جو موصوف ہے اپنی صفت پر مقدم ہوا اور معمول صفت المشبہ کی دو قسمیں مذکور ہیں۔ الاول: المعمول الذی تعمل فیہ بحق شبھھا باسم الفاعل المتعدی فعلہٗ إلی واحد وذالک ھو المفعول بہ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح بیان کیا۔ (حاشیہ جاری ہے)

عربی ادب کی نمو وارتقاء کے سلسلے میں آپ کی گرانقدر مساعی

آپ کی تصنیف "شرحِ صحیح بخاری" میں یہ گرانقدر مساعی مبرہن اور روشن نظر آتی ہیں جس میں آپ نے عربی لغت کو اس عمدہ اور احسن طریقے سے حل فرمایا ہے کہ کسی عجمی کو پڑھنے میں کسی قسم کی دقت نہیں ہوتی۔ آپ نے الفاظ کی گہرائیوں تک پہنچ کر دُرِّ معانی کی جستجو کی جیسا کہ حدیث "عن عائشۃ ام المؤمنین انہا قالت اول ما بدیٔ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیا الصادقۃ فی النوم" میں لکھتے ہیں[1]

غار۔ در لغت بمعنی شگاف کہ در کوہ باشد۔

حرا۔ بکسر حاء مہملہ و تخفیفِ را ممدودہ نام کوہے است معروف در مکہ است کہ درمیان او و مکہ مسافت سہ میل است و بر یسار است از کسے کہ از مکہ بمنیٰ میرود و از آں جا نظر بہ کعبہ مے افتد۔

تَحَنُّثْ۔ بحاءِ مہملہ و نون و ثاءِ مثلثہ بمعنی تعبد است۔

غار کے لغوی معنی پہاڑ کے اندر شگاف یا پھٹ کے ہیں۔ حراء حاء کی زیر کے ساتھ اور راء ممدودہ کی تخفیف کے ساتھ ایک مشہور پہاڑ ہے۔ جو مکہ مکرمہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے اور جو شخص مکہ مکرمہ سے منیٰ کو جاتا ہے تو بائیں سمت یہ پہاڑ راستے میں آتا ہے غارِ حرا سے کعبۃ اللہ بھی نظر آتا ہے۔

تحنث حاء مہملہ و نون اور ثاءِ مثلثہ کے ساتھ تعبد ہے

(بقیہ حاشیہ صہ ۲۵۴) ذکر فعل متعدی ہے اور اس کا مفعول بہ بھی ایک ہی ہے اسمِ فاعل جو ذکر سے ذاکر بنتا ہے اس کا مشبہ بہ بھی موجود ہے۔ الضرب الثانی: المعمول الذی تعمل فیہ بما فیہا من معنی الفعل، و ہو الظرف والجار والمجرور۔ مذکورہ بالا صداقت کی مطابقت و توافقت سے حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریح واضح ہو جاتی ہے کذکرکم یا من ہو اشد فی المذکوریۃ من اٰبائکم۔ منتہی الادب بتحقیق شرح شذور الذہب، محمد محی الدین عبدالحمید صـ ۳۹۵

[1] شرح صحیح بخاری حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صـ ۱۲۔

وحقیقتِ تحنّث تجنّب از حنث است کہ بمعنی گناہ است چوں متعبد دوری کند گناہ را از خود بہ سببِ عبادت او را متحنث می گویند و در کتبِ صرفیہ مذکور است کہ بابِ تفعل برای تجنب فاعل او از مصدر او می آید نحو تحرّج و تحوّب و تاثم۔ ای اجتنب الحرج و الحوب والاثم والخیانۃ پس تحنث نیز ازیں قبیل باشد و در بعضی روایات بجائی یتحنّث، یتحنّف بفاء خواندہ ای یتبع الملۃ الحنفیۃ ای دین ابراہیم را یعنی متابعت میکند ملّت حنفی را کہ دینِ ابراہیم است وبعضی علماء گفتہ اند کہ تحنّث بمعنی یتحنف است زیرا کہ فا را تبدیل بثاء مثلثہ کردہ شدہ است۔

خلاء — بمد تنہائی ساختین و ایں ابتدائی قصہ است کہ پیش از ظہورِ نبوت و نزولِ وحی باید دانست کہ خلوت شانِ صلحاء و عارفین است زیرا کہ در فراغ قلب است، و فراغِ قلب یاری میدہد بر تفکر و استغراق در ذکرِ حق و قطع مالوفاتِ بشریہ و خشوع

غطنی — بغین معجمہ و طاء مہملہ یعنی لپس آورد و بیفشرد مرا۔

فواد — بضم فاء و ہمزہ است۔

لا یخزیک — بضم یای تحتانیہ و سکونِ خاء معجمہ و کسر زاء معجمہ از خزیٰ بکسر خاء است۔ بمعنی رسوائی و نیز بحای مہملہ و نون نیز رواست ماخوذ از حزن و بایں تقدیر بضم و فتح ہر دو درست است حزنہٗ واحزنہٗ ہر دو آمدہ یعنی محزون نمیگرداند ترا اللہ تعالیٰ ہمیشہ۔

حقیقتاً تحنّث تجنّب ہے جو حِنث سے ہے جس کے معنی گناہ کے ہیں اور عبادت کرنے والا عبادت کے ذریعے اپنے آپ سے گناہوں کی آلودگی کو دُور کرتا ہے تو اسے متحنّث کہتے ہیں علمِ صرف کی کتابوں میں مذکور ہے کہ باب تفعل سے تجنّب کا فاعل اس کا مصدر آتا ہے جیسے تحرّج تحوّب اور تاثم یعنی اجتنب الحرج و الحُوب والاثم والخیانۃ پس تحنّث اسی قبیل سے ہے اور بعض روایات میں یتحنّث کی بجائے یتحنّف پڑھا گیا ہے یعنی فاء کے ساتھ اى یتبع الملۃ الحنفیۃ یعنی ملّت حنفیہ کی پیروی کرتا ہے جو دینِ ابراہیمؑ ہے بعض علماء کرام نے فرمایا کہ یتحنّث بمعنی یتحنّف ہے اور فاء کو ثاء مثلثہ کی جگہ تبدیل کیا گیا ہے۔

خلآء — مد کے ساتھ ہے یعنی علیحدگی اختیار کرنا اور یہ واقعہ ظہورِ نبوّت اور نزولِ وحی سے پہلے کا ہے جان لینا چاہیئے کہ خلوت صلحاء اور عارفین کی شان ہے اس لئے کہ اس میں قلب کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے اور دل کی یکسوئی تفکر، استغراق، ذکرِ حق انسانی ضروریات سے بے تعلقی اور خشوع کے پیدا کرنے میں مدد کرتی ہے

غطنی — غین معجمہ اور طآء مہملہ کے ساتھ ہے یعنی پس آیا اور مجھے خوب دبایا۔

فواد — فاء کی پیش اور ہمزہ کے ساتھ ہے۔

لا یخزیک — یا تحتانی کی پیش خاء معجمہ خ کی جزم زا معجمہ کی زیر ہے یہ خزیٰ سے ہے زکی زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی رسوائی کے ہیں اور اسی طرح بحای مہملہ و نون نیز روایت ہے جو کہ حزن سے ماخوذ ہے اور یا اس تقدیر پر پیش اور زبر دونوں سے درست ہے۔ حَزنہٗ واحزنہٗ دونوں طریق سے آیا ہے۔ یعنی اللہ آپ کو کبھی بھی غمگین نہیں کرے گا۔

کَلّ ـــ بفتح کاف وتشدید لام ثقل وگرانی از ہرچہ برداشتہ شود وبمعنی عیال نیز آمدہ وانفاق برضعیفان ویتیمان و غریبان نیز داخل کلّ است واشتقاق کَلّ از کلال بمعنی سستی وماندگی ودر فتح الباری[1] گفتہ کلّ بکسی است کہ مستقل نیست در کارِ خود وتکسب المعدوم وکسب میکنی معدوم را لفظ تکسب بفتح تا است وبضم تاء نیز روایت کردہ اند ودر روایت فتح الباری معنی آنست کہ کسب میکنی. مال معدوم راکہ مینجوری از کسب خود غیر خود راکہ عاجز باشد از تحصیل آن واین مدح بود نزد عرب کہ کسے کسب کند مالی را وبخورد از کسب خود ویدہد دیگرآں را ودر روایت ضم تا معنی آنست کہ کسب میکنانی مالِ معدوم مردم را پس دریں صورت یک مفعول محذوف است ای تکسبُ غیرکَ المال المعدومَ وکسب کنانید غیر بایں صورت است کہ میدھی مال بمردم تاکسب کنید بآں مال دیگر مالِ معدوم را وبعضی معدوم را بمعنی محتاج و فقیر گفتہ اند زیرآکہ او در حکم معدوم است وتصرّف نیست او را یعنی فقراء در کسب می آری بسبب دادن مال بآن ہا ودر بعضی روایات بجای معدوم لفظ معدم بی واؤ آمدہ است یعنی فقیری کہ نا پائندہ است مال.

لفظِ کَلّ: کاف کی زبر اور لام کی شد کے ساتھ ہے جس کے معنی بوجھ اور گرانی کے ہیں جو اٹھایا جاتا اور عیال کے معنی میں بھی آیا ہے نیز کمزور، یتامیٰ اور غریبوں پر خرچ کرنا بھی کَلّ کے معنی میں آتا ہے اور کلّ کا اشتقاق کلال سے ہے جس کے معنی سستی اور واماندگی کے ہیں فتح الباری میں ہے کہ کَلّ وہ شخص ہے جو اپنے کام میں مستعد نہ ہو وتکسب المعدوم اور آپ ناداروں کے لئے کماتے ہیں لفظ تکسبُ تا کی زبر کے ساتھ ہے اور تا کی پیش سے بھی روایت میں آیا ہے اور فتح الباری کی روایت میں آیا ہے کہ آپ کے پاس جو چیز نہیں ہے آپ اسے کماتے ہیں اپنے کمائے ہوئے مال سے خود بھی کھاتے ہیں اور اس شخص کو جو کمانے سے محروم ہے اپنا کمایا ہوا مال دیتے ہیں اور یہ عربوں کے نزدیک تعریف کی بات ہے کہ کوئی شخص خود کمائے خود کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے۔ اور تا کی پیش کے ساتھ جو روایت آئی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ دوسروں کو کما دیتے ہیں مال معدوم تو اس صورت میں ایک مفعول محذوف ہے تکسبُ غیرکَ المال المعدوم دوسروں کے لئے کمانے کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کو مال دینا تاکہ وہ اس مال پر کمائی کریں ایسے مال کی جو کہ مال معدوم ہے۔ بعض نے معدوم کو محتاج اور فقیر کے معنی میں کہا ہے اس لئے کہ وُہ معدوم کے حکم میں ہیں اور انھیں تصرّف کا کچھ بھی حق نہیں ہوتا یعنی آپ ناداروں کو مال عطا فرما کر کمانے والا بنا دیتے ہیں اور بعض

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری احمد بن علی بن حجر العسقلانی دار المعرفۃ بیروت لبنان ج ۱ ص۲۵

وتقرءِ تقری الضّیف ومہمانی میکنی مہمان راماخوذ است ازقرا بکسرِ قاف وبراءِ مہملہ بمعنی مہمانی کردن۔

جَذَعَ۔ بفتح جیم وذال معجمہ اصل در بہائم گوسفندیرا گویند کہ درسال دوّم باشد وگاوی راگویند کہ درسال سوئم باشد وشتریراکہ درسالِ پنجم باشد اینجا مراد جوان وقوی است۔

مُؤَزَّر۔ بضم میم وفتح ہمزہ وزای مشددہ بعدآں رای مہملہ بمعنی قوی بلیغ از زا بفتح وسکون راءِ معجمہ قوت۔

یَنْشَبْ۔ بفتح شین معجمہ بلفظ معلوم از نشوب بمعنی درنگ کردن ودراصل تعلق کردن بچیزی[1]۔

روایات میں بجائے معدوم کے لفظ معدم بغیر واؤ کے آیا ہے یعنی وہ فقیر جس کے پاس مال نہیں۔ تقرء الخ آپ مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے والے ہیں ماخوذ ہے۔ قرا سے ق کی زیر اور را مہملہ کے ساتھ ہے جس کے معنی مہمانی کرنا کے ہیں۔

جذع۔ لفظ جذع جیم کی زبر اور دال معجمہ کے ساتھ ہے جو کہ دوسرے سال میں ہو اور اس گلئے کو کہتے ہیں جو کہ تیسرے سال میں ہو اور اس اونٹ کو کہتے ہیں جو کہ پانچویں سال میں ہو اور اس جگہ مراد جوان اور مضبوط ہے

مُؤَزَّر۔ میم کی پیش ہمزہ کی زبر زا شد والی اور را مہملہ ہے جس کے معنی انتہائی مضبوط کے ہیں زا ہمزہ کی زبر اور راءِ معجمہ ساکن جس کے معنی قوت کے ہیں۔

یَنْشَبْ۔ شین معجمہ کی زبر سے ہے نشوب کے باب سے معلوم ہے جس کے معنی کچھ وقت گذرنا کے ہیں اور درحقیقت کسی چیز سے تعلق رکھنا ہے۔

اس حدیث میں جس عمدگی اور کمال دسترس سے مشکل الفاظ کو سریع الفہم معنوں میں بیان کیا گیا وہ، طالبانِ علم کے لئے ایک ایسا قابلِ قدر عظیم المرتبت اور گراں بہا سرمایہ ہے جس سے ہر شخص مستفیض ہو کر دوسروں کو مستفید کر سکتا ہے۔ حدیث مذکورہ میں عربی الفاظ کی اعلیٰ، مناسب اور ہر ممکن صرفی، نحوی، اعرابی اور لغوی شرح بیان فرمادی جو نہایت سلیس، بامحاورہ اور طویل نویسی کے سقم سے پاک ومبرّا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر میں فنِ اسماء الرجال، حروفِ تہجی کی معرفت اعرابی کیفیت، صرفی نحوی نکات کا حل، ادبی اور لغوی معنی کے رجحان کو انتہائی تحقیقی انداز میں پیش کیا۔ آپ کی تحریر پڑھنے کے بعد یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ متعلقہ علوم کی تمام کتب آپ کے زیرِ مطالعہ تھیں۔ آپ نے ترجمہ کرتے وقت جن سے کافی فائدہ اٹھایا اسی لئے زبان، قواعد اور ادب کو اس خوبی سے فارسی میں منتقل کیا کہ قاری کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ ترجمہ پڑھ رہا ہے۔ یہ آپ کے وسعتِ مطالعہ، بالغ نظری اور علوم متداولہ پر کمال دسترس

[1] شرح صحیح بخاری (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱۲ تا ۲۱

کے عبور کی دلیل ہے۔ پڑھتے وقت یہ محسوس ہوتا ہے کہ ایک مشفق استاد اپنے شاگرد کے ذہن و قلب پر تمام مسائل نہایت آسان طریقے سے ثبت کر رہا ہے۔

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃُ اللہ تعالےٰ علیہ کی نگاہِ انتخاب اس قدر بلند تھی کہ آپ نے ہر موضوع کی مناسبت سے زبان کا چناؤ کیا جو آپ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کی عربی ادب کے ساتھ گہرے شغف نیز فاضلانہ اور مجتہدانہ بصیرت کو اُجاگر کرتی ہے جیسا کہ **مناجات** عربی میں، **شرح صحیح بخاری** فارسی میں، **علماء و فضلاء کے لئے علمِ مناظرہ** عربی میں، **سلوک و معرفت** رائج الوقت زبان فارسی میں اور **فلسفۂ توحید** کو عربی و فارسی زبان میں تحریر کیا۔

حضرت محدّثِ کبیر رحمۃ اللہ علیہ

کی

دینی و علمی

خدمات

یہ انسب معلوم ہوتا ہے کہ محدث کبیر حضرت سیدنا شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی و علمی خدمات بیان کرنے سے پہلے برصغیر کے اس خطے میں گیارہویں و بارہویں صدی ہجری میں جو مخرب اخلاق تحریکیں اٹھ چلی تھیں ان کا ذکر کیا جائے تاکہ محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس ماحول میں **تبلیغ اسلام و اصلاح معاشرہ** کے لئے جد و جہد کی اور رسومات و بدعات کا قلع قمع کیا اس مساعیٔ جمیلہ کو اچھی طرح سے سمجھا جا سکے اور یہ تحریکیں ایسی تھیں کہ جن کے اثرات نے بارہویں صدی ہجری تک برصغیر کے اس حصے کو متأثر کیا جس کے نتیجے میں اس علاقے کی فضا مکدر اور مسموم ہو چلی تھی **تحریک روشنائی** جس کے سرخیل **بایزید انصاری** المقلب پیر روشان (پیر تاریکی) تھا، پیر قاسم، پیر پہلوان، بابا قلندر رافضی، پیر طیب خلجی، پیر ولی برڑچی یا بھڑائچی، کریداد ملحد، ملا رکن الدین، شیخ حسن تیراھی، خواجہ خضر افغانی، حاجی محمد، حاجی عمر غوری خیل، شیخ قاسم غوری خیل وغیرھا ان کی تحریک ایرانی شیعیت کے رنگ میں ابھری ان تحریکوں کے برعکس اسلام کی اصل روح اور مسخ شدہ روایات کے از سر نو احیاء کے لئے "**تحریک شیخ سید علی الترمذی** المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" منصۂ شہود پر آئی۔ اجمالاً ان تحریکوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ اس وقت کے مذہبی، سماجی اور سیاسی ماحول کو سمجھا جا سکے۔

تحریکِ روشنائی

بایزید انصاری المقلب پیر روشان کا باپ عبداللہ[1] جنوبی وزیرستان کے مشہور مقام کانڑی گرم[2] کا رہنے والا تھا[3]

[1] تذکرۃ الابرار والاشرار حضرت مولانا اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ ادارۂ اشاعت سرحد پشاور ص۱۵۱۔

[2] ماں کا نام آمنہ تھا اور ابو بکر خان کا نواسہ تھا۔ تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد سید محمد امیر شاہ قادری ج ۱ ص۱، تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص۸۴۔ [3] یہ قصبہ پرانا ہے، کہتے ہیں کہ راجہ اشوک اور کنشک کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ یہاں سے راجاؤں کے زمانے کے سکے بھی برآمد ہوئے۔ مسلمان یہاں ساتویں صدی سے آباد ہیں۔ اکثر اڑمڑوں کا دعویٰ ہے کہ ان کے آباؤ اجداد یمنی تھے اور محمود غزنوی کے زمانے میں یہاں کر آباد ہوئے۔ کانڑی گرم کی آبادی اس وقت چھ سات ہزار کے قریب ہے یہ علاقہ سطح سمندر سے "۷۰۲۹ فٹ" بلند ہے ٹانک سے ۸۳ میل دور اور رزمک چھاؤنی سے بیس میل دور ہے۔ یہاں اڑمڑ اور برکی آباد ہیں۔ مقالہ اقبال بنوی ماہِ نو کراچی دسمبر ۱۹۶۳ء ص۴۲۔

[4] مآثر الامراء صمصام الدولہ شاہ نواز خان ج ۳ ص۲۴۳، دبستان مذاہب ملا محسن خانی المعروف مؤبد مطبوعہ بمبئی ۱۲۹۲ھ ص۳۴۳، اورینٹل کالج میگزین ڈاکٹر جہانگیر خان فروری ۱۹۵۵ء ص۵۶

بایزید کی ولادت جالندھر میں ہُوئی مولانا عبدالحی حسنی لکھتے ہیں" ولد سنة احدی وثلاثین وتسع مائة"۔[1] نسباً آپ انصاری تھے۔

جناب مُلا محسن خانی لکھتے ہیں کہ" بہفت پُشت شیخ سراج الدین انصاری می رسد"[2]

بایزید ساتویں پشت میں شیخ سراج الدین انصاری سے جا ملتا ہے۔

بایزید رُوحانیت میں کسی سے متاثر ہونے کا قائل نہ تھا۔ حالانکہ خواجہ محمدؐ اسماعیل درویش سے عقیدت ومحبّت رکھتا تھا۔ مگر اس کے ہاتھ پر توبہ نہ کی اس کے والد نے اُسے کہا کہ جناب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[3] کے خاندان میں بیعت ہو کر سلوک و معرفت حاصل کریں لیکن اس نے انکار کر دیا[4] صاحبِ دبستانِ مذاہب لکھتے ہیں۔

"او خود را نبی دانیستی و مردم را بریاضت فرمودی"[5]

وُہ اپنے آپ کو نبی سمجھتا تھا اور لوگوں کو ریاضت کی تعلیم دیتا تھا۔

جناب مرزا نصراللہ خان فدائی لکھتے ہیں۔

"روشنائی اس فرقے کا نام ہے جس کی بایزید نامی ایک شخص نے جو اہلِ ہند میں سے تھا، بُنیاد ڈالی۔ اس نے افغانوں میں جا کر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو پیغمبرِ روشنائی کہلایا"[6]

نہ تو کسی کا شاگرد تھا اور نہ ہی سلوک و معرفت میں کسی سے ارادت مند تھا ان پڑھ ہونے کے باوجود قرآن وحدیث بیان کرتا تھا اور اُن کے معنی اپنے فہم و عقل کے مطابق اس طرح بیان کرتا کہ لوگ حیران ہو جاتے۔ نماز میں تعیین جہت کا بھی قائل نہ تھا فاینما تولوا فثمّ وجه الله سے استدلال کرتے ہُوئے جہتِ کعبہ

---

[1] نزھۃ الخواطر عبدالحی حسنی ج ۴ ص ۹۰

[2] دبستانِ مذاہب مُلا محسن خانی ص ۲۵

[3] پاک و ہند میں سلسلہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ ہیں جو ۵۶۶ھ ہجری/ ۱۱۷۰ء میں کوٹ کروڑ کے مقام پر پیدا ہُوئے بغداد میں شیخ شہاب الدین عمر بن محمد سہروردی صاحبِ عوارف کے دستِ حق پر بیعت ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ۶۶۱ھ ہجری/ ۱۲۶۲ء میں فوت ہُوئے۔ تذکرہ صُوفیائے پنجاب اعجاز الحق قدوسی ص ۱۹۶ تا ۱۳۲

تاریخِ ملتان مولانا نور احمد خان فریدی مطبوعہ بہار دپرنٹنگ پریس ملتان ۱۹۷۱ء ص ۱۳۹ تا ۱۴۰

[4] تذکرہ صُوفیائے سرحد، اعجاز الحق قدوسی، ص ۸۶ تا ۸۷

[5] دبستانِ مذاہب ص ۲۴۸

[6] داستانِ ترکتازانِ ھند، مرزا نصراللہ خان فدائی دولت یار جنگ مطبوعہ ص ۳۰۴

سے انکار کیا۔ اپنے سلوک کے لئے خود ہی چند اصول وضع کئے جن کی اپنے مرید کو تلقین کرتا تھا۔

۱۔ شریعت ۲۔ طریقت ۳۔ حقیقت ۴۔ معرفت ۵۔ قربت ۶۔ وصلت ۷۔ وحدت ۸۔ سکونت [۱]

ان تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت کا یہ نتیجہ نکلا کہ افغانوں کے مختلف قبائل یوسف زئی، بنگش، اورکزئی، مہمند، خلیل اور آفریدی وغیرہ نے اس کی پیروی اختیار کرلی اور اس کی تعلیمات کو قبول کیا۔ مغلوں کے ساتھ مخالفت سے پورا فائدہ، اٹھاتے ہوئے افغانوں کا ایک جم غفیر اس کے گرد جمع ہوتا گیا۔ سلطنت مغلیہ کے حکمرانوں کے خلاف انھیں صف آرا کردیا اور اس کی یہ تحریک عقائد کی ترویج اور ملکی جنگوں پر منتج ہوئی۔ گیارہویں صدی ہجری میں اس کے عقائد و اعمال اور مغلوں کے ساتھ جنگوں کے باعث برصغیر کا یہ سارا علاقہ بہت ہی متاثر ہوا۔ دین اسلام سے بے راہ روی اور تفاوت کے آثار اس کے پیروؤں سے نمایاں نظر آتے ہیں [۲]

یہ تحریک اپنے مرکز کوہستان کے علاقہ کانڑی گرم سے شروع ہوئی اور ہشت نگر (تحصیل چارسدہ) کے علاقہ گلہ ڈھیر (غلہ ڈھیر) میں دوسرا اہم مرکز بنا۔ جو اس وقت ضلع مردان کا ایک حصہ ہے اس علاقے کے لوگوں کی پشت پناہی حاصل کرنے کے بعد علماء، مشائخ اور امراء کو اپنی تحریک میں شمولیت کے لئے دعوت نامے بھیجے [۳] اور تحریک روشنائی کے نام سے باقاعدہ تنظیم شروع کردی۔ جن علمائے کرام اور مشائخ عظام کو دعوت نامے بھیجے ان میں جناب سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پیر روشان سے مناظرہ کیا آپ نے پرہجوم مجلس میں کھلے بندوں اس کے عقائد، اعمال اور دینی بے راہ روی پر اعتراض کرکے انھیں مسترد کردیا۔ یہ پہلی مخالفت تھی کہ جس کا ذکر تذکرۃ الابرار والاشرار میں تفصیلاً موجود ہے [۴]

جناب اعجاز الحق قدوسی لکھتے ہیں:۔

"کہ بایزید کی لڑائیوں کا سلسلہ ۹۷۰ھ ہجری سے ۹۸۰ھ ہجری تک جاری رہا حتیٰ کہ آخری جنگ میں بایزید انصاری گرفتار ہوگیا۔ گرفتاری کے کچھ ہی عرصے بعد کسی نہ کسی طریقے سے رہائی حاصل کرکے تیراہ میں اپنا مرکز قائم کیا اور وقتاً فوقتاً مغلوں سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر تیراہ کے علاقے کو اپنے مخالفین سے بالکل خالی کرالیا۔ پھر ایک بھاری جمعیت کے ساتھ شنواری قبائل کو اکٹھا کیا۔ مغلوں نے اس پر لشکر کشی کی اور علاقہ شنوار میں بمقام تورا غہ پر فریقین کے درمیان جنگ ہوئی جس میں بایزید کو شکست ہوگئی اور لشکر منتشر ہوگیا اس شکست کے بعد بقول اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ

---

[۱] صراط التوحید بایزید انصاری ص ۱، تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۱۰۸۔

[۲] فرقہ روشنائی کے لوگ مدت تک اس کے نام پر چراغ جلاتے رہے۔ اب بھی کوہستان مذکور میں جو وہابی ہیں ان کو سنت و جماعت مذہب کے ملّا خفا ہوکر فرقہ روشنائیہ کا بقیہ کہا کرتے ہیں۔ منتخب التواریخ ملّا عبدالقادر بدایونی۔

[۳] تذکرہ صوفیائے سرحد ص ۱۱۲۔ [۴] تذکرۃ الابرار والاشرار حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵۲

موضع کالپانی کے مقام پر بایزید کا انتقال ہوگیا۔[۱]

بایزید انصاری کا انتقال ۹۸۰ھ ہجری میں ہوا۔[۲]

اس تحریک کو مغلوں کے خلاف بایزید کی اولاد نے بدستور جاری رکھا اور اپنے والد کے عقائد و اعمال کے پابند رہے جناب ایوب صاحب لکھتے ہیں۔

"روشنائیوں کی مذکورہ جنگ پچاس سال تک مسلسل جاری رہی بایزید کی وفات کے بعد اس کے تیرہ سالہ بیٹے جلال الدین جلالہ نے مغلوں کے خلاف اس جہاد کو جاری رکھا جلالہ کی وفات کے بعد اس کا بھتیجا احداد خان برسرپیکار رہا روشنائیوں کیخلاف جنگ میں اکبر کا نامور درباری بیربل، غیرت خان، جلال خان گکھڑ، بہمن خان، تاج محمد، بوگپال، تہمتن خان، جان محمد خان، اور جلال خان کا ماموں شریف خان بخشی رائے اور رصوبہ رائے مع چالیس ہزار مغل فوج کے میدان میں کام آئے۔[۳]

الغرض اس تحریک کے نتائج دور رس اور اثرانگیز ثابت ہوئے۔ سیاسی، دینی، اعتقادی اور علمی طور سے بھی اس علاقے کے لوگوں کو متاثر کیا جس کے نقش آج تک جنوبی وزیرستان اور پشاور کے قریب اٹرمڑ کے علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

تحریکِ ایرانی شیعیت

گیارہویں صدی ہجری میں برصغیر کے اس علاقے کے گرد و نواح اور قبائل میں ایسے درویش موجود تھے جو قرآن و سنت کے برعکس اپنے خود ساختہ عقائد و اعمال کی تبلیغ و ترویج میں مصروف تھے اور انہوں نے اپنے اردگرد خاصی جمعیت اکٹھی کر رکھی تھی۔ جو ان کے افکار، نظریات اور اعمال کی پیروی کو سعادت اور نجات گردانتے تھے یہ گروہ اپنے پیروں کا اس قدر گرویدہ تھا کہ ہر قسم کی قربانی دینے اور حکم بجالانے میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمی گوارہ نہ کرتا۔

ان لوگوں میں پیر ولی نامی صاحب اثر درویش تھا جس کا تعلق افغانانِ بڑیچ کے قبیلہ مندنڑ سے تھا تناسخ ارواح اور نفسِ حیوانات کو معبود جانتا تھا اس کی تعلیمات کا مرکزی نقطۂ نظر اسی قسم کے الحاد و زندقہ پر مبنی تھا۔[۴] پیر طیب خلجی بھی انہی افغانوں میں سے تھے اور مذہبِ تناسخ کا مبلغ تھا اس کی تبلیغی سرگرمیاں

---

[۱] تذکرہ صوفیائے سرحد ا عجاز الحق قدوسی ص۱۱۱۔ [۲] تاریخ دعوت و عزیمت ابو الحسن علی ندوی ج ۴ ص۵

[۳] افاغنہ ہوشیار پور محمد ایوب خان، فاران پبلی کیشنز لاہور ۱۴۰۵ھ ص۱۱۵ ج ۱

[۴] تذکرۃ الابرار والاشرار، حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱۶۳، ۱۶۴

بھی قرآن وسنّت کے خلاف تھیں ہر وقت سرود سُنتا اور خلاف شرع کاموں میں منہمک رہنا اور اپنے پیروؤں کو بھی انہی امور بد کی طرف راغب کرتا۔ [1] ان نام نہاد درویشوں میں پیر قاسم اپنے آپ کو شہباز قلندر کا پیرد کہتا۔ اصحاب ثلاثہ پر علی الاعلان تبرا کرتا۔ امامت کے بغیر نبوت کو بیکار مانتا تھا۔ لوگوں پر اپنے عقائد جبراً لاگو کرتا تھا اسی لئے ایک مکمل تنظیم کی شکل اختیار کرچکا تھا جس کے مراکز مختلف مقامات پر تھے۔ آج بھی خاص مردان (جو اس وقت یوسف زئی کا مرکزی مقام تھا) کے ہوتی بازار میں ان کی مرکزی خانقاہ موجود ہے جو اپنی وضع کا لباس پہنتے ہیں اپنی رسومات وعبادات میں تبرا بکتے ہیں۔ روزانہ صبح کے وقت اڑھائی گھنٹے خیرات مانگ کر مرشد کے آگے پیش کرنا ایک اہم رسم عبادت ہے۔ منشیات کا استعمال، بھنگ، چرس، گھانجا اور شراب وغیرہ کا عام استعمال جائز ہے۔

علاقہ سوات میں ایک شخص بیتو پہلوان کے نام سے مشہور تھا جو ایرانی شیعیت کا داعی تھا۔ موضع چکدرہ کے قبیلہ مندنڑ میں سکونت پذیر ہوا وہیں اس نے شادی کی اور اپنی تحریک کی نشر واشاعت میں مصروف ہوگیا فقیرانہ بھیس میں عوام کے عقائد کی بیخ کنی کی قواعد وقوانین میں رفض والحاد پھیلایا۔ نماز، روزہ اور اوامر شرعیہ کو لوگوں پر سے اٹھا دیا۔ شراب، زنا، داڑھی منڈوانا اور فسق وفجور کو دین وملت بنا دیا۔ اس منظم گروہ نے علاقہ سوات اور یوسف زئی قبائل میں ایک طاقتور تحریک چلائی جو مختلف مقامات پر باقاعدہ مراکز کے تحت اپنے عقائد واعمال کا پرچار کرتے تھے۔ [2]

الغرض فقیرانہ بھیس میں اسلامی رسوم ورواج کا قلع قمع کرنے والے یہ حضرات جنوبی وزیرستان سے لیکر آفریدی شنواری، مہمند، یوسف زئی، خلیل اور اس تمام علاقے کے گردونواح میں اپنا اثر ونفوذ چھوڑ گئے جس کے اثرات آج بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔

تحریک سید علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں تحریک روشنائی کمال عروج پر تھی بے راہ روی اوامر شرعیہ کی کھلے بندوں مخالفت اور اسلامی اقدار کی اصل روح مسخ ہو رہی تھی ایرانی شیعیت کے زیر اثر فقیرانہ بھیس میں تناسخ حلول، الحاد، رفض، تبرا اور اوامر ونواہی سے بغاوت بر سر عام تھی ایسے رفض اور بدعت اور الحاد وزندقہ کے پُر آشوب دور میں یہ گمراہ کن تحریکیں اس علاقے کی فضا کو مسموم واثر پذیر کر رہی تھیں جبکہ علماء ومشائخ

---

[1] تذکرۃ الابرار والاشرار حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ص۱۶۳

[2] ایضاً " " " " " " " " ص۱۵۹، ۱۶۱

[3] ایضاً " " " " " " " " ص۱۶۲

کا ایک ایسا گروہ بھی تھا جو اصلاحِ احوال، تہذیب نفس علوم اسلامیہ کے درس وتدریس اور سلاسل تصوف کی تبلیغ میں نہایت خاموشی کے ساتھ مصروفِ عمل تھا ان علماء ومشائخ نے ان غیر اسلامی اخلاق واعمال کے پھیلانے والوں کے خلاف ٹھوس ومضبوط قدم اُٹھایا اور اُمتِ محمدیہ کو اس بدعقیدگی، بداعمالی اور بداخلاقیوں سے محفوظ رکھنے کی بھرپور سعی وجدوجہد کی اس کے نتیجے میں جو تحریک نظر آتی ہے اس کے سرخیل جناب حضرت سیّد علی الترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور آپ کے ساتھ علماکرام ومشائخ عظام کا ایک جمِ غفیر تھا جن کی رہنمائی آپ کے خلیفہ اوّل جناب اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کرتے تھے۔ ان لوگوں نے نہایت ہی استقامت، عزم راسخ اور ہمت کے ساتھ ان دونوں تحریکوں کا مقابلہ کیا۔

بقولِ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس علاقے میں جہاں بھی ملحدین موجود تھے آپ نے ان کے ساتھ بحث مناظرہ اور مجادلہ کیا قرآن وسنت اور اعمالِ تصوف کی تبلیغ کی۔ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیّد علی ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ مل کر اس تحریک کو اس حد تک منظم کیا کہ جب بھی کوئی نئے عقائد کا دعویدار پیدا ہوتا تو وہ لوگ آپ کو مدعو کرتے اور ایک عظیم الشان اجتماع کے سامنے آپ سے مناظرہ کراتے اگر وہ قرآن و سنت اور حضراتِ صوفیائے متقدمین کے اعتقادات کے مطابق ہوتا تو رہنے دیتے ورنہ علاقے سے نکال باہر کرتے اس تحریک کی کامیابی اور قبولیت کی اصل وجہ یہی تھی کہ حضرت پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بمع اپنے رفقا کے اُن زنادقہ کا پیچھا کرتے اور عوام کی حمایت کے ساتھ عقائد پر چیلنج کرتے بسا اوقات یہ ملحدین آپ کے آنے کی خبر سُنتے ہی علاقہ چھوڑ کر بھاگ جاتے اور راہِ فرار اختیار کرلیتے۔ پیر طیب نے جونہی آپ کے آنے کی خبر سنی تو ہزارہ کی طرف بھاگ گیا اسی طرح پیر ولی نے بھی ملنے سے گریز کیا۔ [2]

صاحبانِ عزیمت اور علمائے مسترشدین کا یہی عمل رہا ہے کہ جس جگہ بھی الحاد وکفر، بدعت وفسق وفجور کو پاتے ہیں وہاں پہنچ کر یہاں بہ حُسن تدبیر عزم راسخ، بلند ہمتی اور یقین کامل سے ان اُمورِ غیر شرعیہ کا رد کرتے ہیں اور قرآن سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مکارمِ اخلاق کو رائج کرتے ہیں۔ اسی جذبۂ صادقہ کی وجہ سے آپ نے اپنے وطن جانے کا ارادہ ترک کردیا اور اس علاقے کے لوگوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور تبلیغ واشاعتِ دین متین میں نہائت مستعدی سے مصروف وہمہ تن محو ہوگئے چنانچہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"توجہ بداں حدود برخود فرض دیدم" [3]

اس علاقے میں تبلیغ کرنا اپنے اُوپر لازمی اور ضروری سمجھا۔

---

[1] تذکرۃ الابرار والاشرار حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۳۲، ۱۳۳۔

[2] تذکرۂ علماء ومشائخ سرحد، سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ج ۱ ص ۹، تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۲۶

[3] تذکرۃ الابرار والاشرار حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۵۰۔

کچھ عرصہ میں ہی وعظ، درس، تدریس اور تمام علاقے میں علمائے کرام کے ساتھ دورے کر کے مجالس وعظ و ذکر منعقد کر کے اُن تمام ملحدانہ اور زندیقانہ نظریات کو یکسر ختم کر کے شریعت اسلامیہ کو اپنی اصلی رُوح کے ساتھ رائج کیا۔ علاقہ کوہستان بمقام بُنیر[1] ۹۹۱ھ ہجری میں اس تحریک کے بانی حضرت سیّد علی الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہُوا[2] آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے آپ کے بعد اس تحریک کو ۱۰۴۸ھ ہجری تک اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت استقامت اور بھرپور گرمجوشی کے ساتھ کمال عروج تک پہنچایا۔ افغانوں سے بدعات کو دُور کرنے، علم کو عام کرنے طریقت کو شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کرنے اور رُوحانی مطلق العنانی کو دُور کرنے میں اُن کی زبان اور قلم کا بڑا حصّہ ہے آپ تمام علاقوں میں باقاعدگی کے ساتھ جاتے اور وعظ و تذکیر فرماتے جہاں ممکن ہو سکا اپنی طاقت کے مطابق جہاد کر کے بھی ان باطل تحریکوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ آپ آخری عمر میں علاقہ یوسف زئی سے نکل کر پشاور میں مقیم ہو گئے۔ ۱۰۴۸ھ ہجری / ۱۶۳۹ء بعہد شاہجہانی انتقال فرمایا اور مزار مبارک پشاور میں موضع ہزارخوانی کے قریب مرجع خاص و عام ہے۔[3]

اس تحریک نے اسلام کو جو تقویت پہنچائی اُسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ گیارہویں صدی ہجری میں جو علماء و مشائخ سرگرم عمل نظر آتے ہیں ان میں جناب حضرت سید عبد الوھاب المعروف اخوند پنجو سنبھلی (م ۱۰۴۰ھ ہجری) نے بھی ان ہر دو تحریکوں کو نہایت شدت سے مسترد کیا آپ کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ پانچ بنائے اسلام تھا۔ پیر تاریکی کے پیرو آپ کے سخت مخالف تھے۔ لہٰذا انہوں نے تحقیراً آپ کا نام "پنجو بابا" رکھ دیا جب آپ کی خدمت میں یہ بات کہی گئی تو آپ نے فرمایا اس سے بہتر اور کیا ہو گا کہ میرا لقب "پانچ بنائے اسلام" ہوا اور دعا فرمائی کہ اے اللہ قیامت تک میرا یہی لقب ہو چنانچہ ایسا ہی ہُوا[4] اخوند پنجو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنے علم و عمل کے ذریعے ان لوگوں کا شد و مد سے مقابلہ کیا

---

[1] علاقہ بنیر سرحد پاکستان پر واقع ہے اور اس کے شمال میں کوہستان سوات ہے مغرب میں علاقہ سوات اور سمہ رانیزئی جنوب میں چند دوسرے قبائل اور مشرق میں اس کی سرحدیں ضلع ہزارہ سے جا ملتی ہیں بدھ مت کے دَور حکومت میں بُنیر کی بہت سی آبادیاں یاترا کے لئے مشہور تھیں۔ یوسف زئی پٹھان اللہ بخش یوسفی ص ۴۲۱۔

[2] تذکرۃ الابرار والاشرار ص ۱۳۳، تذکرۂ علماء و مشائخ سرحد سید محمد امیر شاہ قادری ج ۱ ص ۱۵، تذکرۂ صُوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۸۔

[3] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص ۴۷، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد ج ۱ ص ۳۸، تذکرہ صُوفیائے سرحد ص ۲۶۶، رودِ کوثر شیخ محمد اکرم ص ۳۷۔

[4] تحفۃ الاولیاء شمس العلماء میر احمد شاہ رضوانی مطبوعہ لاہور ۱۳۲۱ھ ہجری / ۱۹۰۳ء ص ۱۸

مواعظ کے ذریعے اخلاقی قدروں کو بلند کیا اور اس گمراہی کے دور میں علم و عرفان کی ایسی شمع روشن کی کہ لوگ دُور دراز سے پروانوں کی طرح کھنچ کھنچ کر آپ کے گرد جمع ہونے لگے۔

حضرت شیخ رحمکار المعروف کاکا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اس علاقے میں نہائت استقامت کے ساتھ درس و تدریس میں مگن تھے آپ علومِ رسمیہ و شرعیہ میں آفتاب علم تھے علمِ قرآنیہ سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا۔

جناب شیخ عبدالحلیم لکھتے ہیں۔

"حضرت شیخنا در دقائق و اسرارِ معانی قرآن سرّے و درکۂ عظیم داشت" [۲]

ہمارے شیخ قرآن مجید کے معانی کی باریکیوں اور قرآن مجید کے اسرار سمجھنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے تعلیم و تعلّم سے خاص ذوق تھا آپ کی نگرانی و اہتمام میں سات مدرسے قائم تھے آپ کے نظامِ اصلاح و تربیت میں تذکیر و وعظ کو بڑی اہمیت حاصل تھی آپ کے مواعظ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور حکمت و موعظت کا ایک گنجینہ ہوتے تھے [۳] اثر و تاثیر کا یہ عالم تھا کہ "مقاماتِ قطبیہ" میں ہے کہ آپ کے وعظ میں ایک خاص اثر تھا۔ جسے سُننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا [۴] ۲۴ رجب سنہ ۱۰۶۳ ھجری / سنہ ۱۶۵۳ء کو یہ آفتابِ ہدائیت اسّی سال تک اس عالم کو اپنی ضیاء پاریوں سے منور کر کے واصل الی الحق ہو گیا۔ [۵]

اس پُر مصائب و آلام دور کی تاریخ کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ جتنے بھی علماء اور صوفیاء تھے وہ سب اپنی خانقاہوں کے اندر تسبیح و تقدیس میں خلوت نشیں ہو چکے تھے۔ حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر نقشبندی اور دیگر سلاسل کے اولیاء موجود تھے ان کی خانقاہیں بدستور قائم تھیں اگر کوئی اس الحاد اور زندقہ کے دور میں ان تحریکوں کے خلاف برسرپیکار نظر آتا ہے تو وہ جناب **شیخ الاسلام والمسلمین سید علی الترمذیؒ** اور آپ کے چند رفقاء تھے اگر اس وقت کے مشائخ خانقاہوں سے نکل کر متحد و متفق ہو کر تحریکِ سید علی الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں شریک ہو جاتے تو اس تمام علاقے میں شریعتِ اسلامیہ کا اثر و نفوذ ہوتا اور دوسرے باطل عقائد ہرگز نہ پنپ سکتے۔ اور اسلام کی بنیادیں متزلزل نہ ہوتیں۔ انہی انمٹ کوششوں کی وجہ سے آج پندرہویں صدی ہجری میں تحریکِ روشنائی

---

[۱] نا مہائے حضرت ایشاں آں کہ اشہر خلق بود شیخ رحمکار و شیخ رامکار و کستری و کستر بوقف رابود، وکثیر الناس نیز اورا کاکا گفتندے و بعض از مردم مغلیہ اورا شیخ رحمان کار خواندے، مقاماتِ قطبیہ شیخ عبدالحلیم حصہ اوّل صـ۱۷

[۲] ایضاً صـ۸۶

[۳] تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی صـ۲۸۵، صـ۲۸۶

[۴] مقاماتِ قطبیہ شیخ عبدالحلیم صـ۸۶

[۵] تذکرہ صوفیائے سرحد صـ۲۰۱، صـ۳۰۱

اور تحریکِ ایرانی شیعیت کے اثرات ان علاقوں میں بہت کم اور دھندلے نظر آتے ہیں جبکہ تحریک سیّد علی الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں علماء اور مشائخ کی جدوجہد سعی و کوشش آنے والے ادوار میں بھی بارآور ثابت ہوئیں۔ بلکہ اخوند درویزا رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"اگر دراں حضرت شیخنا دریں حدود نبودے معلوم نبست کہ فردے از افراد ایں مردم مسلمان ماندے۔"[1]

اگر اس وقت ہمارے شیخ (سید علی الترمذی) اس علاقے میں تشریف فرما نہ ہوتے تو معلوم نہیں کہ یہاں کوئی ایک مسلمان بھی نظر آتا۔

محدّث کبیر رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی مساعی جمیلہ

محدث کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بارہویں صدی ہجری کے آخر تک جو علمی اور دینی خدمات باقاعدہ اور منظم طور پر سرانجام دیں۔ اور دین اسلام و علوم اسلامیہ کی اشاعت کے سلسلے میں آپ نے جو قدم بھی اٹھایا وہ دینِ متین اور شریعتِ مطہرہ کے نفوذ کے لئے تھا۔ آپ نے باقاعدہ عملی طور پر اپنے دارالعلوم میں درس تدریس و تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری کیا اور پشاور شہر میں بیٹھ کر تصوف، فقہ، حدیث، فلسفہ، توحید اور سلوک و معرفت پر متعدد تصانیف لکھیں۔ آپ نے اپنی تمام تر زندگی تبلیغ دین اور اشاعتِ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے وقف کردی۔ آپ کا زیادہ تر وقت تزکیۂ نفس اور ارشاد میں گزرتا اسی سلسلہ میں پشاور سے کشمیر کابل، پنجاب (بھارت) تک خلفاء مقرر کیئے، مراکز قائم کئے۔ خانقاہیں بنائیں، اور تبلیغ دین اسلام کے لئے ہر ممکن طریق پر اپنی اولاد و خلفاء کی زندگیاں وقف کردیں۔ اس علاقے میں جبکہ طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا علماء و مشائخ، خانقاہوں میں چھپے بیٹھے تھے بادشاہ گردی تھی یکے بعد دیگرے تقریباً نو بادشاہتیں تبدیل ہوئیں تحریک روشنائی، تحریک ایرانی شیعیّت اور زنادقہ کے اثر و رسوخ کی وجہ سے ذہنی بے چینی، بے اطمینانی اور انتشار ہر طرف موجود تھا جس طرح گیارہویں صدی ھجری میں حضرت شیخ علی الترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی واحد شخصیت تھی جو اس علاقے کی تمام تحریکوں کا مقابلہ کر رہی تھی۔ بارہویں صدی ھجری میں محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات اور اصلاح کے طریقے میں نہ تو تحریک روشنائی کی افراط اور نہ ایرانی شیعیت کی سی درویشانہ لباس میں تفریط اور نہ ہی اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ کا سا تشدد تھا بلکہ قرآن و حدیث کی روشنی میں افراط و تفریط سے ہٹ کر اعتدال کی راہ موجود تھی۔ ایسے ماحول میں آپ علم کی مشعلیں بلند کئے ہوئے اس کے نور سے اس علاقے کو منور کر رہے تھے لوگوں کے دلوں میں جذبہ

[1] تذکرۃ الابرار والاشرار حضرت اخوند درویزہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۵۱

ایمانی جاگزیں ہو رہا تھا۔ شب کی تاریکیوں میں ذکرِ الٰہی کے نور کی کرنیں روشن تھیں گویا آپ کا یہ دارالعلوم روحانی اور علمی مرکز تھا جس میں لوگ دُور دراز سے آکر اپنی رُوحانی و علمی پیاس بُجھاتے اور تزکیۂ واحسان کی منزلیں طے کرتے۔

علمِ فلسفۂ توحید

گیارہویں و بارہویں صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں علمِ فلسفہ اپنے عروج پر تھا۔ سلطان سکندر لودھی، (م ۹۲۳ھ ہجری / ۱۵۱۷ء)[1] سے پہلے منطق، فلسفہ اور علمِ کلام کی چند کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ ملتان کی بربادی کے بعد شیخ عزیز اللہ تلبنی[2] (۹۳۲ھ ہجری) اور شیخ عبد اللہ تلبنی[3] (م ۹۶۹ھ ہجری) آئے[4] اور یہ ہر دو حضرات علمِ فلسفہ میں امام وقت تھے۔ مولانا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں۔

"و از جملہ علمائے کبار در زمانِ سلطان سکندر شیخ عبد اللہ تلبنی در دہلی و شیخ عزیز اللہ تلبنی در سنبھل بودند این ہر دو عزیز ہنگام خرابی ملتان بہندوستان آمدہ علمِ معقول را در آں دیار رواج دادند۔"

سلطان سکندر کے دور میں اکابر علمائے دہلی میں سے شیخ عبد اللہ تلبنی اور سنبھل میں شیخ عزیز اللہ تلبنی تھے جو ملتان کی تباہی کے بعد ہندوستان آئے اور انہوں نے ہی اس علاقے میں علمِ فلسفہ کو رواج دیا۔

بعد ازاں علمِ فلسفہ کی ہندوستان میں خوب ترقی و اشاعت ہوئی اور علماء نے اس کے حصول کی طرف بھرپور توجہ دی اور اس علم سے اسلام کے بنیادی عقائد کی تائید میں خوب واضح و مدلّل دلائل قائم کیے مگر ہندوستان میں علماء کا ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جس نے اس علم کے حصول کی مخالفت کی ہے مگر ان کی کوششیں بار آور نہ ہوئیں۔ علمِ فلسفہ کی برصغیر پاک و ہند میں دہلی سے لے کر افغانستان تک خوب نشر و اشاعت ہوئی۔ اس

---

[1] سلاطین دہلی کے مذہبی رُجحانات پروفیسر خلیق احمد نظامی ص۴۲۔ [2] شیخ فاضل علامہ عزیز اللہ حنفی تلبنی ملتانی ثم سنبھلی امامِ وقت اور آئمہ محققین میں سے تھے جو سلطان سکندر لودھی کے زمانے میں دہلی آئے اور سنبھل میں سکونت پذیر ہو گئے، اصُول، کلام، منطق، حکمت اور عُلومِ متداولہ میں یدِ طُولیٰ رکھتے تھے توفی سنۃ اثنتین وثلاثین وتسع مائۃ (۹۳۲ھ ہجری) نزہتہ الخواطر ج ۴ ص ۲۲۵، ۲۲۶۔ [3] عبد اللہ بن عثمان بن عطاء اللہ المودودی الامروھوی ثم السنبھلی کان لقبہ، شمس الدین وکمال الدین توفی ثلاث عشرۃ بقین من محرم سنۃ تسع وستین وتسع مائۃ (۲۰ محرم ۹۶۹ھ ہجری) نزہتہ الخواطر عبدالحی حسنی ج ۴ ص ۲۰۹، ۲۱۰
[4] سکندر لودھی شیخ عبد اللہ تلبنی کے درس میں شریک ہوتا تھا۔ "درگوشۂ مجلس آہستہ می نشست و بعد از فراغ درس سلام علیکم گفتہ بایک دیگر صحبت می داشتند" شیخ عبد اللہ اور ان کے بھائی شیخ عزیز اللہ نے دہلی میں علمِ معقول کو بہت رواج دیا تھا ان سے پہلے منطق و کلام میں صرف شرح شمسیہ اور شرح صحائف ہندوستانی مدرسوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔ (حاشیہ جاری ہے)

علاقے میں بھی جناب مولانا اخوند محمد نعیم پاپینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۱۲۱ھ ہجری) حضرت علامہ عبدالحکیم کاکڑ (م ۱۱۵۳ھ) وغیرہ جیسے جیّد علمائے علمِ فلسفہ برصغیر پاک و ہند میں امامِ وقت مانے جاتے تھے جو علوم متداولہ کے درس و تدریس میں مشغول تھے۔ حضرت محدّث کبیر شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیگر علوم اسلامیہ کی تکمیل کے ساتھ علمِ فلسفہ و کلام میں بھی افغانستان کے جیّد علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی اور اس فن میں کمال دسترس حاصل کرنے کے بعد صاحب تصانیف عالم ہوئے۔ خصوصاً فلسفۂ تصوّف میں آپ نہایت بلند، بے نظیر اور بے مثل تھے آپ کا تحریری طریقۂ استدلال نہایت ہی شگفتہ، دلنشین اور انتہائی مؤثر ہے۔ اس خود ساختہ فلسفۂ وحدتُ الوجود کو جو خالصۃً ہندوانہ، ویدانت اور فقیرانہ بھیس میں تناسخ ارواح اور حیوانات میں معبود کا ہونا اور خود ساختہ فلسفۂ توحید سے اخذ تھا آپ نے تصنیف و تالیف کے ذریعے ان تمام تر باطل عقائد کو ردّ کیا اور فلسفۂ توحید پر اسرار التوحید[۱] (عربی)، توحید کلاں[۲] (عربی) دو مقالے بر مراتب سلوک[۳] (فارسی) فصوص الحکم کی فصِ دمیدہ[۴] کی شرح فارسی میں لکھی گیارہویں و بارہویں صدی میں وحدت الوجود کے بارے میں پیر روشان اور ایرانی افکار کی تحریکوں نے بہت سے شکوک اور شبہات پیدا کر دیئے تھے سیّد علی الترمذی المعروف پیر بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی مخالفت میں انتہائی متشددانہ رویّہ اختیار کر کے نظریۂ وحدتُ الوجود کو مسترد کر دیا جبکہ شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عالمانہ و مجتہدانہ بالغ نظری نے ان تمام اعتراضات کو جو مسئلہ مذکور پر وارد ہوتے تھے شریعت مطہرہ کی روشنی میں ان کی تردید کر کے نظریۂ وحدتُ الوجود اس کے حقیقی معنوں میں بیان کیا۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۵۹) مآثر الکرام آزاد علی بلگرامی ص۱۹۱، تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص۱۰۱،
سیر العارفین حامد بن فضل اللہ جمالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مترجم محمد ایوب قادری مطبوعہ یونائیٹڈ پرنٹرز لاہور ۱۹۷۶ء ص۴۴
۵ منتخب التواریخ عبدالقادر بدایونی ج ۱ ص۳۲۴،
۶ مخالفین میں حضرت علامہ شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ تھے۔
مدارج النبوۃ ص۴۹
۱ ملاحظہ کیجئے ص۱۶۴
۲ ملاحظہ کیجئے ص۱۶۹
۳ قلمی نسخے جناب پروفیسر منظور الحق صدیقی الحال راولپنڈی کے پاس موجود ہیں۔
جس کی فوٹو سٹیٹ کاپی جناب سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے کتب خانے میں موجود ہے۔
۴ قلمی نسخہ جناب نذر صابری (ریٹائرڈ لائبریرین گورنمنٹ کالج اٹک) کے پاس موجود ہے اور فوٹو سٹیٹ کاپی سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں :-

"اعلم ان اکثر المشائخ الصوفیہ قایلون بوحدۃ الوجود فیرد علیٰ ھذا القول اشکالات مخالف الشرع فلابد من بیانھا لوجہ کان لایخالف الشرع"۔[1]

اکثر مشائخ صوفیاء وحدت الوجود کے قائل ہیں اور اُن کے اس قول پر شریعتِ مطہرہ کے خلاف بہت سے مشتبہہ سوالات پیدا ہوئے اس لئے یہ امر ضروری ٹھہرا کہ اُن مشتبہہ سوالات کو شریعتِ محمّدی کے موافق، بیان کیا جائے۔

آپ نے ان تمام اشکالات کو نہایت ہی مدلّل، قرآن و حدیث اور اقوال مشائخ کی روشنی میں جوابات دیکر اس پھیلے ہوئے غلط اثر کو علمی دلائل سے زائل کر دیا۔ ایسے دَور میں آپ ہی کی عظیم المرتبت اور جلیل القدر شخصیت تھی جس نے الحاد و زندقہ کی غلط تاویلات سے نظریۂ وحدت الوجود کو منقّح کر کے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ذریعے عوام و خواص کے لئے پیش کیا۔

فارسی مقالے "مراتبِ سلوک" میں نظریۂ وحدت الوجود کو بطور طریقِ سلوک پیش فرمایا اور مراتبِ سلوک کو مراتبِ وجود کے کشف اور وصُول کا ذریعہ ٹھہرایا۔ محدّث کبیر رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"انسان ہر دو مراتب یعنی مرتبۂ الٰہیہ وجوبیہ اور مرتبۂ امکانیہ کا جامع ہے جو مرتبہ غالب آجائے تو اس کے احکام ظاہر ہو جاتے ہیں اگر مرتبۂ امکان غالب ہو تو سونا، کھانا، غفلت، عصیان، لذات جسمانی و نفسانی اس کی مستولی ہو جاتی ہیں۔ اگر مرتبۂ وجوبیہ غالب ہو تو علم، معرفت، کشفِ عالم ملکوت، جبروت و لاہوت حاصل ہوتے ہیں اور وہ اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق ہو جاتا ہے"۔[2]

دونوں مقالات میں سلوک و معرفت کے لحاظ سے فلسفۂ وحدت الوجود کو قرآن و سنت اور صُوفیائے محققین کی تعلیمات کی روشنی میں ان تمام کدورات، شکوک اور شبہات کو حرفِ غلط کی طرح صاف کر دیا علمِ تصوّف میں یہ ایک ایسا ناقابلِ فراموش سرمایہ ہے کہ جس کا جواب آج پندرہویں صدی ہجری میں بھی کسی نے نہیں دیا۔ دہلی میں حضرت علامہ خواجہ باقی باللہ، اور شیخ الہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہما وحدت الوجود کے داعیوں میں سے تھے جبکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ اُن کے مخالفین میں سے تھے ہندوستان میں گیارہویں و بارہویں صدی ہجری میں تصوف کو ایسے ہی مسائل سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

"شیخ محدث رح کا ابتدائی زمانہ جس ماحول میں گزرا تھا اس پر وحدت الوجود کا رنگ غالب تھا

---

[1] اسرار التوحید (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۲

[2] مراتبِ سلوک (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ ص۹

اُن کے والدِ ماجد شیخ امان پانی پتی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے اور وہ بھی اس مسئلے پر ایمان رکھتے تھے۔ جب شیخ محدّث حجاز سے واپس آئے تو دیکھا کہ حضرتِ مجدّد الف ثانی رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ وحدتُ الوجود کی مخالفت نہائت شدومد کے ساتھ کر رہے ہیں تو شیخ محدّث رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان حالات میں اعتدال کی راہ اختیار کی"۔[۱]

ایسے ہی بہت سے اثرات تھے جن کے باعث شمال مغربی علاقہ باوجود دہلی سے بہت دُور ہونے کے بھی ان حالات سے متاثر تھا۔ آپ نے اس سنگلاخ وچٹیل علاقے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں فلسفۂ توحید کو اپنی اصل رُوح کے ساتھ مجتہدانہ دلائل سے ازسرِنو زندہ کیا۔

علمِ حدیث

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمّد غوث رحمۃُ اللہ تعالےٰ علیہ کی اَن گِنت اور اَنمٹ دینی خدمات میں علمِ حدیث کی خدمت رہتی دُنیا تک ناقابلِ فراموش ہے آپ کی تمام زندگی علمِ حدیث کے درس و تدریس اور مطالعہ میں گزری آپ کا قلم عُمر بھر حدیث کے اسرار کشف و تحقیق میں گوہر افشانی کرتا رہا۔ ہندوستان کے اس علاقے میں اصول، منطق اور فقہ کی حکمرانی تھی۔ اگر کوئی ایک بھی حدیث بیان کرتا تو فوراً اس کے مُنہ میں ان علوم میں سے کسی ایک کی لگام دے دی جاتی آپ نے ان علوم متداولہ کی تکمیل کے بعد پنجاب کے قابل ترین علمائے محدثین سے علمِ حدیث پڑھا اور اذنِ حدیث سے مشرف ہُوئے[۲] اس پُرشور اور سنگلاخ علاقے میں یکہ وتنہا بیٹھ کر علمِ حدیث کا درس دیا۔ صرف درس ہی نہیں بلکہ جس طرح شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ (۱۰۲۶ھ / ۱۶۱۶ء)[۳] میں لکھی اور امام شاہ ولی اللہ رحمۃُ اللہ تعالےٰ علیہ نے مؤطا کی شرح فارسی و عربی میں مصفّیٰ ومسوّیٰ (۱۱۳۴ھ تا ۱۲۹۴ ہجری)[۴] میں لکھی تو مرکزِ سلطنت سے ہزار ہا

---

[۱] حیاتِ شیخ عبدالحق پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۲۹۶

[۲] در کسبِ سلوک و بیانِ حقیقت ومعرفت (قلمی) حضرت شاہ محمّد غوث رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۶۴

[۳] شیخ محدث نے یہ عظیم الشان کام ۱۰۱۹ ہجری / ۱۶۱۰ء میں شروع کیا اور ۱۰۲۵ ہجری / ۱۶۱۶ء میں مکمل ہُوا۔ اشعۃ اللّمعات شیخ عبدالحق محدّث دہلوی مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر ۱۹۷۶ء ج ۴ ص ۷۶۳

[۴] یہ کتاب امام مالک رحمۃُ اللہ علیہ (م ۱۷۹ ہجری)، کی موطا کی مختصر شرح ہے جو زبانِ فارسی میں دو جلدوں پر مشتمل ہے اور ۱۲۹۳ ہجری / ۱۸۷۶ء میں فارُوقی پریس دہلی سے پہلی بار طبع کی گئی مسوّیٰ شرح موطا ۱۱۶۴ ہجری / ۱۷۹۱ء میں لکھی گئی اور ۱۲۹۳ ہجری / ۱۸۷۶ء میں مطبع فاروقی دہلی نے اسے مصفّیٰ کے حاشیوں پر طبع کیا۔

میل دُور حضرت محدّث کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مضافہ کابل پشاور شہر ۱۱۳۸ھ ہجری ۱۷۲۶ء میں صحیح بخاری کی ایک ایسی شرح تحریر فرمائی جس کا جواب نہ تو شرح موطا اور نہ ہی شرح مشکوٰۃ ہے۔ کیونکہ آپ نے تابعین، تبع تابعین اور خاص کر تدوینِ حدیث کے وقت سے لیکر تمام محدثین کے علوم حتی الامکان بیان کر دیئے ہیں۔ تجزیۂ الفاظ میں آپنے حرف کا استعمال مشکل الفاظ کے معانی اور اس کی تعریف بھی بیان کی۔ دلائلِ منطقیہ کو خوب بسط سے بیان فرمایا فرداً فرداً اور پھر ہر ایک حدیث کے ضمن میں جتنے بھی راوی مذکور ہوئے سب پر بحث کی نہ صرف اسماء بلکہ کنیت، ولدیت، القاب، سکونت، صحبت، سماع و استماع اور راوی سے بخاری شریف میں مروی احادیث کی تعداد بھی بیان فرمادی آپ نے تلفظِ اسماء معرفہ کو قدیم طرز بیان پر بیان کیا۔ قرأت کے قواعد کو ملحوظِ خاطر رکھا مثلاً "یا"، "تا"، "را" وغیرہ میں مہملہ، معجمہ، مثلثہ، تحتنی، فوقانیہ، تحتانیہ اصطلاحیں حل کیں۔ حلِ لغات اس وقت کی متداولہ لغات مثلاً قاموس[2]، صراح[3] سے کیں۔ اسلوبِ بیان میں متقدمین کی پیروی کی۔ تتبع حدیث کے بیان کرنے میں آپ نے معتبر تابعین اور تبع تابعین کی پیروی بھی کی ہے گو فارسی زبان کی نثر خود ہی سلیس ہے تاہم آپ نے ترجمہ میں تعقید و غرابت کو دخل ہونے نہیں دیا۔ وہ احادیث جن سے فوائدِ اخلاقی مرتب ہوتے ہیں ان کی بھی نشاندھی فرمادی۔ نیز مبالغہ و غلو سے مبرا ہونا ثقاتِ حدیث کی نشاندہی کرنا طبقاتِ حدیث کو الگ الگ بیان کرنا آپ کی شرح کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ آپنے طلبہ کی سہولت او آسانی کے لئے علمِ اصول حدیث پر رسالہ "اصُولِ حدیث" لکھا جسے علم حدیث حاصل کرنے سے پہلے ضبط کرنا ضروری ہے۔ رسالہ باوجودِ مختصر ہونے کے نہایت جامع، مدلل اور آسان ہے جو بڑی بڑی کتابوں سے بے نیاز کر دیتا ہے علمِ حدیث کی ترویج اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں آپ کی یہ ایک ایسی عمدہ اور ناقابلِ فراموش علمی و دینی خدمت ہے کہ آپنے برصغیر کے اس خطے میں علمِ حدیث سے علماء صوفیا اور عوام کو روشناس کرایا بلکہ عملاً مدرسہ کی شکل میں تدریس کی۔ حضرت محدّث کبیر سیدنا شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۱۱۲۴ھ ہجری / ۱۷۱۲ء میں مسجدِ مہابت خان کے شیخ الحدیث تھے[4]

---

[1] شرح صحیح بخاری (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۳۵۸

[2] القاموس المحیط والقابوس الوسیط الجامع لما ذھب من کلام العرب شماطیط للامام مجدّ الدّین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی الشیرازی المتوفی فی شوال سنة ۸۱۷، کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۳۰۷۔

[3] صراح ـ لابی الفضل محمّد بن عمر بن خالد القرستی المشتھر بجمالی کشف الظنون حاجی خلیفہ ج ۲ ص ۱۰۷۱

[4] روحانی ترڑون عبدالحلیم اثر افغانی ص ۲۰۲

مسلمانوں میں اتفاق واتحاد کی علمی خدمت

بارہویں صدی ہجری کے شروع میں عوام الناس کے درمیان ایک اہم مسئلہ "کہ جہر کے ساتھ ذکر جائز نہیں" پیدا ہو چکا تھا۔ جس میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مشائخ کرام بھی شامل تھے مسئلہ مذکور عمومی بحث وجدل کی صورت اختیار کر گیا۔ یہاں تک کہ خوب بحث ومناظرے ہونے لگے اور مجلسیں منعقد ہوئیں[1] چونکہ محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مطمحِ نظر خدمتِ دینِ اسلام اور مسلمانوں میں بے اتفاقی وتشت کو رفع کرنا تھا لہٰذا آپ جیسے حساس اور بیدار دل ودماغ کے عالمِ دین کو یہ کب گوارا تھا کہ لوگ ایسے مسائل میں اُلجھیں اور باہمی منافرت ومناقشت کا شکار ہوں اسی لئے آپ نے اپنے مواعظ کے ذریعے قرآن، حدیث، فقہائے کرام اور مشائخ عظام کے اقوال کی روشنی میں جوازِ ذکر جہر کو بیان کیا اور اس جلتی ہوئی آگ کو فرو کر دیا انہی دلائل کو کتابی صورت میں ضبطِ تحریر میں لائے جس کا نام ہی جوازِ ذکر جہر رکھا۔ تصنیف کے شروع میں ہی اس کا سبب بیان کر دیتے ہیں۔

کہ بعض علماء ذکرِ جہر کرنے کو منع کرتے ہیں لہٰذا میں نے چاہا
کہ میں اس کے جواز کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے خوب واضح کر دوں۔[2]

گیارہویں بارہویں صدی ہجری میں اس تمام علاقے میں بڑے بڑے اکابر علماء اور مختلف سلاسل کے مشائخ کرام موجود تھے جن میں یہ حضراتِ کرام قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت اخون پنجو سنبھلیؒ (م ۱۰۴۰ھ ہجری/ ۱۶۳۰ء) حضرت اخوند الیاس یوسف زئیؒ (م ۱۰۸۶ھ ہجری/ ۱۶۷۵ء) حضرت حاجی بہادر کوہاٹیؒ (م ۱۰۹۰ھ ہجری/ ۱۶۷۹ء) باوجود تلاش وتفحص کے ان کی کوئی کتاب یا ملفوظات اب تک دریافت نہیں ہوئے البتہ حضرت علامہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۰۴۸ھ/ ۱۶۳۸ء) صاحبِ تصنیف بزرگ گزرے ہیں اور بایزید انصاری الملقب پیر روشان کی بھی تصانیف پائی جاتی ہیں۔ بارہویں صدی ہجری کے جلیل القدر اکابر، صوفیا اور علماء میں حضرت شیخ عبد الغفورؒ پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۱۱۶ھ ہجری/ ۱۷۰۴ء) مولانا سعد اللہ خان وزیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۱۰۲ھ ہجری/ ۱۶۹۰ء) مولانا سید محمد قطب بنوریؒ (م ۱۱۰۸ھ ہجری/ ۱۶۹۶ء) حضرت شاہ عبد الرحیمؒ (م ۱۱۵۴ھ ہجری/ ۱۷۴۱ء) حضرت علامہ شیخ محمد مومنؒ،

---

[1] روحانی تړون، عبدالحلیم اثر افغانی ص ۹
[2] جوازِ ذکرِ جہر (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲

(م ۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء) ان علماء ومشائخ میں صرف میاں عمر چمکنیؒ (م ۱۱۹۰ھ/۱۷۷۶ء) صاحبِ تصانیف بزرگ گزرے ہیں جن کی دو کتابیں ابھی تک دستیاب ہو چکی ہیں۔ برصغیر کے اس شمال مغربی حصّے میں اگر کوئی صاحبِ جلیلہ اور داعیٔ تبلیغ اسلام نظر آتا ہے تو وہ حضرت محدّثِ کبیر شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی شخصیت ہے۔

متابعتِ سُنّتِ نبویؐ کی روشنی میں دعوتِ تصوّف

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبادات اور سلوک و معرفت میں شریعتِ محمّدیہ کے مطابق معرکۃ الآرا تصنیف "درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" تحریر فرمائی۔ اس دور میں جتنے بھی غیر شرعی مراسم تصوّف میں داخل ہو چکے تھے انہیں مسترد کر کے عین شریعتِ اسلامیہ کے موافق عبادات، ریاضات، سلوک و صفاتِ خداوندی پر بحث کی۔ نیز اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمّد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برصغیر پاک و ہند میں جو سفر کیا۔ حصُولِ علم کے سلسلے میں جن اساتذہ کرام سے استفادہ کیا مشائخ، فقراء، مجاذیب اور بعض اہلِ قبور کے مزارات پر حاضری بھی دی ان کا نہایت خوش اسلوبی سے ذکر کیا۔ رُوحانی فیوض حاصل کرنے کے ذیل میں جن فقراء سے فائدہ پہنچا اس کا بھی ذکر کیا جن کا اثر وقتی تھا وہ بھی بیان کر دیا اور جن سے فائدہ حاصل نہ ہُوا اس کی بھی نشاندہی فرما دی چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"اکثر بزرگان را از سالکان و مجذوبان و صالحان و مرتاضان را زیارت کردہ میشُد ہمہ مہربانی می فرمودند بقدرِ نصیب چیزی حاصل نمودہ شُد اما آں چہ مطلوب ایں حقیر بود میسّر نہ شُد[1]

میں نے سالکوں، مجذوبوں، صالحوں اور مرتاض بزرگوں سے ملاقات کی سب نے مہربانی فرمائی جو مجھے ملنا تھا وہ حاصل ہُوا لیکن جو اس فقیر کا مقصد تھا وہ میسّر نہ ہُوا۔

ہمہ شب بزاریم شُد کہ صبا نہ داد بُوئے
نہ دمید صبح بختم چہ گناہ نہ ہم قضا را[2]

اسی کتاب میں اپنے والدِ گرامیٔ مرتبت کے مختصر حالات اور اپنی سندِ خلافت بھی تحریر کی ہے گویا یہ کتاب

---

[1] درکسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۲
[2] ایضاً۔

اپنی صدی کے عُلماء، مشائخ، مجاذیب اور فقراء کے تذکرے کے اعتبار سے اپنے وقت کی مکمل نمائندگی کرتی ہے آپ نے یہ رُوحانی و علمی رُودادِ سفر اس لئے قلمبند کی کہ آنے والی نسلیں بھی اس کے فوائد و برکات سے مستفید ہو سکیں اور یہ تصوّف کی دینی و علمی عظیم المرتبت خدمت ہے جس میں دُنیا طلبی کے بحران کو ختم کرنے ایمان کو بیدار کرنے، آخرت کے یقین کو اُبھارنے، خُدا طلبی کا ذوق پیدا کرنے اللہ تبارک و تعالیٰ کی سچی معرفت، اس کی بندگی، رضا مندی میں عالی ہمتی، بلند حوصلگی سے کام لینے اس راستے میں سبقت کرنے کی دعوت دینے، توحیدِ کامل کو واشگاف بیان کرنے اہل دنیا اور اربابِ دولت کی بے وقعتی اور اسبابِ دنیا کی کمزوری کو بھی بیان فرمادیا۔

آپ کی یہ عہد آفریں، دینی، علمی اور تصنیفی خدمات کسی بھی ایک مؤرخ کو جب وہ اس دور کی تاریخ بیان کرے گا۔ تو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مطلق العنان حکومتوں کے دور میں عموماً اخلاقی اور رُوحانی کمالات میں انحطاط پیدا ہو جاتا ہے اسی طرح مغلیہ سلطنت کی اس افراتفری اور طوائف الملوکی کے دور میں الحاد، زندقہ اور شریعت سے لاپرواہی کی وجہ سے دینی امور میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لازمی تھے جو مختلف تحریکوں کی صُورت میں بھی رُونما ہوئے ایسے ماحول میں ایک عظیم علمی، رُوحانی با عمل، تقویٰ و پرہیزگاری کا مجسّم تصنیف و تالیف میں منفرد و یگانہ اس عصر کے تمام مروجہ علوم میں مکمل عبُور و دسترس رکھنے والی شخصیت آپ ہی کی تھی۔ آپ کے درس میں اطمینانِ قلب، سکُونِ رُوح، یقینِ کامل، شرحِ صدر کا حصول حقائق و معارف کے طالبین و شائقین کو دقیق علوم اور لطیف مضامین کا خزینہ گناہگاروں اور سیاہ کاروں کو توبہ و انابت کی دولت نصیب ہوئی آپ کی ان تمام تر تبلیغی مساعی نے اپنے ماحول پر انتہائی گہرا اثر ڈالا جس کی بدولت دین اسلام کو کافی حد تک تقویت حاصل ہوئی اگرچہ باطل عقائد و نظریات یکسر ختم نہیں ہوئے مگر پھر بھی اُن باطل تحریکوں اور قوتوں کا اثر زائل ہو گیا۔

ہم عصر علمائے کرام و مشائخ عظام

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ برِصغیر پاک و ہند میں دینِ اسلام کو جو فروغ حاصل ہُوا وہ صُوفیائے کرام اور عُلمائے عظام کی تبلیغی و تجدیدی مساعی کی بدولت ہے۔ نفاذِ دین اور تطہیرِ معاشرہ کے لئے اسلام کی رُوحانی اقدار اور اولیائے کرام کی تعلیمات ایک گراں بہا سرمایہ ہیں۔ حضرت محدث کبیر شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "در کسب وسلوک و بیان حقیقت و معرفت" میں گیارہویں و بارہویں صدی ہجری کے جن نامور و معروف علماء و مشائخ اور مجاذیب کا تذکرہ کیا ہے اس سے آپ کے دَور کے علمی، تہذیبی اور ثقافتی ماحول کے خدوخال نمایاں طور پر اجاگر ہوتے ہیں۔ آپ نے دینِ اسلام کی ترویج اور نشر و اشاعت میں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے ذریعے بھرپُور حصہ لیا اپنے علوم و فیوض سے عوام الناس کی اصلاح و تزکیہ نفوس کا فریضہ احسن طریق سے سرانجام دیا۔ ارشاد و وعظ، اعلائے کلمۃ الحق اور اشاعتِ دین کے سلسلے میں برصغیر پاک و ہند کا سفر وقتاً فوقتاً اختیار کیا۔ جب محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کے معاصرین علماء و مشائخ کی صف میں دیکھتے ہیں تو بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اُس وقت کے مشاہیر علمائے کرام، فضلاء اور عارفان باللہ کے ساتھ آپ کے روابط اور مراسم تھے جس کا ذکر آپ نے "فصل در بیانِ احوالِ والدِ مرحوم و بعضے بزرگان" کے ضمن میں تحریر کیا ہے۔ اس حصے میں آپ کے ان معاصرین کا ذکر ہے جن سے آپ کی ملاقات ہُوئی۔

آپ کے مزاج میں جو تبلیغِ اسلام اور اعلائے کلمۃ الحق کی لگن تھی اور انمٹ جذبۂ صادقہ جو آپ کی ذاتِ اقدس میں موجزن تھا وہ آپ کو اپنے اساتذہ کرام کے تتبع سے حاصل ہُوا۔ جنہوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت اور صحابہ کرام کے سلسلے میں عظیم روایات کو قائم رکھا۔ تاریخی اوراق ان کے جہاد اور اعلیٰ کردار کا بیّن ثبوت ہیں ۱۱۱۹ھ ہجری میں بہادر شاہ تخت نشین ہُوا تو علمائے کرام اور بہادر شاہ کے درمیان ایک عظیم ہنگامہ برپا ہوگیا۔ بہادر شاہ خطبے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نام کے ساتھ وصی رسول اللہ کا لفظ پڑھانا چاہتا تھا اس پر ملک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہنگامے شروع ہو گئے تو علمائے لاہور نے بھی اس فیصلے کے خلاف احتجاج کیا لاہور میں اُس وقت "دو تین زبردست عالم تھے" جو کلمۂ حق کہنے سے کبھی نہیں چوکتے تھے۔ درس و تدریس ان کا محبوب مشغلہ تھا اور وہ اپنی زندگی کا منتہائے مقصد اسی مشغلے کو سمجھتے تھے جن میں حاجی یار محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا جان محمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بقولِ خافی خان "افضل الفضلائے لاہور تھے":

> "حاجی یار محمد و جان محمد کہ افضل الفضلائے لاہور بودند باتفاق دیگر فضلاء و علماء ہجوم علم نمودہ بہ خانہ قاضی و صدر آمدہ برائے خواندن خطبہ بقیہ لفظ وصی مانع آمدند"[1]

---

[1] منتخب اللباب خافی خان ج ۲ ص ۶۶۴، ص ۶۶۳

آپ نے لاہور کے دوسرے علمائے کرام کو بھی اپنے ساتھ ملا اور ہجومِ عام کے ساتھ شہر کے قاضی اور صدر کے گھر پہنچے انہیں اس عمل سے باز رہنے کو کہا مگر وہ شاہی حکم سے مجبور تھے انہوں نے بھی اس درخواست کو ٹالنا چاہا مگر عوام کا دباؤ بڑھتا ہوا دیکھ کر ملتوی کر دیا جب ۱۱۱۹ھ ہجری میں بہادر شاہ لاہور آیا تو اس نے اس حکم کی مخالفت کرنے والوں کو قلعہ لاہور کے تسبیح خانے میں طلب کیا۔

جناب ولیم اروِن لکھتے ہیں۔

" On reaching Lahore, Bahadur Shah summoned the learned man of that city of whom Haji Yar Muhammad, Muhammad Murad and three or four well-known men attended. They are directed to sitdown before the Emperor in the tasbih-khana or praying Room. "[1]

بادشاہ نے اپنے حکم کی مخالفت کرنے والے جملہ علماء کو اپنے حضور طلب کیا۔ مولانا جان محمدؒ[2]، حاجی یار محمدؒ ملا محمد مرادؒ[3] تین چار دیگر فضلاء کی معیت میں پیش ہوئے۔ بہادر شاہ اور اس کے مصاحبین نے ان سے بحث کر کے انھیں قائل کرنے کی کوشش کی۔ حاجی یار محمدؒ ان کے ہر استدلال کی تردید کرتے جاتے۔ سوال و جواب کا سلسلہ بڑھ گیا۔ بادشاہ طیش میں آ گیا۔ حاجی یار محمدؒ اس بے خوفی سے بادشاہ کے اقوال کی تردید کر رہے تھے کہ اس سے گستاخی کا پہلو نکلتا تھا۔ بادشاہ نے بے قابو ہو کر کہا:۔

"از غضب بادشاہان نمی ترسی کہ چنیں خلافِ آداب مجلس سلاطین مبادرت بکلمہ و کلام می نمائی۔	بادشاہوں کے غضب سے تو نہیں ڈرتا کہ بادشاہوں کے آدابِ مجلس کے خلاف اس قدر گستاخانہ انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔

حاجی یار محمدؒ نے جواباً کہا:۔

---

[1] Later Mughals, William Irvine P. 130, 131.

[2] تفصیل ملاحظہ کیجئے ص ۲۸۵۔ [3] جناب مولانا محمد مراد لاہوریؒ جید عالم دین مفتی عبد السلام کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ جب حضرت شیخ محمد بدخشیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اخذ طریقت کیا آپ حنفی المسلک فاضل فقہ و اصول اور علوم عربیہ کے ماہر تھے۔ نزہتہ الخواطر ج ۶ ص ۳۴۸، ص ۳۴۹۔ منتخب اللباب خافی خان ج ۲ ص ۳۴۳ تا ص ۳۶۴، (ان ہر تین حضرات کا ذکر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف "در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت" میں اپنے اساتذۂ کرام کے ضمن میں تحریر کیا ہے)

من آرزوئے عطای چہار چیز از واہب بی ظنت خود داشتم
اوّل تحصیل علم، دوئم حفظِ کلام اللہ، سوم حج، چہارم شہادت،
الحمد للہ کہ از طرف عطای سر نعمت الٰہی کامیاب شدہ ام،
آرزوی شہادت باقی ماندہ امید دارم کہ از توجّہ بادشاہ عدالت
اساس کامرو گردم [1]

میں خداوندِ تعالیٰ سے چار چیزوں کی آرزو کرتا تھا تحصیل علم
حفظِ کلام اللہ، حج بیت اللہ اور چوتھی چیز اس کی راہ میں
شہادت حاصل ہو الحمد للہ کہ اس کی عطا سے تین نعمتوں
کے حصول میں کامیابی ہوئی ایک آرزو باقی ہے اُمید ہے
کہ وہ بھی اس عادل بادشاہ کی توجّہ سے حاصل ہو جائیگی۔

ان الفاظ نے بجلی کا کام کیا۔ بہادر شاہ خاموش ہو گیا۔ مجلس برخاست ہوئی۔ گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ اس کے بعد کئی روز تک بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ لوگوں کا جوش بڑھتا گیا۔ ایک لاکھ کے قریب شہری حاجی یار محمدؒ کے ساتھ مل گئے شہزادہ عظیم الشان بھی خفیہ خفیہ حاجی یار محمدؒ کی مدد کرتا رہا یہاں تک کہ شوال ۱۱۲۱ھ ہجری کے آخری دن آگئے صدر نے خطبے کے بارے میں بادشاہ کے حضور عرضداشت پیش کی بادشاہ نے اس پر لکھ دیا۔

”خطبہ جیسا کہ عالمگیر کے وقت میں پڑھا جاتا تھا ویسا ہی پڑھا جائے“

اس طرح یہ فتنہ فرو ہو گیا مگر شاہی غیظ و غضب موقع اور وقت کی تلاش میں رہا جب مناسب موقع ملا تو بادشاہ نے آگرہ اور پھر قلعہ گوالیار میں علمائے کرام کو نظر بند کر دیا [2]

مختصر یہ کہ آپ کے اساتذہ کرام نے جس طرح سے تبلیغ دین، اشاعت سُنّتِ نبوی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور علومِ اسلامیہ کی ترویج کے لئے جد و جہد کی انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپ نے بھی برصغیر پاک و ہند کے مختلف سفر اختیار کیے۔ اور احیائے دینِ اسلام کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔

---

[1] منتخب اللباب، خافی خان ج ۲ ص ۶۲۸۔
[2] نزہتہ الخواطر، عبدالحی حسنی ج ۶ ص ۱۸۱ تا ۱۹۱، تاریخ مشائخ چشت پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۳۵۶
مقالہ علمائے کرام لاہور، علم الدین سالک، نقوش لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء ص ۵۲۶ تا ۵۲۸۔
پنجاب مغلوں کے عہدِ زوال میں، عزیز احمد چوہدری ص ۲۵۵۔

Later Mughals William Irvine, Edited by Jadunath Sarkar vol, 1 P. 130-131

جنابِ حضرت حافظ عبدالغفور پشاوری رحمۃ اللہ علیہ

سنہ ۱۰۵۲ ھجری ـ سنہ ۱۱۱۶

آپ کا اسمِ گرامی عبدالغفور بن صالح محمد اور آبائی وطن کشمیر تھا۔[۱] علمِ ظاہر سے آراستہ ہونے کے بعد رُوحانی طمانیت اور تسکین کے لئے مرشدِ حق کی تلاش میں نکلے۔ مختلف علماء و مشائخ سے استفادہ کرتے ہُوئے پشاور پہنچے۔ جناب شیخ محمد عمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساکن چمکنی لکھتے ہیں۔

"حافظ عبدالغفور اوّل در پشاور بارادت حافظ محمد اسمٰعیل[۲] غوری پشاوریؒ مستفید و بہرہ وافر حاصل نمودہ بعد ازاں در لاہور تشریف آوردہ و شرف بشرفِ بیعت شیخ سعدی لاہوری گردید و خرقہ خلافت و اجازت سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ یافت و از کاملان وقت شد و تا دو نیم سال حاضر باش خدمت اشرف ماند۔[۳]"

جناب حافظ عبدالغفور پشاوریؒ سب سے پہلے حافظ محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ غوری پشاوری سے مستفید ہوئے اور ان کی صحبت سے خوب فائدہ حاصل کیا۔ بعد اس کے آپ لاہور تشریف لائے اور شیخ سعدی لاہوریؒ کی بیعت سے مشرف ہُوئے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ میں خلافت و اجازت حاصل کی اور اپنے وقت کے کامل ترین افراد میں سے ہو گئے۔ اڑھائی سال اپنے پیر کی صحبت میں رہے۔

حصولِ سلوک و معرفت کے بعد واپس پشاور تشریف لائے اور تبلیغِ اسلام و اشاعتِ سُنّتِ نبی کریم صلی اللہ

۱ـ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، سیّد محمد امیر شاہ قادری الگیلانی ج ۱ ص۶۷، تذکرہ صُوفیائے سرحد۔ اعجاز الحق قدوسی ص۶۱۔

۲ـ جناب محمد اسمٰعیل غوری نقشبندیؒ، جناب حضرت شیخ سعدیؒ (م ۱۱۰۸ھ ہجری) کے مُرید و خلیفہ تھے۔ پشاور کی تاریخی مسجد مہابت خان میں ذکر و فکر، مراقبہ اور زہد و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔
خزینۃ الاصفیا کے مصنف جناب مفتی غلام سرور لاہوری ج ۱ ص۶۵۳ پر لکھتے ہیں "کہ طویل داشت یکصد و پانزدہ سالگی رسیدہ بود" یعنی وقتِ وفات آپ کی عمرِ مبارک ۱۱۵ برس تھی۔ آپ نے ۵ جمادی الآخر ۱۱۱۱ ھجری میں وفات پائی۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد سیّد محمد امیر شاہ قادری گیلانی ج ۱ ص۴۳، تذکرہ صُوفیائے سرحد، اعجاز الحق قدوسی ص۳۵۸۔

۳ـ ظواہر السرائر (قلمی)، جناب حضرت شیخ محمد عمر چمکنیؒ، مخطوطہ پنجاب پبلک یونیورسٹی لائبریری ص۴، خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری ج ۱ ص۶۵۴، تذکرہ صُوفیائے سرحد، اعجاز الحق قدوسی ص۴۲۰۔

علیہ وآلہٖ وسلّم میں مصروف و مشغول ہوگئے۔ آپ تمام رات حبسِ دَم اور مراقبے میں بسر کرتے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر آپ کی صحبت بابرکت میں حاضر ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"جناب حافظ عبدالغفور نقشبندیؒ مرد درویش بودؒ در پشاورؒ فقیر بخدمت او میر فیتؒ و صحبت می کرد"[1]

حافظ عبدالغفور نقشبندی ایک درویش منش بزرگ تھے۔ پشاور میں یہ فقیر (شاہ محمد غوثؒ) ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان کی صحبت اختیار کرتا تھا۔

جناب حافظ عبدالغفورؒ کے زہد و تقویٰ، ذکرِ الٰہی، اخلاقِ کریمانہ، جود و سخا اور خدمتِ خلق کے بارے میں محدثِ کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"حافظ عبدالغفور پشاوری تمام شب بحبسِ دَم و مراقبہ مے گزاریدند، والتفات بدُنیا و اہلِ دُنیا نداشت و مدام در خدمتِ مساکین و فقراء و مسافران مشغول ماندے و قریب پانصد کس در مطبخ وے طعام مے خوردند و دیگدان وے گاہے سرد نمے شد و خدام عالی مقام در بچنین طعام و تقسیم آن معروف مے ماندند و شیخ سوائے طعام حاجتمندان نقد و لباس ہم مرحمت فرمود این ہمہ خرچش سوائے دخل ظاہری از خزانہ غیب بود و در عشقِ الٰہی بدین اگاہی مے گزاریند کہ اگر کسے از آیتی قرآنی ردیرشے میخواند یا لفظ اللّٰہ بزبان مے آورد گریہ و اضطرار بہ حضرت حافظ طاری شُدے"[2]

حافظ عبدالغفور پشاوری ساری رات حبسِ دم اور مراقبہ میں گزار دیتے دنیا اور اہلِ دُنیا کی طرف التفات نہ تھا ہمیشہ مسافروں اور مساکین کی خدمت میں مصروف رہتے۔ ہر روز تقریباً پانچ سو آدمیوں کا کھانا آپ کے ہاں پک کر تقسیم ہوتا اور آپ کا چُولہا کبھی سرد نہ ہوتا تھا۔ یہ تمام اخراجات خزانۂ غیب سے پورے ہوتے تھے۔ بظاہر کوئی آمدنی نہ تھی۔ طعام کے علاوہ حاجتمندوں کو نقد روپیہ اور لباس بھی عطا فرماتے تھے۔ عشقِ الٰہی میں اس قدر محو و سرشار تھے کہ اگر کوئی شخص بھی قرآن مجید کی آیت پڑھتا یا زبان پر لفظ اللّٰہ لاتا تو آپ پر گریہ اور اضطراب جاری ہو جاتا۔

مگر آپ (شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) لکھتے ہیں۔

"اگرچہ صحبت ایشان مفید بود لیکن فقیر را اصلاً تشفی نمی شُد"[3]

اگرچہ آپ کی صحبت فائدہ مند تھی مگر فقیر کو حقیقتاً اطمینانِ خاطر میسّر نہ ہوتا تھا۔

جناب سید محمد ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"خدمتِ خلق آپ کا شعار تھا خصوصاً مساکین و مسافروں کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ مہمان نوازی

---

[1] درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص۵۲، تذکرہ صُوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص۲۱۵
[2] ایضاً " " " " " " " " " " ۔ خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور ج ۱ ص۲۱۱
[3] ایضاً " " " " " " " " " "

اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ تقریباً پانچ سو آدمی آپ کے مطبخ سے کھانا کھاتے اور نہ کبھی آپ کا چولہا ٹھنڈا ہوا آپ کے خدام صبح سے شام تک کھانا پکانے میں مشغول رہتے تھے حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علاوہ کھانے کے حاجتمندوں کی مدد نقد و لباس سے بھی فرماتے تھے [1]

آپ کی وفات بعہد اورنگ زیب عالمگیر ۱۴ شعبان المعظم ۱۱۱۶ھ ہجری میں ہوئی۔ اور آپ پشاور ہی میں مدفون ہیں [2]

---

[1] تحفۃ السلام سید مولوی محمد ابوالحسن مطبوعہ نول کشور لکھنؤ بار دوم ۱۹۱۵ء ص ۱۱

[2] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۱ ص ۴۵۴، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی ج ۱ ص ۳۱
تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۴۲۱

حضرت شیخ اخوند محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۲۱ھ)

آپ کا اسمِ گرامی شیخ اخوند محمد نعیم ہے آپ محمود کامہ میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں :-

"کہ در محمود کامہ کریہ است از جلال آباد از پرگنات کابل" [۱]

کابل کے پرگنات میں سے پرگنہ جلال آباد میں محمود کامہ ایک بستی ہے۔

آپ نے اپنے علاقے ہی میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی اور درس و تدریس میں مشغول رہے آپ حضرت حاجی عبداللہ المعروف حاجی بہادر صاحب رح کوہاٹی خدا بین رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت تھے جناب محمد درویش لکھتے ہیں۔

"اخواند نعیم پاپینی ساکن کامہ یکی از خلفاءِ حضرت خُدا بین بود و از من جملہ کُمّل اولیائے عصرِ خود بودند" [۲]

اخوند نعیم پاپینی موضع کامہ کے رہنے والے تھے جو حضرت خُدا بین کے خلفاء میں سے ایک تھے۔ اور اپنے زمانے کے اکمل ترین میں سے تھے۔

بیعت ہونے کے تین برس بعد تک مجاہدہ و ریاضت میں مصروف رہے۔ تین برس کی عبادت کے بعد حضرت حاجی بہادر کوہاٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو خلافت عطا کی۔ جناب محمد درویش لکھتے ہیں۔

"در یک اربعین مشارٌ الیہ را جمیع مقاماتِ ولایت علیا محصل شد" [۳]

عبادت کے ایک ہی چلّے میں آپ ولایت کے بلند مقامات حاصل ہو گئے

آپ ذکرِ الٰہی میں اسقدر مستغرق تھے کہ آپ کے وجود کی ہر ہر رگ ذکر کرتی تھی۔ جسے آپ کے ہمنشین بھی سنتے تھے بلکہ یہاں تک کہ "چوں در حجرۂ ذکری کردند از دیوار آوازِ اسمِ ذات می برآید کہ ہمہ مردم مے شنیدن" [۴]

جب آپ اپنے حجرے میں ذکر کرتے تو اس حجرے کی دیواروں سے بھی آپ کے ذکر کی آواز سنائی دیتی تھی جسے تمام لوگ سنتے

---

[۱] درکسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۶۔ [۲] تحفۃ السالکین (قلمی) حضرت محمد درویش ص ۱۱۲

[۳] تحفۃ السالکین (قلمی)، حضرت محمد درویش ص ۱۱۳

[۴] ایضاً ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۱۱۳

تھے۔ محدّثِ کبیر حضرت سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی فیوضات سے مشرف ہوئے۔

حضرتِ محدّثِ کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"کہ از خدمتِ ایشان توضیح و تلویح میخواندم"[1]

میں نے توضیح و تلویح آں جناب کے پاس پڑھی۔

نیز لکھتے ہیں۔

درحقِ فقیر توجہات و مہربانی بسیار می کردند و در خدمتِ ایشان ہرچہ از علوم ظاہری و باطنی نصیب بود حاصل شد و سلوکِ طریقہ نقشبندیہ ہم بطریق اجمال ارشاد فرمودند لیکن بالفعل اثرِ ازاں نسبت یافتہ نمی شود۔[2]

اس فقیر کے حق میں بہت ہی توجہات اور مہربانی فرماتے تھے۔ جو کچھ اس فقیر (شاہ محمد غوثؒ) کی قسمت میں تھا آپ کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری و باطنی میں حاصل کیا اور طریقہ نقشبندیہ کا سلوک بھی اجمالی طور پر ارشاد فرمایا۔ لیکن بالفعل اس نسبت کا اثر نہیں پایا گیا۔

آپ نے ۱۱۲۱ھ ہجری میں وفات پائی اور موضع کامہ کے پہاڑ کے دامن میں دفن کئے گئے۔[3]

---

[1] درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوثؒ صفحہ ۱۰

[2] ایضاً

[3] روحانی رابطہ جناب عبدالحلیم اثر افغانی صفحہ ۶۸

حضرت شیخ فرخ شاہ (سنہ ۱۱۲۲ھ)

آپ کا اسمِ گرامی فرخ شاہ اور والدِ بزرگوار خازنِ رحمت شیخ سعید رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ حضرت امام ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے تھے حضرت خازنِ رحمت شیخ سعیدؒ نے علوم متداولہ کی تعلیم اپنے والدِ ماجد حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مکمل کی [۱] حضرت مجدّد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب ضعیف ہو گئے تو انہوں اپنے بیٹے شیخ سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خانقاہ مجدّدیہ میں احادیث و دیگر علوم کے پڑھانے پر مقرر کیا۔ شیخ سعیدؒ نے مشکوٰۃ المصابیح کا حاشیہ بھی تحریر کیا [۲] حضرت فرخ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام علوم اپنے والد خازنِ رحمت شیخ سعید سے ہی حاصل کیے۔ فقہ، ادب، علمِ معقول و منقول اور فنونِ مروّجہ میں آپ کو مکمل دسترس تھی، حدیث مبارکہ میں تو آپ ایک عظیم محدّث کا مقام رکھتے تھے۔ انتہائی قوی حافظہ اور فہم و ادراک کی مضبوط قوت کے مالک تھے۔ علوم حدیث میں آپ کا خاص شغل تھا۔ حرمین الشریفین کی زیارت کرنے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو حدیث کا درس شروع کیا۔

جناب محسن ترہٹی لکھتے ہیں کہ "فرخ شاہ کو حدیث سے اس قدر محبت تھی کہ ستّر ہزار احادیث مع متن و اسناد اور جرح و تعدیل کے حفظ تھیں" [۳]

جناب ڈاکٹر اسحاق صاحب مزید لکھتے ہیں۔ "اسی بناء پر آپ حافظ کے لقب سے مشہور ہوئے" [۴]

حضرت مجدّدِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کامیابی کا حقیقی راز یہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں میں قرآن و حدیث کے مطالعے کو فروغ دینے پر بہت زور دیا اور قرآن و حدیث کی تعلیمات پر مبنی اصلاح و ترقی کا جو مبارک کام انہوں نے شروع کیا تھا اُسے اُن کے اخلاف نے پُشت ہا پُشت تک جاری رکھا [۵]

---

[۱] تذکرۂ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص ۴۳۳

[۲] نزہتہ الخواطر مولانا عبدالحئی حسنی ج ۶ ص ۲۲۲، حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۴۱۷،
جواہرِ علویہ شاہ رؤف احمد مجدّدی ص ۱۰۳

[۳] الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، محمد بن یحیٰی المدعو بہ محسن تیمی بکری ترہٹی مطبوعہ صدیقی پریس دہلی سنہ ۱۲۸۷ھ ص ۹۵

[۴] Contribution to the study of Hadith Literature
Dr. Ishaq P. 143.

[۵] ایضاً

شیخ الاسلام شیخ محمد فرّخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولد شیخ محمّد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث، فقہ اور سلوک کی کتابوں کا درس دیا کرتے تھے[1] آپ نے کشمیر کا سفر بھی کیا جس میں آپ کشمیر کے بڑے بڑے اکابر، علماء، فضلاء اور صاحبانِ فقر نے آپ کے فیوض وبرکات سے استفادہ کیا ہے[2]

محدثِ کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے معاصرین کی ملاقات کے لئے اثنائے سفر جب ہند تشریف لے گئے تو وہاں علوم ومعرفت کے چشمے پھوٹ رہے تھے چنانچہ آپ نے حضرت فرّخ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن شیخ سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنی ملاقات کا ذکر تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت میاں فرخ شاہ کہ جامع علمِ ظاہر وباطن و عالمِ زماں ومصنفِ وقت ومحدث بودند زیارت کردم وصحبت ہا نمودم[3]

حضرت میاں فرخ شاہ جو علمِ ظاہر وباطن کے مکمل ترین واکمل عالم تھے آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے علّامہ تھے اور اپنے وقت کے بہترین مصنف ومحدّث تھے میں نے ان سے ملاقات کی اور ان کی صحبتوں میں رہا۔

آپ صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ جناب عبدالحیّ حَسَنی لکھتے ہیں کہ آپ کی تصانیف میں القول الفاصل بین الحق وباطل، کشف الغطاء عن وجوہ الخطاء رسالۃ فی حرمۃ الغناء، رسالۃ فی العقائد، رسالۃ فی الحقیقت المحمدیہ حاشیہ علی حاشیہ عبد الحکیم علی الخیالی، وغیرہ بھی ہیں۔[4]

آپ نے ۴ رشوال ۱۱۲۲ھ ہجری میں وفات پائی[5]

---

[1] پاکستان میں فارسی ادب، ڈاکٹر ظہور الدین احمد مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور ص۵۸۸

[2] شیخ نجم الدین المعروف نجی ریشہ بابا، آخوند مُلّا محترم، خواجہ معین الدین، شیخ محمد امین ڈار، میاں حاجی فتح محمد، شیخ محمد پردانہ اور شیخ محمد مراد وغیرہ ایضاً ص۵۸۸۔

[3] درکسبِ سلوک وبیانِ حقیقت ومعرفت (قلمی) شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۶۶

[4] نزہۃ الخواطر عبدالحیّ حسنی ج ۶ ص۲۲۲ تا ص۲۲۳۔

[5] ایضاً

جناب حضرت شاہ لطیف المعروف بری امام رحمۃ اللہ علیہ
(م سنہ ۱۱۲۲ ھجری)

آپ کا اسم گرامی شاہ عبد اللطیف بن شاہ محمود اور شاہ لطیف بری امام کے لقب سے مشہور ہیں آپ موضع چولیاں ضلع جہلم تحصیل چکوال ۲۶ سنہ ۱۰ ھجری / ۱۶۱۷ء بعہد بادشاہ جہانگیر پیدا ہوئے [1] آپ انتہائی عابد، صاحب مجاہدہ اور زہد و ریاضت کا پیکر تھے۔ آپ کا طریقہ قادری طرطوسی تھا [2] آپ اپنے مرشد کے حکم سے علاقہ پوٹھوہار موضع نور پور شاہاں میں سکونت پذیر ہوئے [3] آپ کی بزرگی کی شہرت تمام علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض پاتے۔ اکثر فقراء آپ سے ملاقات کے لئے آتے۔ جناب ابو البرکات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۱۱۵ ھجری) گجرات سے چلے تو اثنائے سفر آپ سے بھی ملاقات ہوئی جسے حضرت شاہ غلام بن سید محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

چوں در ملکِ پوٹھوہار رسیدم شاہ لطیف مجذوب را دیدم کہ خیلے صاحب نظر اتحد بودند و با من سلوک تمام ملاقات کردند یک دو روز گزارنید مرخص شدم

جب میں ملک پوٹھوہار پہنچا تو شاہ لطیف مجذوب سے ملاقات کی۔ جو کہ صاحبِ نظر بزرگ تھے اور یہ ملاقات بہت ہی مکمل تھی ایک دو روز گزارنے کے بعد میں ان سے رخصت ہو گیا۔

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن ابو البرکات حضرت سید حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ سے ملاقات کی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

باز در پنڈی شاہ لطیف نام مجذوب صاحب کشف و جذب رفتم او را دیدم و آثار مکاشفہ و جذبہ او معائنہ نمودم اما مقصودِ فقیر چیزی از او حاصل نہ شد [5]

کہ اٹک سے گزر کر اور پھر میں پنڈی شاہ لطیف مجذوب کے پاس گیا جو صاحب کشف و جذب تھے میں نے آپ کے مکاشفہ اور جذبہ کے آثار ملاحظہ کئے لیکن اس فقیر کا مقصود ان سے حاصل نہ ہوا۔

آپ نے سنہ ۱۱۲۲ ھجری میں وفات پائی [6]

---

[1] انوارِ لطیف سید آل احمد رضوی مطبوعہ ماڈرن بک ڈپو آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد سنہ ۱۹۸۵ء ص ۲۱۔ [2] کرسی نامہ (قلمی) خلیفہ شاہ گل عنایت مملوکہ اختر حسین بن خلیفہ بن دین بن خلیفہ یوسف ٹپ وری، جس کی فوٹو سٹیٹ کاپی جناب سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ [3] اس علاقے کو موضع چور پور کہا جاتا تھا جب کہ آپ کی آمد سے اس علاقے کا نام چور پور کی بجائے نور پور شاہاں سے مشہور ہو گیا۔
(حاشیہ جاری ہے)

حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۲۳ھ)

آپکا اسمِ گرامی شیخ محمد صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن امام محمد معصوم المعروف عروۃ الوثقیٰ (م ۱۰۸۹ھ ہجری) ہے۔ قیوم زماں کے لقب سے ملقب ہوئے[1] آپ ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۳۳ھ ہجری میں سرہند میں پیدا ہوئے۔ آپکا نام "محمد صبغۃ اللہ" ہے آپکے دادا جناب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے والد امام محمد معصوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "در ایں فرزند تو رنگ از اصالت یافتم بنابر آن نام نامی او را محمد صبغۃ اللہ گزاشتم[2]"

کہ تیرے اس فرزند میں اصالت کا رنگ دیکھ رہا ہوں اس لئے میں نے اس کا نام محمد صبغۃ اللہ رکھا ہے، تمام باطنی علوم و فیوض کو اپنے والدِ ماجد ہی سے اتمام و کمال کیا آپکا زہد و تقویٰ، اتباعِ سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور سلوک معرفت میں انہماک اس درجہ مکمل تھا کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ فرمایا کرتے تھے۔

"اگر پدر تعظیم پسر مے نمود من تعظیم فرزندی محمد صبغۃ اللہ نمایم[3]"

اگر باپ بیٹے کی تعظیم کرتا تو میں اپنے بیٹے محمد صبغۃ اللہ کی تعظیم کرتا۔

آپکے دن و رات کے اعمال سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع میں گذرتے تھے جناب حاجی محمد فضل اللہ لکھتے ہیں :۔

"ما حصلش آنکہ در ہر امور متابعتِ سنت از دست نہ دادہ اند حتیٰ کہ در خوردن و پوشیدن و نشست و برخاست و سفر و حضر و لباس و ادعیہ موقتہ و اذکار لسانی و جنانی و صوم و صلوٰۃ و حج و عمرہ و زکوٰۃ و خلق و احسان و توکل و تبتل و حلم و علم و سخا و کرم و تحمل و غیرہ محاسن سر موی بی اتباع نبود ندے[4]"

اس کا ما حصل یہ ہے کہ کسی کام میں بھی اتباع سنت نبوی (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے یہاں تک کہ آپکا کھانا، پہننا، بیٹھنا، اٹھنا، سفر، حضر، لباس مقررہ ادعیہ اور غیر مقررہ ادعیہ اذکار زبانی و قلبی روزہ، نماز، حج عمرہ زکوٰۃ اخلاق، احسان، توکل، یکسوئی، بردباری علم، سخاوت، بخشش اور تحمل وغیرہ وغیرہ محاسن میں اتباع نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خلاف بال برابر بھی نہیں کرتے تھے۔

(بقیہ حاشیہ ص۲۹۳) آج کل یہ علاقہ اسلام آباد کی حدود میں شامل ہے، انوار لطیف سید آل احمد رضوی ص۴۹۔ [۴] خوارق العادات (قلمی) ص۲۵ در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث ص۶۳۔ [۶] انوار لطیف سید آل احمد رضوی ص۲۱

[1] ایں قدر احتیاط و اتقا کہ در ایشاں بودہ کم از کسی شنیدہ شد لہذا از کمال اتقا جناب قدس خداوندی جل شانہ وجود مسعود ایشاں را قیوم الزماں گردانید۔ عمدۃ المقامات جناب حاجی محمد فضل اللہ ص۳۵۵۔ [2] ایضاً ص۳۴۳

[3] ایضاً ،، ص۳۵۰ [4] ایضاً ص۳۵۲۔

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ اثنائے سفر جب سر ہند پہنچے تو آپ سے اپنی ملاقات کا ذکر لکھتے ہیں

"در سرہند آمدم میاں صبغۃ اللہ را دیدم کہ از نبائر حضرت شیخ احمد سرہندی خیلے بزرگ وصاحب ارشاد بودند ومعمر و تاثیر الحال بودند در طریقہ نقشبندیہ وفرد زمانہ بودند زیارت ایشاں کردم، وتوجہاتِ خاص مقرر فرمودند صحبتِ ایشان را اثر تمام یافت"[1]

جب میں سرہند آیا تو یہاں میاں صبغۃ اللہ سے ملاقات ہوئی جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی اولاد سے تھے بہت ہی معمر بزرگ، صاحب ارشاد اور مؤثر الحال تھے ۔ طریقہ نقشبندیہ میں اپنی نظیر آپ اور فردِ زمانہ تھے آپ نے بار بار خاص توجہات سے نوازا اور آپ کی صحبت سے پورا اثر پایا۔

الغرض آپ کے محامد اور محاسن بے حد و بے حساب ہیں آپ علومِ ظاہری و باطنی میں یکتا و یگانہ تھے اور تصرّفات و کرامات کا منبع تھے۔

آپ کا وصال بروز جمعہ ۹ ربیع الثانی ۱۱۲۳ھ ہجری بعمر ۸۹ سال ہوا اپنے والد ماجد کے پہلو میں گنبد کے اندر ہی دفن کیئے گئے۔[2]

---

[1] در کسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوثؒ ص۱۱۶ تا ص۱۱۷۔
[2] عمدۃ المقامات حاجی محمد فضل اللہ ص۳۷۴۔

حضرت شیخ عبدالاحد المعروف میاں گل رحمۃ اللہ علیہ
(م سنہ ۱۱۲۶ ھجری)

آپ کا اسمِ مبارک عبدالاحد الملقب بہ میاں گل تھا۔ شیخ محمد سعید خازن رحمت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۰۷۰ھ ھجری) کے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپ نے حصولِ نسبت اپنے والدِ بزرگوار سے حاصل کی۔ آپ صوری اور معنوی فضائل میں ممتاز تھے۔ شاعری میں وحدت تخلص کرتے تھے کئی مرتبہ حج بھی کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف بھی ہوئے۔ آپ صاحبِ تصنیفِ کثیرہ تھے، صاحبِ عمدۃ المقامات لکھتے ہیں:۔

"وتصانیف ایشان بسیار اند و از آن حاشیہ بر بعضی اقوال تفسیرِ بیضاوی وسلسلۃ الجواہر در شرح چہل حدیث وخزائن المودۃ ومنثور الدرر فی فضائل السّور وصحائف تسعہ وبرہانِ جلی وبدائع الشرائع ونجات ثمانیہ، وسبل الرشاد واسرار الجمع ورسالۃ منع سبابہ وشرحِ رباعیات حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وشواہد التجدید وخیر الکلام ومناجاتِ کبیر ومناجاتِ صغیر وقصص برحق ونشر العطر وغیرہا[1]"

اپنے والدِ ماجد کی خانقاہ کا تمام انتظام آپ ہی کرتے تھے۔ والدِ بزرگوار کے وصال کے بعد ۵۶ برس تک مسندِ ارشاد وکمال پر جلوہ فرمارہے۔ ہندوستان کے کونے کونے میں ارشاد وتبلیغ کا کام جاری رکھا۔ مخلوقِ خدا کی خدمت اور صاحبِ کمال کو معرفتِ الٰہی وعلومِ باطنی سے نوازا۔ "آپ کی زندگی کا مقصد ہی سلسلے کی اشاعت، تزکیۂ نفوس اور علوم معرفت کا پھیلانا ہے[2]"

محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"حضرت میاں عبدالاحد کہ مشہور بہ میاں گل بودند را دیدم بسیار بزرگ وصاحب کمال وکامل السلوک بودند چنانچہ در اندک زمانے سالک را سلوک تمامی مے ساختند[3]"

حضرت میاں عبدالاحد المشہور میاں گل سے میں نے ملاقات کی بہت ہی بزرگ، صاحب کمال درجے کے مالک تھے تھوڑے عرصے میں سالک کو سلوک کے تمام منازل طے کروادیتے۔

محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے جو ملاقات کی اور اس کے جو اثرات آپ پر مرتب ہوئے اس کے متعلق لکھتے ہیں:

---

[1] عمدۃ المقامات حاجی محمد فضل اللہ ص ۴۴۲۔

[2] تاریخِ مشائخ چشت، پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۲۲۳

[3] در کسبِ سلوک دربیان حقیقت ومعرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۱۷

"بر فقیر مہربانی بسیار کردند وبحضور تربت جد خود بردہ توجہ مے فرمودند چنانچہ از صحبت الیشان اثرہا ظاہر شد"[1]

اِس فقیر کے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آتے اور اپنے دادا (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی قبر مبارک پر لے جاکر توجہ فرماتے اس لئے آپ کی صحبت سے بہت اثرات ظاہر ہوئے۔

جب اُن سے رُخصت ہونے لگے تو حضرت میاں گُل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف "معجزاتِ نبوی" صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مرحمت فرمائی۔ محدثِ کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:۔

"بوقتِ رخصت کتاب بفقیر دادند کہ در معجزاتِ نبوی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام خود تصنیف کردہ بودند"[2]

رخصت کرتے وقت اس فقیر کو اپنی تصنیف کردہ کتاب معجزاتِ نبوی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائی۔

آپ کی تاریخِ وفات جناب خواجہ محمد اعظم کشمیری نے ۱۱۲۶ھ ہجری اشجار الخلد و اثمار الشجر میں نظم کی ہے جس کا آخری شعر یہ ہے۔

در رفتم اعظم بہ سالِ وصالِ بود
ہادیٔ دین بود شیخ عبد الاحد[3]

۱۱۲۶

---

[1] درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۱

[2] ایضاً

[3] عمدۃ المقامات حاجی محمد فضل اللہ ص ۲۴۵

حضرت سرّ الاعظم شیخ یحییٰ المعروف حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۳۱ سنہ ہجری)

آپ کی کنیت ابو اسماعیل، لقب سرّ الاعظم اور اسمِ گرامی یحییٰ تھا۔ والد کا اسم شریف پیر داد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ جلیل القدر اور عظیم المرتبت عالم و فاضل تھے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلخاری لاہوری کے مرید و خلیفہ تھے[1] چونکہ آپ بلند پایہ عالم، زہد و تقویٰ و ورع میں ایک مثالی شخصیت رکھتے تھے اسی لئے آپ کے پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم دیا تھا کہ تمام مریدین و مخلصین جناب شیخ یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کریں اور ان سے فیوض و برکات حاصل کریں[2]۔

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور سلسلہ نقشبندیہ میں توجہات حاصل کرتے۔ حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ پر خاص نظرِ عنایت فرماتے۔

شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:-

"بر فقیر ہم مہربان بسیار بودند و اکثر توجہے فرمودند و بعضے امور از خدمتِ ایشاں حاصل شد"[3]

اس فقیر پر بڑے مہربان تھے اکثر توجہ فرماتے تھے اور بعض امور ان کی خدمت ہی سے انجام پذیر ہوئے۔

حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی عظمت اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

"نہایت بزرگ و تارک الدنیا و مشغول بحق بودند دائم المراقبہ بودند آمد و رفت می کردم و صحبت می کردم و شیخ مذکور تمام شب بحبس نفس و مراقبہ می گزارنیدہ گاہ بہ یک نفس گاہ بہ دو نفس گاہ بہ سہ نفس و چہار نفس می گزارنیدند و التفات بہ دنیا و اہل دنیا نمی کردند"[4]

بہت ہی بزرگ، دنیا سے الگ اور ہر وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہتے اور ہمیشہ مراقبے میں رہتے۔ میں ان کے پاس آتا جاتا رہتا اور صحبت اختیار کرتا۔ شیخ مذکور ساری رات حبسِ نفس میں گزارتے اور مراقبے میں رہتے۔ ساری رات کبھی ایک سانس میں گزار دیتے کبھی دو میں اور کبھی تین میں اور کبھی چار میں، دنیا اور دنیا داروں کی طرف التفات نہ فرماتے۔

---

[1] تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۴۴۲، احوال العارفین حافظ غلام فرید ص ۶۔ [2] جناب شیخ سعدی لاہوری (م ۱۰۸۶ھ) جناب سید آدم بنوری (م ۱۰۵۳ھ) کے مرید اور جلیل القدر خلفاء میں سے تھے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری ج ۱ ص ۶۶۵، تحقیقاتِ چشتی مولوی نور احمد ص ۱۸۵۔ (حاشیہ جاری ہے)

حضرت جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ گرامی زہد و ورع عرفان و تصوف کا ایک ایسا سرچشمہ تھی کہ ہندوستان، سرحد، پنجاب اور سندھ سے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اخلاق اور تزکیۂ نفس کی تعلیم حاصل کرتے اور اپنے آپ کو عرفان کے نور سے منور پاتے نہ صرف عوام بلکہ اکابر علماء بھی آپ کی خدمت میں حاضری کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے تھے [۱] صاحب قصۃ المشائخ لکھتے ہیں:۔

"علی الخصوص غوثِ دوراں و قطبِ زماں حضرت سر الاعظم حضرت شیخ محمد یحییٰ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کہ ایشان اصحابِ کامل و اکمل و صاحبِ تکمیل بودہ اند تفصیل احوالِ مبارک ایشان از قیدِ تقریر و تحریر افزون است [۲]"

خاص طور پر غوثِ دوراں، قطب زماں حضرت سر الاعظم حضرت شیخ محمد یحییٰ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز جو کامل و اکمل اصحاب میں سے تھے ان کے احوال مبارک کی تفصیل حیطۂ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔

نیز آپ کے خلفاء کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت سر الاعظم را بسیار مریدان، صاحبِ کمال و تکمیل بودہ اند، چنانچہ مولانا محمد عمر پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا شیخ رحیمداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا حاجی سید نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا سید عبد الواحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا مُلّا مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مولانا عنایت کشف دوز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہا الخصوص سید السادات حافظِ کلام ربانی و محبوبِ سبحانی محمد معصوم پیر سباکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [۳]"

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب پشاور سے بغرضِ سفر نکلے تو سب سے پہلے آپ کی ہی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"از خانہ روان شدم در اٹک چند روز بخدمتِ حضرت شیخ یحییٰ جیو کہ از افرادِ زمانہ بودند اقامت نمودم و صحبت کردم [۵]"

جب میں گھر سے روانہ ہوا تو اٹک میں چند دن حضرت شیخ یحییٰ جیو (المعروف حضرت جیؒ) جو افرادِ زمانہ میں سے ایک تھے کی خدمت میں چند دن رہا اور آپکی صحبت سے مستفید ہوا۔

آپ نے ۱۱۲۲ ھجری بمقام اٹک وفات پائی [۶]

---

[۱] خزینۃ الاسرار (قلمی) حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۵۵ (در ملکیت پشتو ٹولنہ کابل) [۲] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوثؒ ص ۵۵۔ [۵] ایضاً۔ [۱] تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۴۴۳۔ [۲] قصۃ المشائخ (قلمی) جناب خواجہ محمد زاہد بن عزیز اللہ ص ۱۱۴ [۳] قصۃ المشائخ (قلمی) جناب خواجہ محمد زاہد بن عزیز اللہ ص ۱۱۴۔

[۴] اصطلاح تصوف میں فرد اور قطب یہ دو الفاظ ہم معنی ہیں۔ محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوثؒ کی عبارت سے مراد یہ ہے کہ حضرت جی رح اس وقت علوم تبرا اور بلند مقام پر فائز تھے گویا آپ قطب الاقطاب تھے۔

[۵] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۳

[۶] خزینۃ الاسرار (قلمی) حضرت میاں محمد عمر چمکنی ص ۱۵۸، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد سید محمد امیر شاہ قادری ج ۱ ص ۶۶، احوال العارفین حافظ غلام فرید ص ۶۲۔

حضرت محمد سعید المعروف بہ میراں بھیک چشتی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۳۱ سنہ ھجری)

آپ کا اسمِ گرامی سید محمد سعید اور والدِ ماجد کا نام سید محمد یوسف تھا۔ بھیکہ چشتی کے نام سے معروف تھے۔ آپ صحیح النسب حسینی، ترمذی سادات سے تھے آپ کا شجرہ چند درمیانی واسطوں سے حضرت امام حسین علیہ السلام سے ملتا ہے [۱] آپ کا سلسلہ چشتی صابری تھا۔ مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"سید میراں بھیک چشتی صابری شاہ ابوالمعالی کے خلیفۂ اعظم اور حقیقی جانشین تھے بلند مقامات کے مالک اور مدارجِ ارجمند رکھتے تھے۔ ذوق، شوق، وجد، سماع، استغراق، عشق اور محبت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اسی طرح آپ کے مرید بھی اقطاب، ابدال اور اوتاد کے مراتب کو پہنچے ہوئے تھے"۔ [۲]

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ سے ملاقات کی اور لکھتے ہیں۔

"چند ہزار مرید داشتند و ہما با ذکر جہر مشغول مے بودند و غلبہ بسیار داشتند و معمر و مجرد بودند"۔ [۳]

آپ کے ہزاروں مرید تھے جو سب ذکرِ جہر میں مشغول رہتے تھے آپ صاحبِ غلبہ، عمر رسیدہ اور مجرد بزرگ تھے۔

نیز لکھتے ہیں۔

"چند روز در خدمت بودم و استفادہ بعض اذکارِ چشتیہ نمودم چنانچہ ذکر سہ پایہ و ہشت رکنی و محمود او نصیر اکہ در طریقہ ایشان از اذکارِ کبار است ارشاد فرمودند و مہربانی بسیار کردند" [۴]

کچھ عرصہ آپ کی خدمت میں رہا اور طریقہ چشتیہ کے بعض اذکار کا آپ سے استفادہ کیا آپ نے چشتیہ سلسلہ کے ذکر سہ پایہ، ہشت رکنی، ذکر محمود اور نصیرا ارشاد فرمائے جو چشتیہ سلسلہ کے کبار اذکار میں سے ہیں آپ نے مجھ سے انتہائی مہربانی فرمائی۔

۵ رمضان المبارک ۱۱۳۱ سنہ ھجری میں مشرقی پنجاب موضع گھڑام میں انتقال فرما کر دفن ہوئے [۵]

---

[۱] نقشِ حیات مولانا حسین احمد مدنی مطبوعہ ج ا ص ۹

[۲] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ا ص ۴۸۹

[۳] در کسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوث ؒ ص ۱۱۶

[۴] ایضاً

[۵] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ا ص ۴۸۹، سوانح حیات شاہ محمد غوث ؒ پیر غلام دستگیر نامی ص ۱۵، ۱۶

حضرت میاں عصمت اللہ رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۳۷ھجری)

آپ کا اسمِ گرامی عصمت اللہ بن حافظ محمد برخوردار بن حافظ حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا[۱]۔ جب حمزہ پہلوان کے لقب سے مشہور تھے[۲] آپ نے علوم کی تکمیل جناب حافظ محمد تقی ام ۱۱۷ھجری سے کی۔ جناب شیخ رحیم داد بن شاہ سلیمان خلیفہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحؒ، پیر شیخ محمد سچیارؒ، شاہ محمدؒ، حضرت حاجی محمد نوشہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرے خلفاء سے بھی فیوضِ باطنی حاصل کئے۔ مگر کہیں بھی سکونِ خاطر حاصل نہ ہوا[۴]۔ آخر کار حضرت شیخ عبدالرحمٰن المعروف بہ پاک رحمان نوشاہی (م ۱۱۵۵ھجری)[۵] کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سلوک و معرفت کی تکمیل کی[۶]۔ پاک رحمان نوشاہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ میں ایک خانوادہ پاک رحمانی جاری ہوا[۷]۔ آپ نے اس سلسلے کی خوب ترقی، ترویج و اشاعت کی، لوگ دور دراز سے خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوتے اور فیوضات سے مستفید ہوتے۔ آپ کی صحبت میں بہت تاثیر تھی جو حاضر ہوتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ باطنی فیوض و برکات اور کیفیات کو بدرجہ اتم محسوس کرتا۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"بعد مدتی شنیدہ شد کہ میاں عصمت اللہ از اولادِ حاجی گلگو خیلے مؤثر و صاحب جذبہ و تصرف اند بلا توقف روانہ گجرات شدم فاصلۂ پانزدہ کروہ بیرونِ شہر مے بودند[۸]"

کچھ عرصے کے بعد پتہ چلا کہ حاجی گلگو کی اولاد میں میاں عصمت اللہ بڑے صاحبِ جذبہ و صاحبِ تصرف بزرگ ہیں تو میں فوراً گجرات روانہ ہو گیا آپ گجرات سے پندرہ کوس دور رہتے تھے۔

۱؎ اذکارِ نوشاہیہ، شیخ شریف احمد شرافت نوشاہی ص ۲۳، ۴۲، ۴۹۔ ۲؎ ایضاً ص ۴۹۔ ۳؎ شریف التواریخ، شیخ شریف احمد شرافت نوشاہی ج ۳ ص ۲۲۱، تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص ۴۴۷۔

۴؎ محدث کبیرؒ لکھتے ہیں "اگرچہ از علومِ ظاہری بود نداما باوصافِ طریقہ موصوف بودند و نسبتِ جذبہ غالب داشتند" اگرچہ آپ علومِ ظاہری سے بے بہرہ تھے مگر اپنے طریقے کے تمام اوصاف سے موصوف تھے اور نسبت جذب غالب رکھتے تھے۔

درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) شاہ محمد غوثؒ ص ۱۱۴۔ ۵؎ تذکرہ صوفیائے سرحد، اعجاز الحق قدوسی ص ۴۴۶۔

۶؎ تذکرہ صوفیائے سرحد، اعجاز الحق قدوسی ص ۴۴۵۔ ۷؎ تحقیقاتِ چشتی مولوی نور احمد ص ۴۲۹۔

۸؎ درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی)، شاہ محمد غوثؒ ص ۱۴۴

محدّث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"بوقتِ سماع توجہ مے گردند۔ حضار را اثر از حرکتِ دل و رقتِ قلب میسّر مے شد و بعضی عوام را حالت گریہ بیخودی ہم مے شد[1]"

دورانِ سماع توجہ فرماتے تو حاضرین میں دل کی حرکت رونا اور رقت پیدا ہوتی اور بعض عوام پر حالتِ رقص و حالتِ بے خودی طاری ہو جاتی۔

محدّثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے حضرت میاں عصمت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت میں رہ کر جو قیمتی فیض محسوس کیا جس کا اثر آپ کی صحبت میں رہتا اور جب واپس ہوتے تو زائل ہو جاتا اس کا ذکر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"و فقیر ہم از صحبتِ ایشان فائز شد و رقتِ قلب حاصل شد۔ اگر چہ حرکتِ قلب سابق ہم بسیار بود اما گریہ و درد از محبتِ ایشان زیادہ شد بعد چندے رخصت شدم مراجعت وطن نمودم آں اثر تنزل کرد۔ بعد یک سال بہ خدمتِ ایشان آمدم۔ ترقی بہمی عنوان تا دوازدہ سال بخدمتِ ایشان آمد رفت کردم۔ ہر گاہ آمد رفت می کردم تاثیر مذکور ترقی مے کرد ہر گاہ می آمدم تنزل مے نمود، لیکن نسبتِ قدیم بہر حال غالب بود"۔[2]

یہ فقیر بھی آپ کی صحبت سے متاثر ہُوا اور رقتِ قلب بھی ہوئی اگرچہ حرکتِ قلب پہلے سے ہی کافی موجود تھی لیکن رونا اور درد آپ کی صحبت سے بڑھا۔ چند دن کے بعد اجازت لیکر اپنے وطن لوٹ آیا تو وہ اثر جاتا رہا۔ بارہ برس تک ہر سال آپ کی خدمت میں آنا جانا رہا جب آپ کی صحبت میں ہوتا تو یہ اثر زیادہ ہوتا جب واپسی ہوتی تو یہ اثر زائل ہو جاتا۔ مگر اپنی وہ قدیم نسبت قائم رہی۔

حضرت شیخ میاں عصمت اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے ۱۲ رجب ۱۱۳۷ھ ہجری میں وفات پائی[3]

---

[1] در کسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی)، حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۱۱۴

[2] ایضاً (جناب شیخ شرافت نوشاہی نے آپ کو ان کا مرید ظاہر کیا ہے جب کہ آپ جناب میاں عصمت اللہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے محبت و ارادت رکھتے تھے۔)

[3] خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ا ص ۱۹۶، ۱۹۷، اذکارِ نوشاہیہ شیخ شریف احمد شرافت نوشاہی ص ۴۹

حضرت پیر زُہدی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

(م سنہ ۱۱۴۰ھ ہجری)

آپ کا اسم گرامی وجیہہ الدین تھا سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مرید تھے جبکہ سلسلۂ سہروردیہ میں حاجی محمد لاہوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مرید تھے اور آپ ہی سے بیعت تھے۔ سلسلۂ چشتیہ میں جناب حضرت میاں شاہ بھیک چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ عظیم المرتبت عالم، زہد و ورع میں باکمال اور ریاضت میں یگانۂ روزگار تھے۔ اسی لئے پیر زُہدی کے نام سے مشہور تھے۔ مدینۃ المنورہ، مکہ معظمہ، نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، بغداد شریف اور تمام ہندوستان کا سفر طے کر کے لاہور میں علمِ معرفت پھیلانے کے لئے قیام فرما ہوئے۔ آپ شیخ کامل تھے لہٰذا تمام لوگ بے حد و انتہا عزت و تکریم کرتے تھے[1]

آپ نے سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے بیعت کی۔

جناب مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"بیعت سلسلۂ قادریہ بخدمت حضرت شاہ محمد غوث گیلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کرد۔ وخرقۂ خلافت یافت۔"

سلسلۂ قادریہ میں حضرت شاہ محمد غوث گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کی اور خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا۔

نیز آپ لکھتے ہیں۔

"از کمل مشائخ متاخرین و اعاظم اولیاء رُوئے زمین است جامع علوم ظاہری و باطنی و موردِ فیوض صوری و معنوی برکات و واقف اسرارِ جلی و خفی مقتدائے زمانہ یکتائے وقت خود بود[2]"

متاخرین مشائخ میں کامل ترین اور رُوئے زمین کے عظیم المرتبت اولیائے کرام میں سے ہیں۔ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، صوری و معنوی برکات کے حامل اور اسرارِ جلی و خفی کے واقف، زمانے کے امام اور اپنے وقت کے یگانۂ روزگار ہیں۔

آپ نے سنہ ۱۱۴۰ھ ہجری بمقام لاہور وفات پائی[3] اور مزار مبارک مزنگ میں واقع ہے۔

۱؎ مدینۃ الاولیاء۔ محمد دین کلیم ص۴۳۷

۲؎ خزینۃ الاصفیاء۔ مفتی غلام سرور لاہوری ص۱۰۱

۳؎ ایضاً ۱۱ مدینۃ الاولیاء۔ محمد دین کلیم ص۴۳۷

حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ
(م سنہ ۱۱۴۲ ھجری)

آپ عہدِ شاہجہان کے نادر العصر[۱] احمد معمار کے فرزند تھے چوبیس ۲۴ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۰ ھجری میں آپ کی ولادت ہوئی[۲] آپ نے علومِ متداولہ کی تکمیل اپنے دور کے ممتاز علمائے کرام سے کی جن میں شیخ برھان الدین المعروف شیخ بہلول رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور شیخ ابو الرضا الہندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں تکمیلِ علم کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہاں حضرت یحییٰ مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م سنہ ۱۱۰۱ ھجری) کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ سلوک و معرفت اور علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کی۔ کچھ عرصہ شاہ کلیم اللہ حجاز میں مقیم رہے[۳] شیخ مدنی نے خرقۂ خلافت سے نوازا اور ظاہری و باطنی نعمت سے سرفراز کیا[۴] دہلی تشریف فرما ہونے کے بعد آپ نے اپنے ہی مکان میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا[۵] آپ کے درس میں ہندوستان کے کونے کونے سے طلبہ آ کر علم سے بہرہ ور ہوتے۔ جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی بحوالہ شجرۃ الانوار (قلمی) لکھتے ہیں۔

"بسیارے طلباء آمدہ سکونت می نمودند و سبق کتب ہا می خواندند و نان و پارچہ نیز از سرکاری یافتند"[۶]

بہت سے طلباء آپ کی خدمت میں آکر رہتے اور علم حاصل کرتے ان کو کھانا اور کپڑا بھی سرکار سے ملتا تھا۔

آپ بخاری شریف کا درس بھی دیتے تھے آپ کی زندگی انتہائی توکل اور قناعت کا نمونہ تھی کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ اور نہ ہی امراء و سلاطین کے دروازے پر گئے بلکہ بسا اوقات بادشاہ کی طرف سے تحائف قبول کرنے سے بھی انکار کیا۔

---

[۱] تاریخ مشائخ چشت، پروفیسر احمد نظامی ص ۳۷۰ تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمان علی ص ۳۹۷
[۲] تذکرۂ علمائے ہند ص ۳۹۸ تاریخ مشائخ چشت ص ۳۷۰، مناقب المحبوبین جناب حاجی نجم الدین سلیمانی مطبوعہ محمد حسن رامپور سنہ ۱۲۸۹ ھجری ص ۸۳ ۔ [۳] مآثر الکرام میں لکھا ہے کہ مدتہا در آں دیار فیض آثار بسر برد۔ غلام علی آزاد بلگرامی ص ۲۲۰
[۴] تکملہ سیر الاولیاء، جناب خواجہ گل احمد لودھی مطبوعہ رضوی دہلی سنہ ۱۳۱۲ ھجری ص ۵۸
[۵] تذکرۂ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص ۳۹۸ ۔
[۶] "تاریخ مشائخ چشت" پروفیسر خلیق احمد نظامی ص ۳۸۶
[۷] انوار العارفین، حافظ محمد حسین مراد آبادی مطبوعہ صدیقی پریس بریلی سنہ ۱۲۹۰ ھجری ص ۴۳۰

بادشاہ فرخ سیر بارہا الحاح نمود کہ حضرت از بیت المال چیزے قبول فرمایند ایشاں جواب دادند کہ حاجت نیست بازعرض کرد کہ حویلی از بہرِ نزول در معرضِ افتند فرمودند بااین نیز حاجت نیست [1]

بادشاہ فرخ سیر نے کئی مرتبہ التجاء کی کہ جناب بیت المال سے کچھ وظیفہ قبول فرمائیں تو آپ نے جواب دیا مجھے ضرورت نہیں پھر اس نے عرض کی کہ کوئی جائیداد قبول کرلیں تو آپ نے اسے بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

آپ بہت ہی بلند اخلاق کے مالک تھے اگر کوئی زیادتی بھی کرتا تو اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے معاف فرما دیتے، بلکہ آپ کے مکتوبات کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ اپنے متعلقین کو بھی عفو و درگزر کرنے کی ہدایت فرماتے۔ ایک مرتبہ شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شکایت کی کہ ایک شخص آپ کو برا بھلا کہتا ہے۔

"ما عفو کردیم شما ہم عفو کنید [2]۔ میں نے اسے معاف کر دیا تم بھی اسے معاف کر دو۔"

آپ نے جو بے شمار علمی سرمایہ چھوڑا اس سے آپ کا تبحرِ علمی و علو مرتبہ روزِ روشن کی طرح واضح اور بیّن ہے آپ نے تقریباً ۲۳ کتابیں تحریر فرمائیں [3] تفسیر قرآن القرآن، عشرہ کاملہ، سوا السبیل، کشکول، مرقع، تسنیم الہامات کلیمی، رسالہ تشریح الافلاک، شرح القانون، رسالہ ردّ روافض وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے اپنی تمام تر زندگی تبلیغ اسلام، دعوتِ حق، اعلائے کلمۃ اللہ، احیائے دین اور تزکیۂ نفوس کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ آپ کی خانقاہ مریدوں کی اصلاح اور تربیت کا ایک مرکز تھی جس سے آپ کے فیض یافتہ خلفاء نے مصلح بن کر ہندوستان کے کونے کونے میں رشد و ہدایت کے چشمے جاری کئے اور آخری وقت تک خلقت کی ہدایت اور اعلائے کلمۃ اللہ کرتے رہے [4] محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔

آپ لکھتے ہیں:

"و دیگر عزیزی را نام شیخ کلیم اللہ چشتی بسیار عالم و عارف بود و زاہد چند صحبتے بایشان افتاد، کتاب "لقیما" کہ تصنیفِ خود داشتن متضمنِ سلوک و تصوف بود

اور ایک دوسرے بزرگ جن کا اسمِ گرامی شیخ کلیم اللہ چشتی تھا جو بہت بڑے عالم، عارف اور زاہد تھے آپ کی خدمت میں چند صحبتوں کا موقع ملا۔ آپ نے

---

[1] تکملہ سیر الاولیاء۔ خواجہ گل احمد لودھی ص ۸۵

[2] مکتوبات کلیمی، حضرت کلیم اللہ جہان آبادیؒ۔ مرتبہ مولوی محمد قاسم کلیمی مطبوعہ یوسفی پریس دہلی ۱۳۰۱ھ ص ۳۶

[3] مناقب فریدی۔ احمد اختر مرزا۔ مطبوعہ احمدی پریس دہلی ۱۳۱۴ھ ص ۳۴

[4] مکتوبات کلیمی، مرتبہ مولوی محمد قاسم کلیمی ص ۱۰

بفقیر دادند۔ چوں مطالعہ کردم اکثر اشغال واذکار در آں مرقوم بود، وزبانی ہم ارشاد آں فرمودہ لیکن چیزے ازاں غالب نہ شد[1]

اپنی کتاب "لقیہا" جو سلوک وتصوف پر تھی اس فقیر (شاہ محمد غوث) کو دی۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا۔ اس میں اکثر اشغال واذکار لکھے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو مجھے زبانی بھی ارشاد فرمایا لیکن ان کا مجھ پہ کچھ اثر نہ ہوا۔

آپ کی وفات ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ھ ہجری میں ہوئی[2]۔

---

[1] در کسب سلوک وبیان حقیقت ومعرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوثؒ ص۱۱۶، ص۱۱۷

[2] تقصار جنود الاحرار من تذکار جنود الابرار۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی مطبوعہ شاہجہانی پریس بھوپال ۱۲۹۸ھ ہجری ص۲۰۰،
تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص۳۹۹ وغیرہ۔ میں سن وفات تحریر ہے جو درست ہے۔ جبکہ حدائق الحنفیہ میں جناب فقیر محمد جہلمی نے ص۴۳۹ پر ۱۱۴۰ھ اور دیباچہ شجرۃ الانوار میں بھی یہی ہے جو غلط معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عبد النبی شام چوراسی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۴۶ھ ہجری)

آپ کا نام نامی عبد النبی تھا ۱۹ رمضان المبارک ۱۰۲۸ھ ہجری میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔[1] آپ پنجاب (بھارت) کے ضلع ہوشیار پور پرگنہ دوآبہ موضع شام چوراسی میں سکونت پذیر تھے[2] صاحب تاریخ کشمیر اعظمی لکھتے ہیں:

"میاں عبد النبی نقشبندی سیام چوراسی کہ یگانہ مشائخ ہندوستان است سلوک ظاہر و باطن حاصل کرد، در تتبع آثار سنت نبوی و تعقید اطور شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ عجب صلابت داشت۔"[3]

میاں عبد النبی نقشبندی سیام چوراسی ہندوستان کے مشائخ میں یگانہ تھے آپ نے سلوک باطنی کی معرفت حاصل کی سنت نبوی کی پیروی میں اور شریعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہایت ہی مضبوط تھے۔

آپ عالم و فاضل، زھد و ورع میں بے نظیر نو مسلم تھے آپ کا تصنیف کردہ درود شریف آپ کی علمی فضیلت پر ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ جس کی ابتداء یوں کرتے ہیں۔

بَزَغَ الحَبِیبُ المُجْتَبیٰ
فِی سُحمَۃِ اللَّیلِ الدُّجیٰ
کَالشَّمسِ تَشرِقُ فِی الضُّحیٰ
صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا[4]

جب کہ آخری شعر میں اپنا اسمِ گرامی بھی ذکر کرتے ہیں۔

ذِکرَ الصَّلوٰۃَ فَقِیرُہٗ
عَبدُ النَّبِیّ مَعطِیرُہٗ
فِی کُلِّ صُبحٍ وَالمَسیٰ
صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا[5]

---

[1] شجرہ باہتمام انجمن صاحبزادگان حضرت عبد النبی شاہی مطبوعہ قندیل پریس لاہور۔ [2] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث ص ۱۱۸۔ [3] تاریخ کشمیر اعظمی خواجہ محمد اعظم شاہ دیدہ مری ص ۲۲۴۔ [4] درود شریف حضرت عبد النبی شام چوراسی باہتمام انجمن صاحبزادگان حضرت عبد النبی شاہی قندیل پریس لاہور ص ۲۔ [5] ایضاً ص ۱۲

آپ نے ایک رسالہ جناب حاجی بہادر کوہاٹیؒ کے مناقب میں لکھا۔ جناب محمد درویش بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن لاہوری لکھتے ہیں۔

"کہ حضرت مخدومی عبدالنبی جیو شامی در رسالہ خود نوشتہ اند کہ چوں حضرت قطب الاقطاب بہادر میدان جہاد اکبر صاحب کوہاٹی خدا بین قدس سرہ در لاہور تشریف ارزانی فرمودند۱؎	کہ حضرت مخدومی عبدالنبی جیو شامی اپنے رسالے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب قطب الاقطاب میدان جہاد اکبر کے بہادر صاحب کوہاٹی خدا بین لاہور تشریف فرما ہوئے۔

اس عبارت سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ جناب عبدالنبی شامیؒ نہ صرف درس و تدریس اور تزکیۂ نفوس کرتے تھے بلکہ صاحب تصنیف و تالیف بزرگ تھے۔ آپ کے مکتوبات کا ایک قلمی مجموعہ موجود ہے۲؎ جس میں آپ کے دور کے مختلف مشائخ، علماء اور فضلاء کے نام مکتوبات تحریر ہیں۔

حاجی بہادر صاحب کوہاٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام پر بھی دو مکتوب ہیں۔ حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور پہنچے تو آپ سے ملاقات کی۔ آپ لکھتے ہیں۔

"از آنجا طرف لاہور آمدن و در آنجا شخصی عبدالنبی نام نو مسلم در طریقۂ نقشبندیہ خیلے بزرگ از قریہ شام چوراسی پرگنہ دو آبہ بتقریب فرود آمدہ بودند۳؎	سفرِ ہندوستان کے بعد جب میں لاہور پہنچا، تو وہاں پرگنہ دو آبہ موضع شام چوراسی کے ایک نو مسلم نقشبندی بزرگ عبدالنبی جو کسی تقریب پر تشریف لائے ہوئے تھے سے ملاقات ہوئی۔

آپ کے زہد و ریاضت و فیض کے بارے میں حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"دائم الشغل کثیر الصمت بودند و اکثر مردم فیض ایشان ظاہر شدہ"۴؎	ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول اور اکثر روزے سے ہوتے اور بہت زیادہ لوگوں پر آپ کے روحانی فیوض و برکات کے اثرات ظاہر تھے۔

جناب عبدالنبی شام چوراسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہات کے متعلق لکھتے ہیں۔

"فقیر ہم مقرر بخدمت ایشان میسر مے شد توجہ نسبت ذات بحت کردند چنانچہ از آن نسبت بے خودی و بے رنگی غلبہ می کرد۵؎ مگر چنانچہ گاہ نسبت مذکور غالب مے شد و الا گاہے نمی شد"	یہ فقیر بھی کئی بار آپ کی صحبت میں حاضر ہوا جب کہ خاص صحبت بھی میسر ہوئی اور آپ نسبتِ ذاتِ بحت کی توجہ فرماتے تھے چنانچہ اس نسبت کی بے خودی اور بے رنگی غلبہ کرتی تھی۔ مگر نسبتِ مذکور کبھی تو غالب ہوتی اور کبھی غالب نہ ہوتی۔

۱؎ تحفۃ السالکین (قلمی)، محمد درویش ص۱۴۸، یہ کتاب سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی کے کتب خانے میں موجود ہے۔
۲؎ در کسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت و طریقت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱۱۸
۳؎ مملوکہ انجمن صاحبزادگان حضرت مذکورہ بالا لاہور۔ ۴؎ ایضاً
۵؎ در کسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص۱۱۸

محدث کبیر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کو جناب عبد النبی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علاوہ اس نسبت کے دیگر اشغال و اذکار عطا فرمائے چنانچہ آپ لکھتے ہیں :-

"و دیگر مراتب ذکر و شغل ہم بفقیر دادند" [۱]

اور نقشبندی طریقے کے دوسرے ذکر و شغل بھی اس فقیر کو مرحمت فرمائے۔

آپ نے ۲۲ ربیع الاول ۱۱۴۶ھ ھجری میں وفات پائی [۲]

---

[۱] در کسب سلوک در بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ ص۱۱

[۲] شجرہ باہتمام انجمن صاحبان حضرت عبد النبی شامی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مطبوعہ قندیل پریس لاہور۔

حضرت شیخ حاجی محمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۶۰ سنہ ہجری)

حاجی محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جناب سید محمود بن سید علی حسینی کُردی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے جو اس وقت مدینہ منورہ میں قیام پذیر تھے اور سلسلۂ نقشبندیہ میں جناب حافظ سعد اللہ مجددی لہٗ سے بیعت تھے آپ نے لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا آپ کی صحبتِ بابرکت سے علماء، فضلاء، صوفیاء فیض یاب ہوئے۔ آپ صرف عالم و فاضل ہی نہیں بلکہ سلسلۂ نقشبندیہ شطاریہ کے مشائخ بھی تھے۔ جب احمد شاہ درانی لاہور آیا تو لاہور کے رہنے والے جان و مال کے خطرے کے سبب سے لاہور چھوڑ گئے لیکن نکھی محلہ کے رہنے والوں کو حضرت نے بولا کہ تم کچھ غم نہ کرو مت بھاگو ہم نے حق تعالیٰ کے حضور میں عرض کر کے اس محلے کے واسطے امان لی ہے۔ غرض وُہ لوگ حضرت کے فرمان کے مطابق اپنے اپنے مکانوں میں آباد رہے۔ احمد شاہ آپ کا خادم ہُوا اور نکھی محلہ کو اذیت نہ پہنچی اسی روز سے یہ حضرت "پیرِ افغانان" مشہور ہوئے۔[۲]

محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب لاہور تشریف لائے تو آپ کی صحبت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپ لکھتے ہیں۔

"واز خدمتِ حاجی محمد سعیدؒ مردِ عالم، عامل متقی صاحب کمال متوکل منزوی بُودند از اجازتِ اسماء اللہ چیزے حاصل نمودم"۔[۳]

اور میں حاجی محمد سعیدؒ جو عالم عامل، متقی، صاحب کمال اور انتہائی متوکل تھے ان کی خدمت میں حاضر ہُوا اور ان سے چند اسماء اللہ کی اجازت حاصل کی۔

بقولِ جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی آپ سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں فوت ہوئے۔[۴]

۱؎ اولیاء لاہور محمد لطیف ملک ایم اے مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ص ۲۰۶ حاشیہ نمبر ۱

۲؎ تحقیقاتِ چشتی مولوی نور احمد ص ۱۳۵

۳؎ در کسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۶۵

۴؎ احوال و آثار عبداللہ خویشگی قصوری پروفیسر محمد اقبال مجددی۔ اشرف پریس لاہور سنہ ۱۹۷۲ء ص ۲۰۶۔

حضرت شیخ حامد رحمۃ اللہ علیہ

(م ۱۱۶۰ ھجری)

آپ کا اسم گرامی حامد بن حسن تھا ولادت باسعادت ۱۰۷۱ھجری بعہد عالمگیر بادشاہ ہوئی۔[۱] آپ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مُرید و خلیفہ تھے[۲] جبکہ طریقۂ سہروردیہ میں مولوی تیمور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید و خلیفہ تھے[۳] آپ علوم ظاہر و باطن کے بہت بڑے عالم و فاضل تھے زہد و ورع اور تقویٰ میں بے مثیل تھے[۴] ابتداءً لاہور میں مروجہ علوم کے درس دیتے تھے[۵] پھر آپ نے فقیری اور درویشی اختیار کر لی تھی۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"حضرت حامد قادری علیہ رحمۃ اللہ الباری بوقت خویش مرشد زمانہ و اُستاد یگانہ بود۔"	حضرت حامد قادریؒ اپنے زمانے کے مرشد وقت اور بے مثل استاد تھے۔

نیز آپ لکھتے ہیں۔

"در قرأتِ قرآن و ادائے حقِ تلاوت آن در خطۂ پنجاب بوقتِ خود ثانی نداشت۔"[۶]	قرآن مجید کی قرأت اور تلاوتِ قرآن میں اپنے وقت میں خطۂ پنجاب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

"کہ میں نے حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر رات گزاری انھوں نے خواب میں ایک شغل عنایت فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کا اظہار کسی کے سامنے نہ کرنا چنانچہ صبح اٹھ کر حضرت سید علی ہجویری، المعروف داتا گنج بخش کے مزار پر حاضر ہوا۔"[۷]

۱۔ خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص ۱۱۵، تحقیقاتِ چشتی مولوی نور احمد ص ۳۵۶

۲۔ ایضاً ص ۲۶۴

۳۔ ایضاً ص ۱۱۴، ص ۳۵۷

۴۔ تحفۃ الابرار آفتاب بیگ محمد نواب مرزا مطبوعہ رضوی پریس دہلی ۱۳۲۵ھجری جدول ۶ ص ۴۱

۵۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۱۴ ۔ ۶۔ ایضاً

۷۔ درکسب سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) ص ۱۱

"در آنجا عزیزے دیدم شیخ حامد نام درویش بود، بسیار معمر نزد او رفتم و ملاقات کردم و طلب راہِ باطنی نمودم فرمودند کہ آنچہ حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمودند کافیست" [1]

وہاں ایک بزرگ شیخ حامد نامی درویش سے میں نے ملاقات کی جو نہایت ضعیف العمر تھے میں نے اُن سے سلوک و معرفت کے حصُول کی خواہش کی آپ نے فرمایا [2] جو حضرت میاں میرؒ نے آپ کو شغل بتایا ہے وہی کافی ہے۔

آپؒ نے ۱۴ ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ ہجری میں وفات پائی [3]

---

[1] درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ظ۱
[2] جناب شیخ حامد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت میاں میر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نسبتِ تامّہ رکھتے تھے اسی لئے آپ نے وہی شغل جس کا اظہار حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کسی سے نہ کیا تھا وہی آپ نے (حضرت حامد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) از رُوئے کشف آپ کو تلقین کر دیا۔
[3] خزینۃ الاصفیاء، مفتی غلام سرور لاہوری ج ۱ صـ ۱۱۵۔
تحقیقاتِ چشتی مولوی نور احمد صـ ۳۵۶

علامہ نور محمد مدقق رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی نُور محمد لقب مدقق تھا۔ فیروز بن فتح اللہ لاہوری کے بیٹے تھے[۱] آپ نہایت ہی عالم و فاضل تھے آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت ہی وسیع تھا آپ اپنے تبحرِ علمی کی بدولت مغلیہ دور کے حامیٔ سنت بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے دربار میں ممتاز و منفرد مقام رکھتے تھے اور تقریباً تمام دینی مسائل پر بحث و مباحثہ میں بحیثیت ایک مناظرِ اسلام کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ چنانچہ جب حاجی عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعویٰ کیا کہ

بچشمِ سری بینم ہم بچشمِ دل می بینم[۲]

میں (اللہ تعالیٰ کو) اپنی سر کی آنکھوں سے اور دل کی آنکھوں سے بھی دیکھتا ہوں۔

اس دعویٰ پر عُلماءِ برصغیر کے درمیان انتہائی غم و غصہ کا اظہار کیا گیا، اورنگزیب عالمگیر تک آپ کے خلاف شکایت پہنچائی گئی استغاثہ دائر کیا گیا کہ حاجی بہادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دربار میں طلب کر کے علماء کے ساتھ مسئلۂ مذکورہ پر بحث کی جائے اورنگزیب عالمگیر نے حاجی بہادر کوہاٹی کو لکھا "میں علماء کے ساتھ حسن ابدال آرہا ہوں آپ بھی حسن ابدال دربار میں حاضر ہو جائیں چنانچہ حاجی بہادر صاحب کوہاٹ سے روانہ ہوئے اور پشاور سے اپنے معتقد علماء کے ہمراہ حسن ابدال پہنچ گئے۔ جناب محمد درویش لکھتے ہیں۔

"و مردم پشاور از علماء و فضلاء و طالبان قریب سہ صد و چہار صد کس ہمراہ صاحبنا براہِ تماشہ مذاکرہ و مناظرہ روان شدند"[۳]

پشاور سے تقریباً تین چار سو علماء، فضلا اور طلباء ہمارے آقا کے ساتھ مذاکرہ اور مناظرہ دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے

جب یہ قافلہ حسن ابدال پہنچا تو بادشاہِ ہندوستان کے ساتھ "پانچ صد مولویان و علماء و فضلاء کہ ہر یک در عصرِ خود وحیدِ زمانہ بود و فاضل اجل بود کہ نظیر در علمِ خود نہ داشتند"[۴] یعنی پانچ سو مولوی، عالم، فاضل جو کہ اپنے وقت کے بے نظیر عالم تھے آئے[۵]

اس مناظرہ میں علامہ نور محمد مدقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیش پیش تھے۔

---

[۱] نزہتہ الخواطر عبدالحی حسنی ج ۶، ص۳۹۶، تذکرہ صوفیائے سرحد اعجاز الحق قدوسی ص۳۸۱۔ [۲] تحفۃ السالکین جناب محمد درویش ص۱۵۲

[۳] تحفۃ السالکین جناب محمد درویش ص۱۵۵ [۴] تحفۃ السالکین جناب محمد درویش ص۱۵۲

[۵] شہنشاہ ۲ ربیع ۱۰۸۵ھ ہجری / ۶ جولائی ۱۶۷۴ء کو یہاں آیا ۵ شوال ۱۰۸۶ھ ہجری / ۲ جنوری ۱۶۷۶ء کو واپسی ہوئی۔ تاریخ حسن ابدال منظور الحق صدیقی مطبوعہ ادارہ تحقیقاتِ پاکستان دانش گاہ پنجاب ص۹۲

جناب محمد درویش لکھتے ہیں ۔

"اخوند نور محمد مدقق لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فحول علمائے اعظم و افضلائے وقت بود" ۔[1]

علامہ نور محمد مدقق لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے عظیم تر علماء اور فضلاء سے تھے ۔

جب اس بحث و مناظرہ میں علمائے ہندوستان جناب حاجی بہادر کوہاٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (خدا بین) کے سامنے عاجز آگئے تو سرگروہ علما مولانا نور محمد مدقق نے آپ سے بیعت کے لئے استدعا کی ۔

"بعدہ مرید صاحبنا کردند و تلقین از صاحبنا فرمود بحر باطن از مولانا بوجہ کمال یافت" ۔[2]

مناظرہ کے بعد ہمارے آقا نے آپ کو مرید کر لیا اور تلقین فرمائی حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باطنی حصے میں انتہائی کمال پالیا ۔

مولانا نور محمد مدقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تمام واقعات اور اپنے شیخ کے خلفاء کے تذکرے میں کشف الاسرار نامی کتاب تصنیف کی ۔[3] لاہور میں آپ کا ایک باقاعدہ دار العلوم تھا جس سے طلباء اور علماء علوم ظاہری و باطنی سے وافر حصہ پاتے تھے ۔ جناب قاضی محمد عاقل بن شیخ محمد خاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المعروف "حلاوۃ المتعلمین" لکھتے ہیں ۔

"کہ بندہ خاکسار قاضی محمد عاقل ابن شیخ محمد خاکی کہ از آبنات بوسئ مدرسہ امام المحققین و رئیس المدققین شیخ نور محمد لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہرہ ور گشتہ" ۔[5]

بندہ خاکسار قاضی محمد عاقل بن شیخ محمد خاکی امام المحققین و رئیس المدققین شیخ نور محمد لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دار العلوم سے بہرہ ور ہوا ۔

آپ صاحب تصنیف عالم تھے فارسی زبان میں علم صرف پر شرح نور محمد مدقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے رسالہ تحریر کیا ۔ اور حاشیہ عبد الغفور پر بھی حاشیہ لکھا جو اسلامیہ کالج پشاور کی لائبریری میں موجود ہے ۔[6]

محدث کبیر حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی صحبت بابرکت سے مستفید ہوئے اور اپنے اساتذہ کرام میں آپ کا ذکر خیر فرمایا، آپ لکھتے ہیں ۔

"میاں نور محمد مدقق و حاجی یار بیگ و عبد الہادی و میاں محمد مراد نابینا کہ این فضلائے کمال تحریر بودند استفادہ از بعضے علوم نمودہ شد" ۔[7]

میاں نور محمد مدقق و حاجی یار بیگ و عبد الہادی و میاں محمد مراد نابینا یہ سب کے سب تحریر میں صاحبان کمال تھے ان سے بعض علوم کا استفادہ کیا ۔

---

[1] تحفۃ السالکین (قلمی) محمد درویش ص ۱۲ ۔ [2] تحفۃ السالکین (قلمی) محمد درویش ص ۱۵۹

[3] ایضاً ″ ″ ″ ″ ص ۱۵۹ ۔ [4] یہ قلمی نسخہ سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانہ موجود ہے ۔

[5] حلاوۃ المتعلمین (قلمی) قاضی محمد عاقل ص ۱ ۔ [6] فہرست اسلامیہ کالج پشاور مولانا عبد الرحیم مخطوطہ عدد مسلسل ۱۳۰۵، ص ۲۵۲ ۔ [7] در کسب سلوک و بیان حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۴

حضرت محدّث جلیل مولانا جان محمّد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

(م سنہ ۱۱۲۰-۲۱ ھجری)

آپ کا اسم گرامی جان محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ آپ لاہور میں پیدا ہوئے اور اسی شہر میں تعلیم و تربیت کی منزلیں طے کیں[۱] جناب مولانا محمد اسماعیل المعروف "وڈے میاںؒ" کے خلیفہ حضرت مولانا عبد الحمیدؒ کے شاگرد تھے۔ آپ نے علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد جناب وڈے میاںؒ کے مشہور و معروف خلیفہ مولانا تیمور رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تکمیل کی اور تفسیر حدیث و فقہ میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔ حتیٰ کہ "میاں تیمورؒ نے آپ کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے عہدۂ تدریس عنایت کیا۔ آپ نے بایں شرط یہ عہدہ قبول کیا کہ بوقت تدریس آپ میرے پاس بیٹھا کریں تاکہ اگر کوئی عقدہ درپیش ہو تو عرض کر کے حل کر لیا کروں"[۲] آپ کے علم کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ شیخ محمد اسماعیلؒ (وڈے میاںؒ) آپ سے نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے۔ صغر سنی میں ایک مرتبہ اپنے استاد جناب شیخ عبد الحمیدؒ کے ہمراہ میاں وڈےؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا۔

"اے طفل اگر عالم و فاضل و صاحب تحصیل شوی با ما تکرار احادیث خواہی کرد"

اے برخوردار اگر تو عالم فاضل اور علوم سے فارغ ہو جائے تو میرے ساتھ احادیث پر تکرار کرنا۔

مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں۔

"در حدیث کہ شبہ آیدی گشت حضرت میاںؒ مراقبہ مے فرمود و از روح حضرت شاہ رسالت تصحیح مے کرد"[۳]

(تکرار کے وقت) جب بھی کسی حدیث مبارکہ میں شبہ پیدا ہوتا تو حضرت وڈے میاںؒ مراقبہ فرماتے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصحیح کرا لیتے۔[۴]

جناب مولوی نور احمد لکھتے ہیں کہ "میاں جان محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں۔

کہ بعض عقدۂ لاینحل جو میرے حضرت استاذی میاں تیمورؒ سے حل نہیں ہوتے تھے وہ بہ برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بخود حل ہو جاتے تھے۔ غرض اسی صحبت سے ان کو صفائی کلی حاصل ہو گئی"[۵]

---

۱ فقہائے ہند جناب محمد اسحاق بھٹی مطبوعہ ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۹ء ج ۵ ص ۱۵۸ و ص ۱۵۹ ۔ ۲ تحقیقات چشتی مولوی نور احمد چشتی ص ۴۰ ۔ ۳ خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوریؒ ج ۲ ص ۱۱۴ ۔ ۴ ایضاً خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوریؒ ج ۲ ص ۱۱۴ ۔ ۵ تحقیقات چشتی ص ۴۰۱

جناب نظام الملک خافی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں۔

""جان محمدؒ و حاجی یار محمدؒ کہ افضل الفضلائے لاہور بودند""[۱]

محدّثِ کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصولِ علم کے لئے جب لاہور پہنچے تو عظیم المرتبت محدّث حضرت جان محمد لاہوریؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ لکھتے ہیں۔

""چنانچہ استماعِ حدیث از خدمتِ میاں جان محمدؒ کلاں کہ در منڈی فالیز آباد[۲] بودہ می نمودم واذنِ حدیث گرفتم""[۳]

چنانچہ استماعِ حدیث میاں جان محمدؒ کلاں سے کی جو کہ منڈی فالیز آباد میں رہتے تھے اور آپ ہی سے اذنِ حدیث حاصل کیا۔

حضرت جان محمدؒ نہ صرف عالمِ وقت اور محدّثِ جلیل تھے بلکہ آپ صاحبِ تاثیر بزرگ بھی تھے۔

محدّثِ کبیر شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی توصیف میں لکھتے ہیں۔

""کہ در ریاضت مرتاض و در علمِ حدیث محدّث ممتاز بودند و در دعوتِ اسماء اللہ صاحبِ تاثیر بودند""[۴]

آپ انتہائی ریاضت کرنے والے علمِ حدیث میں امتیازی شان و منفرد مقام رکھنے والے محدّث تھے جب کہ دعوتِ اسماء اللہ میں کمال درجے کے صاحبِ تاثیر بزرگ تھے۔

آپ کی وفات ۱۱۲۰ھ؁ ہجری میں ہوئی اور آپ کو اسی محلہ میں دفن کیا گیا کہتے ہیں کہ چند سال کے بعد اس محلہ کے چوہدری سے خواب میں کہا کہ نعش کو نکال کر میاں کلاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد کے پاس دفن کرو ورنہ تمہارے محلہ پر سخت آفت نازل ہوگی۔ صبح اس چوہدری نے آپ کی نعش کو قبر سے نکال کر میاں کلاںؒ کے قریب دفن کر دیا[۵] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ کے (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ہم عصر علماء و مشائخ کا تذکرہ بیان کیا گیا اگلے صفحات میں محدّث کبیرؒ کے عربی ادب کا بیان ہوگا۔

---

[۱] منتخب اللباب خافی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ج ۲ ص ۶۶۳۔

[۲] پرویز آباد کی منڈی لاہور شہر کے باہر شاہجہان بادشاہ نے اپنے بیٹے پرویز (م ۱۰۸۱ھ؁ ہجری) کے نام سے بنوائی تھی اگرچہ ان عمارات کا نام و نشان باقی نہیں رہا مگر اب اس نواح کو اکثر معتبر اشخاص پرویز آباد کہتے ہیں۔ تحقیقاتِ چشتی مولوی نور احمد چشتی ص ۵۵۹۔

[۳] درکسبِ سلوک و بیانِ حقیقت و معرفت (قلمی) حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۴

[۴] ایضاً ص ۱۱

[۵] تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمان علی ص ۱۴۴، حدائق الحنفیہ فقیر محمد جہلمی ص ۴۳۳، ص ۴۳۴

نزہۃ الخواطر عبدالحی حسنی ج ۶ ص ۵۵، خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری ج ۲ ص ۱۱۴

نقوش لاہور نمبر فروری ۱۹۶۲ء ص ۵۰۲،

مدینۃ الاولیاء محمد دین کلیم ص ۳۷۴، ص ۳۷۵

مَأخذ

مخطوطات

۱-	اسرار التوحید	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور
۲-	اسرار التوحید (کلاں)	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ جناب مولانا عبدالرؤف داناپوری کلکتہ
۳-	اصولِ حدیث	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور
۴-	الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مخطوطہ بانکی پور- ۵ (۱) ص۱۳۴
۵-	تحفۃ السالکین	محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ بن عبداللہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور
۶-	تیسیر القاری شرح صحیح بخاری	شیخ نورالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	لباب المعارف العلمیہ ج ۴ عدد مسلسل ۲۵۳ فہرست ص۵۳
۷-	جوازِ ذکرِ جہر	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور
۸-	حدیقۃ الہند	رضی الدین احمد	پنجاب یونیورسٹی لائبریری مخطوطہ ۱۵۷/۲۲۶۲
۹-	خزینۃ الاسرار	میاں محمد عمر چمکنی	مملوکہ پشتو ٹولنہ کابل
۱۰-	خوارق العادات	سید غلام شاہ بن سید محمد عابد بن سید شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور
۱۱-	در کسبِ سلوک و بیانِ حقیقتِ معرفت	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور- اس رسالے کے متعدد قلمی نسخے پاکستان میں مختلف مقامات میں موجود ہیں جن کی تفصیل فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان از منزوی ج ۳ ص۱۲۵۵ تا ص۱۲۵۷ پر عدد نمبر ۶۰۷۲ تا ۶۰۸۳ موجود ہے۔
۱۲-	شجرۃ الانوار	مولانا رحیم بخش فخری مرید و خلیفہ شاہ فخرالدین دہلوی	مملوکہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، قلمی کتابت سنہ ۱۹۸۷ء
۱۳-	شرح البخاری	شیخ الاسلام	مخطوطہ بانکی پور- ع۱۱۹
۱۴-	شرح صحیح البخاری	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور
۱۵-	شرح فصوص الحکم	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	نذر صابری ریٹائرڈ لائبریرین گورنمنٹ کالج اٹک

۱۶۔	شرح قصیدۂ خمریہ	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید محمد امیر شاہ قادری پشاور
۱۷۔	شرح قصیدۂ غوثیہ	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ سید مقبول شاہ پشاور
۱۸۔	شرح قصیدۂ غوثیہ	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	لینن گراڈ (روس) ۱۲۴۵۔ بی (۲۵۹۹ ف) کیمیوشیکن ۴۴۳۳۔۱
۱۹۔	ظواہر السرائر	میاں محمد عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ	قلمی ذخیرہ شیرانی کتب خانہ دانش گاہ پنجاب ۳۸۸/ب کتب خانہ انڈیا آفس لائبریری لوبھٹ
۲۰۔	غایۃ التوضیح للجامع الصحیح		فہرست مذکور ع ۱۲۹ کتب خانہ آصفیہ ع ۲۳
۲۱۔	قصتہ المشائخ	زاہد بن عزیز اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مملوکہ ڈاکٹر چراغ شاہ اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانے میں موجود ہے۔
۲۲۔	قصرِ عارفان	مولوی احمد علی	قلمی نسخہ متعلق دانش گاہ پنجاب شمارہ ۱۹/ح ۔۱۔۴۰۶ ص ۹۴
۲۳۔	کرسی نامہ	خلیفہ شاہ گل عنائیت	مملوکہ اختر حسین بن خلیفہ بن دین بن خلیفہ یوسف پشاوری اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی سید محمد امیر شاہ قادری کے کتبخانہ میں موجود ہے
۲۴۔	کرامت نامہ	مشتاق لال مشتاق رام گجراتی	مملوکہ مولانا سید شریف احمد شرافت نوشاہی مدظلہ ساہنپال گجرات
۲۵۔	مدینۃ العلوم	رضی الدین حسن بن محمد بن حسن صغانی	الازنقی، مخطوطہ بانکی پور۔ ۹۰ ب علی القاری
۲۶۔	مکتوبات عبد النبی شام چوراسی	حضرت عبد النبی شام چوراسی	مملوکہ انجمن صاحبزادگان حضرت مذکور لاہور۔
۲۷۔	مناجات	حضرت شاہ محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ	جناب سید محمد امیر شاہ قادری کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

مطبوعات

الف

۱۔ آبِ کوثر	شیخ محمد اکرام	فیروز سنز لاہور ۱۹۵۲ء
۲۔ آثار الصنادید	سر سید احمد خاں	نول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۷۶ء
۳۔ آفتابِ ہجویر	پیام شاہجہان پوری	علمی پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۶۳ء
۴۔ آئینِ اکبری	علامہ ابوالفضل	نول کشور پریس لکھنؤ
۵۔ آئینۂ بلاغت	مرزا محمد عسکری	اُتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ
۶۔ آئینۂ ملفوظات	علامہ اخلاق حسین دہلوی	انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی ۱۹۸۳ء

ا

۷۔ ابجد العلوم	نواب صدیق حسن خان بھوپالی	مطبع صدیقی بھوپال ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء
۸۔ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین	نواب صدیق حسن خان بھوپالی	مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ
۹۔ اثبات النبوۃ	حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ	ادارۂ سعدیہ مجددیہ لاہور ۱۳۸۵ھ
۱۰۔ احوال العارفین	حافظ غلام فرید	منظور پرنٹنگ پریس لاہور سنہ
۱۱۔ احیاء العلوم	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	شافعی مطبوعہ مصر ۱۳۱۲ھ
۱۲۔ اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ	مجتبائی پریس دہلی ۱۳۰۹ھ
۱۳۔ اذکارِ نوشاہیہ	سید شریف احمد شرافت نوشاہی	استقلال پریس لاہور ۱۹۶۴ء
۱۴۔ اربعین	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	
۱۵۔ اساس البلاغہ	علامہ ابی القاسم محمود بن عمر زمخشری تحقیق الاستاد عبدالرحیم محمود المعروف امین الخولی	مطبوعہ بیروت
۱۶۔ اسرار التصوف	مولانا حکیم احمد علی خاں	فیض منشی فخر الدین پریس لاہور ۱۳۱۱ھ
۱۷۔ اسلام کی زندہ تحریک چشت	عبدالغفور غفوری	مطبوعہ بارگاہ ادب اکبر روڈ کراچی ۱۹۶۶ء
۱۸۔ اسرار القِدم من فصوص الحکم	ڈاکٹر محمد عطاء اللہ قادری	میاں محمد یار وٹو ڈھڈی لاہور روڈ فیصل آباد ۱۳۸۷ھ

۱۹۔ اسلامی تصوف	سیّد احمد عروج قادری	یونیورسل بکس لاہور
۲۰۔ اشعة اللمعات	شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ	مطبع دہلی ۱۳۹۶ھ
۲۱۔ اصح السیّر	مولانا عبدالرؤف دانا پوری	ناشر نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی
۲۲۔ اصطلاحاتِ صوفیہ	شاہ محمد عبدالصمد	فریدی ٹھری چشتی مکۂ بکس لاہور
۲۳۔ اصولِ حدیث فی معرفتِ مصطلحات علم الحدیث	پروفیسر حافظ محمد ادریس	مطبوعہ پشاور
۲۴۔ اعجاز البیان فی تفسیر اُمّ القرآن	صدرالدین ابوالمعالی محمد بن اسحاق قونوی	مطبوعہ حیدرآباد
۲۵۔ افاغنۂ ہوشیارپور	محمد ایوب خان	فاران پبلی کیشنز ۱۴۰۵ھ
۲۶۔ الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	حضرت امام شاہ ولی اللہ، مترجم سید ظہورالدین احمد	مطبع احمدی دہلی ۱۳۱۱ھ
۲۷۔ الاصابہ فی تمیز الصحابہ	علامہ ابن حجر العسقلانی	دارالکتب العلمیہ۔ بیروت لبنان
۲۸۔ البدایہ والنہایہ	علامہ حافظ ابن کثیر	مطبع المعارف بیروت طبع دوم ۱۹۷۷ء
۲۹۔ التجرید البنانی	مصطفیٰ بن عمر البنانی	المکتبۃ الفاروقیۃ الملتان باکستان ۱۳۰۱ھ
۳۰۔ التعرف لمذہب اہل التصوّف	امام ابوبکر الکلاباذیؒ	طبع قاہرہ ۱۳۸۰ھ
۳۱۔ الترغیب والترھیب	علامہ المنذری	طبع قطر
۳۲۔ التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ	ملّا احمد جیون	مطبع علمی دہلی ۱۳۴۹ھ
۳۳۔ الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف	حضرت شاہ ولی اللہؒ	مطبوعہ لاہور
۳۴۔ الجواھر المنیہ فی شرح القصیدۃ الغوثیہ	جناب عبدالمالک کھوڑوی	مطبوعہ بہاولپور ۱۳۳۹ھ، دوسرا ایڈیشن نوری بک ڈپو لاہور ۱۳۹۵ھ
۳۵۔ الدرر الکامنہ	علامہ ابن حجر العسقلانیؒ	طبع ہند ۱۳۴۸ھ
۳۶۔ الدر الثمین فی مبشرات النبیّ الامین	حضرت شاہ ولی اللہؒ	کتب خانہ سہارنپور ۱۹۷۰ء

۳۷۔ الآداب العربية فی شبة القارة الهندیه	زبید احمد مترجم عبدالمقصود محمد تلقانی	طبع بغداد ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء
۳۸۔ الضوء اللامع	علامہ السخاویؒ	طبع قاہرہ ۱۳۵۳ھ
۳۹۔ الطاف القدس	حضرت شاہ ولی اللہ مترجم ظہیر الدین	مطبع احمدی دہلی
۴۰۔ القصیدة الیوسفیه لقارئ القصیدة الغوثیه	مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی	مطبوعہ لاہور ۱۳۴۳ھ
۴۱۔ العقد الفرید	ابی عمر احمد بن محمد بن عبد ربہ	دار الکتب العربیہ بیروت لبنان ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء
۴۲۔ الفوائد البهیه فی تراجم الحنفیه	عبدالحیٔ لکھنوی	مطبع سعادة قاہرہ ۱۳۲۴ھ
۴۳۔ الفہرست مع حواشی، اشاریہ، اعلام	محمد بن اسحاق ابن ندیم وراق مترجم محمد اسحاق بھٹی	دین محمدی پریس لاہور ۱۹۴۹ء
۴۴۔ القرآن الحکیم (ترجمہ)	محمد غوث پشاوری	دار العلوم عثمانیہ لاہور ۱۹۸۱ء
۴۵۔ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل	حضرت شاہ ولی اللہؒ مترجم مولانا خرم علی بلہوری	مطبع درخشانی ۱۲۷۸ھ۔ ایڈیشن دوم مطبع کانپور ۱۳۰۸ھ
۴۶۔ الکفایہ فی معرفت اصول الروایہ	خطیب بغدادی، تحقیق و تصحیح سید ہاشم ندوی	مطبوعہ دائرة المعارف ۱۳۵۷ھ
۴۷ اللمع فی التصوف	شیخ ابو نصر سراج	مطبوعہ گب میموریل سیریز لنڈن ۱۹۱۴ء
۴۸۔ المدخل المنیر	محمد حسین مخلوف	مطبع المعاہدہ ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۴۶ء
۴۹۔ المعجم الاعظم	محمد حسن الاعظمی	انتظامی پریس حیدر آباد دکن ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء
۵۰۔ المنجد	الاب لویس معلوف الیسوعی	بیروت ۱۹۳۱ء
۵۱۔ امام ابن تیمیہ	پروفیسر محمد یوسف کوکن عمری	مطبوعہ حیدر آباد دکن
۵۲۔ انفاس العارفین	حضرت شاہ ولی اللہؒ	مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۷۱ء
۵۳۔ انوار العارفین	حافظ محمد حسین مراد آبادی	مطبع صدیقی بریلی ۱۲۹۰ھ
۵۴۔ انوار لطیف	سید آل احمد رضوی	مطبوعہ ماڈرن بک ڈپو آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد ۱۹۸۵ء
۵۵۔ انوار نوشاہیہ	سید شریف احمد شرافت نوشاہی	انجمن سادات نوشاہیہ گجرات ۱۳۷۴ھ

ب

۵۶۔ بحر الجمان	محبوب شاہ داتوی	لاہور پرنٹنگ پریس ۱۳۳۳ھ
۵۷۔ بحر الانوار	پروفیسر عبد الرؤف نوشہروی	عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور
۵۸۔ بری شاہ لطیف قادری المعروف بری سرکار	اے۔ جی سکندر شیخ	سٹار لائٹ پریس لاہور
۵۹۔ بستان المحدثین	علامہ شاہ عبد العزیز مترجم مولانا عبد السمیع بعہ نظر ثانی بشیر محمد دہلوی	نور محمد اصح المطابع آرام کراچی ۱۳۳۴ھ
۶۰۔ بزرگانِ لاہور	پیر غلام دستگیر نامی	نوری بک ڈپو لاہور ۱۹۶۶ء
۶۱۔ ا۔ البغیہ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ	علامہ جلال الدین سیوطی	مطبوعہ سادہ قاہرہ ۱۳۲۶ھ
ب۔ بیان واقع سرگزشت احوال نادر شاہ و سفرہائے مصنف	خواجہ عبد الکریم ابن خواجہ عاقبت محمود کشمیری بہ تحقیق ڈاکٹر کے۔ بی نسیم	ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور ۱۹۷۰ء

پ

۶۲۔ پاکستان میں فارسی ادب	ڈاکٹر ظہور الدین احمد	ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان دانشگاہ پنجاب لاہور
۶۳۔ پنجاب مغلوں کے عہد زوال میں	عزیز احمد چوہدری	حیدری پریس لاہور ۱۹۸۰ء

ت

۶۴۔ تاریخ ادبیاتِ عرب	ڈاکٹر اکبر بہروز	انتشاراتِ دانش گاہ تبریز ۱۳۵۹ھ
۶۵۔ تاریخ اقوامِ کشمیر	علامہ محمد دین فوق	دین محمدی پریس لاہور
۶۶۔ تاریخ الادب العربی	عمر فروخ	مطبوعہ بیروت ۱۹۶۹ء
۶۷۔ تاریخ الآداب العربیہ	کارلو نالینو	مطبوعہ مصر
۶۸۔ تاریخ الآداب للغۃ العربیہ	جرجی زیدان	مطبوعہ مصر ۱۹۵۷ء
۶۹۔ تاریخ الادب العربی	ندیم عدی	مطبوعہ مصر ۱۹۵۴ء

۷۰۔ تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	مطبوعہ قاہرہ ۱۹۳۱ء
۷۱۔ تاریخ پاک و ہند	صاحبزادہ عبدالرسول	مطبوعہ ایم۔ آر برادرز لاہور
۷۲۔ تاریخ تصوف	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	مطبوعہ علماء اکیڈمی محکمہ اوقات پنجاب لاہور ۱۹۷۶ء
۷۳۔ تاریخ حدیث و محدثون	محمد ابوزھو مترجم پروفیسر غلام احمد حریری	مسلم پرنٹنگ پریس لاہور
۷۴۔ تاریخ حسن ابدال	منظور الحق صدیقی	ادارہ تحقیقات پنجاب دانش گاہ لاہور
۷۵۔ تاریخ دعوت و عزیمت	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۷۵ھ
۷۶۔ تاریخ سندھ	سید سلیمان ندوی	مرکزی اردو بورڈ لاہور
۷۷۔ تاریخ سندھ	سید ابوظفر ندوی	مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۹۴ھ
۷۸۔ تاریخ فرشتہ	ابوقاسم ہندوشاہ فرشتہ	مطبع نول کشور ۱۲۸۴ھ
۷۹۔ تاریخ فلسفہ	جارج ہنری لوکیس	مطبوعہ لندن
۸۰۔ تاریخ کشمیر اعظمی	خواجہ محمد اعظم دیدہ مری	مطبع محمدی لاہور ۱۳۰۳ھ
۸۱۔ تاریخ مشائخ چشت	پروفیسر خلیق احمد نظامی	ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۳ء
۸۲۔ تاریخ ہزارہ	ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی	دار الشفاء ایبٹ آباد ضلع ہزارہ ۱۹۶۶ء
۸۳۔ تاریخ ہندوستان	مولوی ذکاء اللہ	مطبع علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ ۱۹۱۷ء
۸۴۔ تحفۃ السلام	سید مولوی محمد ابوالحسن	مطبع نول کشور لکھنؤ ۱۹۱۵ء
۸۵۔ تحفۃ الاولیاء	میر احمد شاہ رضوانی	مطبوعہ لاہور ۱۹۲۱ء
۸۶۔ تحفۃ الزائرین	ابوسراج محمد طفیل احمد نقشبندی	مطبوعہ ناظم آباد کراچی بار سوم ۱۹۸۳ء
۸۷۔ تحفۃ الکرام	علی شیر قانع ٹھٹھوی مترجم اختر رضوی	مطبوعہ کراچی ۱۹۵۹ء
۸۸۔ تحفہ محبوب سبحانی حضرت عبدالقادر جیلانی المعروف قصیدہ غوثیہ	مولانا محمد نظام الدین ملتانی ثم وزیر آبادی	مطبوعہ لاہور ۱۳۵۳ھ
۸۹۔ تدریب الراوی	علامہ ابن حجر العسقلانی	مطبوعہ حیدر آباد دکن
۹۰۔ تذکرۃ الابرار والاشرار	علامہ اخوند درویزہ رح	ادارہ اشاعت سرحد پشاور
۹۱۔ تذکرۃ الاولیاء	خواجہ فریدالدین عطار رح مترجم محمد عبدالمجید	مطبع مجیدی کانپور ۱۳۳۸ھ
۹۲۔ تذکرۃ الحفاظ	علامہ ابوعبداللہ شمس الدین محمد الذہبی مترجم شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق	اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۱۴۰۹ھ

۹۳۔ تذکرۃ المحدثین	محمد امین اصلاحی	مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۳۹۷ھ
۹۴۔ تذکرۃ المفسرین	علامہ قاضی زاھد الحسینی	دار الاشاعت اٹک
۹۵۔ تذکرۃ النوادر	ہاشم ندوی	حیدر آباد دکن ۱۳۵۰ھ
۹۶۔ تذکرہ کاملانِ رامپور	حافظ احمد علی خاں شوق	ہمدرد پریس دہلی ۱۹۲۹ء
۹۷۔ تذکرۃ الواصلین	محمد رضی الدین بسمل بدایونی	نظامی پریس بدایوں ۱۹۴۵ء
۹۸۔ تذکرہ شاہ دولہ	ایم۔ ایس نسیم چوہدری	سندھ ساگر اکادمی لاہور ۱۹۷۰ء
۹۹۔ تذکرہ شاہ محمد غوثؒ	پیام شاہجہان پوری	ملک دین اینڈ سنز ۱۹۶۴ء
۱۰۰۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب	اعجاز الحق قدوسی	مطبوعہ مرکزی ادبی بورڈ
۱۰۱۔ تذکرہ صوفیائے سرحد	اعجاز الحق قدوسی	مطبوعہ سندھ ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء
۱۰۲۔ تذکرہ صوفیائے سندھ	اعجاز الحق قدوسی	مطبوعہ سندھ ادبی بورڈ ۱۹۵۸ء
۱۰۳۔ تذکرہ علمائے ھند	مولوی رحمان علی مترجم محمد ایوب قادری	نول کشور لکھنو ۱۳۱۲ھ، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء
۱۰۴۔ تذکرہ علماء و مشائخ سرحد	سید محمد امیر شاہ قادری	اردو ڈائجسٹ پرنٹرز لاہور ۱۹۷۲ء
۱۰۵۔ تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ	سید محمد امیر شاہ قادری	عظیم پبلشنگ ہاؤس پشاور ۱۳۳۸ھ
۱۰۶۔ تذکرہ مشائخ قادریہ	محمد دین کلیم	مکتبہ نبویہ لاہور ۱۴۰۶ھ
۱۰۷۔ ترجمہ فصوص الحکم (اردو)	حافظ محمد عبد العزیز	مجتبائی پریس لکھنو ۱۳۴۵ھ
۱۰۸۔ ترجمان القرآن	حضرت علامہ ابو الکلام آزاد	مکتبہ سعید ناظم آباد کراچی ۱۹۳۱ء
۱۰۹۔ ترمذی	ابو عیسٰی ترمذی	مکتبہ امیریہ ۱۲۹۲ھ
۱۱۰۔ تزکِ جہانگیری	سر سید احمد خان	مطبوعہ علی گڑھ
۱۱۱۔ تفسیر خازن	محی السنۃ ابی محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی	مکتبہ التقدم العلمیہ بمصر ۱۳۳۱ھ
۱۱۲۔ تفسیر فتح الرحمان	حضرت شاہ ولی اللہؒ	مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۴ھ
۱۱۳۔ تفسیر فتح البیان	نواب صدیق حسن خان بھوپالی	
۱۱۴۔ تفسیر القرآن الکریم	حضرت شیخ سہل تستری	مطبع سعادہ ۱۹۰۸ء
۱۱۵۔ تفسیر کشاف	علامہ زمخشری	مطبع محمد مصطفٰی ۱۳۰۸ھ
۱۱۶۔ تفسیر مظہری	علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ	حیدر آباد دکن
۱۱۷۔ تفہیمات الٰہیہ	حضرت شاہ ولی اللہ	مجلس علمی ڈابھیل مدینہ پریس بجنور

۱۱۸۔ تکملۂ سیر الاولیاء	خواجہ گل احمد پوری	مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۲ھ
۱۱۹۔ تلخیص سفینۃ المتقین	گل دین عرف شتر باباجی	حمیدیہ پریس پشاور ۱۳۴۷ھ
۱۲۰۔ تمدن ہند	گستاؤلی بان مترجم سید محمد بلگرامی	مقبول اکیڈمی لاہور ۱۹۶۶ء
۱۲۱۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات	ڈاکٹر تارا چند مترجم مسعود احمد	مجلس ترقی اردو ادب کلب روڈ لاہور ۱۹۶۴ء
۱۲۲۔ تلاش حق	خالد حسن قادری	محکمہ پنجاب اوقاف لاہور ۱۹۷۱ء
۱۲۳۔ تیسیر القاری شرح صحیح بخاری	شیخ نور الحق دہلوی	مطبوعہ علوی لکھنؤ ۱۳۰۵ھ

ج

۱۲۴۔ جامع المجددین	عبد الباری ندوی	ندوۃ المصنفین اعظم گڑھ
۱۲۵۔ جواہر الاصول فی مصطلح احادیث الرسول	مولانا ابو عبید عبد الرحمن	مطبوعہ اشراف المجلس العلمی جارسدہ
۱۲۶۔ جواہر علویہ (تذکرہ خواجگان چشت)	شاہ رؤف احمد مجددی	مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان لاہور

ح

۱۲۷۔ حجۃ اللہ البالغہ	حضرت شاہ ولی اللہ	مطبع المنیریہ ۱۳۹۲ھ
۱۲۸۔ حدائق البلاغہ	مترجم احمد بخش	نول کشور کانپور
۱۲۹۔ حدائق الحنفیہ	مولوی فقیر محمد جہلمی	نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۶ء
۱۳۰۔ حدیقۃ الاولیاء مع	مفتی غلام سرور لاہوری	نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۷ء
۱۳۱۔ مقدمہ حواشی و تحقیق	محمد اقبال مجددی	المعارف لاہور ۱۹۷۵ء
۱۳۲۔ حق نمائے نور الہدیٰ	سلطان العارفین حضرت سلطان باہو مترجم فقیر محمد سرور قادری	طبع ششم ۱۹۸۳ء
۱۳۳۔ حیات العلماء	مولوی عبد الباقی سہسوانی	نول کشور لکھنؤ ۱۹۲۲ء
۱۳۴۔ حیات شیخ عبد الحق	پروفیسر خلیق احمد نظامی	ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۵۳ء
۱۳۵۔		

خ

۱۳۵۔ خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور لاہوری	ثمر ہند لکھنؤ ۱۸۷۳ء

	مترجم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۸۳ء
۱۳۶۔ خیر البیان	بایزید انصاری بتصحیح حافظ محمد عبدالقدوس قاسمی	پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء

د

۱۳۷۔ داستانِ ترکتازانِ ہند	مرزا نصر اللہ خان فدائی دولت یار جنگ	درچاپخانۂ خانگی (ایران)
۱۳۸۔ دبستانِ مذاہب	مُلّا محسن خان المعروف مُوبد	مطبوعہ بمبئی ۱۲۹۲ھ
۱۳۹۔ درسِ بلاغت	ڈاکٹر صادق	ترقی اردو بیورو دہلی
۱۴۰۔ درود شریف	حضرت شیخ عبدالنبیؒ	قندیل پریس لاہور
۱۴۱۔ درالکامنہ	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ	طبع ہند ۱۳۴۸ھ
۱۴۲۔ دیوان معزاللہ خان مہمند	معزاللہ خان مہمند	پشتو اکیڈمی پشاور

ر

۱۴۳۔ رسالہ آداب المریدین مع شرح خاتمہ حضرت محمد گیسو دراز	حضرت ابو نجیب سہروردی	مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۷ھ
۱۴۴۔ رسالہ تہلیلہ	حضرت مجدد الف ثانیؒ	ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی ۱۳۸۴ھ
۱۴۵۔ رسالہ رد روافض	حضرت مجدد الف ثانیؒ اردو ترجمہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور ۱۳۸۴ھ
۱۴۶۔ رسالہ فی الموضوعہ	حسن صغانی	مطبوعہ مصر
۱۴۷۔ رسالۂ قشیریہ	امام قشیری	مطبوعہ مصر
۱۴۸۔ رسالہ مبداء و معاد	حضرت مجدد الف ثانیؒ اردو ترجمہ سید زوار حسین شاہ	ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی ۱۳۸۸ھ
۱۴۹۔ رسالہ وحدت الوجود	بحر العلوم علامہ عبدالعلی مترجم و مرتب سید ابوالحسن ندوی	ندوۃ المصنفین ۱۹۷۱ء
۱۵۰۔ رموزِ خمریہ شرح قصیدہ غوثیہ	محمد فاضل کلانوری	مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ۱۳۰۶ھ
۱۵۱۔ روحانی رابطہ یا روحانی تڑون	جناب عبدالحلیم اثر افغانی	مطبوعہ ادارہ اشاعت باجوڑ
۱۵۲۔ رودِ کوثر	شیخ محمد اکرام	ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۷۵ء
۱۵۳۔ روداد اجلاس ادارہ معارف اسلامیہ		مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء، ۱۹۳۵ء

	مترجم پیرزادہ اقبال احمد فاروقی	مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۸۳ء
۱۳۶۔ خیرالبیان	بایزید انصاری بتصحیح حافظ محمد عبدالقدوس قاسمی	پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۷ء
د		
۱۳۷۔ داستانِ ترکتازانِ ہند	مرزا نصر اللہ خان فدائی دولت یار جنگ	در چاپخانۂ خانگی (ایران)
۱۳۸۔ دبستانِ مذاہب	مُلّا محسن خان المعروف مؤبد	مطبوعہ بمبئی ۱۲۹۲ھ
۱۳۹۔ درسِ بلاغت	ڈاکٹر صادق	ترقی اردو بیورو نئی دہلی
۱۴۰۔ درود شریف	حضرت شیخ عبدالنبیؒ	قندیل پریس لاہور
۱۴۱۔ درر الکامنہ	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ	طبع ہند ۱۳۴۸ھ
۱۴۲۔ دیوان معزاللہ خان مہمند	معزاللہ خان مہمند	پشتو اکیڈمی پشاور
ر		
۱۴۳۔ رسالہ آداب المریدین مع شرح خاتم حضرت محمد گیسو دراز	حضرت ابونجیب سہروردی	مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۷ھ
۱۴۴۔ رسالہ تہلیلیہ	حضرت مجدد الف ثانیؒ	ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی ۱۳۸۴ھ
۱۴۵۔ رسالہ رد روافض	حضرت مجدد الف ثانیؒ اردو ترجمہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور ۱۳۸۴ھ
۱۴۶۔ رسالہ فی الموضوعہ	حسن صغانی	مطبوعہ مصر
۱۴۷۔ رسالۂ قشیریہ	امام قشیری	مطبوعہ مصر
۱۴۸۔ رسالہ مبداء و معاد	حضرت مجدد الف ثانیؒ اردو ترجمہ سید زوار حسین شاہ	ادارہ مجددیہ ناظم آباد کراچی ۱۳۸۸ھ
۱۴۹۔ رسالہ وحدت الوجود	بحرالعلوم علامہ عبدالعلی مترجم و مرتب سید ابوالحسن ندوی	ندوۃ المصنفین ۱۹۷۱ء
۱۵۰۔ رموزِ خمریہ شرح قصیدہ غوثیہ	محمد فاضل کلانوری	مطبوعہ صبح صادق سیتاپور ۱۳۰۶ھ
۱۵۱۔ روحانی رابطہ یا روحانی ٹرون	جناب عبدالحلیم اثر افغانی	مطبوعہ ادارہ اشاعت باجوڑ
۱۵۲۔ رودِ کوثر	شیخ محمد اکرام	ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۷۵ء
۱۵۳۔ روداد اجلاس ادارہ معارف اسلامیہ		مطبوعہ لاہور ۱۹۲۳ء، ۱۹۳۵ء

ز

۱۵۴- زادالاعوان	مولوی نورالدین بن نور محمد	
۱۵۵- زبدۃ المقامات	خواجہ محمد ہاشم کشمی	نول کشور پریس لکھنؤ ۱۳۰۷ھ

س

۱۵۶- سبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان	غلام علی آزاد بلگرامی	مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۳ھ
۱۵۷- سبع سنابل	میر عبدالواحد بلگرامی	حامد اینڈ کمپنی لاہور
۱۵۸- سِرِّ دلبراں	حضرت شاہ محمد ذوق	محفلِ ذوقیہ کراچی ۱۳۷۱ھ
۱۵۹- سفینۃ الاولیاء	شہزادہ داراشکوہ قادری	مطبوعہ نول کشور لکھنؤ بار دوم ۱۲۹۵ھ
۱۶۰- سلسلۂ ادبیاتِ عرب	رفعت علی احمد	مطبوعہ اردو اکیڈمی بہاولپور ۱۹۲۶ء
۱۶۱- سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات	پروفیسر خلیق احمد نظامی	الجمعیت پریس دہلی ۱۳۷۷ھ
۱۶۲- سُنن ابن ماجہ	محمد یزید ابن ماجہ قزوینی	مطبوعہ دہلی
۱۶۳- سُنن ابی داؤد	سلیمان بن الاشعث السجستانی	مطبع مجتبائی دہلی
۱۶۴- سُنن دارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	مطبع مجتبائی دہلی
۱۶۵- سُنن نسائی	احمد بن علی بن شعیب النسائی	نظامی پریس دہلی
۱۶۶- سوانح حیات وکرامات حاجی بہادر کوہاٹی	سید لعل شاہ	یونیورسٹی بک ایجنسی پشاور ۱۹۷۲ء
۱۶۷- سوانح خواجہ معین الدین چشتیؒ	وحید احمد مسعود	مطبوعہ سلمان اکیڈمی کراچی ۱۹۶۱ء
۱۶۸- سیر الاولیاء	محمد مبارک العلوی المعروف بامیر خورد کرمانی	مطبع محبِ ہند دہلی ۱۳۰۲ھ
۱۶۹- سیر العارفین	حامد بن فضل جمالی مرتبہ و تصحیح محمد ایوب قادری	مطبع رضوی دہلی ۱۳۱۱ھ، یونائیٹڈ پرنٹرز لاہور ۱۹۷۶ء
۱۷۰- سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	ابن ہشام	مطبع بیروت
۱۷۱- سیرتِ بایزید انصاری	پروفیسر فضل احمد عارف	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۶۵ء
۱۷۲- سیرت النعمان	سید شبلی نعمانی	مطبع مفید آگرہ ۱۸۹۲ء

ش

۱۷۳۔ شاہ ولی اللہ کی تعلیم	غلام حسین جلبانی	مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد (سندھ)
۱۷۴۔ احوال و آثار و افکار علاؤ الدولہ سمنانی	مظفر صدر	مطبوعہ تہران
۱۷۵۔ شرح تراجم ابواب بخاری	حضرت شاہ ولی اللہ رح	دائرۃ المعارف حیدر آباد ۱۳۲۳ھ
۱۷۶۔ شرح رباعیات۔ خواجہ باقی باللہ	شرح رباعیات دو عدد از قلم خواجہ باقی اللہ و شرح الشرح حضرت مجدد الف ثانی رح	مطبوعہ ادارہ سعدیہ مجددیہ لاہور ۱۳۸۵ھ
۱۷۷۔ شرح شذور الذہب فی معرفت کلام العرب مع کتاب منتہی الأدب	جمال الدین بن یوسف بن عبداللہ بن ھشام، محمد محی الدین عبد الحمید	مطبوعہ بیروت
۱۷۸۔ شرح فتوح الغیب	حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رح	مطبوعہ دہلی
۱۷۹۔ شرح فصوص الحکم	مولانا عبد الرحمٰن جامی رح	مطبع الدخانی المسمی افیض بخش فیروز پور ۱۹۰۷ء
۱۸۰۔ شرح فصوص الحکم	شیخ عبد الرزاق القاشانی	مطبوعہ مصر قاہرہ ۱۳۲۹ھ
۱۸۱۔ شرح فصوص الحکم	مؤید الدین الجندی تعلیق و تصحیح سید جلال الدین آشتیانی	چھاپ خانہ دانش گاہِ مشہد ایران ۱۳۶۱ھ
۱۸۲۔ شرح مشکوٰۃ المصابیح	حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	
۱۸۳۔ شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات اہل الاثر	علامہ ابن حجر العسقلانی	کانپور ۱۳۴۴ھ
۱۸۴۔ شریف التواریخ	سید شریف احمد شرافت نوشاہی	ادارہ معارف نوشاہیہ گجرات ۱۳۹۹ھ
۱۸۵۔ شذرات الذہب	عبد الحی بن العماد	المکتبۃ التجاری بیروت لبنان
۱۸۶۔ شعر العجم	مولانا شبلی نعمانی	دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء
۱۸۷۔ شمیم بلاغت	علامہ اخلاق احمد دہلوی	شائع کردہ کواپریٹو سٹور لمیٹڈ دہلی طبع ثالث ۱۹۶۸ء
۱۸۸۔ شیخ الاسلام سیدنا عبد القادر جیلانی و اولادہم	علامہ عبد الرحیم عبد الغنی الدروبی	افریشیا پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

ص

۱۸۹- صحیح بخاری	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	نور محمد اصح المطابع دہلی
۱۹۰- صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری	نور محمد اصح المطابع دہلی
۱۹۱- صراح مع قراح	ابو الفضل محمد بن عمر بن خالد	مطبع مجیدی کانپور ۱۳۲۸ھ
۱۹۲- صراط التوحید	بایزید انصاری	

ط

۱۹۳- طبقات الشافعیہ	تاج الدین السبکی رحمۃ اللہ علیہ	مطبع الحسنیہ قاہرہ ۱۹۲۸ء
۱۹۴- طبقات الکبیر	محمد بن سعد مرتبہ ایڈورڈ سخاؤ	لیڈن ۱۹۳۲ء
۱۹۵- طبقات المفسرین	امام جلال الدین سیوطیؒ	مطبوعہ لیڈن ۱۸۳۹ء تہران ۱۹۶۰ء

ع

۱۹۶- عرس اور میلے	ارمان سرحدی	کتاب منزل لاہور
۱۹۷- عجالہ نافعہ	حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	مطبوعہ لاہور ۱۳۰۳ھ
۱۹۸- علمائے ہند کا شاندار ماضی	مولانا محمد میاں	دہلی ۱۹۴۲ء
۱۹۹- عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ الحنفی المعروف بالعینی	
۲۰۰- عمدۃ المقامات	حاجی محمد فضل اللہ باہتمام محمد ہاشم مجددی	ایکسپرٹ لیتھو پرنٹنگ پریس لاہور
۲۰۱- عوارف المعارف	عمر بن محمد شہاب الدین مترجم ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	مطبوعہ لاہور ۱۹۶۰ء

غ

۲۰۲- غنیۃ الطالبین	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مترجم امان اللہ خان ارمان	شیخ غلام علی لاہور ۱۹۶۱ء

ف

۲۰۳- فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ	مطبع کردستان ۱۳۲۹ھ

۲۰۴۔ فتاویٰ قاضی خان	الحسن بن المنصور بن محمودؒ	نول کشور لکھنؤ ۱۲۹۳ھ
۲۰۵۔ الفتح الربانی والفیض الرحمانی	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	مطبوعہ مصر ۱۳۰۴ھ
۲۰۶۔ فتوحات مکیّہ	شیخ محی الدین ابن عربی رح	مطبوعہ دار الکتب العربیہ الکبریٰ المصر
۲۰۷۔ فتوح الغیب	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مترجم محمد فاروق القادری	مطبوعہ مصر ۱۳۰۴ھ مطبع المعارف لاہور
۲۰۸۔ فتوح البلدان	بلاذری	مطبوعہ یورپ ۱۸۶۶ء

ق

۲۰۹۔ قاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	مطبع الیمنیہ مصر ۱۳۱۹ھ
۲۱۰۔ قرآن القرآن	حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادیؒ	مطبوعہ دہلی
۲۱۱۔ قرآن اور تصوّف	ڈاکٹر میر ولی الدین	ندوۃ المصنفین دہلی بار دوم ۱۳۳۷ھ
۲۱۲۔ قصیدۂ غوثیہ (منظوم)	سید مظہر گیلانی	مطبوعہ پشاور
۲۱۳۔ قلائد الجواہر	قاضی شیخ محمد بن نظام الدین	مدینہ پبلشنگ ۱۹۷۸ء
۲۱۴۔ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف الطریق الی مقام التوحید	شیخ ابی طالب مکی	مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ

ک

۲۱۵۔ کتاب الامداد ورسائل الاسانید	عبداللہ بن سالم بصری	مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۳۸ھ
۲۱۶۔ کتاب الانساب	سمعانی	مطبوعہ گب میموریل سیریز لنڈن
۲۱۷۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون	مصطفےٰ بن عبداللہ المعروف حاجی خلیفہ	دار العلوم الحدیثیہ بیروت لبنان
۲۱۸۔ کشف المحجوب	حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش	دائرۃ المعارف لاہور ۱۹۶۸ء
۲۱۹۔ کلماتِ طیبات	مکتوباتِ شاہ ولی اللہ دہلویؒ مرزا مظہر جانِ جاناںؒ وغیرہ	مطبع مفید عام آگرہ ۱۹۱۴ء
۲۲۰۔ کلمۃ الحق	عبدالرحمان	مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۳۹ھ
۲۲۱۔ کنز العمال	علاء الدین علی المتقی الہندی	

۲۲۲۔ کیمیائے سعادت	امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	محکمۂ اوقاف پنجاب لاہور ۱۹۷۱ء

گ

۲۲۳۔ گلزار ابرار	محمد غوثی شطاری مانڈوی مترجم موسوم بہ اذکار الابرار فضل احمد	مطبوعہ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور

ل

۲۲۴۔ لاہور کے اولیاء سہروردیہ	محمد دین کلیم	مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ۱۹۶۹ء
۲۲۵۔ لسان العرب	علامہ ابن منظور	مطبوعہ نشر ادب الجوزہ ۱۴۰۵ھ
۲۲۶۔ المصطلحات العلمیہ والفنیہ	ندیم مرعشلی عدی خیاط	مطبوعہ نشر ادب الجوزہ ۱۴۰۵ھ
۲۲۷۔ لمعات التنقیح	حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی	مطبوعہ ملتان

م

۲۲۸۔ مآثر الامرا	صمصام الدولہ شاہ نواز خان بتصحیح مولانا عبدالرحمان مترجم محمد ایوب قادری	کلکتہ ببلو انڈیکا ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۸۹ء
۲۲۹۔ مآثر الکرام	غلام علی آزاد بلگرامی	مطبع مفید عام آگرہ ۱۹۱۰ء
۲۳۰۔ مجمع بحار الانوار	مولانا طاہر پٹنی	نول کشور لکھنؤ ۱۸۹۲ء
۲۳۱۔ مجموعۃ الرسائل والمسائل	امام ابن تیمیہ	
۲۳۲۔ مجموعہ صلوٰۃ الرسول	حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی	مطبوعہ بنگلہ دیش پریس چاٹ گام
۲۳۳۔ مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی	دار الکتب بیروت
۲۳۴۔ مختصر المعانی شرح تلخیص المعانی	علامہ سعدالدین تفتازانی	مکتبہ الفاروقیہ ملتان ۱۳۱۲ھ

۲۳۵۔ مخزن الاسرار	حضرت علامہ اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ	پشتو اکیڈمی پشاور ۱۹۶۹ء
۲۳۶۔ مدارج النبوۃ	حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی	نول کشور لکھنؤ
۲۳۷۔ مدارک التنزیل	عبد اللہ بن احمد نسفی	مکتبۂ علمیہ لاہور
۲۳۸۔ مدینۃ الاولیاء	محمد دین کلیم	مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
۲۳۹۔ مرآۃ سکندری	سکندر بن محمد	مطبوعہ بمبئی ۱۸۳۱ء
۲۴۰۔ مرآۃ الحقائق (حالات شیخ عبد الحق محدث دہلوی)	برکت بن محمد خیرات علی	مطبع عزیزی رامپور ۱۳۲۲ھ
۲۴۱۔ مرشد و مرید (مجموعہ مکاتیب مابین اسفرائنی و سمنانی)	عبد الرحمٰن اسفرائنی و علاؤ الدولہ سمنانی	مطبوعہ تہران ۱۹۷۲ء
۲۴۲۔ مسند احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	مطبع بیروت لبنان
۲۴۳۔ مسوّی	حضرت شاہ ولی اللہ	مطبع فاروقی دہلی ۱۳۹۳ھ
۲۴۴۔ مشارق الانوار	امام رضی الدین حسن صغانی	قیومیہ پریس کانپور
۲۴۵۔ مشاہیر کشمیر	علامہ محمد دین فوق	کریمی پریس لاہور ۱۹۳۰ء
۲۴۶۔ مشکوٰۃ المصابیح	ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی	مطبع قیومیہ کانپور
۲۴۷۔ مصباح اللغات	ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی	مطبع برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۱۳۲۹ھ
۲۴۸۔ مصفّٰی	حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ	مطبع فاروقی دہلی ۱۳۹۲ھ
۲۴۹۔ مطوّل	علامہ سعد الدین تفتازانی	مطبوعہ ایران
۲۵۰۔ معارف حدیث	مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۲۵۱۔ معجم الادباء	یاقوت حموی مرتبہ احمد فرید رفاعی	مطبع قاہرہ ۱۹۳۶ء
۲۵۲۔ معجم البلدان	یاقوت حموی مرتبہ وسٹن فلڈ	مطبوعہ لائپزگ ۱۸۶۶ء
۲۵۳۔ معجم الکبیر	علامہ طبرانی	طبع بغداد ۱۹۶۹ء
۲۵۴۔ معین الارواح	خادم حسن	مطبوعہ اجمیر شریف ۱۹۵۶ء
۲۵۵۔ مفردات القرآن	امام راغب اصفہانی مترجم علامہ عبدہٗ فیروز پوری	اشرف پریس لاہور ۱۹۸۱ء
۲۵۶۔ المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی (المعجم المفہرس)	أ۔ ی ونسنگ وی، پ منسنج	مطبوعہ لیڈن ۱۹۶۹ء
۲۵۷۔ المفہرس لالفاظ القرآن	محمد فواد الباقی	المکتبۃ الاسلامیہ استنبول ترکی ۱۹۸۴ء

۲۵۸۔ معرفت علوم الحدیث	ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری تصحیح مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری	ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور
۲۵۹۔ مفتاح السعادۃ	تاش کبر زادہ	حیدرآباد دکن ۱۳۲۸ھ
۲۶۰۔ مفتاح کنوز السنۃ	محمد فواد الباقی	مطبوعہ قاہرہ ۱۹۳۴ء
۲۶۱۔ مقاماتِ قطبیہ	شیخ عبدالحلیم	
۲۶۲۔ مقاماتِ مظہری	شاہ غلام علی دہلوی	مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۰۹ھ
۲۶۳۔ مقدمہ ابن خلدون	علامہ عبدالرحمان ابن خلدون مترجم مولانا سعد حسن خان یوسفی	نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، کراچی
۲۶۴۔ مقدمہ ابن صلاح	ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمن الشاہ زوری المعروف ابن صلاح	مکتبۂ فاروقیہ ملتان ۱۹۷۷ء
۲۶۵۔ مقدمہ فی بیان بعض مصطلحات علم الحدیث	حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ	نور محمد اصح المطابع دہلی ۱۹۳۲ء
۲۶۶۔ مکتوبات امام ربانی منتخب مکتوبات سہ صدی	حسین علمی بن سعید استنبولی مترجم نجم الدین و شاہ الیاس فرید	مطبوعہ استنبول ۱۹۷۸ء سعید ایچ ایم کمپنی کراچی ۱۳۹۶ھ
۲۶۷۔ مکتوباتِ کلیمی	حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی مرتبہ مولوی محمد قاسم کلیمی	مطبع یوسفی دہلی ۱۳۰۱ھ
۲۶۸۔ مناقب المحبوبین	حاجی نجم الدین سلیمانی تلخیص ترتیب پروفیسر افتخار احمد	مطبع محمد حسن رامپور ۱۲۸۹ھ اسلامک بک فاؤنڈیشن ۱۳۹۹ھ
۲۶۹۔ مناہج الطالبین و مسالک الصادقین	نجم الدین محمود بن سعد اللہ اصفہانی	مطبوعہ تہران ۱۳۶۴ھ
۲۷۰۔ مناقب فریدی	احمد اختر مرزا	مطبع احمدی دہلی ۱۳۱۴ھ
۲۷۱۔ مناقب میاں محمد عمر چمکنی	مولانا محمد مسعود گل	طبع دہلی ۱۲۹۹ھ
۲۷۲۔ منتخب التواریخ	ملا عبدالقادر بدایونی	مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۹ء
۲۷۳۔ منتخب اللباب	محمد ہاشم خان المخاطب بہ خافی خان	ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، کلکتہ ۱۸۶۹ء
۲۷۴۔ مشاہیر ہند	عبدالقیوم	فیروز سنز لاہور ۱۹۷۷ء
۲۷۵۔ مولانا جلال الدین بلخی میان صوفیا و علمای کرام	ڈاکٹر محمد ابلاغ	مطبوعہ کابل

ن

۲۷۶۔ نزہتہ الخواطر	مولانا عبدالحی حسنی	دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۷۶ھ
۲۷۷۔ نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر	علامہ ابن حجر العسقلانی	مطبع فاروقی، دہلی
۲۷۸۔ نسیم البلاغت	پروفیسر سید جلال الدین احمد	جعفری برادرز الہ آباد ۱۹۵۸ء
۲۷۹۔ نفحات الانس	مولانا عبدالرحمٰن جامی	مطبوعہ بمبی ۱۲۸۴ھ
۲۸۰۔ نفحات الانس	بتصحیح ومقدمہ مہدی توحیدی	انتشارات کتاب فروشی محمودی تہران
۲۸۱۔ نفحات الانس	مترجم حضرت شمس بریلوی	مدینہ پبلشنگ کراچی ۱۹۸۲ء
۲۸۲۔ نوائی معارک	منشی عطا محمد شکارپوری تصحیح وتحشیہ وتعلیق عبدالحیٔ حبیبی افغانی	سندھی ادبی بورڈ کراچی ۱۹۵۹ء
۲۸۳۔ نور السافر النور السافر فی اخبار القرآن العاشر	عبدالقادر بن عبداللہ عیدروسی	المکتبۃ العربیہ بغداد ۱۳۵۳ھ
۲۸۴۔ نیل الاوطار	قاضی شوکانی یمنی	مطبوعہ مصر

و

۲۸۵۔ وفیات الاعیان	علامہ ابن خلکان	مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۷ء

ھ

۲۸۶۔ ھدایہ	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی	مطبع مجتبائی پریس دہلی
۲۸۷۔ ھدیہ العارفین	اسماعیل پاشا بغدادی	مطبع بہیہ استنبول ۱۹۵۱ء
۲۸۸۔ ھمعات	حضرت شاہ ولی اللہؒ	مطبوعہ تحفہ محمدیہ پریس دہلی
۲۸۹۔ ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک	سید صباح الدین عبدالرحمان	معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۸ء
۲۹۰۔ ہندوستان کا پہلا مسلمان فاتح	مترجم مولانا عبدالمجید سالک	فیروز سنز لاہور

ی

۲۹۱- یادِ ایام	عبدالحئی حسنی	مطبوعہ علی گڑھ سنہ ۱۹۱۹ء
۲۹۲- یوسف زئی پٹھان	اللہ بخش یوسفی	ایجوکیشنل سوسائٹی کراچی طبع سوم سنہ ۱۹۲۰ء
۲۹۳- یانع الجنی	محسن تیمی بکری ترہٹی	مطبع صدیقی بریلی سنہ ۱۲۸۷ھ

رسائل وجرائد

۲۹۴- **الفرقان** ماہنامہ شاہ ولی اللہ نمبر مرتبہ محمد منظور نعمانی سنہ ۱۳۶۰ھ طبع دوم

۲۹۵- اورینٹل کالج میگزین از ڈاکٹر جہانگیر۔ فروری سنہ ۱۹۵۵ء

۲۹۶- فاران سیرت نمبر کراچی، طبع دوم ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۵۶ء

۲۹۷- ماہِ نو کراچی، مضمون اقبال بنوی دسمبر سنہ ۱۹۶۳ء

۲۹۸- معارف - دار المصنفین اعظم گڑھ مارچ سنہ ۱۹۷۰ء، نیز روداد اجلاس منعقدہ لاہور سنہ ۱۹۳۳ء

۲۹۹- نقوش لاہور نمبر، فروری سنہ ۱۹۶۲ء

۳۰۰- پشاور یونیورسٹی ریویو، جولائی سنہ ۱۹۷۳ء۔

اشاریہ

کتب

آ

آبِ کوثر۔ ۶ح، ۲۵ح
آثار الصنادید۔ ۶۴ح
آفتابِ ہجویر۔ ۱۶۴ح
آئینِ اکبری۔ ۵۷ح، ۶۹،
آئینۂ بلاغت۔ ۲۴۹ح، ۲۵۰
آئینۂ ملفوظات۔ ۹۹ح

ا

ابجد العلوم۔ ۱۵۱ح، ۱۵۲ح، ۱۸۶ح، ۱۹۱ح، ۱۹۶ح
ابنِ ماجہ۔ ۱۱ح، ۲۱۶
اتحاف النبلاء۔ ۱۵۲ح، ۱۸۶ح، ۱۸۷ح،
اثبات النبوۃ۔ ۱۵۲
اثمار الاشجار۔ ۲۸۸
احوال العارفین۔ ۱۹۱ح، ۲۸۹ح، ۲۹۰ح
احوال و آثارِ عبداللہ خویشگی قصوری۔ ۳۰۱ح
احیاء العلوم دین۔ ۱۴۰ح، ۱۴۱ح، ۱۹۶ح
اخبار الاخیار۔ ۹۹ح، ۱۴۳ح، ۱۴۹، ۱۹۰، ۲۰۲ح
اذکارِ نوشاہیہ۔ ۲۹۲ح، ۲۹۳
اربعین۔ ۱۶۶، ۲۰۷ح
اساس البلاغہ۔ ۲۲۴ح، ۲۲۵ح، ۲۲۶ح، ۲۲۹ح، ۲۳۸ح
اسرارِ تصوف۔ ۶۵ح، ۱۰۰ح، ۲۰۸ح،
اسرار الجمع۔ ۲۸۷
اسرار العارفین ۱۳۳
اسرار و رموز۔ ۴۵ح
اسرار التوحید۔ ۱۲۱، ۱۵۹، ۲۶۷
اسماء الرجال البخاری۔ ۱۸۹
اشجار الخلد۔ ۲۸۸
اشرف الوسائل فی شرحِ شمائل۔ ۱۹۳
اشعۃ اللمعات۔ ۲۶۹ح،
اصح السیر۔ ۱۶۹ح
اصطلاحاتِ صوفیہ۔ ۱۰۹ح، ۱۶۲ح، ۱۶۴ح، ۱۶۹ح، ۱۷۱ح
اصولِ حدیث فی معرفت مصطلحاتِ علم الحدیث۔ ۱۷۵ح
اعجاز البیان فی تفسیر اُمّ القرآن۔ ۱۴۷
اعلام الہدیٰ۔ ۱۴۳
افاغنۂ ہوشیار پور۔ ۲۶۰ح
اکبر نامہ۔ ۸۷ح
الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ ۱۳۲، ۱۵۱ح
الالماع فی ضبط الروایہ فی تقفیہ السماع۔ ۱۷۶
التجرید المعانی۔ ۲۴۹ح
التصوف مذہب اہلِ تصوف۔ ۱۳۳

الجامع الادب الراوی والسامع۔ ۱۷۵
الجزء اللطیف فی ترجمہ عبد الضعیف۔ ۱۵۱ح
الجواہر المنیہ فی شرح القصیدۃ الصوفیہ۔ ۲۳۳
الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین۔ ۱۹۶
الدرۃ الثمینہ فی اثبات واجب تعالیٰ۔ ۱۵۰
الرعایۃ لحقوق اللہ والقیام بہا۔ ۱۲۳
الضوء اللامع۔ ۱۸۷ح، ۱۸۸ح،

الطاف القدس - ۱۵۱

القصیدۃ الیوسفیہ لقاری القصیدۃ الغوثیہ - ۲۳۳

العقد الفرید - ۲۴۷ح، ۲۵۰ح

العقود الدرریہ - ۱۴۷

الغایۃ لاہل النہایہ - ۱۳۰

الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین - ۱۹۶

الفوائد البہیمیہ فی تراجم الحنفیہ - ۱۱۳

الفہرست (ابن الندیم) - ۲۰۴ح

القول الجمیل - ۱۵۱

الکفایہ فی معرفت اصول الروایۃ - ۱۷۵

اللمع فی التصوف - ۱۳۲، ۱۳۳

المحدث الفاصل - ۱۷۳

المختصر فی مصطلح اہل الاثر - ۱۷۶

المدخل المنیر - ۱۱۳ح

المعجم الاعظم - ۲۲۱ح، ۲۲۳ح، ۲۲۴ح، ۲۲۶ح، ۲۲۹ح، ۲۳۰ح

المقصد الی اللہ تعالیٰ فی التصوف - ۱۲۷

الملوک واخبار الماضین - ۴۷

المنجد - ۹۸ح

المنخل فی شرح الصرفی - ۱۸۷

المنح الباری بختم الصحیح البخاری - ۱۹۵

المنقذ من الضلال - ۱۴۱ح

النور السافر - ۱۸۹ح، ۱۹۰ح، ۱۹۵ح

امام ابن تیمیہ - ۱۴۲ح، ۱۴۳ح، ۱۴۵ح، ۱۴۶ح، ۱۴۷

امثال القرآن - ۱۲۷

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر - ۱۰ح

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام - ۱۴۹،

انفاس العارفین - ۱۵۱ح، ۱۶۵ح، ۱۶۷ح

انوار التنزیل - ۱۱۳ح

انوار العارفین - ۱۴۸ح، ۲۹۵ح

انوار لطیف - ۲۸۴ح، ۲۸۵ح

انوار نوشاہیہ - ۱۳ح

الوصول الی الغرض المطلوب من جواہر قوت القلوب - ۱۳۵

الہامات غوثیہ - ۱۹۷

الہاماتِ کلیمی - ۲۹۶ح

ب

باہر البرہان فی علم الاسرار - ۱۳۳

بحر الجمان - ۷۲ح

بحر الفوائد فی معانی الاخبار - ۱۳۴

بخاری شریف - ۶۳

بدائع الشرائع - ۲۸۷

برہان جلی - ۲۸۷

بری شاہ لطیف قادری المعروف بری سرکار - ۶۵

بستان المحدثین - ۱۹۵ح

بہجۃ الاسرار - ۱۴۳

بغیۃ الوعات - ۱۸۷

بیان الاسرار فی شرح القصیدہ - ۲۳۱

پ

پاکستان میں فارسی ادب - ۲۸۳ح

پنجاب مغلوں کے عہد زوال میں - ۱۷ح، ۲۷۶ح

ت

تاریخ ادبیات عرب - ۱۲۱، ۲۴۲، ۲۴۳

التعریف لمذہب اہل التصوف - ۱۳۴

تاریخ اقوام کشمیر - ۷۰،
تاریخ الادب العربی - ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۵،
تاریخ الادب العربیہ - ۲۴۴
تاریخ الادب اللغت العربیہ - ۲۴۳
تاریخ بغداد - ۱۷۴
تاریخ پشاور - ۱۳۰
تاریخ تصوف - ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱،
تاریخ حدیث ومحدثون - ۱۷۵، ۱۷۷
تاریخ حسن ابدال - ۳۰۴
تاریخ دعوت وعزیمت - ۱۳، ۲۶۰
تاریخ سندھ - ۵۴
تاریخ تفسیر ومفسرین ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷
تاریخ سندھ - ۹۹
تاریخ فرشتہ - ۱۸۵
تاریخ فلسفہ - ۱۴۱
تاریخ کبیر کشمیر - ۷۳
تاریخ کشمیر اعظمی - ۵۷، ۵۸، ۷۰، ۷۱، ۱۹۱، ۱۹۴، ۲۹۸
تاریخ مشائخ چشت - ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۹، ۱۴۰، ۱۸۴، ۲۷۶، ۲۸۷، ۲۹۵
تاریخ ہندوستان - ۱۶
تبصیرۃ الحضرۃ الشاہیۃ الاحمدیہ
سیرۃ النبویۃ الاحمدیہ - ۱۹۰
تحفہ اثنا عشریہ - ۱۵۴
تحفۃ الاسلام - ۲۷۹

تحفۃ الابرار - ۳۰۲
تحفۃ الاسرار شرح مشارق الانوار - ۱۸۴
تحفۃ الاولیاء - ۲۶۳
تحفۃ الزائرین - ۵۴
تحفۃ الغریب شرح مغنی اللبیب ۱۸۷
تحفۃ الکرام - ۵۳، ۵۴
تحفۂ محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
المعروف شرح قصیدہ غوثیہ - ۲۳۳
تدریب الراوی - ۱۷۴
تذکرۃ الابرار والاشرار ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۵
تذکرۃ الاولیاء ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۴۔
تذکرۃ الحفاظ - ۱۴۱، ۱۵۰
تذکرۃ المحدثین - ۱۷۴، ۱۷۵
تذکرہ المفسرین - ۱۱۱، ۱۱۳
تذکرۃ النوادر - ۱۷۶
تذکرۃ الواصلین
تذکرہ حسنیہ قادریہ - ۵۰، ۵۱، ۵۴، ۵۶، ۵۹
تذکرہ شاہدولہ - ۶۵
تذکرہ شاہ محمد غوثؒ - ۵۵، ۱۰۵
تذکرہ صوفیائے پنجاب - ۵۶، ۳۰۴
تذکرہ صوفیائے سرحد - ۱۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۳۰۳، ۷۶، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹۔

تذکرہ صوفیائے سندھ - ۵۵
تذکرہ علمائے ہند - ۷۰، ۱۴۰، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۴، ۲۰۲، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۶۷، ۲۸۲، ۲۹۵، ۲۹۷، ۳۰۷۔
تذکرہ علماء ومشائخ سرحد - ۱۴، ۶۴، ۱۰۵، ۲۵۷، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۷۷، ۲۷۹۔
تہذیب اللغات - ۱۱۹
تیسیر القاری شرح صحیح البخاری ۱۹۳
تذکرہ مشائخ قادریہ - ۱۴
تراجم بخاری - ۱۹۶
ترجمان القرآن - ۱۴، ۱۲۴، ۱۶۱، ۱۶۹
ترمذی - ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶
تزک جہانگیری - ۱۰۳
تسنیم - ۲۹۶
تشریح الافلاک - ۲۹۶
تعلیق الفرائض - ۱۸۷
تعلیمات العوارف - ۱۴۹
تفسیر البیضاوی - ۱۱۳
تفسیر بغوی - ۱۱۱
تفسیر تستری - ۱۳۰
تفسیر حقائق - ۱۳۶
تفسیر خازن - ۱۱۰
تفسیر فتح الرحمٰن - ۱۵۱
تفسیر قرآن مجید - ۱۴۵

تفسیر کشاف، ۱۱۱، ۱۱۲
تفسیر مظہری، ۱۵۱
تفسیر معالم التنزیل۔ ۱۱۱، ۱۱۴
تفہیمات الٰہیہ۔ ۱۵۱، ۱۵۳
تحقیق الامم فی شرح فصوص الحکم۔ ۱۴۵، ۱۶۲
تحقیقات چشتی۔ ۲۸۹، ۲۹۲، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۶، ۳۰۷
تکملہ سیر الاولیاء۔ ۲۹۵، ۲۹۶
تلخیص المفتاح۔ ۲۵۰
تمدن ہند۔ ۵، ۸
تمدن ہند پر اسلامی اثرات۔ ۹۵

ج

جواز ذکر جہر۔ ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸
جامع المجددین۔ ۱۴۹
جامع صغیر۔ ۱۹۱
جنات ثمانیہ۔ ۲۸۷
جوابات اہل الیقین دقائق اہل المحبین ۱۳۰
جواہر الاصول فی مصطلح احادیث الرسول۔ ۱۷۳
جواہر علویہ۔ ۲۸۲

ح

حاشیہ عبد الغفور للفوائد الضیائیہ فی النحو ۱۵۰، ۳۰۵
حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح۔ ۱۹۲
حاشیہ بر بیضاوی۔ ۲۸۷
حاشیہ علی المطول۔ ۱۵۰
حاشیہ علی انوار التنزیل بیضاوی ۱۵۰
حاشیہ علی شرح القصائد الصنعدیہ للدوانی۔ ۱۵۰
حاشیہ علی مقدمات التلویح فی الاصول ۱۵۰
حاشیہ علی شرح عقائد النسفی۔ ۱۵۰
حجۃ اللہ البالغہ۔ ۱۵۱، ۱۹۶
حدائق البلاغہ۔ ۲۴۹
حدائق الحنفیہ۔ ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۹۷، ۳۰۷
حدیقۃ الاولیاء۔ ۵۰
حصن حصین۔ ۱۹۶
حق نمائے نور الہدیٰ۔ ۳۵
حلاوۃ المتعلمین۔ ۱۹۸، ۳۰۵
حلیۃ الاولیاء۔ ۱۳۷
حیات شیخ عبد الحق۔ ۷، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۷۷، ۱۸۴، ۱۹۳، ۲۶۹

خ

ختم الولایۃ۔ ۱۲۴
خزائن المودۃ۔ ۲۸۷
خزینۃ الاسرار (قلمی)۔ ۲۹۰
خزینۃ الاصفیاء۔ ۱۹، ۲۵، ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۷۲، ۱۰۰، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۲، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۷۹، ۲۸۹، ۲۹۱، ۲۹۳، ۳۰۳، ۳۰۶۔
خوارق العادات (قلمی) ۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۳، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۳، ۷۴، ۷۶، ۲۸۵
خیر الکلام۔ ۲۸۷

د

داستان ترکتازان ہند۔ ۲۵۸
دبستان مذاہب۔ ۲۵۷، ۲۵۸
درس البلاغت۔ ۲۴۷
در کسب و سلوک و بیان حقیقت و معرفت ۵۱، ۵۵، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۹، ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۵۸، ۱۹۲، ۲۳۷، ۲۶۹، ۲۷۲، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۹۰، ۳۰۵، ۳۰۷
درود شریف۔ ۲۹۸
درود کبریت احمر۔ ۱۴۳
دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۴۹
دیوان سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ ۲۱۷

ر

رسالہ آداب المریدین۔ ۱۴۹
رسالہ اربعین۔ ۱۹۲، ۱۹۶
رسالہ تہلیلیہ۔ ۱۴۹

رسائل ابن عربی - ۱۴۹
رشف النصائح - ۱۴۶
رموز خمریہ شرح قصیدہ غوثیہ - ۲۴۳
رُوحانی ترڈون - ۸۲، ۱۶۱، ۳۱۶
رودِ کوثر - ۱۱، ۱۵۳، ۱۵۵
رُوداد اِجلاس ادارۂ معارف اسلامیہ - ۱۹۸

ز

زاد الاعوان - ۱۲
زبدۃ المقامات - ۱۵۱

س

سبحۃ المرجان - ۱۵۳، ۱۹۸
سبع سنابل - ۱۱۱
سبیل الرشاد - ۲۶۷
سرّ دلبران - ۱۱۳، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۴، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۷۰
سفینۃ الاولیاء - ۱۰۳
سلسلہ ادبیاتِ عرب - ۳۰۴
سلسلۂ ارضِ فلسطین - ۳
سلسلۃ الجواہر در شرح چہل حدیث - ۲۶۷
سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات - ۳۱۲، ۳۱۴
سواء السبیل - ۲۷۶
سودمند - ۱۸۷
سیرت نعمان - ۱۲۱
سیرۃ النبی - ۴۷
سیر العارفین - ۳۱۲
سیر الاولیاء - ۱۵۶
سیف مسلول - ۱۵۴

ش

شاہ ولی اللہ کی تعلیم - ۱۵۵
شجرۃ الانوار (قلمی) - ۲۷۷
شرح اربعین - ۱۹۸
شرح اسماء الحسنیٰ - ۱۵۰
شرح الاعتماد فی الاعتقاد - ۱۱۷
شرح المواقف - ۱۴۹
شرح شیخ الاسلام - ۲۰۵
شرح رُباعیاتِ خواجہ باقی باللہ ۱۵۲
شرح صحیح البخاری - ۱۹۸، ۳۱۵
شرح فتوح الغیب - ۱۵۳
شرح فصوص الحکم (عربی) - ۱۴۸، ۱۶۴
شرح قصیدہ غوثیہ - ۲۴۳
شرح منازل السائرین - ۱۵۰
شرح نخبۃ الفکر فی مصطلحات اہل الاثر ۱۸۷، ۱۸۸
شریف التواریخ - ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۵۳، ۲۸۲، ۲۸۳
شذرات الذہب - ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۵۰
شعر العجم - ۱۵
شوارق الاسرار العلیہ فی شرح مشارق الانوار النبویہ - ۱۹۶
شواہد التجدید - ۲۶۷

ص

صحائف تسعہ - ۲۶۷
صحیح بخاری - ۱۲۰، ۱۹۱، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۱، ۲۲۴
صحیح مسلم - ۱۹۴، ۱۹۵
صراح مع قراح - ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۱، ۳۱۶
صراط التوحید - ۳۰۵

ط

طبقاتِ ابن سعد - ۱۰
طبقات الاولیاء - ۱۲۹، ۱۳۹
طبقات الشافعیہ - ۱۱۷
طبقات الصوفیہ - ۱۴۶
طبقات المفسرین - ۱۳۸
طبقات مشائخ - ۱۳۹
طبقاتِ نیشاپور - ۱۳۹

ع

عجالۂ نافعہ - ۲۰۷
علمائے ہند کا شاندار ماضی - ۱۵۴

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۔ ۲۰۱
عمدۃ المقامات ۔ ۲۶۶، ۲۶۸، ۲۶۷
عمدۃ، فی اصول فقہ ۔ ۱۱۷
عنایہ ۔ ۱۲۰ (ب)
عوارف المعارف ۔ ۱۴۵
عین الحیات فی خلاصۃ حیات الحیوان ۔ ۱۹۸
عیون الاخبار و زہر الآداب ۔ ۲۹۴

غ

غایۃ التوضیح للجامع الصحیح ۔ ۲۰۳
غرس المواحدین ۔ ۱۲۷

ف

فتاوی ابن تیمیہ ۔ ۱۱۵
فتح الربانی والفیض الرحمانی ۔ ۱۴۵
فتوح الغیب ۔ ۱۴۴، ۱۴۵
فتوحات مکیہ ۔ ۱۲۷، ۱۴۸
فصاحت و بلاغت ۔ ۲۹۴
فصوص الحکم ۔ ۱۴۷
فوائد السالکین ۔ ۱۳۶
فہرست بانکی پور ۔ ۱۹۸، ۲۰۴، ۲۰۵
فہرست برٹش میوزیم ۔ ۱۹۸، ۲۰۳
فہرست بوحار ۔ ۱۹۸
فہرست قاہرہ ۔ ۱۹۷، ۱۹۸
فہرست کتب انڈیا آفس لائبریری ۔ ۲۰۳
فہرست کتب خانہ آصفیہ ۔ ۱۹۹، ۲۰۳
فہرست کتب خانہ رامپور ۔ ۲۰۱، ۲۰۵
فہرست کتب خانہ سید محمد امین شاہ قادری پشاور ۔ ۱۹۰، ۳۲۰، ۳۲۱،
فہرست مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال ۔ ۱۹۹
فہرست مخطوطات دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور ۔ ۲۴۷
فہرست مخطوطات لینن گراڈ یونیورسٹی لائبریری روس ۔ ۲۴۷
فہرست مخطوطات حوزہ ملی پاکستان کراچی ۲۵۳
فہرست مشترک نسخہ ہائے خطی فارسی پاکستان ۔ ۲۵۳
فیض الباری شرح صحیح بخاری ۔ ۲۰۳

ق

قاموس التراجم ۔ ۱۴۸
قاموس المحیط ۔ ۱۶۸، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۹، ۲۴۱
قرآن القرآن ۔ ۱۴۸
قصۃ المشائخ (قلمی) ۔ ۹۸، ۲۷۰
قصص برحق ۔ ۲۶۷
قصص الانبیاء ۔ ۱۳۳
قصیدہ مطالبیہ ۔ ۱۴۶
قصیدہ خمریہ ۔ ۲۴۳
قصیدہ غوثیہ ۔ ۱۴۶، ۲۴۴
قصیدہ غوثیہ پنجابی ۔ ۲۴۳
قصیدہ غوثیہ منظوم ۔ ۲۴۴
قصیدہ غوثیہ منظوم مظہر گیلانی ۔ ۲۴۴
قصیدہ قطبیہ ۔ ۱۴۶
قلائد الجواہر ۔ ۱۲۴، ۱۴۶

ک

کائنات اور فرد ۔ ۶
کتاب احکام السماع ۔ ۱۴۱
کتاب الامداد و رسائل الاسانید ۔ ۲۰۲
کتاب الانساب ۔ ۱۹۷
کتاب الجمع بین الصحیحین ۔ ۱۸۵
کتاب الجواہر و عیون الاجوبۃ فی اصول الاسئلۃ ۔ ۱۴۱
کتاب الرکن الاکبر ۔ ۱۲۹
کتاب السنن ۔ ۱۳۹
کتاب الصدق ۔ ۱۳۳
کتاب اللمع ۔ ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷
کتاب المشاہدہ ۔ ۱۳۴
کتاب المناجاۃ ۔ ۱۴۱
کتاب نکت اولی النہی ۔ ۱۴۱
کشف الظنون ۔ ۱، ۷، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۳، ۹۴، ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۷، ۱۶۸، ۲۶۵، ۲۶۲،
کشف المحجوب ۔ ۳۵، ۱۲۲
کشکول کلیمی ۔ ۲۷۶
کفایہ ۔ ۹۸

کلمۃ الحق - ۱۴۵
کنز الدقائق - ۱۱۳
کنز العمّال - ۱۶۷، ۲۱۷
کیمیائے سعادت - ۱۶۶

گ

گلزار ابرار - ۱۴۸، ۱۵۲، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۵

ل

لباب المعارف العلمیہ - ۱۱۲، ۱۴۱، ۱۷۶
لسان العرب - ۱۱۶، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۰
لٹریری ہسٹری آف پرشیا - ۱۲۲، ۱۲۶
لطائف الاشارات - ۱۳۸
لمعات التنقیح - ۱۹۳
لقیما - ۲۹۷

م

مآثر الکرام - ۲۹۵
مختصر المعانی شرح تلخیص المعانی - ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰
مرقاۃ فی شرح مشکوۃ - ۱۹۱
مدارج النبوۃ - ۲۶۷
مدارک - ۱۱۲، ۱۱۳
مدینۃ الاولیاء - ۱۰۰، ۱۹۷، ۲۱۰، ۲۹۴، ۳۰۷
مراۃ سکندری - ۱۳
مرزائی کلاں (قلمی) - ۱۷۰
مرقع - ۲۹۶
مسالک السالکین - ۱۴۲
مستخرج - ۱۷۵
مستظہری - ۱۴۱
مسند احمد بن حنبل - ۶۳، ۲۱۵
مسوّی - ۱۹۶
مشارق الانوار - ۱۸۴، ۱۸۶، ۲۰۳
مشکوۃ المصابیح - ۱۷۶، ۱۸۸، ۱۹۱، ۱۹۶، ۲۸۲
مشکوۃ المصابیح پر حاشیہ - ۱۹۲، ۱۸۹
مصابیح الجامع شرح صحیح بخاری - ۱۸۷
مصباح الدجیٰ من صحاح الاحادیث المصطفےٰ - ۱۸۶
مصباح اللغات - ۱۶۹، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۰
مصفّٰی - ۱۹۶
مطوّل - ۸۱
معارف العوارف - ۱۹۲
معارف حدیث - ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶
معجم الادباء - ۲۰۴
معجم البلدان - ۱۱
معجم الکبیر - ۱۸۸
معجم المفہرس الالفاظ القرآن - ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲
معجم المفہرس الالفاظ الحدیث - ۲۱۶
معرفت علوم الحدیث - ۱۷۴
مفتاح السعادۃ - ۱۸۶
مفتاح الغیب - ۱۴۷
مفتاح کنوز السنۃ - ۱۸۴
مفردات القرآن - ۱۱۷
مقامات قطبیہ - ۲۶۴
مقامات مظہری - ۱۵۲
مقدمہ ابن خلدون - ۱۷۴
مقدمہ ابن صلاح - ۱۷۶، ۱۸۸
مقدمہ حاکم - ۱۷۴
مقدمہ فصوص الحکم - ۱۵۵
مقدمہ فی بیان بعض مصطلحات علم الحدیث - ۱۷۶
مکتوبات امام ربانی - ۸۳، ۱۵۷
مکتوبات عبد النبی شام چوراسی (قلمی) ۲۹
مکتوبات غوثیہ - ۱۴۳
مکتوبات کلیمی - ۲۹۶
مناجات (قلمی) ۱۰۸، ۲۱۷، ۲۴۸، ۲۳۲
مناجات کبیر صغیر - ۲۸۷
منار الانوار - ۱۱۳
مناقب المحبوبین - ۲۹۵
مناقب فریدی - ۲۹۶
منبع العلم فی شرح صحیح مسلم - ۲۰۵
منتخب التواریخ - ۱۵۰، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۴، ۲۶۶، ۲۶۷
منتخب اللباب - ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۳۰۷

منثور الدرر من فضائل السور - ۲۸۷
مواعظ العارفین - ۱۳۰
موطا امام مالک - ۱۳۲، ۱۹۶، ۳۰۷
مولانا جلال الدین خلجی میانِ صوفیاء و علمائے کرام - ۱۵۴

ن

نزہتہ الخواطر - ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۵۸، ۲۶۶، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۸۲، ۳۰۴، ۳۰۷
نزہتہ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر - ۱۷۴، ۱۷۶
نسائی - ۲۱۵
نسیم البلاغت - ۲۴۹
نشر العطر - ۲۸۷
نقشِ حیات - ۲۹۱
نظم الدرر فی العلم الاثر - ۱۷۶
نفحات الانس - ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۴
نوائے معارک - ۱۷
نور محمد مدقق شرح صرف میر - ۳۰۵

و

وافی شرح کافی - ۱۱۳
وفیات الاعیان - ۱۱۳، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۷۴، ۱۷۵

ھ

ہدایہ - ۱۱۷
ہدیۃ العارفین - ۱۱، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۲۔
ہسٹری آف لاہور - ۱۰۰، ۲۸۱
ہسٹری آف پرشیا - ۱۲۲
ہمعات - ۱۵۴
ہندوستان کا پہلا مسلمان فاتح - ۴

ی

یادِ رفتگان - ۱۰۰
یادِ ایام - ۱۸۷
یوسف زئی پٹھان - ۲۶۳

رِجالٌ

آ

آدم بنوری سید۔ ۲۸۹
آزاد علی بلگرامی۔ ۲۶۷
آصف خان، عین الدولہ۔ ۷۲
آلِ احمد رضوی، سید۔ ۲۸۴، ۲۸۵
آمنہ۔ ۲۵۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم۔ ۴۷

ا

ابراہیم علیہ السلام۔ ۲۵۳
ابراہیم لودھی۔ ۷
ابراہیم بن الدھم۔ ۱۲۱
ابراہیم بن عرب شاہ، عصام الدین علامہ ۲۰۳
ابن اسحاق۔ ۴۷
ابن الاثیر۔ ۲۳۰
ابن تیمیہ۔ ۱۲۱، ۱۲۳
ابن النجار۔ ۱۴۰
ابن عربی، اکبر محی الدین۔ ۱۴۵
ابن العربی، حاتمی طائی۔ ۱۴۸، ۱۴۹
ابن الندیم۔ ۲۰۴
ابن جوزی۔ علامہ۔ ۱۴۱، ۱۴۵
ابن الحجر الہیثمی۔ ۱۸۹، ۱۹۱
ابن خلدون۔ ۱۷۴
ابن خلکان۔ ۱۳، ۱۱۶، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۷۴، ۱۷۵
ابن صلاح۔ ۱۷۴
ابن عباس۔ ۱۸۱، ۲۱۷
ابن عساکر حافظ۔ ۱۴۱، ۱۴۵
ابن عطاء اللہ اسکندرانی شیخ۔ ۱۴۶
ابن فہد۔ ۱۸۸
ابن قیّم، حافظ۔ ۱۴۶
ابن کثیر۔ ۱۴۲
ابن منظور۔ ۱۱۶، ۲۲۱
ابو اسحاق شیرازی علامہ۔ ۱۴۱
ابو اسحاق بن محمد بن احمد بن جعفر الاصفہانی۔ ۱۴۲
ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرائنی ۱۳۹
ابو اسماعیل حفصی۔ ۱۴۱
ابو الاسلام، شیخ۔ ۱۴۹
ابو البرکات سیّد حسن رحمۃ اللہ علیہ۔ ملاحظہ کیجیے حسن سیّد
ابو الحسن، خواجہ۔ ۷
ابو الحسن شاہ۔ ۷۰، ۷۱، ۷۲
ابو الحسن، شیخ۔ ۴۹
ابو الحسن علی، سید۔ ۴۹، ۴۳، ۵۱
ابو الحسن علی ندوی سید۔ ۱۰، ۱۳، ۲۱۲، ۲۱۸، ۲۶۰
ابو الحسن یوسف الہنکاری۔ ۸۸
ابو الحسن بن عمر لاہوری۔ ۱۸۵
ابو الخیر۔ مولیٰ۔ ۲۴۶
ابو الرضاء الہندی شیخ۔ ۲۹۵
ابو العلاء عفیفی۔ ۱۵۵
ابو الفتح بن رضی المکی۔ ۱۸۸
ابو الفرج طرطوسی۔ ۵۱۰، ۸۸
ابو الفرج ابن الجوزی۔ ۱۴۵
ابو الفضل۔ ۷۸
ابو الفضل بن حسن ختلی، شیخ۔ ۱۴۰
ابو القاسم الیمانی۔ ۱۳۹
ابو القاسم، شاہ۔ ۱۸۵
ابو القاسم۔ ۱۳۸
ابو المحفوظ، اسد الدین۔ ۱۲۵
ابو المعالی قادری شاہ۔ ۱۵۰، ۲۹۱
ابو الکلام آزاد۔ ۱۲۴، ۱۴۵، ۱۶۱، ۱۶۹
ابو النجیب سہروردی۔ ۱۴۳
ابو بکر خان۔ ۲۵۷
ابو داؤد۔ ۱۸۳
ابو بکر شبلی، شیخ۔ ۵۱، ۹۲، ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۴۴
ابو بکر صدیق۔ ۲۰۹، ۲۱۷
ابو بکر بن ابی اسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب۔ ۱۳۴
ابو بکر بن خلف الشریع۔ ۱۴۵
ابو تراب، سید۔ ۶۳، ۶۹
ابو جعفر اسحاق۔ ۱۲۶
ابو جعفر اسحاق۔ ۱۲۶
ابو جعفر بن الکرینی۔ ۱۲۷
ابو حفص۔ ۹۹، ۱۳۲، ۱۸۶
ابو حفص المیانجی۔ ۱۷۷
ابو حنیفہ، امام ۱۱۸، ۱۲۴، ۱۸۱، ۱۸۲
ابو سراج طفیل احمد۔ ۵۴
ابو سعید المخزمی الحنبلی قاضی۔ ۱۴۲

ابوسعید خدری - ۲۱۰
ابوسعید مبارک - ۱۴۲
ابوسعید مبارک المخزمی، شیخ قاضی ۱۴۳
ابوصالح النصر، سید - ۴۲، ۵۱
ابوصالح جنگی دوست ۴۲، ۵۵
ابوطالب مکی - ۱۳۵، ۱۴۱
ابوطاہر بن ابراہیم قردی شافعی ۱۹۶
ابوعبداللہ الحکیم الترمذی ۱۲۳، ۱۲۷
ابوعبداللہ حارث بن اسد محاسبی ۱۲۳، ۱۲۶
ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری - ۱۷۴
ابوعلی ثقفی - ۱۳۲
ابوعلی دقاق - ۱۳۹
ابوعلی فارمدی، شیخ - ۱۳۹
ابوعمرو بن العلاء - ۲۴۴
ابوعمرو زمان بن علاسات - ۲۴۴
ابومحمد الجوینی، امام - ۱۳۹
ابومحمد حسین الفرح بغوی - ۱۱۱
ابومحمد عیینہ بن ابی عمر ہلالی کوفی ۲۷
ابومعید - ۱۱۶
ابوموسیٰ اشعری - ۲۱۲
ابونعیم اصفہانی احمد بن عبداللہ بن احمد، الحافظ الصوفی - ۱۳۷، ۱۷۵،
ابوہاشم کوفی، شیخ - ۱۲۱، ۱۲۲
ابی الدرداء - ۴۶
ابی عبدالرحمٰن - ۱۳۶، ۱۳۷
ابی عمر احمد بن محمد عبدربہ المعروف
ابن عبدربہ - ۲۵۰، ۲۹۴
احداد خان - ۳۰۶
احمد ابوالعباس شہاب الدین - ۱۴۶
احمد اختر مرزا - ۲۹۶
احمد المعروف سخی سرور سلطان سید ۱۲
احمد انداقی ابدالی، شیخ - ۱۴
احمد بخش، سید - ۶۹
احمد بنغیم - ۴۳
احمد جیون، مُلّا - ۱۲، ۸۲، ۸۴
احمد جیوری - ۱۵۱
احمد حسین خان، امروہوی، خواجہ - ۲۴۳
احمد سیّد - ۴۲
احمد شاہ - ۱۸۷
احمد شاہ ابدالی - ۱۰۷
احمد شاہ درانی - ۳۰۱
احمد شہاب الدین - ۵۱، ۵۶، ۸۷
احمد، شیخ - ۹۵، ۱۴۸
احمد، شیخ سرہندی - ۹۷، ۲۶۲، ۱۵۱
احمد علی، مولوی ۱۲۱، ۱۲۹، ۱۳۹، ۱۵۰
احمد یسوی میر - ۷۰
احمد علی خان، حکیم - ۱۹۷، ۲۰۷
احمد قادری، حافظ - ۱۷۶
احمد مشتاق، سید - ۶۹
احمد معمار - ۲۹۵
احمد یوسف، سیّد - ۴۳
احمد بن الحسین البیہقی - ۱۳۹
احمد بن تیمیہ الحرانی، ابوالعباس تقی الدین
علامہ - ۱۴۶
احمد بن الحجر العسقلانی ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۸۸، ۲۵۴
احمد بن حنبل، امام - ۱۸۲، ۲۰۸
احمد بن شیخ عبدالاحد، شیخ - ۱۹۱
احمد بن عبداللہ شیرازی نورالدین - ۱۸۰
احمد بن علی العسقلانی شہاب الدین ۱۷۶
احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت - ۱۷۵
احمد بن عیسیٰ خراز، ابوسعید شیخ - ۱۳۰، ۱۲۷
احمد بن قدامہ مقدسی - ۱۴۶
احمد بن مظفر شاہ سلطان - ۱۸۷
احمد بن موسیٰ، الموصلی، ابوالعباس شیخ ۱۴۲
اختر حسین بن خلیفہ محمود بن خلیفہ یوسف پشاوری - ۲۸۴
اخلاق دہلوی، علامہ - ۲۴۹
اخوند الیاس یوسف زئی - ۲۷۱
اخوند درویزہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۵ -
اسحاق کاکو - ۲۰۶
اسحاق بن نصر - ۱۱۶
اسرافیل مغربی، شیخ - ۱۲۵
اسماعیل ابوالعلاء عماد الدین ابن کثیر ۱۳۶
اسماعیل پاشا البغدادی - ۱۱، ۱۲۶، ۱۳۱، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۵ -

اشوک راجہ۔ ۲۵۷
اعجاز الحق قدوسی۔ ۱۴، ۵۵، ۵۶، ۶۷، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۳۰۴
اعظم خان کوکہ۔ ۴۷
افضل اندرابی میر۔ ۷۰
اقبال مجددی۔ ۳۰۱
اقبال احمد فاروقی۔ ۱۴۴
اکبر آبادی، محدث میر کلال۔ ۱۹۰
اکبر بادشاہ۔ ۱۹۵، ۲۶۰
الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد۔ ۱۷۳
السخاوی۔ ۱۸۸
السعد۔ ۲۴۶
السیّد۔ ۲۴۶
امیر شاہ، سیّد۔ ۱۴، ۱۷، ۵۰، ۵۱، ۶۴، ۶۹، ۱۰۸، ۱۵۹، ۱۷۷، ۱۹۸، ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۳۵، ۲۴۱، ۲۵۷، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۷، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۴، ۲۹۹۔
امین الدین ابن الوافی۔ ۱۴۶
اورنگزیب عالمگیر۔ ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۵۳، ۶۴، ۱۹۳، ۲۷۹، ۳۰۴
ایڈورڈ براؤن۔ ۱۲۲
الوانو۔ ۱۸۷

ب

باقر، امام۔ ۴۳، ۲۱۸
باقی باللہ، خواجہ۔ ۱۴۸، ۱۴۹، ۲۶۸
بایزید انصاری، الملقّب پیر روشان ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱۔
بایزید بسطامی۔ ۱۲۸، ۱۴۱
بخاری، امام، ۲۰۷
بختیار کاکی، خواجہ۔ ۹۹، ۱۲۵، ۱۵۱
بدر الدین شیخ المعروف بہلول۔ ۲۹۵
بری شاہ لطیف المعروف بری امام۔ ۶۵، ۶۶، ۹۷، ۲۸۴
بشر بن الحارث الحافی۔ ۱۲۶
بشر بن عبدالملک کندی۔ ۲۴۳
بقاء معظم، ملّا۔ ۱۷
بلال صحابی۔ ۲۱۳
بلاول قادری شاہ۔ ۱۵۲
بہادر شاہ اوّل۔ ۱۵، ۱۶، ۲۵۵، ۲۵۶
بہاؤ الدین زکریا ملتانی۔ ۲۵۸
بہاؤ الدین نقشبندی۔ ۱۱۹
بہروز اکبر، ڈاکٹر۔ ۱۲۱، ۲۴۲
بہلول بدخشی، قاضی۔ ۱۵۱، ۱۹۱
بہمن خان۔ ۲۲۰
بھیک چشتی، سیّد میراں شاہ۔ ۹۸، ۱۹۱
بیربل۔ ۲۶۰

پ

پاک رحمان نوشاہی۔ ۲۹۲
پرویز بن شاہجہان، شہزادہ۔ ۲۸۶
پیام شاہجہان پوری۔ ۵۵، ۱۰۵
پیر بابا۔ ۲۵۷، ۳۰۸
پیر پہلوان۔ ۲۵۷، ۲۶۱
پیر زھدی۔ ۲۹۴

ت

تاج محمد۔ ۲۶۰
تاراچند ڈاکٹر۔ ۵، ۸
تراب بخشی۔ ۱۲۹
ترکمان بن تاج خان، اخوند۔ ۱۷
تیمور سہروردی، مولانا۔ ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۱، ۳۰۲، ۳۰۶۔

ث

ثناء اللہ پانی پتی، قاضی۔ ۱۵۱، ۱۵۲
ثوبان بن ابراہیم کنیت ابوالفیض ابوعبداللہ۔ ۱۲۵

ج

جابر بن عبداللہ۔ ۲۱۰
جادو ناتھ سرکار۔ ۱۹
جارج ہنری لوگیس۔ ۱۴۱
جان محمد خان۔ ۲۶۰
جان محمد سہروردی۔ ۱۹۷، ۱۹۸
جان محمد کلال (فالیز آبادی) ۸۲، ۸۳، ۱۹۸، ۲۰۱، ۲۰۵، ۳۰۷۔
جرجی زیدان۔ ۲۴۴
جحدر بن خلف بن محمد جحدر۔ ۱۳۲۔
جعفر الخلدی، عالم۔ ۱۳۳
جعفر الصادق، امام۔ ۴۲، ۴۳، ۲۱۷
جلال خان۔ ۲۶۰

جلال خان گکھڑ۔ ۲۶۰
جلال گنج العلم۔ ۴۳، ۶۹
جلال الدین احمد جعفری سید پرویز۔ ۲۴۹
جلال الدین بلخی۔ ۱۵۴، ۱۷۰
جلال الدین جلالہ۔ ۲۶۰
جلال الدین سیوطی، علامہ۔ ۱۴۲، ۱۸۷
جمال حیات المیر قادری سید۔ ۱۴
جمال، سید۔ ۴۳، ۴۴، ۶۸
جنید بغدادی۔ ۵۱، ۸۸، ۱۲۲، ۱۲۷،
۱۳۰، ۱۳۴، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۴۱
جہاندار شاہ۔ ۱۵، ۱۶
جہانگیر بادشاہ۔ ۱۴۹۔ ۶۵
جہانگیر ڈاکٹر۔ ۲۵۷

ح

حاجی خلیفہ۔ ۱۱، ۴۸، ۸۱، ۸۴، ۱۱۲،
۱۲۱، ۱۳۵، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷،
۱۷۰، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۸۴، ۱۸۶،
۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۷، ۲۷۰
حافظ ابن عبد الہادی۔ ۱۴۶
حاکم، امام۔ ۴۴، ۱۷۴، ۱۷۵
حامد بن حسن، قادری۔ ۳۰۲، ۳۰۳
حبیب الاعجمی۔ ۵۱، ۸۸، ۱۲۱
حسام الدین، سید۔ ۶۹
حسن بصری، امام۔ ۴۸، ۵۱، ۸۸، ۱۲۱
حسن تیراہی، شیخ۔ ۲۵۷
حسن زیات۔ ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۳، ۲۴۴،
۲۴۵

حسن سید۔ ۱۷، ۲۰، ۲۴، ۳۴، ۴۳، ۴۹،
۵۱، ۵۲، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹،
۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۵، ۶۶، ۷۱، ۷۲،
۷۸، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۶۸، ۶۷،
۹۱، ۹۵، ۱۰۴، ۱۱۳، ۱۷۷، ۱۷۸،
۲۰۵، ۲۳۳، ۲۶۴، ۲۸۴
حسن مجتبیٰ۔ ۴۳، ۵۵
حسین اصغر سید۔ ۴۴، ۶۹
حسین علیہ السلام، امام۔ ۴۳، ۴۴، ۶۹
حسین، سید۔ ۵۱
حسین شاہ، شافعی۔ ۹۵
حسین منصور، حلاج۔ ۱۴۴
حماد حمالی۔ ۵۴
حمید الدین ناگوری۔ ۱۴۴
حمیدہ بانو، بیگم۔ ۴۷
حیدر ٹلو خواجہ کشمیری۔ ۱۹۳

خ

خافی خان۔ ۲۷۴، ۲۷۶، ۳۰۷
خضر افغانی، خواجہ۔ ۲۵۷
خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن
رباع عبد اللہ بن قرط بن ازاح ابن
عدی بن کعب قریشی۔ ۲۰۹
خطیب بغدادی۔ ۴۴، ۱۷۴، ۱۷۵
خلیق احمد نظامی، پروفیسر۔ ۷، ۱۲۱، ۱۲۴، ۱۲۶،
۱۴۹، ۱۵۰، ۱۶۵، ۱۷۷، ۱۸۴، ۲۶۶،
۲۶۸، ۲۶۹، ۲۸۷

خلیل خان یزدی۔ ۷۳

د

دارا شکوہ، قادری۔ ۶۵
دارا شہنشاہ۔ ۷
داؤد طائی۔ ۵۱، ۸۸
داؤد بن جمیل۔ ۴۷
دستگیر نامی، مولانا۔ ۵۷
دلف بن جحدر۔ ۱۳۲
دھلو قنوج، راجہ۔ ۶۴

ذ

ذوالنون مصری۔ ۱۲۵، ۱۲۲، ۱۲۹،
۱۳۰، ۱۳۱

ر

رابعہ العدویہ۔ ۱۲۱
راجہ داہر۔ ۶
راغب اصفہانی، امام۔ ۱۱۷، ۱۲۰،
۱۶۴، ۱۶۵
رانجھا برخوردار، حافظ۔ ۲۳۱
ربانا، شاہ مجذوب۔ ۹۶
ربیع بن صبیح السعدی البصری۔ ۱۱
رحمان علی، مولوی۔ ۷۰، ۱۴۰، ۱۴۸،
۱۴۹، ۱۵۱، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۴، ۱۹۵،
۱۹۶، ۲۶۷، ۲۸۲، ۲۹۵، ۲۹۷
رحمکار، شیخ، المعروف کاکا صاحب۔ ۲۶۴
رحیم داد خان، شیخ۔ ۲۹۰، ۲۹۲

رشید رضا میری، علامہ۔ ۱۸۴
رضی الدین احمد۔ ۱۹
رضی الدین حسن بن محمد اصغانی۔ ۱۸۴،
۱۸۸
رفعت علی احمد۔ ۴۸
رفیع الدرجات۔ ۱۵
رفیع الدولہ۔ ۱۵
رفیع الدین صفوی۔ ۱۹۰
رکن الدین جُملا۔ ۲۵۷
رؤف احمد مجددی، شاہ۔ ۲۸۲

ز

زبید احمد، ڈاکٹر۔ ۱۹۵
زفر، امام۔ ۱۱۸
زکریا الانصاری، شیخ۔ ۱۸۹
زمخشری، علامہ۔ ۱۱۲، ۱۱۴، ۲۲۹
زندہ شاہ، فقیر۔ ۹۶
زید شہید۔ ۲۱۷
زین الدین عبدالرحیم ابن الحسین
عراقی۔ ۱۷۶
زین الدین عینی، شیخ۔ ۱۱۳
زین العابدین، سید۔ ۶۷، ۷۵،
۲۱۸
زین العابدین عراقی۔ ۴۳، ۱۸۸

س

سارہ بنت جماعہ۔ ۱۸۸
سدھارتھ۔ ۸
سراج الدین انصاری، شیخ۔ ۲۵۸
سراج الدین ثقفی۔ ۱۸۶
سری سقطی۔ ۵۱، ۸۸، ۱۲۶
سعادت شاہ، سید۔ ۵۴
سعد الدین تفتازانی۔ ۹۴، ۲۴۷،
۲۴۸
سعد اللہ بنی اسرائیلی۔ ۳۰۴
سعد اللہ خان، وزیر آبادی۔ ۲۷۱
سعد اللہ مجددی، حافظ۔ ۳۰۱
سعد بن صبت۔ ۱۱۹
سعدی لاہوری، شیخ۔ ۱۰۸، ۲۷۷،
۲۸۹، ۲۹۴
سعید احمد شاہ۔ ۵۰
سعید احمد مارہروی، مولانا۔ ۱۹۱
سفیان ثوری۔ ۱۲۹
سفیان بن عیینہ۔ ۲۰۷
سکندر اعظم۔ ۶
سکندر شیخ۔ ۱۳
سکندر شاہ۔ ۱۰۵
سکندر گپتا۔ ۶
سکندر لودھی۔ ۱۹۰، ۲۶۶
سلمان فارسی۔ ۲۱۶
سلیمان ندوی، سید۔ ۱۴۹
سلیمان علیہ السلام، حضرت۔ ۵
سمعانی۔ ۱۸۵
سہل تستری۔ ۱۴۶
سیف خان۔ ۴۷
سیف الدین سرہندی، خواجہ۔ ۱۹۲
سیف الدین بن سعد اللہ ترکی۔ ۱۹۲
سیف اللہ بن نور اللہ، شیخ۔ ۱۹۳

ش

شاہ ابوالحسن۔ ۵۸
شاہد جبین رزاقی۔ ۱۸۵، ۱۸۶،
۱۹۰، ۱۹۵
شاہدولہ۔ ۶۵، ۶۶
شافعی، امام۔ ۲۰۷، ۲۰۸
شاہ گل عنایت۔ ۲۸۴
شاہ محمود۔ ۲۸۴
شاہ نواز خان، صمصام الدولہ۔ ۴۷
شاہ ولی اللہ دہلوی۔ ۱۳، ۱۳۲، ۱۵۱،
۱۵۳، ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۸۴، ۱۹۵، ۱۹۶،
۱۹۷، ۲۰۰
شبلی نعمانی۔ ۱۱۸
شدھودھن، راجہ۔ ۸
شرف الدین، سید۔ ۱۴۲، ۵۵، ۸۷
شریف احمد شرافت نوشاہی، سید۔ ۱۳
۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹،
۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۴۵، ۱۵۰،
۲۹۲۔
شریف جرجانی، السید۔ ۱۷۶
شریف حسین، سید۔ ۵۴
شریف خان بخشی رائے۔ ۲۶۰

شعوانۃ العابدہ الزاہدہ - ۱۲۱
شمس الدین - ۲۶۶
شمس الدین الجزری - ۱۸۷
شمس الدین خطیب - ۱۸۶
شمس الدین سجاوندی، خواجہ - ۱۴۵
شمس الدین شائق ایزدی - ۲۳۳
شمس الدین، مولوی - ۲۳۱
شمس بریلوی - ۱۲۴، ۱۳۷، ۱۴۴
شہاب الدین سہروردی، شیخ - ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۷
شہباز قلندر - ۳۰۶
شوقی ضیف - ۲۴۳
شیران المانی - ۱۲۵

ص

صادق، ڈاکٹر - ۲۴۷
صباح الدین عبدالرحمٰن سید - ۱۵۴
صبغت اللہ، شیخ - ۹۸، ۲۸۶
صدر الدین خواجہ معمار - ۶۹
صدیق حسن خان، نواب - ۱۱۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۸۶، ۲۹۷
صہیب - ۲۰۹

ض

ضیاء الدین اصلاحی - ۱۴۱، ۱۴۴، ۱۴۵

ط

طاہر ٹیٹی - ۱۹۳
طاہر محمد فاروقی - ۲۴۸
طفیل احمد نقشبندی - ۵۴
طلاء محمد قاضی - ۱۸
طیب خلجی، پیر - ۲۵۷، ۲۶۰
طیفور بن عیسیٰ بن سروسان البسطامی ۱۲۸
طہماس خان - ۱۰۳

ظ

ظہور الدین احمد، ڈاکٹر - ۲۸۳
ظہیر الدین بابر - ۷
ظہیر الدین حسن خسمی - ۱۴۸

ع

عائشہ - ۲۵۲
عاصم بن رجاء بن حیوٰۃ - ۴۶
عباس، سید - ۶۸، ۷۸
عبدالاحد المعروف بمیاں گل - ۹۸، ۲۸۷
عبدالاحد فاروقی - ۱۴۸
عبدالباسط، سید - ۴۲، ۵۵، ۵۶، ۸۷
عبدالجمیل، خواجہ - ۱۲۰
عبدالحق الہردی - ۱۴۵
عبدالحق، شیخ - ۵
عبدالحق محدث دہلوی، شیخ المحدثین ۶۸، ۱۴۲، ۸۲، ۹۹، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۹۹، ۱۷۶، ۱۸۴، ۱۹۰، ۱۹۴، ۲۰۰، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹
عبدالحق مہاجر مکی - ۱۱۳
عبدالحکیم سیالکوٹی، مولانا - ۴۸، ۱۵۰
عبدالحکیم کاکڑ - ۲۶۷
عبدالحلیم اثر افغانی - ۶۶، ۸۱، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۸۱
عبدالحلیم، شیخ - ۲۶۴
عبدالحمید لاہوری، شیخ - ۳۰۶
عبدالحئی حبیبی افغانی - ۱۷
عبدالحئی حسنی - ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۶۶، ۲۸۲، ۲۸۳، ۳۰۴
عبدالحئی بن العماد - ۱۱۸، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳
عبدالخالق عجدوانی - ۱۱۹، ۱۲۰
عبدالرحمٰن ابو عبید مولانا - ۱۷۱
عبدالرحمٰن السلمی - ۱۳۶
عبدالرحمٰن جامی مولانا - ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷
عبدالرحمٰن چشتی، مولانا - ۱۴۳
عبدالرحمٰن خواجہ چھوہروی - ۵۹
عبدالرحمٰن سخاوی - ۱۸۸
عبدالرحمٰن بن فہد - ۱۹۱، ۱۹۲
عبدالرحیم، پروفیسر - ۱۷۶

عبدالرحیم، خواجہ قادری - ۷۰
عبدالرحیم شاہ، مولانا - ۸۲، ۱۹۵، ۲۷، ۲۴۷
عبدالرحیم، شرف الدین - ۱۸۸
عبدالرحیم، شیخ - ۱۶۵
عبدالرحیم محمود ذوالاستاذ - ۲۲۱
عبدالرحیم بن الحسین العراقی، زین الدین للحافظ - ۱۷۰
عبدالرزاق - ۴۲، ۵۵، ۸۸
عبدالرسول، صاحبزادہ - ۷
عبدالرؤف دانا پوری - ۱۶۷
عبدالشکور - ۱۷
عبدالصمد شاہ - ۸۹، ۱۶۲، ۱۶۴
عبدالصمد بن عبدالرحمٰن لاہوری ابوالفتوح ۱۸۵
عبدالصمد فخرالدین بن محب اللہ حافظ ۱۹۳
عبدالعزیز، شاہ - ۱۵۲، ۱۹۶
عبدالغفور، حافظ - ۱۳، ۹۵، ۲۷۱، ۲۷۷، ۲۷۸
عبدالقادر بدایونی - ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۴، ۲۶۶، ۲۶۷
عبدالقادر جیلانی، شیخ - ۴۲، ۵۱، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۶۴، ۷۸، ۸۷، ۸۸، ۱۰۰، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۵۰، ۲۳۱، ۲۳۳
عبدالقادر عیدروسی - ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۵
عبدالقدیر - ۵۰
عبدالکریم آملی، شیخ - ۱۴۶
عبدالکریم سمعانی، قاضی - ۱۱
عبدالکریم، شیخ - ۱۹۷، ۱۹۸
عبدالکریم بن ھوازن النیشاپوری ۱۳۸
عبداللہ - ۲۵۷
عبداللہ اعرج - ۴۴، ۶۹
عبداللہ المعروف حاجی بہادر کوہاٹی - ۸۱، ۲۸۰، ۲۹۹، ۳۰۴، ۳۰۵
عبداللہ بلبنی - ۲۶۶
عبداللہ ثانی، سید - ۴۳، ۶۹
عبداللہ جیلی - ۴۰
عبداللہ خان - ۱۹۷
عبداللہ صحابی، شاہ - ۴۲، ۴۵، ۴۸، ۴۹، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۸۷
عبداللہ - ۴۲، ۵۱
عبداللہ قریشی، شیخ - ۱۳۳
عبداللہ بن احمد النسفی - ۱۱۳
عبداللہ بن سالم بصری - ۱۹۰
عبداللہ بن علی محمد بن یحییٰ سراج ابونصر ۱۲۳
عبداللہ بن عثمان بن عطاء اللہ المواہبی ۲۶۶
عبداللہ بن عمر البیضاوی - ۱۱۳
عبداللہ فیض بن المکرم اصفہانی شیخ ۱۳۳
عبداللہ کنیت ابوبکر المعروف حمیدی ۲۰۴
عبدالمالک - ۲۰۹
عبدالمالک کھوڑوی - ۲۳۳
عبدالمجید سالک - ۶
عبدالملک الملقب بہ ضیاء الدین امام الحرمین - ۱۴۱
عبدالنبی شام چوراسی - ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰
عبدالواحد، سید - ۸۸، ۲۹۰
عبدالوہاب المعروف اخون پنجو - ۲۶۳
عبدالوہاب المعروف پیر صاحب مانکی ؟
عبدالہادی، مولانا - ۸۳، ۱۹۸، ۳۰۵
عبیداللہ سندھی - ۱۵۲، ۱۵۳
عثمان بابا قادری - ۷۲
عثمان میمن - ۵۱
عثمان بن عیسٰی بن ابراہیم صدیقی حنفی - ۱۹۱
عزیز احمد چوہدری - ۱۹، ۲۷۶
عزیز اللہ بلبنی - ۲۶۶
عصمت اللہ، میاں - ۹۷، ۲۹۲
عطاء اللہ، ڈاکٹر - ۱۴۵، ۱۶۳، ۱۶۵
عظیم الدین - ۱۵۱
عظیم الشان، شہزادہ - ۲۷۶
عفیف الدین تامسانی، شیخ - ۱۴۶، ۱۴۷
عفیرۃ العابدۃ الزاھدہ - ۱۲۱
علقمہ بن وقاص - ۲۰۹
علاؤالدین علی - ۵۵، ۵۶، ۸۷، ۹۱
علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی، علامہ - ۱۶۷
علی الحریری، شیخ - ۱۴۶، ۱۴۷

علی الصابح، سید۔ ۴۴۔
علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم۔ ۲۰، ۴۳، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۷۸، ۸۸، ۲۱۷، ۲۷۴
علی الترمذی، سید۔ ۶۸، ۷۸، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۷،
علی رضا، ابوالحسن۔ ۱۲۵
علی شیر میر قانع ٹھٹھوی۔ ۵۲
علی متقی شیخ۔ ۱۹۳
علی ہجویری، داتا گنج بخش۔ ۴۹، ۹۸، ۱۴۰، ۳۰۳
علی بن سلطان القاری۔ ۱۷۶، ۲۰۳
علی بن عقیل حنبلی ابوالوفا۔ ۱۴۲
علی بن علی بن موسیٰ رضا۔ ۸۸
علی حسن بن علی بن موسیٰ مستوفی ۱۴
عماریہ۔ ۱۲۸
عمر غوری خیل۔ ۲۵۷
عمر فاروق، حضرت۔ ۶، ۱۹۵، ۲۰۹، ۲۲۱۔
عمر فرخ۔ ۲۴۴
عمر بن ابی الحسن الرواسی حافظ ۱۴۱
عمر بن احمد المکی۔ ۱۹۵
عمر بن اسحاق بن احمد، سراج الدین ابوحفص۔ ۱۸۶
عمر بن دمشقی تنزیل الکنبات ۱۸۸
عمر زین الدین ابن الدردی۔ ۱۴۸

عنائت اللہ ابلاغ، ڈاکٹر۔ ۱۵۴
عنائت گجراتی حافظ۔ ۶۷
عنائت اللہ قادری۔ ۵۹، ۷۰
عنائت کشف دوز۔ ۲۹۰
عون قطب شاہ، سید۔ ۱۳، ۱۴
عیاض، قاضی۔ ۱۷۵
عیسیٰ شاہ۔ ۲۴۱

غ

غزالی، امام۔ ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۶۶، ۱۷۰
غضنفر بن جعفر نہروالی۔ ۱۹۰
غلام احمد حریری۔ ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۷۱، ۱۷۷، ۱۸۸۔
غلام حسین جلبانی۔ ۱۵۲
غلام دستگیر نامی۔ ۵۷، ۱۰۰، ۲۹۱
غلام رسول مولوی۔ ۲۳۳
غلام سرور لاہوری، مفتی۔ ۱۹، ۲۵، ۵۵، ۶۵، ۶۸، ۷۳، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۱۸۵، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۶۳، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۸۹، ۲۹۱، ۳۰۲، ۳۰۶
غلام شاہ، سید۔ ۴۹، ۵۲، ۵۳، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۶، ۲۸۴
غلام علی آزاد بلگرامی۔ ۱۳، ۲۹۵
غلام فرید، حافظ۔ ۱۹۱، ۲۸۹
غوث الاعظم۔ ۱۳، ۴۴، ۵۲، ۶۷، ۷۱، ۱۰۳۔
غیرت خان۔ ۲۶۰

ف

فتح اللہ۔ ۱۹۷
فتح محمد۔ ۲۸۳
فرخ سیر۔ ۱۵، ۲۹۶
فرخ شاہ، حافظ۔ ۹۸، ۱۹۲، ۲۸۲، ۲۸۳
فریدالدین عطار، شیخ۔ ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۸، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۴
فضل احمد جیوری۔ ۱۴۸
فضل واحد شیخ۔ ۱۴
فضل بن مقتدر۔ ۱۳۳
فضل اللہ بن روزبہان شیخ۔ ۲۳۱
فضیل بن عیاض۔ ۱۲۱
فقیر محمد جہلمی۔ ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۸۰، ۱۸۷، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۹۷
فیروز۔ ۳۰۴

ق

قاسم پیر۔ ۲۶۱
قاسم، سید۔ ۴۰
قاسم غوری خیل۔ ۲۵۷
قرطبی ابن زرکان ابوالقاسم۔ ۱۴۷

قطب الدین احمد بن عبدالرحیم۔ ۱۵۱،
۱۹۵
قطب الدین قسطلانی۔ ۱۴۷
قلندر، رافضی بابا۔ ۲۵۷
قلیج خان اندجانی صوبیدار۔ ۷۹
قیس بن کثیر۔ ۴۶

ک

کارلونا ئیو۔ ۲۴۴
کریم داد ملحد۔ ۲۵۷
کلمان، پروفیسر۔ ۱
کمال الدین کشمیری۔ ۱۹۱، ۱۵۲
کلیم اللہ جہان آبادی شیخ۔ ۱۳، ۹۸،
۲۹۵، ۲۹۶
کنشک۔ ۲۵۷

گ

گستاؤلی بان۔ ۵، ۸، ۷
گل احمد لودھی خواجہ۔ ۲۹۶
گولڈزیر۔ ۴۷
گلگو، حاجی۔ ۹۷، ۲۹۲
گوپال داس۔ ۷۹
گوتم بدھ۔ ۸

م

مالک، امام۔ ۱۲۰، ۱۳۵، ۱۸۲، ۱۹۶،
۲۶۹
مائی مکلی۔ ۵۴
مبارک شیخ۔ ۱۵
مجدد الف ثانی، امام ربانی، ۸۲، ۸۳، ۹۶،
۱۵۱، ۱۵۲، ۱۴۸، ۱۵۵، ۱۹۱، ۱۹۲، ۲۰۰،
۲۲۹، ۲۸۲، ۲۴۵
محب اللہ۔ ۱۹۳
محبوب شاہ داتوی۔ ۲۰
محفوظ بن احمد الکلوذنی الحنبلی۔ ۴۲،
محمد ابوالحسن، سید مولوی۔ ۲۶۸
محمد ابوزھو۔ ۱۷۵
محمد عبداللہ بن ربیع المعروف حاکم ۱۷۴
محمد ادریس، پروفیسر۔ ۱۷۵
محمد اسحاق بھٹی۔ ۳۰۶
محمد اسماعیل درویش، خواجہ۔ ۲۵۸
محمد اسحاق، ڈاکٹر۔ ۱۹۴
محمد اسماعیل غوری۔ ۱۰۸، ۲۷۷
محمد اسماعیل لاہوری شیخ المحدثین۔ ۱۸۱
محمد اسماعیل وڈے میاں۔ ۸۲، ۸۴،
۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۱، ۳۰۶
محمد اعظم شاہ خواجہ۔ ۷۰، ۱۷۱، ۲۰۲،
۲۰۵، ۲۸۸، ۲۷۸
محمد اعظم قادری نوشاہی۔ ۲۳۳، ۲۴۴
محمد اقبال، ڈاکٹر۔ ۴۵
محمد اکرام، شیخ۔ ۶، ۱۲، ۱۴، ۱۵۴،
محمد امام۔ ۱۵۱، ۱۵۲
محمد امین ڈار، شیخ۔ ۲۸۳
محمد ایوب خان۔ ۲۶۷
محمد ایوب قاری۔ ۷۰
محمد باقر۔ ۸۸
محمد بن ابراہیم۔ ۲۰۸، ۲۰۹
محمد بن ابراہیم خان۔ ۱۰۸
محمد بن ابراہیم عطار نیشاپوری ۱۴۴
محمد بن ابوبکر، بدرالدین المعروف
ابن دمامینی۔ ۱۸۷
محمد بن ابی بکر الطوسی کنیت ابوبکر ۲۴۳
۱۳۴
محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی ۲۲۱
محمد بن ابی عبداللہ بن سالم بصری ۱۳۵
محمد بن اسحاق ابی یعقوب الندیم
الفرح۔ ۲۰۴
محمد بن اسحاق قونوی، صدرالدین شیخ
۱۴۶، ۱۴۷
صدرالدین، شیخ۔ ۱۴۶، ۱۴۷
محمد بن حسین بن محمد بن موسیٰ سلمی
محمد بن خداش۔ ۴۶
محمد بن خلف الاموی الاندلسی ۱۳۵
محمد بن خلف لاہوری ابوالقاسم ۱۸۵
محمد بن داؤد الزکی ابوبکر۔ ۱۳۳
محمد بن سعید الیمنی۔ ۱۴۲
محمد بن عبدالجبار بن حسن النصری ۱۴۹
محمد بن عبدالکریم ابوسعید۔ ۱۴۵
محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن
نعیم بن حکم۔ ۱۸۶
محمد بن عبدالوہاب۔ ۱۳۲

محمد بن عمر حزمی جمال الدین المعروف بحرق - ۱۸۹
محمد بن علی العجلابانی، شمس الدین ۱۴۵
محمد بن علی بن عطیہ، ابوطالب مکی ۱۳۵
محمد بن قاسم - ۲۶، ۱۴
محمد بن البابرتی، الحنفی، شیخ کمال الدین ۱۸۴
محمد بن منصور طوسی، شیخ - ۱۲۷
محمد بن یعقوب الفیروزآبادی ۱۷۰
محمد بن یحیٰی التادفی - ۱۴۲
محمد بن یوسف البنا ۱۳۷
محمد پروانہ شیخ - ۲۸۳
محمد تقی، حافظ - ۲۸۳
محمد جعفر - ۹۷
محمد جعفر شاہ پھلواری - ۱۴، ۱۷۵، ۱۷۶-
محمد چشتی، شیخ - ۹۸
محمد، حاجی - ۲۵۷
محمد حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد ۱۸۵
محمد حسن مرادآبادی، مولوی - ۱۴۸، ۲۹۵
محمد حسین مخلوف - ۱۱۴
محمد درویش - ۸۱، ۲۸۰، ۲۹۹
محمد دین فوق، علامہ - ۶۹، ۷۰، ۱۰۰، ۱۹۷-
محمد دین کلیم - ۱۴، ۱۸، ۹۹
محمد ذوقی شاہ - ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۷۴، ۱۷۵، ۲۳۰
محمد زاہد الحسینی، قاضی - ۱۱۱
محمد زاہد بن خواجہ عزیز اللہ ۹۶، ۲۹۰
محمد سپچیار شیخ - ۲۹۲
محمد سماک ابوالعباس شیخ - ۱۲۵
محمد سعید المعروف بھیکہ چشتی - ۲۹۱
محمد سعید بن مولانا خواجہ حنفی خراسانی المشہور میر کلاں - ۱۹۰
محمد سعید خازن رحمت، شیخ - ۱۹۲، ۲۸۷
محمد سعید نقشبندی، حاجی - ۳۰۱
محمد سہل عبداللہ بن یونس بن عبداللہ بن رفیع التستری شیخ - ۱۲۹
محمد شاہ بادشاہ، ۱۵، ۱۶، ۲۸۰
محمد شفیع حافظ - ۱۹۸
محمد شمس الدین سید - ۸۷
محمد صبغت اللہ بن امام محمد معصوم المعروف عروۃ الوثقیٰ - ۲۸۵
محمد صدیق، صوفی - ۱۴۸
محمد عابد سید - ۴۸، ۵۶، ۲۸۴
محمد عاقل بن شیخ محمد خاکی ۱۹۸، ۳۰۵
محمد عبدالحلیم بن عبدالرحیم چشتی - ۱۹۱
محمد عبدالصمد شاہ - ۱۶۵، ۱۶۷
محمد عبدہ فیروزپوری - ۱۶۳
محمد عسکری مرزا - ۲۴۹
محمد عمر پشاوری مولانا - ۲۹۰
محمد عمر چکنی - ۱۰۸، ۲۷۲، ۲۷۷
محمد غوث شاہ - ۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۵۱، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۶۶، ۶۸، ۶۹، ۷۶، ۷۸، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۵، ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۵، ۳۰۷-
محمد غوث، علوی - ۱۸
محمد غوث، قاضی ۱۷
محمد غوثی شطاری مانڈوی - ۱۴۸، ۱۸۶، ۱۹۱، ۱۹۵-

محمد غوری - ۷
محمد فاضل شاہ سید - ۴۹، ۵۷، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۷۱، ۷۲۔
محمد فاضل کلانوری، حضرت ۲۳۱
محمد فاضل الدین بٹالوی، ابوالفرح ۲۳۱
محمد فضل اللہ، حاجی، ۲۶۶، ۲۸۵، ۲۸۷۔
محمد فواد الباقی - ۱۸۴
محمد فیروز بن فتح اللہ لاہوری ۳۰۴
محمد قاسم حلیمی، مولوی - ۲۹۶
محمد قطب بنوری - ۲۷۱
محمد مراد، شیخ - ۲۷۵
محمد مراد نابینا - ۳۰۵
محمد مسعود احمد - ۵
محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - ۱۱، ۴۵، ۶۱، ۱۲۲، ۱۷۱، ۲۱۵، ۲۴۳، ۱۷۱، ۱۷۸، ۲۴۳۔
محمد معصوم، پیرسبک - ۲۹۰
محمد منظور نعمانی - ۱۹۶
محمد موسیٰ حکیم - ۲۳۲
محمد مولانا، مفتی، ۱۹۴
محمد مومن، شیخ - ۲۷۱
محمد میاں، مولانا ۱۹۶
محمد میاں صاحب - ۱۹۷
محمد نظام الدین ملتانی وزیر آبادی ۲۳۳
محمد نعیم پاپینی اخوند - ۲۶۷، ۲۶۰
محمد، نورالدین - ۱۴۶
محمد نوشہ گنج بخش - ۲۹۲
محمد ہاشم مجددی - ۱۲۰، ۱۲۲
محمد یوسف کوکن عمری - ۱۲۶، ۱۳۷، ۱۴۳، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۴۹، ۱۵۰۔
محمود بن سید علی حسین کردی - ۳۰۱
محمود تغلق - ۷
محمود سلطان اوّل - ۱۸۹، ۱۹۰
محمود سید - ۴۲، ۵۱، ۵۵،
محمود غزنوی - ۶، ۵۶، ۵۷، ۸۷، ۱۲۴، ۱۴۵، ۲۵۷۔
محی الدین ابن عربی شیخ اکبر - ۱۴۷، ۱۵۴، ۱۶۲، ۱۶۳۔
محی السنۃ، شیخ - ۱۱۱، ۱۱۴۔
مستظہر باللہ - ۱۴۱
مسلم، امام - ۱۸۳
مصلح الدین شیرازی - ۱۴۴
مظفر ثانی - ۱۸۹
مظفر خان - ۶۹
مظہر جان جاناں ۱۳، ۱۵۱
مظہر گیلانی - ۲۳۳
معروف کرخی شیخ - ۵۱، ۸۸، ۱۲۵
معز باللہ بن متوکل
معصوم شیخ - ۱۹۲، ۲۸۵
معین الدین چشتی خواجہ ۱۲۵، ۱۴۱، ۱۹۴، ۲۸۳۔
مقبول شاہ سید - ۵۱، ۱۰۵، ۱۷۷
مُلّا محسن خانی المعروف مؤبد - ۲۵۸
مُلّا محترم اخوند - ۲۷۰
مُلّا مصری - ۲۹۰
منصور بن عبدالمجید بن عبدالشکور لاہوری ۱۹۴۔
منصور حلاج - ۱۴۴، ۱۵۴
منظور اسحٰق صدیقی - ۱۵۸
منظور اسحٰق علوی - ۱۸
موسیٰ الجون - ۴۲، ۵۵
موسیٰ ثانی، سید - ۴۲
موسیٰ شاہ - ۲۴۱
موسیٰ کاظم - ۸۸
مولوی محمد احسن نانوتوی - ۱۴۰
مہاتما بدھ - ۸۰
میاں میر حضرت ۶۵، ۷۰، ۹۸، ۳۰۲، ۳۰۳۔
میر احمد شاہ رضوانی، شمس العلماء ۲۶۳
میرک سید - ۷۰
میرک شاہ بن جمال الدین محدث، نسیم الدین - ۱۹۰

ن

نادر شاہ، افشار - ۷، ۱۸، ۱۹، ۱۲۳،
نجم الدین بن اسرائیل، شیخ ۱۴۶، ۱۴۷
نجم الدین المعروف ریشہ بابا - ۲۸۳

نجم الدین سید، حاجی۔ ۲۹۰
نجم الدین المعروف ھڈا ملا شیخ ۱۴۱، ۱۴۲
نجم الدین مجددی۔ ۱۷
ندیم امر عشیلی۔ ۱۶۳
نسائی۔ ۱۸۳
نسیم حیدری، ایم ایس۔ ۶۵
نصر اللہ خان فدائی، مرزا۔ ۲۵۸
نظام الدین، شاہ۔ ۲۹۶
نظام الدین تھانیسری، شیخ۔ ۶۸
نعمان بن بشیر۔ ۲۱۵
نعمان ثابت زدنی ابن ماہ۔ ۱۱۸
نکلسن۔ ۱۴۴
نور احمد، مولوی۔ ۲۸۹، ۳۰۳، ۳۰۶
نور الحق، شیخ الاسلام۔ ۱۹۳
نور الدین الحیثمی۔ ۱۸۸
نور الدین بن نور محمد۔ ۱۳
نور محمد۔ ۹۶
نور محمد کلاچی۔ ۱۰۵
نور محمد مدقق۔ ۸۲، ۱۹۸، ۳۴۴، ۳۰۵
نودی، علامہ۔ ۱۱۹
نیکوسیر۔ ۱۵

و

وجیہہ الدین المعروف پیر زُھدی
۲۹۴
وجیہہ الدین دہلوی۔ ۱۹۸
وجیہہ الدین علوی۔ ۲۰۲
وجیہہ الدین محمد المالکی۔ ۱۸۹
وفد اللہ المالکی (مکی)۔ ۱۹۶
ولی بڑجی یا بھڑ اچی، پیر۔ ۲۵۷، ۳۰۷
ولی خواجہ کوہی۔ ۱۹۰
ولید بن عبد الملک۔ ۶
ولیم اردن۔ ۲۷۵

ی

یار محمد بیگ، حاجی۔ ۸۳، ۲۷۴، ۲۷۵،
۲۷۶، ۳۰۵، ۳۰۷
یاقوت حموی۔ ۱۱
یحییٰ بن سعید الانصاری۔ ۲۰۸
یحییٰ بن عبد الرحمٰن بن ابی الخیر ہاشمی
الشافعی۔ ۱۸۸
یحییٰ زاھد۔ ۴۲، ۵۵
یحییٰ شرف شرف الدین بزرگ سید ۴۲،
۵۱، ۵۵، ۸۷
یحییٰ شرف الدین، سید ۴۲، ۵۱، ۵۵، ۵۶،
۷۷
یحییٰ، شیخ، ابو اسماعیل، سر الاعظم (المعروف
حضرت جی اٹک) ۹۶، ۱۰۸، ۲۸۹، ۲۹۰
یحییٰ مدنی۔ ۲۹۵
یزید بن الواسطی۔ ۴۶، ۴۷
یعقوب بن حسن صرافی کشمیری، شیخ۔
۱۴۹، ۱۹۱
یوسف محمد۔ ۲۹۱
یوسف امام۔ ۱۱۸، ۱۱۹
یوسف سلیم چشتی، پروفیسر ۱۲۳، ۱۲۷،
۱۲۹، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳
یونس، شیخ۔ ۱۳۲

آ

آگرہ۔ ۲۵، ۳۷، ۱۸۶، ۱۹۵، ۲۷۶۔

ا

اُرمڑ۔ ۲۵۷، ۲۶۰۔
اٹک۔ ۱۸ح، ۹۶، ۱۰۸، ۲۶۷، ۲۹۰۔
اجمیر شریف۔ ۹۹۔
احمد آباد۔ ۲۹، ۱۸۹، ۱۹۵۔
استواء (موضع)۔ ۱۲۸۔
اسلام آباد۔ ۳۶، ۳۸، ۲۸۴ح۔
افریقہ۔ ۱۴۴۔
افغانستان۔ ۵، ۶، ۲۶، ۲۷، ۳۴، ۷۳، ۷۴، ۸۱، ۸۲، ۸۴، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۵۱، ۲۰۱، ۲۶۶، ۲۶۷۔
اکبر آباد۔ ۳۹، ۹۹، ۱۹۰۔
الٰہ آباد۔ ۸۲ح۔
امروہہ۔ ۲۳۳ح
اندلس۔ ۱۴۵ح
انڈونیشیا۔ ۲
انڈیا۔ ۱۹ح، ۱۸۵
ایران۔ ۶، ۱۰

ب

باجوڑ۔ ۶۶، ۱۰۸
بانکی پور۔ ۱۴۹، ۱۸۶، ۱۹۲، ۱۹۳۔
بخارا۔ ۷۸، ۸۱، ۱۰۴، ۱۸۳
بختور۔ ۱۱۱
برار۔ ۱۸۸
برصغیر پاک و ہند۔ ۵، ۶، ۲۵۷، ۱۹۲، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۴، ۳۰۴۔
برطانیہ۔ ۱۵
بریلی۔ ۴۸، ۱۹۲، ۲۸۲ح، ۲۹۵ح۔
بُسطام۔ ۱۲۸۔
بُصرہ۔ ۴۸، ۱۳۵، ۱۸۳۔
بغداد۔ ۱۳، ۱۴، ۳۵، ۳۶، ۵۵، ۵۶، ۵۸، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۵، ۱۴۱، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۶، ۲۰۴، ۲۹۴۔
بگرام۔ ۱۷، ۶۶، ۷۸۔
بلخ۔ ۱۷۲ح۔
بمبئی۔ ۱۲ح، ۱۲۱ح، ۱۸۶ح، ۱۸۹۔
بنگال۔ ۷، ۳۱، ۱۸۵۔
بنگلہ دیش۔ ۵۹۔
بنوریہ۔ ۱۱۸ح۔
بُنیر۔ ۲۶۳
بھارت۔ ۳۷، ۳۹، ۱۸۸، ۲۳۳، ۲۶۵، ۲۹۸۔
بہاولپور۔ ۴۸، ۲۳۳ح۔
بھوپال۔ ۲۹۷ح۔
بیروت۔ ۱۱ح، ۶۳، ۲۴۴، ۲۴۷، ۲۵۴۔

پ

پاکستان۔ ۶، ۱۰، ۵۵، ۷۰، ۱۰۳ح، ۳۰۴۔
پٹنہ۔ ۱۹۔
پٹیالہ۔ ۱۹۱۔
پرونیہ آباد۔ ۳۰۷۔
پشاور۔ ۱۷، ۱۸ح، ۲۰، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۹، ۷۳، ۷۴، ۸۴، ۷۸، ۹۵، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۱۷، ۱۴۵، ۲۰۱ح، ۲۰۵، ۲۳۳، ۲۵۷ح، ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۵، ۲۷۰، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۹۴، ۳۰۵۔
پکھلی۔ ۶۹ح، ۹۵
پنجاب۔ ۷، ۱۳، ۲۰، ۲۱، ۸۴، ۹۶، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۵۰، ۱۸۵، ۱۹۹، ۲۶۵، ۲۷۷، ۲۸۳، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۸، ۳۰۴
پوٹھوہار۔ ۶۵، ۶۶، ۹۵، ۱۹۷، ۲۸۴۔
پونچھ۔ ۵۸۔
پیر پٹھو۔ ۵۴ح۔

ت

تبریز۔ ۱۲۱ح، ۲۴۲۔
ترکستان۔ ۵، ۸۱
ترکی۔ ۱۰۲ح، ۱۵۷، ۲۴۳۔
ترگڑ۔ ۱۹۷۔
ترمذ۔ ۱۸۳۔
تہران۔ ۹۷ح۔
تیراہ۔ ۲۵۹

تیل واڑہ - ۱۹۷

ٹ

ٹانڈہ - ۲۳۳
ٹانک - ۲۵۷
ٹھٹھہ - ۴۸، ۴۹، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۷۲، ۸۴ -

ث

ثمر قند - ۷۸

ج

جالندھر - ۲۵۸
جدہ - ۱۳۴
جزائر شور - ۵۳، ۶۰
جزائر مالدیو - ۴
جلال آباد - ۷۸، ۸۲، ۲۰۱، ۲۸۰ -
جنوبی وزیرستان - ۲۵۷، ۲۶۰، ۲۶۱ -
جہلم - ۳۶، ۲۸۴

چ

چارسدہ - ۱۷۱، ۲۵۹
چاٹگام - ۵۹
چغان - ۱۸۶
چکدرہ - ۲۶۱
چکوال - ۲۸۴
چمکنی، علاقہ - ۱۰۸ -
چورپور - ۲۸۴ -
چولیاں - ۲۸۴ -
چین - ۶

ح

حبرہ - ۲۴۲، ۲۴۳
حجاز - ۵۶، ۱۴۵، ۲۶۹ -
حرستا - گاؤں متصل دمشق - ۱۱۸ -
حسن ابدال - ۱۵۹، ۳۰۴ -
حویلیاں - ۶۷ -
حیدرآباد - ۱۸۶، ۱۹۰ -
حیدرآباد - ۴۸، ۱۹۶ -

خ

خانیار - ۵۷ -
خراسان - ۹۹، ۱۱۲، ۱۳۸، ۱۴۱، ۱۹۰ -
خوارزم - ۱۱۲
خیواء - ۱۱۲

د

دار قطن - ۱۸۳ -
درۂ خیبر - ۳ -
دمشق - ۴۷، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۷۶، ۲۰۶، ۲۹۱، ۲۹۳ -
دوآبہ پرگنہ - ۲۹۸، ۲۹۹ -
دومۃ الجندل - ۲۴۳
دہلی - ۷، ۱۲، ۱۸، ۶۲، ۶۳، ۸۴، ۶۴، ۸۲، ۹۸، ۱۰۴، ۱۳۹، ۱۵۰، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۵، ۲۲۱، ۲۴۷، ۲۶۶، ۲۶۹، ۲۹۵، ۲۹۶ -
دھمتوڑ - ۶۹ -
دیوبند - ۱۱۱، ۲۱۷

ڈ

ڈیرہ اسماعیل خان - ۱۰۵

ر

رامپورہ - ۱۴۸، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۹۵،
راولپنڈی - ۶۵، ۹۷، ۲۶۷ -
روم - ۱۰۲ -
رے - ۱۱۸ -

ز

زمخشر، صوبہ - ۱۱۲ -
زیلیع - ۱۸۹ -

س

ساموئی - ۴، ۵ -
سرگودھا - ۲۹ -
سرہند - ۹۸، ۱۹۲، ۲۸۵، ۲۸۶ -
سری نگر - ۷۳ -
سفح - ۱۴۵ -
سُلطان پور - ۶۷، ۶۶، ۶۷ -
سمہ رانیزئی - ۲۶۳ -

سنبھل - ۲۶۶-
سندھ-۶، ۱۱، ۵۰، ۱۰۵، ۲۹۰-
سوات- ۱۴، ۲۶۱، ۲۶۳
سورت- ۱۸۹-
سیالکوٹ-۱۴۸، ۱۹۱-
سیوستان- ۶۵-
سرحد- ۲۹۰

ش

شام-۱۴۱، ۱۴۵، ۲۴۳-
شام چوراسی - ۱۰۱، ۲۹۸-
شاہجہان آباد- ۵۳، ۶۴، ۹۸-
شبلہ (موضع)- ۱۳۵
شمال مغربی سرحدی صُوبہ-۳۶، ۳۹، ۲۷۰-
شورکوٹ- ۲۹-
شیخوپورہ - ۲۱، ۲۳۳-
شیراز- ۳۰

ص

صفان-۱۸۶

ط

طاؤس الحرمین درگاہ- ۱۸۷
طہران -۱۴۱-
طوس - ۱۴۱-

ع

عراق-۱۰، ۱۲۹، ۱۴۳، ۲۴۳
عرب- ۶، ۱۵۱-
علی گڑھ- ۱۶، ۱۸۷-

غ

غزنی - ۱۴۰

ف

فالیز آباد (پرویز آباد) ۸۲، ۸۳، ۱۹۸، ۲۰۱، ۲۰۵-
فلسطین- ۵-
فیروز پور- ۱۶۳-

ق

قاہرہ- ۱۸۴، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸-
قندھار- ۷۴-
قونیہ- ۱۴۷، ۱۷۲ح-

ک

کابل-۱۸، ۲۰، ۲۱، ۴۷، ۷۸، ۸۱، ۸۲، ۹۷، ۲۰۱، ۲۰۵، ۲۶۵، ۲۷۰، ۲۸۰-
کارومنڈل- ۴
کامہ (موضع)- ۸۲، ۲۸۰-
کانپور- ۱۲۳، ۱۹۷، ۲۳۳، ۲۹۶ ح
کانڑی گرم- ۲۵۷، ۲۵۹-
کپل دستو - ۸-
کدکن (موضع)- ۱۴۷-
کراچی- ۱۳، ۱۷، ۴۸، ۵۴، ۷۰، ۱۰۲، ۱۲۴، ۱۶۲، ۲۵۷-
کربلائے معلیٰ - ۲۹۴-
کشمیر- ۱۲، ۲۰، ۲۴، ۲۸، ۳۰، ۳۱، ۳۴، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۷، ۷۱ح، ۷۲، ۷۳، ۸۴، ۹۶، ۱۴۱، ۱۹۱، ۲۶۵، ۲۸۲-
کلکتہ- ۳۸، ۷۴-
کلاچی- ۱۰۵-
کلاں کوٹ - ۵۴-
کلہ ڈھیر (غلہ ڈھیر)- ۲۵۹-
کلپانی- ۲۶۰-
کمبائیت- ۱۸۸-
کنجاہ- ۹۷-
کنتر- ۶۷، ۷۴-
کوڈنگلو- ۹
کُوفہ- ۴۸، ۱۱۹، ۲۴۳، ۲۴۴-
کوہاٹ- ۳۰۴-
کوہستان- ۲۵۸، ۲۶۲-
کھیتر- ۵۴-
کیالابیکم المعروف بہ معتبر- ۴۰-
کیمبرج- ۱۲۲،

گ

گجرات- ۱۳، ۶۵، ۱۸۷، ۱۸۸،

۱۸۹، ۱۹۰، ۲۰۲ ۔
گلبرگہ ۔ ۱۸۸ ۔
گھڑام ۔ (موضع) ۔ ۲۹۱ ۔
گوالیار ۔ ۱۴۸، ۱۹۵، ۲۷۶ ۔
گولڑہ ۔ ۳۸ ۔
گھبائیٹ ۔ ۱۸۸ ۔
گیلان ۔ ۱۴۲ ۔

ل

لبنان ۔ ۱۱، ۱۲۶، ۲۴۷، ۲۵۴ ۔
لاہور ۔ ۵، ۷، ۱۳، ۱۴، ۴۸،
۵۰، ۵۱، ۵۴، ۵۶ح، ۵۵،
۵۷، ۶۵، ۸۲، ۸۳، ۹۳، ۹۷،
۱۰۵، ۱۲۳، ۱۴۸، ۱۵۱، ۱۷۴،
۱۸۵، ۱۸۶ح، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۷،
۲۰۰، ۲۱۸، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۶،
۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۷، ۲۷۴، ۲۷۵،
۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۳، ۲۹۴،
۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰ ۔
لکھنؤ ۔ ۱۳، ۱۹، ۵۷، ۶۳، ۶۷،
۲۷۹ ۔
لندن ۔ ۱۴۱، ۱۸۵، ۱۹۹ ۔
لنڈی (موضع) ۔ ۹۵،
لیڈن ۔ ۱۲ ۔
لینن گراڈ ۔ ۲۳۱

م

مالوہ ۔ ۲۰، ۱۸۸، ۱۹۵ ۔
مانڈو ۔ ۱۸۸ ۔
محمودکار، کامہ ۔ ۸۲، ۲۸۰ ۔
مدراس ۔ ۴، ۱۲۳ ۔
مدینہ منورہ ۔ ۷، ۴۴ح، ۱۸۲، ۱۸۶،
۲۰۸، ۲۴۳، ۲۹۴، ۲۹۵ح، ۳۰۴
مردان ۔ ۲۵۸، ۲۵۹ ۔
مرو ۔ ۱۱۱ ۔
مرسیہ ۔ ۱۴۵ ۔
مصر ۔ ۱۱، ۱۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۲۰۷،
۲۴۳، ۲۴۴ ۔
مکلی ۔ کوہ ۔ ۵۳، ۵۴، ۵۷ ۔
مکہ معظمہ ۔ ۵۳، ۱۱۶، ۱۳۴، ۱۳۵،
۱۴۹، ۱۷۷، ۱۸۶، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱،
۲۴۳، ۲۴۴، ۲۹۴ ۔
ملائشیا ۔ ۲
ملتان ۔ ۲۰، ۳۴، ۱۹۱، ۲۵۸،
۲۷۶ ۔
منیٰ ۔ ۱۱۱، ۱۱۸ ۔
میرٹھ ۔ ۲۵۰ ۔

ن

نجران ۔ ۲۴۲ ۔
نجف اشرف ۔ ۲۹۴ ۔
نسف قصبہ ماوراءالنہر ۔ ۱۱۳ ۔
ننگرہار ۔ ۷۴ ۔
ننگھورا ۔ ۷۴ ۔
نورپور شاہان ۔ ۶۴ح، ۹۹، ۲۸۴
نیپال ۔ ۸ ۔
نیشاپور ۔ ۱۳۷، ۱۸۳، ۱۴۷، ۱۹۵ ۔

و

وادی پشاور ۔ ۱۷ح ۔
وادی سندھ ۔ ۶ ۔
وردھا ۔ ۵۰ ۔
وزیرآباد ۔ ۲۵ ۔

ھ

ہڈہ ۔ ۱۳ ۔
ہرات ۔ ۷۴، ۱۱۱ ۔
ہری پور ۔ ۵۹ ۔
ہزارہ ۔ ۲۰، ۶۷، ۹۹، ۲۶۳، ۳۰۹
ھشت نگر ۔ ۳۰۵
ھند ۔ ۵، ۷، ۸، ۱۰، ۱۲، ۱۹۷،
۱۹۸ح، ۲۰۱، ۳۰۴، ۳۱۲،
ہندوستان ۔ ۵، ۶، ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳،
۵۵، ۶۰، ۷۰، ۷۱ح، ۷۳، ۷۴، ۸۲،
۸۴، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۸۴، ۱۸۵،
۱۸۸، ۲۰۰، ۲۶۷، ۲۷۰، ۲۶۶، ۲۶۸،
۲۶۹، ۲۸۷، ۲۹۰، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶،
۲۹۹، ۳۰۴، ۳۰۵ ۔
ہوشیارپور ۔ ۲۳۳ح، ۲۹۸ ۔

ی

یمن ۔ ۱۸۹، ۱۹۵، ۲۸۸ ۔
یورپ ۔ ۵، ۱۵۳ ۔
یونان ۔ ۶ ۔

301-Akbar Nama:- Abu-al-Fazal Nawal kishore and Assiatic Society editions vol III
302-Bayan-i-waqi-edited by K.B.Naseem. Research society of Punjab Lahore.
303-The Caliphat:- Arnold, T.W. Oxford, 1924.
304-The Doctrines of the Sufism Arberry, A.J. 1934.
305-Fall of the Mughal Empire:- Jadu Nath Sarkar.
306-India Antiquary:- Halkothi, 1922.
307-India's contribution to the study of Hadith literature: Dr. Muhammad Ishaq, Dacca, 1955.
308-Islamic Taxation in the classic period:- Lokkegaardfrede
309-Kitab-al-Luma edited by Prof. R.A.Nicholson E.J.W. Gibb Memorial, 1914.
310-Lands of the Eastern Caliphat:- Le stronge, cambridge 1905.
311-Later Mughals:- Willam Irvine edited by Jadu Nath Sarkar, Universal Book Lahore.
312-Later Mughal: History of Punjab:- Hari Ram Gupta. Sang-E-Meel Publication Lahore, 1976.
313-A Literary History of Arabs:- Prof. Nicholson R.A. Cambridge.
314-A Literary History of Persia: Browne, E.G.

Cambridge, 1928.
315 - Nadir Shah :- L. Lockhart - Al-Irfan Lahore, 1976.
316 - Nadir Shah in India :- Jadu Nath Sarkar, Puttna, 1925.
317 - Narrative of various Journeys :- Charls Masson.
318 - The Oxfoard History of India :- Vincent, Clarendon, Lodon.
319 - Peshawar Historic City of the Frontier :- Ahmad Hasan Dani, Peshawar.
320 - Preaching of Islam :- Aronld, T.W. Lahore, 1955.
321 - Tarikh-i-Peshawar :- Gopal Das.
322 - Tuzuk-i-Jahangri :- edited by Henry Beveridge Sang-e-Meel Publications Lahore, 1974.
323 - Encyclopedia of Islam vol. I Page - 41
324 - Encyclopedia of Britinnica 10th ed. London.
325 - Encyclopedia Urdu Daira Marif-i-Islamia Pakistan, 1964.

اماکن